



مجموعہ قوانین اسلام

جلد چہارم

ڈاکٹر تنزیل الرحمن (تمذاتیار)
بیج سندھ عالی کورٹ



مجموعۃ قوانین اسلام

جلد چہارم

(قانون وصیت)

ڈاکٹر تنزیل الرحمن

ایم۔ اے۔ ایل۔ بی۔ پی ایچ۔ ڈی

ادارہ تحقیقات اسلامی

الجامعة الإسلامية العالمية ، اسلام آباد ، پاکستان

marfat.com

ادارہ تحقیقات اسلامی، پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵، اسلام آباد

مطبوعات ادارہ تحقیقات اسلامی نمبر ۲۶ (۳)

جلد حقوق محفوظ ۱۹۹۵ء

اس کتاب کا کوئی حصہ ناشر کی تحریری اجازت کے بغیر کسی بھی شکل میں شائع نہ کیا جائے۔
البتہ تحقیقی مقاصد یا تبصرہ کے لئے ضروری اقتباسات نقل کئے جاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر محمد حمید اللہ لائبریری، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد
کوائف فرسٹ سازی دوران طباعت

تذیل الرحمن 1928 -

مجموعہ قوانین اسلام: جلد چہارم: قانون وصیت -

(ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، سلسلہ مطبوعات نمبر 26 (3))

کتابیات: ص 1521 - 1522

اشاریہ: ص 1523 - 1531

1- فقہ اسلامی - 2- وصیت (اسلامی قانون)

الف - عنوان - ب - عنوان: قانون وصیت - ج - سلسلہ -

340.59 dc 20 طبع چہارم 1995 6 026 408 969 ISBN

طبع پنجم 2002ء، طبع ششم 2005ء

طابع و ناشر: سعید احمد شاہ
مطبع: مطبع ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

* انتساب *

والد مرحوم

حافظ خلیل الرحمن رح

کے نام

جنہوں نے مجھے ہمیشہ

صدق و امانت اور محنت کی وصیت کی -

تنزیل الرحمن

(اشاعت اول ۱۹۷۳) *

فہرست مندرجات

صفحہ		
۵	.	تقریب - حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری
۱۱۷۷	.	پیش لفظ - جناب جسٹس ایس۔ اے۔ رحمن صاحب
۱۱۷۹	.	مقدمہ - مؤلف
۱۲۰۷	.	متن - دفعات قانون وصیت - مؤلف

چینیوال باب

احکام وصیت

صفحہ	دفعات	صفحہ	دفعات
	۲۰۶	۱۲۲۵	۲۰۱
	حکم وصیت (واجب یا مستحب)	.	تعريفات .
۱۲۵۳	.	۱۲۲۸	۲۰۲
	جواز وصیت	.	ارکان وصیت
۱۲۷۶	.	۱۲۳۰	۲۰۳
	رجوع و انفساخ وصیت	.	تکمیل وصیت
۱۲۸۱	.	۱۲۳۳	۲۰۴
	بطلان وصیت	.	شہادت وصیت
۱۲۹۱	.		۲۰۵
	انکار وصیت		وصیت مطلق، مفید اور معلق
۱۲۹۷	.	۱۲۵۱	بالشرط

تیسواں باب

احکام موصی

۲۱۳	۱۲۹۹	۲۱۱
موصی بہ کے دین میں مستغرق ہونے کی صورت میں موصی کے اختیارات.	.	اہلیت موصی
۱۳۰۷	۱۳۰۵	۲۱۲
	.	کم عقل کی وصیت
	۱۳۰۶	۲۱۳
	.	مستغرق ترکہ کی وصیت

صفحہ	دفعات	صفحہ	دفعات
	۲۱۷	۱۳۱۱	۲۱۵
۱۳۲۳	بجالت مرض موت زوجہ مطلقہ کے لئے وصیت	۱۳۱۵	مسلمانوں کی وصیت غیر مسلم کے لئے
			۲۱۶
			وصیت بجالت مرض موت

اثاثیوں باب

احکامِ موصیٰ بہ

۱۳۶۷	۲۲۲	۱۳۳۷	۲۱۸
	وصیت بحق مفقود		جیات موصیٰ بہ
۱۳۶۸	۲۲۳	۱۳۵۰	۲۱۹
	وصیت بحق قاتل		امور خیر کے لئے وصیت
		۱۳۵۲	۲۲۰
			وصیت بحق وارث
۱۳۷۵	۲۲۴	۱۳۶۵	۲۲۱
	وصیت بحق حمل		زوجین کی باہمی وصیت

اثاثیوں باب

احکامِ موصیٰ بہ

۱۳۱۲	۲۲۹	۱۳۸۳	۲۲۵
	وظیفہ کی وصیت		شرائط موصیٰ بہ
۱۳۱۵	۲۳۰	۱۳۸۵	۲۲۶
	شیء معلوم کی وصیت		مقدار موصیٰ بہ
۱۳۱۷	۲۳۱		۲۲۷
	اعضاء انسانی کی وصیت		وارث نہ ہونے کی صورت میں
۱۳۲۰	۲۳۲	۱۳۹۹	
	موصیٰ بہ میں اضافہ		کل مال کی وصیت
۱۳۲۲	۲۳۳		۲۲۸
	موصیٰ بہ کا ابہام		منافع کی وصیت
۱۳۵۰	۲۳۴		
	تزام و صایا		

قیسوں باب احکامِ وصی

صفحہ	دفعات	صفحہ	دفعات
	۲۳۸	۱۳۵۷	۲۳۵
۱۳۹۵	صورت میں وصی کے اختیارات	۱۳۶۰	۲۳۶
۱۳۹۸	مان کے وصی کا اختیار	۱۳۶۱	۲۳۷
۱۵۰۱	وصی کا اختیار تجارت	۱۳۶۳	۲۳۸
۱۵۰۲	بیع کی شرائط	۱۳۶۶	۲۳۹
۱۵۰۵	بیع کی بنیاد	۱۳۶۸	۲۴۰
۱۵۰۶	میعادی آدائی پر بیع	۱۳۷۱	۲۴۱
۱۵۰۷	وصی کا اختیار رہن	۱۳۷۲	۲۴۲
۱۵۱۰	وصی کا وکیل مقرر کرنا	۱۳۷۵	۲۴۳
۱۵۱۲	وصی کا اقرار دین	۱۳۷۷	۲۴۴
۱۵۱۵	وصی کے ذمہ ضمان	۱۳۸۶	۲۴۵
۱۵۱۷	وصی کا معاوضہ خدمت	۱۳۸۸	۲۴۶
۱۵۱۷	حساب فہمی		۲۴۷
۱۵۱۸	وصی کی ذمہ داری کی نوعیت	۱۳۹۲	۲۴۸
			ترکہ بر دین نہ ہونے اور ورثا کے بالغ ہونے کی صورت میں وصی کے اختیارات

۱۵۲۱	فہرست کتب حوالہ
۱۵۲۳	اشاریہ (موضوع وار)
۱۵۲۹	اشاریہ (نام وار)
۱۵۳۳	صحت ناسہ

بسم الله الرحمن الرحيم

تقریظ*

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری

شیخ الحدیث، ہانی و مہتمم مدرسہ عربیہ اسلامیہ، نیو ٹاؤن، کراچی

الحمد لله و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً منہم علی سیدنا محمد بن المصطفی الذی نزل بہ القرآن الکریم ساکفی و شفی و علی آلہ و صحبہ و قہماء استہ ما وفی و کفی -
اما بعد ، بلاشبہ دین اسلام کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ تمام کائنات کے لیے رحمت اور اس کا وہ عادلانہ قانون حکمت و قانون عدل ہے جس کی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں ملتی خواہ وہ ”روما“ کا قانون ہو یا یونان کا فلسفہ ہو یا ایران کا دستور ہو - ظاہر ہے کہ کہاں عقل انسانی کا کارنامہ کہاں حق تعالیٰ جل شانہ کا حکیمانہ نظام ”بین تفاوت راہ از کجا است تا یکجا“ -

تمام قہماء است کا اس پر اتفاق ہے کہ ”دارالاسلام“ وہی ہوگا جس کا قانون اور محاکم شرعیہ کا نظام و ”فصل خصوصیات“ (یعنی قانونی فیصلے) اسلامی قانون سے ہوں - نام کی حکومت اسلامی ہو اور قانون غیر اسلامی ہو بے معنی بات ہے - کسی اسلامی حکومت کے صحیح خد و خال اسلامی قانون کے آئینہ ہی میں جلوہ گر ہوسکتے ہیں -

یہ صحیح ہے کہ عالم اسلام کا جدید اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ اور وہ حضرات جن کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور ہے اسلامی قانون سے یا دین اسلام سے ان کی مایوسی کا کسی قدر سبب وہ جمود بھی ہے جو اسلامی مرکزوں پر عرصہ سے طاری ہے ، اور وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ شاید موجودہ ترقی کے دور میں اسلامی قانون ترقی سے قاصر ہے اور عاجز ہے - سودی نظام ، انشورنس کا نظام عہد حاضر کے تجارتی نظام کا تانا بانا بن گیا ہے - ان کو یہ تصور نہیں

(اشاعت اول ۱۹۶۳ء)

ہوسکتا ہے کہ اس نظام سے کیوں کر گلوخلاصی ہوسکے گی اور یہ خیال کر بیٹھے ہیں کہ موجودہ ترقی و تہذیب کے دور میں مجنونانہ خیال ہے کہ ان سب کو چھوڑ کر اسلامی قانون رائج کیا جائے، جو سود کی حرمت کا اعلان بیانگ دھل کرتا ہے اور اس کو جاری کرنا حق تعالیٰ اور اس کے رسول برحق سے اعلان جنگ کے مترادف ہے۔

درحقیقت یہ کوتاہ فہمی اس کا نتیجہ ہے کہ اسلامی علوم، قرآنی احکام، سنت مصطفویہ کی تشریحات، قدیم فقہاء اسلام کا سرمایہ جس موثر تعبیر اور دل نشین تشریح اور دل پذیر بیان و تدوین کا محتاج تھا، موجودہ ذخیرہ اس سے تہی دامن تھا۔

بلاشبہ دین اسلام کے حقائق و قوانین کی ابدیت اپنی جگہ قطعی و یقینی ہے لیکن علماء امت کو قرون اخیرہ میں اس کا زیادہ احساس نہ ہو سکا کہ اسلام کی برتری و فوقیت کو قائم رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ قدیم فقہی ذخیرہ کو جدید قالب میں ڈھالا جائے اور اس کی روشنی میں فقہانہ انداز سے اور مخلصانہ کوششوں سے ایک نقشہ ایسا تیار کریں کہ جدید دور اس کو قبول کرے اور نئی نسل کے دل و دماغ پر اس کا اثر ہو۔ بلاشک یہ تقصیر ہوئی۔ لیکن درحقیقت اس تقصیر کا وبال تنہا علماء امت اور فقہاء اسلام پر نہیں، بلکہ مسلمان حکمرانوں پر ہے جو اسلام کے مدعی تھے اور اسلامی حکومت قائم کرنے کے خواہاں تھے، انہیں یہ خیال نہ آیا کہ دور حاضر کی سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ محققین اسلام کے اہل فکر و نظر کو ایک مرکز پر جمع کر کے یہ کام ان سے کرایا جاتا۔ لیکن اس میں شبہ نہیں کہ عالم اسلامی کے مختلف ادوار میں کچھ نہ کچھ سلسلہ جاری رہا۔ خلافت عثمانیہ کے آخری دور میں سلطان خلیفہ عبدالحمید خان نے علماء سے اسلامی قانون ”مجلہ الاحکام العدلیہ“ کی صورت میں مرتب کروایا۔ اسیر کابل شاہ امان اللہ خان نے ”تسک القضاء الامانیہ“ اور ”نفاذ نامہ جزاء عمومی افغانستان“ کچھ مجموعے تیار کرائے۔ ضرورت تھی کہ بعد کے حکمران اس کی تکمیل کراتے لیکن انسوس ہے کہ ایسا نہ ہوا۔ حال میں بعض مسالک عربیہ میں کچھ شخصیتیں ایسی پیدا ہوئیں جنہوں نے مختلف پہلوؤں پر نہایت قابل قدر کام کیا۔ ڈاکٹر مصطفیٰ زرقا کی کتابیں ”المدخل الفقہی العام الی الحقوق المدنیہ“ اور ”کتاب الوقف“ وغیرہ اور ڈاکٹر سرحوم مصطفیٰ سباعی کی کتاب الاحوال الشخصیہ اور

داکٹر عبدالقادر عودہ کی کتاب التشریح الجنائی ، الشیخ ابو زہرہ کے مقالات انشورنس اور سود کی حرمت اور بعض جدید مسائل پر قابل قدر خدمات ہیں ۔

ہمارے ملک میں یہ سہرا ، محترم برادر مہتاب ڈاکٹر تنزیل الرحمن ، ایم۔ اے ، ایل ایل ۔ بی ، بی ایچ ۔ ڈی ، ایڈوکیٹ ، مشیر قانون ادارہ تحقیقات اسلامی (پاکستان) اسلام آباد کے سر باندھا گیا ہے ۔ جو ہر طرح کی مبارک باد کے قابل ہیں ۔ موصوف کا ”مجموعہ قوانین اسلام“ جلد چہارم اس وقت میرے سامنے ہے ۔ ”فانون وصیت“ کی تشریح پر پوری جلد مشتمل ہے ۔ ترتیب ابواب ، ترتیب مواد ، استیفاء مسائل جزئیات ، حسن تعبیر ، موثر تشریح و دل نشین پیرایہ بیان میں تمام سابقہ اجزاء سے گونے بہت لے گیا ہے ۔ مجھے تفصیلی مطالعہ کا موقع نہ مل سکا لیکن الحمد للہ کہ میرے رفیق کار فقہیہ عصر مولانا مفتی ولی حسن صاحب ، صدر دارالافتاء مدرسہ عربیہ اسلامیہ و استاذ حدیث و استاذ التخصص فی الفقہ الاسلامی بآرک اللہ فی حیاتہ العلمیۃ والدینیۃ و زادہ توفیقاً الی کل خیر و سعادۃ ، تفصیلی مطالعہ کر کے مطمئن ہو گئے ہیں کہ کوئی چیز قابل تنقید و تردید نہیں ، فقہ حنفی کے مسائل سب درست ہیں ۔ حق تعالیٰ مولف کو جزاء خیر عطا فرمائے اور بقیہ قوانین اسلامیہ کی تکمیل ان کے قلم سے کرائے ۔

ع ”ایں کاراز تو آید و مردان چنین کنند“

مولف محترم ہر طرح ہماری دعا و تحسین کے مستحق ہیں ۔ جو کام عصر حاضر کے ممتاز علماء نہ کر سکتے ، بہت خوبی سے انجام دیا ۔ اور موصوف کے فہم و انصاف سے توقع ہے کہ تمام اجزاء سابقہ پر نظر ثانی فرما کر اور اہل علم سے مشورہ کر کے جو کوتاہیاں رہ گئی ہیں ان کی اصلاح کریں گے تاکہ آئندہ کسی کو تنقید کا موقع نہ ملے ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

محمد یوسف بنوری عفا عنہ

خادم حدیث نبوی

و خادم مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی ۔ ۵

یکشنبہ ، ۳ رمضان المبارک ، ۱۳۹۱ھ

پیش لفظ*

عالی جناب جسٹس ایس۔ اے۔ رحمن صاحب

سابق چیف جسٹس ، سپریم کورٹ ، پاکستان

ادارہ تحقیقات اسلامی کی زیرسرپرستی ، تنزیل الرحمن صاحب اپنے مجموعہ 'قوانین اسلام کی چوتھی جلد پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ اس جلد میں "اسلامی قانون وصیت" پر شرح و بسط سے بحث کی گئی ہے۔ فاضل مصنف نے حسب عادت پوری کوشش اور تدہی سے مسلمہ مآخذات سے استفادہ کیا ہے اور ہر مسئلہ کو فقہ کے معروف دبستانوں کے مستند مجموعوں کی روشنی میں حل کرنے کی سعی کی ہے۔ اس ضمن میں انہوں نے اسلامی ممالک میں سروجہ قوانین کا بھی جائزہ لیا ہے تاکہ اختلافی نقطہ ہائے نظر کی تائید یا تردید میں جدید فکری منہاج سے متعلقہ شواہد سے بھی اعتناء ہو سکے۔ اختلافی گنہیوں کو سلجھانے کے لئے انہوں نے بعض مقامات پر اپنی ذاتی رائے بھی پیش کی ہے۔ ان کی تنقید کا رنگ مناظرانہ نہیں، عالمانہ ہے اور وہ معاملہ کے مختلف پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر، سلیقے اور توازن کے ساتھ اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں، بلکہ اگر کہا جائے کہ وہ احتیاط کا دامن مضبوطی سے تھامے رہتے ہیں اور اس ضمن میں ان کی نظر میں روایت ایک حد تک درایت کے تقاضوں سے بھی محترم تر ہے، تو شاید بے جا نہ ہو گا۔ اس زاویہ نظر کی چند مثالیں شاید دلچسپی سے خالی نہ ہونگی۔

فاضل مصنف نے اہل فقہ کی اس رائے پر حصر کیا ہے کہ موصی کا ایک علیحدہ ، مابعد کی وصیت میں، وصیت اول کی موجودگی میں ، اسی موصی بہ کے متعلق ، کسی دیگر شخص کو موصی لہ نامزد کرنا ، پہلی وصیت کے انفساخ کے لئے کافی نہ ہوگا۔ غالباً فکر جدید ایسی صورت کو پہلی وصیت کے انفساخ کا موجب قرار دینے سے گریز نہ کریگی۔

اسی قبیل کا ایک مسئلہ فقہ کی کتابوں میں انسانی جسم کے کسی حصہ کے قطع ہو جانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اکثر فقہاء کا خیال یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایسا حصہ بردار ہو جاتا ہے اور اسکی انسانی جسم کے ساتھ پیوند کاری جائز نہ ہوگی ، صاحب تصنیف نے اس پر

اظہار خیال نہیں کیا، گو ان کی رائے ہے کہ ایک شخص کی وصیت کے مطابق اس کے مردہ جسم سے کوئی حصہ الگ کر کے کسی بیمار سے پیوند کرنا، صرف اضطراری حالت میں جائز ہوگا۔ سرجری کے موجودہ ترقی یافتہ دور میں ایک کاریگر کے قطعی پریدہ ہاتھ کو بھی ڈاکٹروں نے کٹے ہوئے بازو سے پیوند کر کے صحیح و سالم بنا دیا ہے۔ نیز پلاسٹک سرجری میں انسانی جسم کے ایک حصہ سے گوشت اتار کر دوسرے جگہ ہونے یا زخم خوردہ حصے سے کامیابی سے پیوند کیا جاتا ہے۔ ان ممکنات کے ہوتے ہوئے فقہ کے اس اصول پر نظر ثانی کا مطالبہ قابل فہم ہوگا۔ آخر یہ استنباطی اصول ہیں اور ان میں ترمیم نص کی خلاف ورزی کے مسائل نہ ہوگی۔

ایسے مقامات سے قطع نظر، زیر نظر کتاب اسلامی قانون کی ضابطہ بندی کی ایک اہم کڑی بن سکتی ہے اور فاضل مصنف اپنی رحمت کے لئے ہر طرح داد و تحسین کے مستحق ہیں۔

ایس۔ اے۔ رحمن

۶۵ گلبرگ لاہور

۳۔ اگست ۷۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدًا وَشُكْرًا عَلَى رَحْمَتِهِ الْكَبِیْرَةِ

مقدمہ

ابتدا کرتا ہوں تیرے نام سے
انتہا ہے یہ مرے اعمال کی

زبان قلم خدائے بزرگ و برتر کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہے جس نے مجھ جیسے کم علم و بے مایہ شخص کو اسلامی قوانین کی تدوین نو و ترتیب جدید کی توفیق و سعادت بخشی اور ایسے ظاہری و معنوی اسباب بہم پہنچائے جو اس عظیم و گرانبار ذمہ داری کی بجا آوری کے لئے حد درجہ ضروری تھے۔

توفیق حسن کار بھی نعمت خدا کی ہے
تحدیث بھی ہے فرض جو نعمت ملے مجھے

وصیت - ایک تقابلی جائزہ :

تاریخی طور پر وصیت کا ذکر عہد قدیم سے ملتا ہے۔ بابل و آشور اور قدیم مصر کی تہذیبیں اس کے نام سے آشنا تھیں مگر اس زمانہ میں وصیت کی شکل و ہیئت موجودہ وصیت سے بالکل مختلف تھی۔ البتہ یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ وحشی قومیں وصیت کے تصور سے قطعاً بے گانہ تھیں۔

لیکن ابتداءً وصیت جائیداد متوفی کی تقسیم کا ذریعہ نہ تھی بلکہ منجملہ اور طریقوں کے خاندان کی نمائندگی کو ایک سردار کی طرف منتقل کرنے کی ایک صورت تھی۔ اگرچہ وہ بحیثیت وارث متوفی کی جائیداد پر تصرف کا اختیار بھی حاصل کر لیتا تھا۔ چنانچہ قانون روما کے بارہ الواح میں وہ مشہور فقرہ پایا جاتا ہے جس میں وصیت کا اختیار صاف طور پر تسلیم کیا گیا ہے لیکن اس سے خاندانی حقوق و فرائض کا مجموعہ مراد تھا کہ کون فرد

خاندان کا سردار ہو گا۔ تاریخی طور پر یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ابتداءً وصیت صرف اسی وقت نافذ ہوتی تھی جب کہ ایسے افراد خاندان موجود نہ ہوں جو حقیقی یا فرضی شرکت خوں کی بناء پر وراثت کے مستحق ہوتے ہیں۔

ایک باضابطہ شکل میں قانون وصیت کی ایجاد کا اعزاز خاص طور پر اہل روما کا حصہ ہے جس کو عام معاہدات انتقال ملکیت کے بعد انسانی تمدن کے ارتقاء میں بڑا دخل رہا ہے۔ مگر قانون روما میں وصیت کے جو طریقے بذریعہ سر و سیزان یا تحریراتی وصیتی رائج تھے وہ اپنے ضابطوں کے لحاظ سے بے حد پیچیدہ اور دور از کار تھے۔

یہودیوں کے فقہاء کے قوانین میں بھی جو کچھ وصیت کے متعلق پایا جاتا ہے وہ بڑی حد تک اہل روما کے ساتھ میل جول کی بناء پر معلوم ہوتا ہے۔ زمانہ ما بعد کے ماہرین قانون کے نزدیک، جو قانون موسوی کی فروگزاشتوں (Causes Omissi) کی اصلاح کے دعویدار ہیں، وصیت کا نفاذ ایسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ وہ رشتہ دار جو قانون موسوی کے لحاظ سے وارث قرار پا سکتے تھے، موجود نہ ہوں یا مفقود العبر ہوں۔

انگلستان میں ایک زمانہ تک کلیسائی اثر رہا، چنانچہ ایک مخصوص قسم کی وصیتوں کے متعلق کلیسائی عدالتوں کو اختیارات حاصل تھے جو اکثر اوقات قانون روما کے اصول وصیت نافذ کرتی تھیں۔ بعض دوسری قسم کی وصیتوں کا دائرہ اختیار سماعت عدالت عامہ اور چانسرری کی عدالتوں کو حاصل تھا۔ اگرچہ یہ عدالتیں کلیسائی (مذہبی) عدالتوں کے فیصلوں کی پابند نہ تھیں مگر ان کے فیصلوں سے کافی حد تک متاثر پائی جاتی ہیں۔

لیکن سترھویں صدی کے مغربی مقلین کا عام طور پر یہ خیال تھا کہ انسان کو وصیت کا حق قانون فطرت سے ملا ہے۔ اس بناء پر "ٹوریٹ بر بنائے وصیت"، کا قاعدہ قائم ہوا، لیکن نپولین کے مجموعہ قوانین اور ان قانونی نظاموں نے جو اس نمونہ پر تیار کئے گئے، وصیت کے اختیار پر بہت سی مزاہتیں عائد کر دیں۔

انگلستان میں جدید قانون وصیت کی بنیاد اسٹیچوٹ آف ولس (قانون وصیت) ۳۵ ہنری ہشتم کے عہد میں پڑی۔ ۱۶۷۵ء میں اسٹیچوٹ آف فراڈ میں وصایا کا تحریری اور تصدیق شدہ ہونا لازمی قرار دیا گیا۔ انگلستان میں وصیت کا موجودہ قانون ۱۸۳۷ء کے وصیت ایکٹ سے ماخوذ ہے۔

سر ہنری سین نے اپنی مشہور کتاب Ancient Law (قدیم قانون) میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ تاریخ قانون میں عام انسانی تعلقات کی بہتری و خوشحالی پر جس قدر معاہدہ (Contract) اور وصیت (Will) کے نظریات نے اثر ڈالا ہے شاید ہی کسی اور قانون نے ڈالا ہو۔ سین کی اس رائے کی بنیاد غالباً وہ نقطہ نظر ہے جو وصیت کو خاندان کے ارکان کے لئے بہتر انتظام کے طور پر بلا وصیتی جانشینی (Non-Testamentary succession) پر ترجیح دیتا ہے۔ گویا وصیت خاندان کے ارکان کے لئے بہتر انتظام کی ایک صورت ہے جو بلا وصیتی توریث کے قواعد پر عمل کرنے سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ اسی نقطہ نظر کا اثر ہے کہ انگریزی قانون موصی کی آزاد مرضی پر سب کچھ چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی دلیل یہ دی گئی ہے کہ ایک شخص بہتر طریق سے اپنی جائیداد کو تقسیم کر سکتا ہے لیکن بعد میں یہ نظریہ غلط ثابت ہوا اور اس میں وراثت کے ساتھ کھلی بے انصافیاں کی گئیں، جس کے سدباب کے لئے انگلستان میں قانون بلا وصیتی ایکٹ مجریہ، ۱۹۰۲ء کے ذریعہ عدالتوں کو اس امر کا مجاز قرار دیا گیا کہ وہ متوفی کے زیر پرورش اہل و عیال (dependents) کے لئے نفقہ کی ادائیگی کا حکم دے سکتی ہیں، جب کہ موصی نے اپنی جائیداد کی اس طریقہ پر تقسیم کی ہو جس سے بیوہ، نابالغ و معذور بچے محروم رہ گئے ہوں۔

ہند و بنگال کے دیا بھاگا مکتبہ قانون میں اختیار وصیت کے کچھ غیر نمایاں نشانات کے ماسوا، ہندوؤں کے دھرم شاستر میں حقیقی وصیت کا کہیں پتہ نہیں۔ لیکن اس دیا بھاگا مکتبہ قانون کے تحت ایک ہندو کو صرف اپنی کسی (self-acquired) جائیداد کے بارے میں وصیت کرنے کا اختیار پایا جاتا ہے۔ اب ۱۹۰۶ء کے قانون ہندو جانشینی ایکٹ کے ذریعہ آبائی مشترک (Co-parcenary) جائیداد میں بھی انہیں اپنے حصہ کی حد تک وصیت کرنے کا اختیار دے دیا گیا ہے۔

اسلامی قانون وصیت کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ابتدا ہی سے اپنے تمام پیشرو (اور بعد میں آنے والے) قوانین کے مقابلہ میں ایک منفرد و مکمل اور جامع قانون ہے۔ مثال کے طور پر اسلام مرد و عورت دونوں کو وصیت کرنے کا حق عطا کرتا ہے۔ اس کے خلاف انگلستان میں ۱۸۸۳ء تک ایک شادی شدہ عورت کو سرے سے اپنے نام یا حق میں جائیداد خریدنے یا رکھنے کا حق ہی نہ تھا، وصیت کرنے کا کیا سوال پیدا ہوتا ہے؟

اسپین کے قانون کے تحت انیسویں صدی کے آغاز میں عورت کو یہ حق دیا گیا کہ وہ صرف منقولہ اشیاء کے بارے میں وصیت کر سکتی ہے۔ خود قانون روما میں عورت کے حق پر متعدد بندشیں عائد تھیں۔ اسلام وصیت کے لئے آبائی اور کسبی جائداد اور املاک کے درمیان کوئی تفریق روا نہیں رکھتا، جب کہ ہندو قانون میں صرف چند سال قبل ہی ایسی تفریق کو ختم کیا گیا ہے۔ اسلام موصیٰ بہ کی حد تجویز و تکفین کے اخراجات اور قرضوں کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ کا ایک تہائی حصہ قرار دیتا ہے۔ نیز ما سوائے اہل تشیع کے تمام مذاہب فقہ غیر وارث کے حق میں وصیت کو اسکی صحت کی شرط قرار دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف قانون روما یا انگریزی قانون میں ایسی کوئی پابندی نہیں ملتی۔ اس عدم پابندی سے جو مفسد پیدا ہوئے، ۱۹۵۲ء میں بعض قانونی ترمیمات کے ذریعہ انگلستان میں انہیں کسی حد تک دور کرنے کی کوشش کی گئی ہے مگر وہ مسئلہ کا اصل حل نہیں ہیں۔ حقیقت میں ترکہ کی ایک تہائی اور وصیت کے غیر وارث کے حق میں ہونے کی شرائط ہی قرین عدل ہیں۔ اس قسم کی اور بہت سی مثالیں ہیں، جو تقابلی مطالعہ کے دوران سامنے آتی ہیں، اور ایک منصف مزاج انسان یہ اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اسلامی قانون وصیت اپنے اخلاقی اوصاف کی بناء پر دیگر قوانین وصیت سے بدرجہا بلند و برتر ہے اور اسلامی قانون وصیت میں انسانی فطرت کے تقاضوں کے بموجب خاندانی یکجہتی کے ساتھ معاشرتی بہبود اور صلہ رحمی کا جو تصور ملتا ہے وہ دوسرے قوانین میں ناپید ہے۔

وصیت کے نفاذ کا ایک جدید مسئلہ :

وصیت کے نفاذ کے سلسلہ میں جدید عہد کے ایک مسئلہ کی طرف بھی اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ ہے سکونت مستقل کا مسئلہ۔ مغربی ممالک میں سکونت مستقل (Domicile) کو اس قدر اہمیت دی گئی ہے کہ تصادم قوانین (Conflict of Laws) کے تحت وصیت کے اجراء و تعمیل میں خاصی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ موصیٰ ایک ایسے ملک میں فوت ہوا جہاں قانوناً وصیت ممنوع نہ تھی لیکن اس نے ایسے ملک میں رہ کر وصیت کی جہاں قانوناً وصیت ممنوع تھی یا یہ کہ جائداد و املاک (موصیٰ بہ) ایک ایسے ملک میں ہیں جہاں وصیت ممنوع ہے۔ عام طور پر مقدمات میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس وقت اور جہاں وصیت کی ہے وہاں کا قانون جاری ہوگا یا جب اور جہاں موصیٰ کا انتقال ہوا ہے وہاں کا؟ سکونت مستقل کے بارے میں عرصہ تک یہ اختلاف رائے رہا کہ سکونت مستقل کا قانون موصیٰ کی موت کے وقت کا ہوگا یا وصیت کرنے کے وقت کا۔ خود

ایک مغربی مقنن فلی مور (Phillimor) اپنی کتاب Commentaries upon International Law

iv. Pp. 627 - 28 میں سکونت مستقل کے اصول پر اعتراض کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ:

”انگلستان اور شمالی ائرکے غیر دانشمندانہ، یک طرفہ اور غیر فلسفیانہ طور پر ایک موصلی کو اس طریقہ وصیت کے اختیار کرنے پر مجبور کرتے ہیں جو اصول سکونت مستقل کے تحت مقرر شدہ ہے۔“

اسکے برخلاف اسلامی قانون ایک عالمگیر قانون ہے جو ہر مسلمان کے لئے خواہ وہ کسی خطہ یا ملک کا رہنے والا ہو، قابل نفاذ ہے۔ سکونت مستقل کا یہ تصور جدید نظریہ قومیت کے بطن سے پیدا ہوا ہے جس کی اسلام نفی کرتا ہے۔

جن جدید ماہرین قانون کے خیال میں ترقی کی وہ منزل، جہاں سے قانون مذہب سے جدا ہو جاتا ہے، پیچھے رہ گئی ہے، اس لئے وہ عہد حاضر (اور آئندہ) کے اصول قانون میں مذہب کا وجود برداشت نہیں کر سکتے، میری یہ دیانت دارانہ رائے ہے کہ ان کے لئے اسلامی قانون کا غیر جانبدارانہ اور فلسفیانہ مطالعہ یقیناً چونکا دینے والا ثابت ہوگا۔

کچھ اس جلد کے بارے میں:

مجموعہ قوانین اسلام کی تدوین جدید کا کام ۱۹۶۳ء میں شروع کیا گیا تھا۔ بحمد اللہ اس کی چوتھی جلد آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ جلد اسلامی قانون وصیت سے متعلق ہے جو پانچ ابواب (۲۶ تا ۳۰) اور ساٹھ دفعات (۲۰۱ تا ۲۶۰) پر مشتمل ہے۔

چھبیسواں باب:

یہ باب احکام وصیت سے متعلق ہے۔ اس باب میں وصیت کی تعریف، شرائط، شہادت، جواز، حکم، رجوع، ابطال اور انکار وصیت وغیرہ سے متعلق شرعی احکام بیان کئے گئے ہیں۔

وصیت کا حکم:

۱۔ یہ سوال کہ وصیت کرنا واجب ہے یا مستحب، جدید عہد میں خاصی اہمیت اختیار کر گیا ہے۔ لہذا اس پر تفصیل سے گفتگو کی گئی ہے۔ مصر و تونس اور شام و عراق میں یتیم ہوتے ہوتیوں کے حق میں (اگر دادا نے ان کے حق میں ہبہ یا وصیت نہ کی ہو)، وصیت واجب قرار دی گئی ہے یعنی اگر ایسی صورت میں دادا بغیر وصیت کئے مر گیا تو قانون یہ

فرض کرے گا کہ ان کے حق میں اس حصہ کی وصیت کی گئی ہے جو حصہ ان کے باپ کو وراثت کے طور پر ملتا، البتہ یہ حصہ کسی صورت میں ترکہ کی ایک تہائی کی حد سے زیادہ نہ ہوگا، جو وصیت کی اصل حد ہے۔ راقم الحروف نے بحث کے بعد آئمہ اربعہ اور شیعہ امانیہ کے اجماعی نقطہ نظر کو قرآن و سنت سے قریب تر پایا ہے کہ وصیت کرنا مستحب ہے، واجب نہیں۔

قبول وصیت کا مسئلہ :

۲- وصیت کے ارکان کی بحث میں قبول کا مسئلہ خاص اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ اگر موصیٰ لہ کا موصیٰ کی حیات میں انتقال ہو جائے تو وصیت بالاتفاق باطل ہو جاتی ہے لیکن اگر موصیٰ کے انتقال کے بعد موصیٰ لہ وصیت کو قبول کئے بغیر سر گیا تو کیا صورت ہوگی؟ اس میں اختلاف ہے۔ صاحب بدائع نے لکھا ہے کہ موصیٰ کی موت کے بعد اگر موصیٰ لہ کا وصیت قبول کئے بغیر انتقال ہو گیا تو موصیٰ بہ موصیٰ لہ کے وراثت کی ملکیت ہو جائے گا۔ یہ استحسان کا مقتضی ہے۔ اگرچہ قیاس یہ چاہتا تھا کہ وصیت باطل ہو جائے، یا یہ کہ موصیٰ لہ کے وراثت کو اختیار دیا جائے کہ وہ قبول کر لیں یا رد کر دیں۔

قیاس، پہلی دلیل یہ ہے کہ قبول عقد وصیت کے دو رکنوں میں سے ایک رکن ہے اور موصیٰ لہ کی موت سے یہ رکن ختم ہو گیا، لہذا دوسرا رکن (ایجاب) بھی ختم ہو گیا۔ اسکی مثال عقد بیع کی سی ہے کہ مشتری کے قبول سے قبل اگر مشتری فوت ہو جائے تو عقد بیع کا ایجاب باطل ہو جاتا ہے، یا ہبہ کی صورت میں واہب کی جانب سے ہبہ کا ایجاب ہو اور موہوب لہ قبول سے قبل وفات پا جائے تو ایجاب باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ قبول جو عقد کا ایک رکن ہے وجود میں نہ آسکا، لہذا اسی طرح وصیت کا حکم بھی ہونا چاہیے۔

قیاس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ موصیٰ لہ کو اپنی زندگی میں قبول یا رد کا اختیار حاصل تھا۔ اب جب وہ وفات پا گیا تو اس کے وراثت اس کے قائم مقام ہونے اور ان کو یہ اختیار یا حق رد و قبول حاصل ہونا چاہیے۔ لیکن فقہاء احناف استحسان کی بناء پر موصیٰ بہ کو موصیٰ لہ کے وراثت کی ملکیت قرار دیتے ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ جو رکن موصیٰ لہ کی جانب سے وجود میں آنا تھا 'یعنی رد کا نہ پایا جانا، یہ اس طرح وجود میں آتا ہے کہ موصیٰ لہ کی جانب سے رد کر دینے سے مابوسیٰ ہو جائے اور جب موصیٰ لہ فوت ہو گیا، تو یہ مابوسیٰ ثابت ہو گئی یعنی عدم رد ثابت و قائم ہو گیا اور دلائل قبول وجود میں آ گیا اور یہی رکن

ثانی تھا جو ثابت ہو گیا۔ لہذا وصیت جائز اور نافذ ہو جائے گی۔ (بدائع جلد ۷ - ص ۳۳۲)۔

اسی طرح مجمع الانہر میں اس مسئلے کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ موصیٰ اہ قبول کے بعد وصیت کا مالک ہو جاتا ہے۔ اگر موصیٰ لہ موصیٰ کی موت کے بعد قبول سے قبل فوت ہو جائے تو اس صورت میں بھی موصیٰ لہ وصیت کا مالک ہو جائے گا، اور وصیت کا مال موصیٰ لہ کے ورثاء کی ملکیت ہو گا اور قبول کی حاجت نہ رہے گی۔ یہ حکم دلیل استحسان پر مبنی ہے۔ قیاس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ وصیت باطل ہو جائے، کیونکہ یہ طے شدہ اسر ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو جبراً اسکی رضا مندی کے بغیر کسی چیز کا مالک نہیں بنا سکتا، لہذا موصیٰ لہ کی موت بیع کے مشتری کی موت کی مثل ہے کہ اگر بائع کے ایجاب کے بعد قبول سے قبل مشتری فوت ہو جائے تو بیع کا ایجاب باطل ہو جاتا ہے۔ اور استحسان کی وجہ یہ ہے کہ وصیت کا ایجاب موصیٰ کی جانب سے موصیٰ کے انتقال کے بعد مکمل و قطعی (لازمی) ہو گیا، کیونکہ موصیٰ کی جانب سے رجوع یا فسخ کا امکان نہ رہا اب اگر یہ عقد موقوف ہے تو صرف موصیٰ لہ کے حق کی بنا پر موقوف ہے، جب موصیٰ لہ بھی فوت ہو گیا تو موصیٰ بہ اس کی ملکیت میں داخل ہو جائیگا۔ اس کی مثال وہ بیع ہے جس میں بائع یا مشتری نے اپنے لئے خیار (Option) محفوظ رکھا ہو اور پھر اس فریق کا، جس کو خیار حاصل تھا خیار کے استعمال سے قبل انتقال ہو جائے تو شے بیعہ اسکی ملکیت میں داخل ہو کر ورثاء کا حق ہو جاتی ہے۔ اگر خیار بائع کو تھا تو شے بائع کے ورثاء کی ملکیت ہو گی اور اگر مشتری کو خیار تھا تو وہ مشتری کے ورثاء کی ملکیت ہو گی۔ (مجمع الانہر جلد ۲، ص ۹۳ - ۶۹۳)۔

خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء حنفیہ کے نزدیک جس طرح قبول، قبول ہے، اسی طرح عدم رد بھی (رد کا نہ پایا جانا) خواہ کسی صورت سے ہو، قبول کے درجہ میں ہے۔ کیونکہ عدم رد ہی کو قبول کہتے ہیں جیسا کہ بعض مسائل میں سکوت رضاندی سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ کلام کے موقع پر سکوت عدم رد کی دلیل ہوتا ہے۔

اس کے برخلاف شافعیہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ اگر موصیٰ کی وفات کے بعد موصیٰ لہ وصیت کے رد یا قبول کرنے سے قبل فوت ہو گیا تو موصیٰ لہ کا یہ حق اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ مالکی اور حنبلی مکاتب فقہ بھی اسی نقطہ نظر کے حامل ہیں۔

در اصل اختلاف کی اصل بنیاد خیار (Option) کے اصول پر ہے۔ حنفیہ خیار میں وراثت جاری نہیں کرتے بلکہ خیار کی صورت میں انقضاء مدت یا موت سے بیع لازم ہو جاتی ہے ، جب کہ شافعیہ (اور مالکیہ و حنبلیہ) کے نزدیک خیار قابل توریث ہے۔

جہاں تک اس اختلاف کا تعلق ہے ، راقم الحروف کی رائے میں وہ خیارات جن کا تعلق مال سے نہ ہو ، بلاشبہ توریث کے دائرہ سے باہر ہونے چاہئیں ، لیکن جو خیار بمعنی مال ہوں یا تابع مال ہوں ، ان میں توریث ہونی چاہئے۔ خیار کی اس توجیہ کے پیش نظر، وصیت کے قبول کا حق بھی موصیٰ لہ کے وراثت کی طرف منتقل ہونا چاہئے ، کیونکہ یہ حق ایسا ہے جو ماں (موصیٰ بہ) سے متعلق ہے۔

اس سے قطع نظر ، راقم الحروف کے نزدیک حنفیہ کا قبول وصیت کے مسئلہ پر خیار کے اصول کا اطلاق درست نہیں معلوم ہوتا ، کیونکہ قبول وصیت نہ اپنی اصل میں خیار شرط سے مشابہ ہے اور نہ خیار رویت یا خیار عیب سے ، کیونکہ ان خیارات میں اور قبول (یا رد) وصیت میں بنیادی فرق یہ ہوتا ہے کہ مذکورہ بالا خیارات میں خرید و فروخت کا معاملہ تو طے ہو جاتا ہے یعنی بائع کے ایجاب کے بعد خریدار کا قبول ، ایک حد تک ، یا مشروط طور پر موجود ہوتا ہے۔ بعض صورتوں میں شئے مبیعہ بھی بائع کے قبضہ سے جدا ہو کر خریدار کے قبضہ میں آ جاتی ہے ، صرف خیار شرط یا رویت یا عیب کے استعمال کی بناء پر وہ بیع (خرید و فروخت) فسخ کی جا سکتی ہے ، یا یوں کہتے ہیں کہ وہ رد ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اگر خیار کے استعمال کی کوئی مدت مقرر ہو تو محض اس مدت کے گذر جانے سے بیع لازم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر خریدار کو خیار حاصل تھا ، مگر وہ اس کے استعمال سے پہلے فوت ہو گیا تو وہ خیار ساقط متصور ہو گا اور بیع لازم دو جائے گی ، لیکن قبول وصیت کا معاملہ اس لحاظ سے سبب ہے کہ اس میں قبل از موت قبول کی صورت ہی موجود نہیں ہوتی۔ بنا برہن میرے نزدیک حنفیہ کے استدلال کی بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے۔

لہذا حنفیہ کا یہ استدلال ، کہ بعد از وفات موصی ، اگر موصیٰ لہ وصیت کے قبول یا رد کرنے سے قبل فوت ہو گیا ، تو موصیٰ بہ موصیٰ لہ کے وراثت کی ملکیت میں خود بخود داخل ہو جائے گا ، کیونکہ رد کرنے کا امکان باقی نہ رہا ، مجھے تسلیم کرنے میں تامل ہے ، کیونکہ اثبات وصیت کی شرط تو قبول ہے نہ کہ عجز رد یا عدم قبول سے مابوسی۔ ہاں ، کوئی اور قرآن ایسے موجود ہو جن سے گمان غالب پیدا ہوتا ہو کہ اگر موصیٰ لہ زندہ رہتا تو وصیت

کو قبول کر لینا ، تو معاملہ اور تھا۔ مثلاً موصی کی زندگی میں ہی اس نے ایسے خیال کا اظہار کیا ہو تو تسلسل واقعات طبعی کے اصول کے پیش نظر یہ نتیجہ غالباً قرین صواب ہو گا کہ وہ قبولیت کے حق میں تھا۔ لیکن اس قسم کے قرائن کی عدم موجودگی میں یہ قیاس بنیادی طور پر کمزور ہو گا کہ اگر وہ جیتا رہتا تو قبول کر لینا - اگر علم وصیت کے باوجود وہ اپنی موت تک تذبذب میں رہا تو قیاس غالباً قبول کے خلاف ہونا چاہئے - بہر حال ، ایسے مسائل چونکہ بالعموم ، قرائن کی شہادت پر مبنی ہوتے ہیں ، استنباط سے پہلے گرد و پیش کے حالات پر غور و خوض لازمی ہو گا اور محض موصی لہ کی موت کا واقع ہو جانا اس بارے میں قطعی دلیل نہ ہونا چاہئے - اگر امام زفر کا نظریہ کہ وصیت کے لئے صرف ایجاب شرط ہے قابل قبول نہیں تو پھر راقم الحروف کی رائے میں شافعی اور مالکی و حنبلی اصول زیادہ قرین مصلحت ہو گا کہ صورت متذکرہ میں اختیار قبول موصی لہ کے ورثاء کو پہنچتا ہے ، وہ چاہیں تو وصیت قبول کر لیں اور چاہیں تو رد کر دیں - چنانچہ راقم الحروف نے ائمہ ثلاثہ کے اس نقطہ نظر کے بموجب قانون کی متعلقہ دفعہ مرتب کی ہے -

فسخ وصیت :

۳- فسخ وصیت کے سلسلہ میں یہ بحث بھی خاصی اہمیت رکھتی ہے کہ اگر موصی وصیت اول کی موجودگی میں اسی موصی بہ کے متعلق ، کسی دوسرے شخص کے حق میں وصیت کرے تو اسکی یہ دوسری وصیت پہلی وصیت کی خود بخود ناسخ قرار پائے گی یا نہیں ؟

خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ ایسی صورت میں پہلی وصیت دوسری وصیت کے فسخ کا موجب ہو گی ، کیونکہ تعبیر قانون کے جدید و مسلمہ قاعدہ کے بموجب دوسرا عمل پہلے عمل کا ناسخ ہو گا ، جس حد تک وہ ایک دوسرے کے متناقض ہوں - صورت موجودہ میں پہلے موصی بہ کی وصیت الف کے حق میں کی گئی اور دوسری وصیت اسی موصی بہ کی ب کے حق میں کی گئی ، لہذا افراد کے فرق کے سبب پہلی وصیت فسخ قرار پاکر مال موصی بہ ب کا حق ہو گا ، کیونکہ ان کے نزدیک دوسری وصیت پہلی وصیت کے فسخ سمجھنے کا خود ایک قرینہ ہے - مسلم فقہاء نے اس مسئلہ میں ایک اصول یہ اختیار کیا ہے کہ جب یکے بعد دیگرے ایسی دو وصیتیں کی جائیں جو باہم ایک دوسرے کے متنافی ہوں تو دوسری وصیت اول کے باطل ہونے کا سبب ہو جائے گی ، گویا پہلے اول سے رجوع کر لینا متصور ہو گا ، لیکن اگر دونوں وصیتوں میں منافات نہیں ہے تو دونوں نافذ ہوں گی اور دوسری وصیت اول سے رجوع کا

سبب نہ ہو گی۔ مثلاً موسیٰ نے اولاً ایک شخص کے حق میں اپنے غلام کی وصیت کی پھر اسی غلام کی کسی دوسرے شخص کو فروخت کر دینے کی وصیت کی۔ یہ دوسری وصیت اول سے رجوع کر لینا متصور نہ ہو گا بلکہ دونوں وصیتیں نافذ کی جائیں گی کیونکہ دونوں کے درمیان منافات موجود نہیں۔ دونوں میں تملیک مقصود ہے۔ اول میں تملیک بغیر عوض اور دوسری میں تملیک بالعوض۔ چنانچہ یہ موسیٰ بہ غلام نصف اول موسیٰ لہ کا ہو گا اور نصف دوسرے موسیٰ لہ کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے گا لیکن اگر اولاً غلام کے آزاد کر دینے کی وصیت کی پھر اسی غلام کے فروخت کر دینے کی وصیت کی یا اس کے برعکس عمل کیا تو اب دوسری وصیت اول سے رجوع متصور ہوگی، کیونکہ ان دونوں وصیتوں میں منافات ہے۔ کسی ایک معنی میں دونوں کا اجتماع نہیں ہو سکتا۔ آزاد کر دینا بیع کے سمانی ہے۔ لہذا دوسری وصیت کا اقدام اول سے رجوع کی دلیل ہو گا۔

نیز دوسرا اصول یہ ہے کہ کسی ایک شے کی اولاً ایک شخص کے لیے وصیت کی، پھر اسی شے کی دوسرے کے حق میں کی۔ یا تو دوسری وصیت کرتے وقت اول وصیت کا ذکر کیا گیا ہو گا یا نہ کیا گیا ہو گا۔ اگر اول کا ذکر کیا گیا ہے تو دوسری وصیت اول سے رجوع کر لینا سمجھا جائے گا، اور اگر اول کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے تو دونوں موسیٰ لہم کے اشتراک پر محمول ہو گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی ایک ہی شے کی یکے بعد دیگرے دو شخصوں کے حق میں وصیت کا اصول یہ ہے کہ دونوں کو اس شے میں شریک متصور کیا جائے، کیونکہ اس طریقہ میں بقدر اسکان وصیتوں پر عمل ہو جائے گا اور ایک عاقل شخص کے تصرف کے لئے بنیادی اصول یہی ہے کہ تصرف کو باطل کرنے سے محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ عدم ذکر کی صورت میں اگر ہم دوسری وصیت کو اول سے رجوع قرار دیتے ہیں تو ایک وصیت کا کلیہ باطل کر دینا لازم آتا ہے۔ اور اگر اشتراک کا قول اختیار کرتے ہیں تو ایک طریقہ پر ہر وصیت پر عمل ہو جاتا ہے۔ لہذا حتی الامکان اشتراک ہی پر محمول کیا جائے گا، بخلاف اس صورت کے جب کے دوسری وصیت کے وقت اول وصیت کا ذکر کرتے ہوئے یوں کہا ہو کہ جس شے کی میں نے اول شخص کے حق میں وصیت کی تھی اب اس شے کی میں فلاں شخص کے لئے وصیت کرتا ہوں یا کہا کہ وہ چیز اب فلاں کی ہو گی لیکن اگر یہ کہا کہ جس شے کی میں نے فلاں کے لئے وصیت کی ہے اس کی فلاں (شخص دیگر) کے لئے بھی کرتا ہوں تو یہ صورت اشتراک پر محمول ہو گی۔

پھر کیف اس وضاحت سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ اگر علیحدہ وصیت بعد کی تاریخ کی ہو تو وہ پہلی وصیت کی بجائے خود نسخ نہ ہوگی ، الا یہ کہ دوسری وصیت میں کوئی داخلی شہادت ایسی موجود ہو جو پہلی وصیت کے فسخ ہونے پر دلالت کرتی ہو یا حالات و قرائن سے موصی کی نیت کا اس کے خلاف ہونا ظاہر ہوتا ہو یا دونوں وصیتوں میں منافات موجود ہو اور یا پھر دونوں کا ایک معنی میں اجتماع محال ہو۔

موصی بہ میں کمی :

۴۔ بطلان وصیت کے سلسلہ میں ایک دلچسپ مسئلہ سامنے آتا ہے وہ یہ کہ ، فقہاء نے لکھا کہ موصی بہ میں کمی نفاذ وصیت میں مانع نہ ہوگی چنانچہ اگر موصی نے موصی بہ لے کے حق میں کسی مکان کی وصیت کی تھی، پھر وہ مکان منہدم کر دیا تو موصی کا یہ عمل بطلان وصیت کا سبب نہ ہوگا۔ عہد حاضر کے ایک قانون دان کو یہ مسئلہ کھٹکے گا۔ دراصل فقہاء نے اس مسئلہ کے بیان کرنے میں لفظ ”الدار“ استعمال کیا ہے۔ عربی زبان میں ”دار“ اس بڑے احاطہ کو کہتے تھے جس کے اطراف میں متعدد کوٹھریاں تعمیر ہوں اور درسیان میں ایک وسیع صحن (میدان) ہو۔ ایسے احاطہ میں فقہاء نے آراضی کو اصل قرار دیا ہے اور ان کوٹھریوں کی تعمیرات کو ”الدار“ کا تابع اور اس کا وصف۔ اس بناء پر ان تعمیرات کا انہدام اصل کے تابع قرار دیا گیا اور اس لئے وصیت قائم اور قابل نفاذ سمجھی گئی ، لیکن ہمارے عہد میں مکان کا لفظ تعمیر شدہ عمارت پر بولا جاتا ہے ، آراضی مع عمارت مکان کہلاتی ہے۔ محض آراضی کو مکان نہیں کہتے۔ لہذا ہمارے عرف کے اعتبار سے عمارت کا منہدم کرا دینا موصی بہ میں تغیر اور تبدل کے مترادف ہوگا۔

البتہ یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب مکان کا لفظ اس تعمیر اور تحتی آراضی دونوں پر مجموعی طور دلالت کرتا ہے تو تعمیر کے منہدم کرا دینے کے بعد جو آراضی رہی وہ اس مکان کے تابع قرار دی جانی چاہیے اور اس طرح وصیت نافذ قرار پائے گی، کیونکہ عین موصی بہ کی (ذات) میں کمی نفاذ وصیت کا مانع نہیں ہوتی۔ مگر بہ صورت اس وقت صحیح ہوگی جب کہ تعمیر کا کچھ حصہ موجود ہو۔ اگر تعمیر بالکل موجود نہیں اور وہاں مکان کے بجائے ایک ساٹھ میدان ہے تو ایسی صورت میں اسکے لئے مکان کا لفظ کیونکر بولا جا سکتا ہے۔ لہذا یہ کہا جائے گا کہ جس مکان کی وصیت کی گئی تھی ، اس کا وجود نہ رہا اور وصیت باطل قرار دی جانی چاہیے۔ کیونکہ یہ تبدیلی وصفی نہیں بلکہ ذاتی ہے یعنی شے کے

کسی ایک وصف میں واقع نہیں ہوئی بلکہ خود شے تبدیل ہو گئی۔ اس توضیح سے راقم کا منشاء یہ ہے کہ بعض وہ مسائل جو کسی نص سے ثابت نہیں اور فقہاء نے اپنے عہد کے حالات یا عرف کو پیش نظر رکھتے ہوئے بیان کئے ہیں، حالات یا عرف کی تبدیلی سے ان مسائل میں بھی تبدیلی واقع ہو جائے گی۔

انکار وصیت :

۵۔ اسی قبیل کا ایک مسئلہ انکار وصیت سے متعلق ہے۔ حنفیہ کے نزدیک (ما سوائے امام ابو یوسف کے) موصی کا وصیت سے انکار کر دینا وصیت سے رجوع متصور نہ ہوگا۔ (آئمہ کے دلائل کے لئے ملاحظہ ہو تشریح دفعہ ۲۱۰) راقم کے نزدیک اس بارے میں دیگر حالات و قرائن متعلقہ کی روشنی میں مختلف رائے کے لئے گنجائش ہونی چاہئے، کیونکہ اس قضیے میں رجوع کا اثبات دلالہ ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ دفعہ ۲۱۰ میں امام ابو یوسف کے قول کو مرجح قرار دے کر اسی کے مطابق قانون کی تدوین کی گئی ہے۔

ستائیسواں باب :

اس باب میں موصی (وصیت کرنے والے) کی اہلیت، اختیار اور اسکی مختلف حالتوں کا بیان ہے۔

حاملہ کی وصیت :

۶۔ موصی کی اہلیت کے ضمن میں موصی کے مرض موت کی حالت میں وصیت کرنے کے مسئلے میں ایک دلچسپ مثال یہ سامنے آتی ہے کہ فقہاء مالکیہ کے نزدیک حمل کے آخری زمانہ میں حاملہ عورت مرض موت کا حکم رکھتی ہے۔ چنانچہ زرقانی نے امام مالک کے قول کی دلیل میں لکھا ہے کہ عورت کے حمل کا ابتدائی زمانہ چھ ماہ سے قبل زمانہ بشارت ہے۔ جب بچہ حمل میں ولادت کے قریب زمانہ کو پہنچ گیا ہو اور عورت بچے سے ثقل محسوس کرنے لگے تو اب وہ اپنے مال کی ایک تہائی سے زائد میں تصرف نہ کر سکے گی حتیٰ کہ وضع حمل ہو جائے۔ لیکن ہمارے خیال میں حمل کوئی مرض نہیں الا یہ کہ حاملہ واقعی بیمار ہو جائے، اس لئے محض حاملہ کا چھ ماہ کے بعد کی مدت کو مرض موت سے تعبیر کرنا کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ امام مالک کے زمانہ میں حاملہ کی دیکھ بھال اور صحت کے وہ طریقے موجود نہ ہوں جو فی زمانہ پائے جاتے ہیں۔ راقم الحروف کے نزدیک محض آخری زمانہ

حمل مرض موت قرار نہیں دیا جا سکتا البتہ وہ وقفہ جب عورت درد زہ میں مبتلا ہوتی ہے وضع حمل تک بلا شبہ اپنی کیفیت کے اعتبار سے سخت جان گسل ہوتا ہے، ایسے عالم میں عورت کے تصرفات پر شرعی پابندی لگائی جا سکتی ہے کہ وہ ایک تہائی سے زائد تصرف نہیں کر سکتی یعنی وہ اگر کسی کو ہبہ وغیرہ کرے تو اس سے احکام وصیت متعلق ہو جائیں گے۔

انہائیسواں باب :

اس باب میں موصیٰ لہ (جس کے حق میں وصیت کی جائے) سے متعلق مباحث شامل ہیں۔ اس باب میں خاص طور پر وارث کے حق میں وصیت، مفقود، قاتل اور حمل کے لئے وصیت کے شرعی احکام تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔

شخص نامزد کی شرعی حیثیت :

۷۔ موصیٰ لہ کے ضمن میں ایک نیا مسئلہ پیدا ہوا ہے جو ہمارے عہد کی پیداوار ہے یعنی یہ کہ ہمارے بعض قوانین مثلاً انشورنس ایکٹ ۱۹۳۸ء، پراویڈنٹ فنڈ ایکٹ ۱۹۲۵ء اور کواپریٹو سوسائٹیز ایکٹ ۱۹۲۵ء کے تحت متوفی کو اختیار ہے کہ وہ کسی بھی شخص کو اپنا نامزد (Nominee) مقرر کر سکتا ہے۔ نامزد مقرر کرنے کی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ شخص نامزد آیا وہ مفاد جو متعلقہ ادارہ یا حکومت سے وصول کرتا ہے کیا اس کی ذاتی ملکیت ہو جاتا ہے؟

اس سلسلہ میں چند فیصلوں کا ذکر متن کتاب میں کیا گیا ہے اور کچھ فیصلے وہ ہیں جو ان متذکرہ مقدمات میں بطور حوالہ پیش ہوئے ہیں۔ ان کے مطالعہ سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ متعلقہ قوانین پر اس نقطہ نظر کے تحت نظر ثانی ہونی چاہئے کہ نامزدگی سے متعلق قانونی دفعات لسانی قانون ہبہ، وصیت و وراثت کو کس حد تک متاثر کرتی ہیں؟ امید ہے کہ مرکزی و صوبائی وزارت ہائے قانون اپنے اپنے دائرہ اختیار کی حد کے تحت متذکرہ بالا قوانین میں مناسب ترمیم کرنے سے گریز نہ کریں گی۔

وصیت بحق وارث :

۸۔ موصیٰ لہ کے سلسلہ میں ایک اہم بحث وصیت بحق وارث سے متعلق ہے۔ مذاہب اربعہ اور ظاہریہ کے نزدیک وصیت بحق وارث جائز نہیں الا یہ کہ وراثہ بعہ وفات موصیٰ، راضی ہوں۔ لیکن شیعہ امامیہ کے نزدیک وصیت وارث کے حق میں بھی جائز ہو

کی بشرطیکہ وہ ایک تہائی سے زائد نہ ہو۔ ایک تہائی سے زائد ہونے کی صورت میں دیگر ورناء کی اجازت ضروری ہو گی۔ راقم الحروف کے نزدیک آئمہ اربعہ اور ظاہریہ کا مسلک قرآن اور سنت سے قریب تر معلوم ہوتا ہے اور اسی بنیاد پر قانون کی تدوین کی گئی ہے البتہ متعلقہ دفعہ میں موسیٰ کے شیعہ ہونے کی صورت میں استثناء شامل ہے۔

انتیسواں باب :

یہ باب موسیٰ بہ (جس شے کی وصیت کی جائے) کے احکام سے متعلق ہے۔ اس باب میں موسیٰ بہ کی شرائط اور مقدار نیز منافع و وظیفہ کی وصیت، شے معدوم کی وصیت، موسیٰ بہ میں کمی و زیادتی، ابہام اور تزاحم سے متعلق مباحث شامل ہیں۔ اسی باب میں عصر حاضر کے مسئلے — انسانی اعضاء کی وصیت و پیوند کاری سے متعلق بھی تفصیلی بحث آ گئی ہے۔

جائز مال کی شرط :

۹۔ موسیٰ بہ کے سلسلہ میں یہ امر لازمی ہے کہ وہ مال جائز اور حلال ہو مثلاً شراب، خنزیر اور مردار جانور کی کھال جائز نہیں ہے۔ اس لئے ان کی وصیت بھی ناجائز ہو گی۔ اس ضمن میں ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں بعض ایسے اسوال، جو قدیم کتب فقہ میں شرعاً حلال قرار نہیں دیے گئے، باہمی لین دین کا ذریعہ ہیں۔ ان اسوال کی وصیت کا کیا ہو گا؟ ظاہر ہے کہ خالص شرعی نقطہ نظر اور احتیاط کے تقاضہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے یہی کہا جائے گا کہ ایسے اسوال ناجائز ہونے کے سبب شرعاً مال موسیٰ بہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتے، ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ غیر اسلامی معاشرہ میں ان کی وصیت کے اجراء کا جو حکم عدالت دے گی وہ ملکی قانون کی رو سے ہو گا، نہ کہ شرعی قانون کے تحت۔ (یہ دوسری بات ہے کہ وہ حقیقتاً قیمتی مال ہوں مگر سوال شرعی اطلاق کا ہے)۔

اعضاء انسانی کی وصیت :

۱۰۔ موسیٰ بہ کے سلسلہ کی ایک اور بحث اعضاء انسانی کی وصیت (مثلاً بغرض پیوند کاری) سے متعلق ہے۔ یہ ایک بالکل نئی بحث ہے جو وصیت کے قانون میں بیان ہو رہی ہے۔ اس سلسلہ میں جو مواد راقم الحروف کے پیش نظر رہا وہ قدیم کتب فقہ کے علاوہ،

جن کے حوالے متن کتاب میں جایا موجود ہیں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا مرتب کردہ رسالہ ”انسانی اعضاء کی پیوند کاری“، سرفہرست ہے۔ یہ رسالہ دراصل ان علمی کوششوں اور کاوشوں کا ماحصل ہے جو مجلس مسائل حاضرہ کراچی کی کئی نشستوں اور بیرونی علماء سے استصواب رائے پر مشتمل ہے، جس میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری کو مطلقاً حرام اور ناجائز کہا گیا ہے۔ اس کے علاوہ ادارہ تحقیقات اسلامی کے ریسرچ فیلو ڈاکٹر احمد حسن صاحب کے مرتب کردہ نوٹ اور ادارہ کے انوسٹی گیٹر مفتی امجد العلی صاحب کے افادات سے بھی استفادہ ہوا ہوں۔ یہ بات بھی میرے مطالعہ میں آئی کہ ملائیشیا میں منعقدہ اسلامی کانفرنس نے انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، البتہ دلائل نہیں ملے۔ یہ بات بھی میرے علم میں آئی کہ مصر کے علماء نے کچھ تعلیمی ضرورتوں کے پیش نظر علم الابدان کی تشریح کی غرض سے انسانی ڈھانچہ کے محفوظ رکھنے اور بغرض تفتیش جرائم لاش کے پوسٹ مارٹم کی اجازت دی ہے۔

اس مسئلہ میں تفصیلی مطالعہ کے بعد میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ اعضاء انسانی کی وصیت ناجائز ہے۔ پیوند کاری خواہ وصیتی ہو یا غیر وصیتی ناجائز ہے، البتہ اضطرار کی حالت میں بعض شافعی اور حنبلی فقہاء کے اقوال سے، استخراجاً، پیوند کاری کی گنجائش نکل سکتی ہے، جب کہ مضطر کی فوری ہلاکت کا خطرہ ہو۔ رہا، بحالت زندگی خود اپنے ہی کسی ٹوٹے ہوئے عضو کو دوبارہ اس جگہ لگوانا یا زخم مندمل کرنے کے لئے (اور شاید بد صورتی دور کرنے کے لئے بھی) کسی ایک جگہ کا گوشت اتار کر دوسری جگہ پیوند کاری کرانے یا قلم لگوانے (grafting) کا مسئلہ، تو اس بارے میں حنفیہ کے یہاں، امام ابو یوسف کے قول کے بموجب گنجائش موجود ہے۔ اگرچہ امام ابو حنیفہ، امام محمد الشیبانی، اور امام شافعی اس کے بھی سخت مخالف ہیں کہ علیحدہ شدہ انسانی دانت بھی اپنی جگہ دوبارہ لگایا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

یہاں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ پیوند کاری کے مسئلہ میں جو موقف اختیار کیا گیا ہے اس میں اس امر کا خاص طور پر لحاظ رکھا گیا ہے کہ مسئلہ زیر بحث بنیادی طور پر وصیت کے تابع ہو۔ اگرچہ پیوند کاری براہ راست موضوع زیر بحث سے خارج تھی مگر اس کا ذکر کئے بغیر بات پوری نہیں ہوتی تھی، اس لئے اس بحث میں انسانی اعضاء کی پیوند کاری پر بھی اچھا خاصا مواد آگیا ہے۔

تیسواں باب

تیسواں اور آخری باب وصی (Executor) سے متعلق ہے۔ اس میں وصی کی معزولی، قانونی اہلیت اور وصیت کے اجراء و تکمیل کے لئے اس کے اختیارات و تصرفات اور حدود سے متعلق شرعی احکام کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اس باب کے بیشتر مسائل اجتہادی نوعیت کے حامل ہیں۔ وصی کے متعلق ان احکام کے اخذ کرنے میں حنفی فقہ کی مشہور کتب البحر الرائق، فتاویٰ العالمگیریہ، رد المحتار اور بالخصوص زید الایمانی کی کتاب الاحکام الشرعیہ فی الاحوال الشخصیہ سے مدد لی گئی ہے۔ فقہ اساسیہ کے احکام ان کی مستند کتاب شرائع الاسلام سے ماخوذ ہیں۔ ظاہری فقہ کی زیر مطالعہ کتاب المحلی میں اوصیاء سے متعلق کوئی مستقل باب نہیں ہے اس لئے ان مسائل میں ظاہری فقہ سے اعتناء نہیں کیا گیا۔

حوالہ جات :

حوالہ جات کے سلسلہ میں یہاں اس قدر وضاحت کر دینا ضروری ہے کہ اس کتاب میں جا بجا ایک ایک حوالہ کے تحت متعدد کتب فقہ کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ مسئلہ مجموعی طور پر یا متقارباً ان کتابوں میں مذکور ہے، بعض مقامات پر بعض مقامات پر معنیاً۔ بالفاظ دیگر ہر جگہ عبارت کے لفظی ترجمہ کا التزام ملحوظ نہیں لفظاً اور رکھا گیا، بلکہ جس چیز کو زیادہ اہمیت دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ مسئلہ صحیح طور پر بیان ہو جائے۔ البتہ بعض مقامات پر موقع کی اہمیت کے پیش نظر لفظی ترجمہ ہی دیا گیا ہے۔ بالخصوص قرآن و حدیث کی عبارتوں میں اس کا خاص اہتمام ملحوظ رہا ہے۔

خلاصہ مسائل

سطور بالا میں باب وار وصیت کے بعض اہم مضامین کی طرف اشارہ کیا گیا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان امور کو بھی اجمالاً بیان کر دیا جائے جن کے بارے میں ائمہ اربعہ میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے، یا جو مسائل مختلف فیہ ہیں۔

متفق علیہ مسائل :

حسب ذیل امور پر ائمہ اربعہ متفق ہیں :

- (۱) تعریف وصیت کے بارے میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔ (دفعہ ۲۰۱ کتاب ہذا)،
- (۲) وصیت مستحب ہے، واجب نہیں، الا یہ کہ انسان کے پاس کسی کی امانت

رکھی ہوئی ہو یا کسی کا دین ہو جس کا علم دوسروں کو نہ ہو یا نامعلوم و وصیت ہو، ایسی صورت میں وصیت کرنا واجب ہوگا۔ یہی مسلک شیعہ امامیہ کا بھی ہے۔ البتہ طاؤس اور ظاہری فقہ کے امام ابو محمد ابن حزم ظاہری نادار و تنگدست غیر وارث اقرباء کے حق میں وصیت کے وجوب کے قائل ہیں۔ (دفعہ ۲۰۶ کتاب ہذا)،

(۲) ما سوائے شیعہ امامیہ، اس پر اجماع ہے کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ (دفعہ ۲۲۰ کتاب ہذا)،

(۳) وصیت کی حد بالاتفاق ایک تہائی ہے۔ (دفعہ ۲۲۶ کتاب ہذا)،

(۵) وارث کے لئے یا ایک تہائی سے زائد کے لئے وصیت کا نفاذ وراثہ کی اجازت پر موقوف ہوگا، البتہ شیعہ امامیہ کے نزدیک ایک تہائی تک وارث کے لئے اجازت کی ضرورت نہ ہوگی۔ (دفعہ ۲۲۰، ۲۲۶ کتاب ہذا)،

(۶) فوری نفاذ کی صورت میں مثلاً ہبہ و وقف وغیرہ مرض موت کی حالت میں ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک نافذ ہو سکیں گے، اگر موصی کا اس مرض میں انتقال ہوا ہو۔ اس میں ائمہ اربعہ اور شیعہ امامیہ کا اتفاق ہے لیکن مجاہد اور داؤد بن علی الظاہری کے نزدیک کل مال سے نافذ ہو سکیں گے۔ (دفعہ ۲۱۶ کتاب ہذا)،

(۷) عین شے کی وصیت صحیح ہوگی (دفعہ ۲۰۱، ۲۲۵ کتاب ہذا)،

(۸) شے کی منفعت کی وصیت ائمہ اربعہ اور شیعہ امامیہ اور مشہور فقہاء است کے نزدیک صحیح ہوگی۔ قاضی ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ کے نزدیک اور ظاہری فقہ میں منفعت کی وصیت باطل ہوگی، بلکہ عین شے کی وصیت کی جانی چاہئے کیونکہ وصیت کا اصل مقصود تملیک (دوسرے کو مالک بنانا) ہے۔ (دفعہ ۲۰۱، ۲۲۸ کتاب ہذا و ہدایۃ المجتہد، ابن رشد، ج ۲ ص ۳۳۵)،

(۹) اگر ان الفاظ سے وصیت کی ”فلان کے بیٹوں کے لئے“، تو اس صورت میں سب فقہاء کا اتفاق ہے کہ محض لڑکے اور ان کی زینہ اولاد اس لفظ میں داخل ہوگی اور اگر یہ کہا کہ فلان کی اولاد کے لئے، تو اس صورت میں اس فلان کے لڑکے لڑکیاں سب اس لفظ میں داخل ہوں گی اور مال موصی بہ کو سب میں

برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔ (رحمہ الامہ، بر حاشیہ المیزان الکبریٰ صفحہ ۲۵)،
(۱۰) شئے معدوم کی وصیت کے مسئلہ میں ائمہ اربعہ اور فقہاء اسیہ کا فی الجملہ
اتفاق پایا جاتا ہے۔ (دفعہ ۲۳۰ کتاب ہذا)۔

مذکورہ بالا مسائل کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو المیزان الکبریٰ، شعرانی، جلد ۲
صفحہ ۶ - ۱۰۵) رحمہ الامہ، محمد بن عبدالرحمن الشافعی، بر حاشیہ المیزان الکبریٰ، جلد
۲، ص ۱۹ - ۱۸ و ۲۵ - بدایہ المجتہد، ابن رشد، جلد ۲، صفحات ۳۵ - ۲۳۳)۔

مختلف فیہ مسائل :

حسب ذیل مسائل کے بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے :-

(۱) ایک تہائی مال سے زائد کی وصیت میں جب کہ وراثہ اجازت دے دیں، امام
مالک فرماتے ہیں کہ اگر وراثہ نے موسیٰ کے مرض موت میں اجازت دی ہو، تو اب وراثہ کے
لئے رجوع کا حق نہ ہوگا، اور اگر موسیٰ کی صحت کی حالت میں اجازت دی ہو تو موسیٰ کی
موت کے بعد رجوع کا حق حاصل ہوگا، امام ابو حنیفہ اور شافعی ہر دو صورتوں میں حق
رجوع کی صحت کے قائل ہیں۔ (دفعہ ۲۲۰، ۲۲۶ کتاب ہذا) ،

(۲) جب اولاً کسی ایک معین شخص کے لئے وصیت کرے اور پھر اسی شے کی کسی
دوسرے معین شخص کے لئے وصیت کرے، اور اول شخص سے رجوع کرنے کی صراحت نہ
کرے تو ائمہ اربعہ اس پر متفق ہیں کہ دونوں موسیٰ لہ برابر کے شریک ہوں گے، لیکن
حسن اور عطاء و طاؤس نے لکھا ہے کہ اول سے رجوع متصور ہوگا اور موسیٰ بہ محض دوسرے کا
حق ہوگا، داؤد بن علی الظاہری کے نزدیک محض اول کا حق ہوگا۔ (المیزان الکبریٰ
جلد ۲ صفحہ ۱۰۵ - رحمہ الامہ بر حاشیہ المیزان الکبریٰ ص ۱۸) ،

(۳) جو شخص قصاص کے لئے قتل گم میں لے آیا گیا ہو، یا جو دشمن کے مقابل
جنگی صفوں میں کھڑا ہو، یا جس حاملہ کے بحالت حمل جریان خون لاحق ہو گیا ہو، یا
جہاز کے مسافر کا جہاز طوفان میں آ گیا ہو، امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد کے
دو قول میں سے ایک قوی قول کے بموجب ان کی وصیت ایک تہائی مال میں جاری ہو سکے گی،
زائد میں نہیں۔ اور امام شافعی کا دوسرا قول یہ ہے کہ پورے مال میں نافذ ہو سکے گی۔
امام مالک کا حاملہ کے متعلق یہ قول بھی ہے کہ جب اس کا حمل (۶) ماہ کا پورا ہو چکا

ہو تب وہ صرف ایک تہائی میں وصیت کر سکے گی اور چھ ماہ سے کم درجہ میں تندرست کے حکم میں ہو گی۔ (المیزان الکبریٰ جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ - رحمۃ الائمہ محولہ بالا صفحہ ۱۹ و دفعہ ۲۱۶ کتاب ہذا)۔

۴۔ نابالغ جو کہ عاقل و صاحب تمیز ہو، امام مالک کے نزدیک وصیت کر سکتا ہے لیکن امام ابو حنیفہ اور احمد اور صحیح قول امام شافعی میں ماسوائے تجہیز و تکفین و امور خیر اسکی وصیت صحیح نہ ہو گی۔ (دفعہ ۲۱۱ کتاب ہذا)۔

۵۔ جس شخص کی زبان کسی وقتی عارضہ کے تحت گنگ ہو گئی ہو اسکی وصیت اشارے کے ذریعہ امام ابو حنیفہ اور امام احمد کے نزدیک صحیح نہ ہو گی گیلن امام شافعی کے نزدیک اور امام مالک کے قوی مذہب میں صحیح ہو گی۔ (المیزان الکبریٰ، جلد ۲ ص ۱۰۶ و رحمۃ الائمہ مبر حاشیہ المیزان جلد ۲ ص ۲۲)۔

۶۔ امام شافعی کے نزدیک موصی بہ میں موصی کی موت کے بعد موصی لہ کی ملکیت موقوف رہتی ہے۔ جب تک کہ وہ قبول نہ کرے، مالک نہیں ہوتا۔ ہر سہ ائمہ کے نزدیک وہ قبول کرنے ہی پر مالک ہوتا ہے اس سے قبل ملکیت کا کوئی تصور نہیں ہوتا۔ بالفاظ دیگر امام شافعی کے نزدیک موصی کے انتقال کے بعد وصیت موصی لہ کی ملکیت موقوف کے ساتھ موجود ہوتی ہے، اگرچہ اس ملکیت کے اثرات قبول کے بعد ظاہر اور نافذ ہوتے ہیں۔ اسکے برخلاف امام ابو حنیفہ، مالک اور احمد بن حنبل کے نزدیک قبول وصیت سے پہلے ملکیت موجود نہیں ہوتی بلکہ وہ قبول کے ساتھ وجود میں آتی ہے۔ (رحمۃ الائمہ، محولہ بالا، جلد ۲ ص ۱۹ دفعات ۲۰۲ و ۲۰۳ کتاب ہذا)۔

۷۔ امام ابو حنیفہ و شافعی و احمد بن حنبل کے نزدیک میت کے لئے وصیت صحیح نہ ہو گی۔ امام مالک کے نزدیک بصورت علم صحیح ہو گی۔ چنانچہ ان کے نزدیک اگر میت موصی لہ پر دین یا کوئی کفارہ ادا کرنا لازم ہو تو یہ وصیت کا مال اس میں صرف کر دیا جائے گا، اگر ایسا نہ ہو تو وصیت کا مال موصی لہ میت کے ورثاء کا حق ہو گا۔ (المیزان الکبریٰ محولہ بالا صفحہ ۱۰۷ - رحمۃ الائمہ محولہ بالا صفحہ ۲۲ - دفعہ ۲۱۸ کتاب ہذا)۔

۸۔ امام مالک و شافعی کے نزدیک مسجد کے لئے وصیت صحیح ہو گی، امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب ان الفاظ سے وصیت کرے کہ مسجد پر وصیت کا مال صرف کیا جائے تب تو

صحیح ہو گی بصورت الفاظ دیگر صحیح نہ ہو گی۔ (رحمۃ الہیہ بحوالہ بالاصفحہ ۲۰ و المیزان الکبریٰ بحوالہ بالا صفحہ ۱۰۸ و دفعہ ۲۱۹ کتاب ہذا)۔

۹ - حنیفہ کے نزدیک موسیٰ کے قاتل کے لئے جب کہ یہ قاتل قتل کا خود مرتکب ہوا ہو اور مکلف ہو خواہ قتل عمداً ہو یا خطاءً (اور وراثہ بھی موجود ہوں) وصیت جائز نہیں لیکن اگر قاتل سبب ہے یا غیر مکلف ہے جیسا کہ نابالغ یا دیوانہ، یا وارث بالکل موجود نہیں ہیں تو وصیت مطلقاً جائز ہو گی، اور امام مالک کے نزدیک قاتل کے لئے وصیت مرجح قول میں صحیح ہوگی۔ امام احمد کے نزدیک بھی وصیت جائز نہیں، الا ایک مخصوص جزیئہ میں، امام شافعی کے دو قول ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ وصیت جائز ہے۔ (رد المحتار، جلد ۵، صفحہ ۳۵۹ جواہر الاکیلیں جلد ۲ صفحہ ۳۱۷، الاقناع جلد ۳ صفحہ ۵۹، المہذب بحوالہ بالا ج ۱ ص ۳۵۸، دفعہ ۲۲۳ کتاب ہذا)۔

۱۰۔ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مال موسیٰ بہ کو متعین کرنا صحت وصیت کی شرط ہے، چنانچہ اگر اس طرح وصیت کی کہ میں تم کو یا فلاں کو وصیت کرتا ہوں اور مال موسیٰ بہ کو نہ بیان کیا تو وصیت صحیح نہ ہو گی۔ لیکن امام مالک کے نزدیک صحیح ہو گی اور ہر قسم کے مال میں عام متصور ہو گی۔ (المیزان الکبریٰ، بحوالہ بالا صفحہ ۱۰۶ و رحمۃ الہیہ، بحوالہ بالا صفحہ ۲۱ و دفعہ ۲۲۵ کتاب ہذا)۔

۱۱۔ امام شافعی اور احمد کے نزدیک اگر کسی موسیٰ کا باپ یا دادا موجود ہو تو اسکے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنی اولاد کے حق میں کسی اجنبی شخص کو وصی مقرر کرے جب کہ باپ، دادا عادل ہوں، لیکن امام مالک و ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ باپ دادا کی موجودگی میں ایک اجنبی شخص کو اپنی اولاد کے حق میں وصی مقرر کرنا صحیح ہو گا۔ اگر ایک عادل وصی کسی بعد کے زمانے میں فسق اختیار کرے تو امام مالک، شافعی اور احمد کی ایک روایت میں منصب وصایت سے معزول کر دیا جائے گا، جیسا کہ ابتداءً ایسا شخص وصی مقرر نہیں کیا جا سکتا، لیکن امام ابو حنیفہ و احمد کی دوسری روایت میں فاسق کے ہمراہ ایک عادل شخص کو متعین کر دیا جائے گا۔ چنانچہ ان دونوں حضرات کے نزدیک اگر ابتداءً کسی فاسق کو وصی بنایا گیا، تو حاکم پر واجب ہے کہ وہ فاسق کو علیحدہ کر کے عادل کو وصی مقرر کر دے، لیکن اگر حاکم نے ایسا نہ کیا اور اس فاسق وصی نے

تصرف کیا تو یہ تصرف نافذ ہوگا، اور وصیت صحیح ہوگی - (دفعہ ۲۳۷ و ۲۳۳ کتاب ہذا) -

۱۲- آئمہ ثلاثہ کے نزدیک کسی غیر اسلامی مملکت کے غیر مسلم یا اسلامی مملکت کے غیر مسلم شہری کو وصی مقرر کرنا صحیح ہے، لیکن ابو حنیفہ کے نزدیک کسی غیر اسلامی مملکت کے غیر مسلم کو وصی مقرر کرنا صحیح نہیں ہے (دفعہ ۲۳۰ کتاب ہذا) -

۱۳- وصی کا کسی دوسرے شخص کو وصی مقرر کر دینا امام ابو حنیفہ و امام مالک کے نزدیک صحیح ہے، اگرچہ موصی نے اس کو یہ ہدایت نہ کی ہو، لیکن امام شافعی اور احمد کے قوی قول میں ممنوع ہے۔ ہر سہ آئمہ اس پر متفق ہیں کہ عادل وصی اپنے تصرفات اور وصیت کے نافذ کرنے میں حاکم کے حکم کا محتاج نہ ہوگا، امام ابو حنیفہ نابالغ کے حق میں وصی کی خرید و فروخت کو جائز نہیں کہتے، البتہ نابالغ کے نفع کے حق میں اس کا قول معتبر ہوگا۔ (المیزان الکبری، محولہ بالا صفحہ ۱۰۶ ج ۲ - رحمۃ الامہ، محولہ بالا صفحہ ۲۱-۲۰ و دفعات ۳۶ - ۳۵ کتاب ہذا) -

۱۴- اگر وصیت کنندہ نے اپنی وصیت کی نسبت دو شخصوں کی طرف کر دی یعنی دو شخصوں کا نام لے کر وصی بنایا، اس صورت میں امام مالک شافعی و احمد بن حنبل کے نزدیک محض ایک وصی کا تصرف منفرداً صحیح نہ ہوگا، لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک حسب ذیل آٹھ مخصوص امور میں وصی کا منفرداً تصرف صحیح ہوگا، (۱) خریداری کفن (۲) تہیز میت (۳) بچوں کا طعام (۴) ان کا لباس (۵) معینہ و دیعت کی واپسی (۶) دین کی ادائیگی (۷) وصیت معینہ کا نافذ کرنا (۸) اور میت کے حق میں فریق بنانا - (المیزان الکبری محولہ بالا صفحہ ۱۰ - رحمۃ الامہ، محولہ بالا صفحہ ۲۳ و دفعہ ۲۳۳ کتاب ہذا) ،

۱۵- امام ابو حنیفہ کے نزدیک وصی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ یتیم کے مال سے اپنی ذات کے لئے کسی شے کو مثل (برابر) قیمت پر خرید کرے البتہ مثل قیمت سے زائد قیمت پر خرید سکتا ہے، امام مالک کے نزدیک مثل قیمت پر بھی خرید سکتا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک وصی کا اپنی ذات کیلئے یتیم کا مال خریدنا مطلقاً جائز نہیں ہے۔ امام احمد کے دو قولوں میں سے مشہور قول میں جائز نہیں ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ اگر اپنے ماسوی کسی دوسرے کو وکیل مقرر کر کے خریداری کا عمل کیا تو جائز ہوگا - (دفعات ۳۶ تا ۳۵ کتاب ہذا) -

۱۶۔ امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر نابالغ یتیم کے بالغ ہونے کے بعد وصی نے یتیم کے مال کو اسکے سپرد کر دینے کا دعویٰ کیا ، تو حلف کے ساتھ وصی کا قول معتبر ہوگا ، جیسا کہ مال کے ضائع ہو جانے میں معتبر ہوتا ہے ، کیونکہ وصی امین ہوا کرتا ہے یہی حکم حاکم ، شریک اور مضارب کا ہے۔ امام مالک اور شافعی فرماتے ہیں کہ بغیر دلیل و حجت کے وصی کا قول معتبر نہ ہوگا۔

۱۷۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب کہ وصی غنی ہو تو اسکے لئے یہ جائز نہیں ، کہ یتیم کے مال میں سے کچھ بھی بطور قرض بضرورت یا بغیر ضرورت اپنے صرف میں لاسکے۔ امام شافعی و احمد کے نزدیک اپنے عمل کے معاوضہ میں اتنی اجرت کے مطابق لے سکتا ہے جتنی اجرت اصولاً ہو سکتی ہو۔ (دفعہ ۲۵۸ کتاب ہذا)۔

امام شافعی اور امام احمد کے دو قول میں سے ایک قول کے مطابق اگر خود وصی اپنی حاجت کے پیش نظر یتیم کے مال میں سے کچھ اپنے صرف میں لائے پھر وصی کی حالت بہتر ہو جائے تو اس کو لیا ہوا مال واپس کرنا ہوگا۔ امام مالک کے نزدیک اگر محتاج ہے تو معروف کے مطابق لے سکتا ہے اور غنی ہے تو پرمیہز کرنا لازم ہوگا۔ (المیزان الکبریٰ، مجولہ بالا صفحہ ۸ - ۱۰۷ ، رحمۃ اللہ، مجولہ بالا صفحہ ۲۵ - ۲۴ و دفعہ ۲۵۸ کتاب ہذا)۔

مندرجہ بالا امور کا ذکر اس مقصد کے تحت کیا گیا ہے کہ بیک نظر قاری کو قانون وصیت کے متفق علیہ اور مختلف فیہ مسائل کی واقفیت حاصل ہو جائے۔ تفصیلات اور دلائل اصل کتاب میں ملاحظہ ہوں۔

اسلامی ممالک میں جدید قانون سازی

یہ مقدمہ نامکمل رہ جائے گا اگر اسلامی ممالک میں وصیت سے متعلق اس جدید قانون سازی کا ذکر نہ کیا جائے جو گذشتہ ۲۵ سال میں ہوئی ہے۔ سب سے پہلے حکومت مصر نے ۱۹۴۶ء میں قانون الوصیت مجریہ ۱۹۴۶ء نافذ کیا۔ اس قانون کے تحت وصیت واجبہ کا نظریہ قانونی شکل میں سب سے پہلے پیش کیا گیا ، وصیت بحق وارث جائز قرار دی گئی۔ مصر کی متابعت میں دوسرے اسلامی ممالک مثلاً شام ، تونس مراکش اور عراق میں بھی قانون الاحوال الشخصیہ کے تحت قانون الوصیہ کو دفعہ وار مدون کیا گیا۔ ان ممالک میں وصیت کے احکام میں جو تصرفات کئے گئے وہ بڑی حد تک رائج الوقت مصری قوانین کے مطابق ہیں۔

لبنان اگرچہ اسلامی ملک نہیں ہے، لیکن اس میں از روئے قانون تنظیم محاکم شرعیہ جدید مورخہ ۳ نومبر ۱۹۴۲ء سنی و شیعہ جعفری شرعی محکموں کی تجدید و اصلاح اور تنظیم کے لئے قانون سازی کی گئی۔ سنی شرعی محکموں کے لئے دولت عثمانیہ (ترکیہ) کے عائلی قانون اور حنفی مذہب کے واضح ترین اقوال پر عمل کرنا ضروری قرار دیا گیا۔ جعفری شرعی محکموں کے لئے جعفری مذہب کی پابندی لازمی قرار دی گئی، گویا اس طرح ہر دو مذہب کے مفتیٰ بہ اقوال پر عمل ہو رہا ہے، اور جہاں تک راقم کو علم ہے کوئی بنیادی ترمیم نہیں کی گئی۔

سعودی عرب میں مکمل ضابطہ بند شکل میں قانون موجود نہیں، بلکہ محکمہ قضا چیف جسٹس کی نگرانی میں قرآن و سنت کی روشنی میں حنبلی فقہ کے بموجب احکام صادر کرتا ہے۔

اردن میں بھی قانون وصیت رائج ہے لیکن اس میں زیادہ تر ضابطوں کے متعلق احکام مذکور ہیں۔ ترکی اور ایران میں بھی قانون وصیت مدونہ شکل میں موجود ہے۔

برصغیر ہندو پاکستان میں:

برصغیر ہندو پاکستان میں مسلم پرسنل لا شریعت (اطلاق) ایکٹ ۱۹۳۷ء کی دفعہ ۲ کے تحت جن امور و معاملات میں اسلامی قانون نافذ العمل قرار دیا گیا تھا، ان میں وصیت شامل نہ تھی۔ البتہ اسی قانون کی دفعہ ۳ میں یہ صراحت کی گئی تھی کہ اگر کوئی مسلمان وصیت کے معاملہ میں یہ چاہتا ہے کہ اسپر عرف و رواج (custom) کے بجائے اسلامی قانون کا اطلاق ہو، تو آئے اس انتخاب کا حق ہوگا، جسکے بعد اسکے نابالغ بچے اسلامی قانون وصیت کے تابع سمجھے جائینگے۔

لیکن مغربی پاکستان میں ۱۹۶۲ء میں جو پرسنل لاء نافذ کیا گیا آس میں یہ تخصیص ختم کر کے وصیت کو بھی ان امور میں بھی شامل کر لیا گیا جن میں اسلامی قانون کا علی العموم اطلاق ہوگا۔ عرف و رواج کی قانونی حیثیت اسلامی قانون کے مقابلہ میں منسوخ و غیر نافذ قرار پائی۔ چنانچہ آج پاکستان میں جو قانون وصیت نافذ ہے وہ حنفی اور شیعہ فقہاء کے مفتیٰ بہ اقوال کے مضامین ہے لیکن اس موضوع پر کوئی قانون مدون شکل میں موجود نہیں۔

ضابطہ بندی :

حسب سابق ”قانون وصیت“ کو بھی دفعات کی شکل میں ضابطہ بند (Codify) کیا گیا ہے۔ چنانچہ مقدمہ ہذا کے بعد ہی اس ناچیز کا مرتب کردہ قانون وصیت کا متن دیا گیا ہے تاکہ قاری کو بیک نظر اسلامی قانون وصیت کے تمام پہلوؤں سے متعلق ضروری واقفیت ہو جائے اور پاکستان کی قومی اسمبلی جب بھی ”اسلامی قانون“ وصیت کو ضابطہ بند (Codify) کرنے کا اقدام کرے تو اس ناچیز کے سابقہ مدونہ قوانین کی طرح قانون وصیت کا بھی ایک خاکہ اس کے سامنے موجود ہو۔ اگر جملہ اسلامی قوانین (فوجداری، دیوانی، صنعتی، معاشی و تجارتی وغیرہ) اس طرز پر مدون ہو جائیں تو آئندہ زمانہ میں اسلامی قانون سازی میں بڑی مدد ملے گی، جو وقت کی ایک اہم پکار بھی ہے اور آئینی و ملی تقاضا بھی۔

بلاشبہ اسلامی قوانین کی ترتیب نو اور تدوین جدید کا کام اس انداز پر کرنا نہ صرف مشکل اور کٹھن ہے بلکہ اپنی وسعت اور پھیلاؤ کے اعتبار سے اس کا کما حقہ احاطہ کرنا کسی فرد واحد کے بس کی بات نہیں۔ بس ایک جذبہ بے اختیار شوق ہے جو ناساعد حالات کے باوجود راقم الحروف سے یہ کام کرا رہا ہے۔

تو مہنداز کہہ این قصہ زخود می گویم
گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست

چنانچہ ”ما لا یدرک کلہ لا یتدرک بعضہ“ کے مصداق شخصی قوانین کی حد تک یہ مجموعہ اس ناچیز کے ہاتھوں چھ جلدوں میں مکمل ہو جائے گا۔ پانچویں جلد اسلامی قانون وراثت اور چھٹی جلد شفعہ پر ہو گی۔ یہ جلدیں، انشاء اللہ العزیز، جلد ہی منصفہ شہود پر آجائیں گی۔

کر رہے ہیں گوشہ وحشت میں تعمیر جہان
گوشہ دامن وحشت میں لیے ویرانہ ہم

ناسپاسی ہو گی اگر میں محترم جناب جسٹس ایس۔ اے۔ رحمن، سابق چیف جسٹس سپریم کورٹ، پاکستان کا شکریہ ادا نہ کروں۔ جسٹس موصوف نے اس کتاب کے مسودہ کا از اول تا آخر مطالعہ فرمایا اور بعض جگہ حاشیہ پر نوٹ لکھ کر راقم الحروف کو مزید غور و خوض کی طرف توجہ دلائی۔ مجھے خوشی ہے کہ موصوف کے ان ارشادات سے میری وہ

نماز ہوئی ، جس کے نتیجہ میں مزید غور و فکر کے بعد متعلقہ مسائل میں تحقیق کا معیار کچھ اور بلند ہو گیا ہے۔

آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ اس حقیر خدمت کو شرف قبولیت بخشے ہوئے سعادت تاثیر سے نوازے اور فقہ اسلامی کے اس سلسلہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین واللہ سبحانہ و تعالیٰ هو المعین ، انہ نعم المولیٰ و نعم النصیر۔

سبک زجائے نہ گیری کہ بس گراں گہراست
متاع من کہ نصییش مباد ارزانی

۲۶ فروری ۱۹۷۱ء

تنزیل الرحمن

مطابق ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ

قانونِ وصیت

متن (Text)

قانون وصیت

متن (Text)

پھیوال باب

احکام وصیت

۲۰۱ - (۱) کسی شخص کا اپنی وفات کے بعد کے زمانہ کے لئے علی الدوام یا معین وقت کے لئے اپنی شرعی مملوکہ عین شے یا اس کی منفعت کا کسی شخص یا ادارہ کے حق میں بلا عوض و بطریق ملک منتقل کرنے کا قطعی اظہار 'وصیت' کہلاتا ہے۔

تعریف

(۲) وصیت کرنے والے کو 'موصی' کہتے ہیں۔

(۳) جس شے کے بارے میں وصیت کی جائے وہ 'موصی بہ' کہلاتی ہے۔

(۴) جس کے حق میں وصیت کی جائے اس کو 'موصی لہ' کہتے ہیں۔
موصی لہ کی جمع 'موصی لہم' آتی ہے۔

(۵) جو شخص موصی کے قائم مقام کی حیثیت سے وصیت کے اجراء و تعیل کے لئے مقرر کیا جائے وہ 'وصی' کہلاتا ہے۔

۲۰۲ - (۱) ارکان وصیت دو ہیں : (اول) ایجاب ، اور (دوم) قبول۔

ارکان وصیت

(۲) ایجاب یا قبول زبانی یا تحریری دونوں طرح درست ہوگا۔

(۳) عجز کے سبب وصیت کا ایجاب یا قبول اشارہ کے ذریعہ صحیح ہوگا۔

تکمیل وصیت

۲۰۳ - (۱) وصیت ایجاب سے منعقد اور قبول سے مکمل و قابل نفاذ ہوگی۔

(۲) موصی لہ موصی بہ کا اس وقت مالک متصور ہوگا جب کہ اس کی

جانب سے صراحتاً یا دلالتاً وصیت قبول کر لی گئی ہو۔

(۳) قبول موصی کی وفات کے بعد قابل اعتبار ہوگا۔ موصی کی حیات کے

دوران موصی لہ کے قبول یا رد کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

(۴) تاوقتیکہ موصی لہ کی جانب سے ، بعد وفات موصی ، قبول یا رد

نہ پایا جائے موصی بہ نہ کسی وارث کی ملکیت ہوگا نہ موصی لہ کی۔ اس کی

ملکیت ایک مناسب مدت تک سوقوف رہے گی ، جس کا تعین عدالت کی صوابدید

پر منحصر ہوگا۔

(۵) اگر موصی لہ موصی کی وفات کے بعد وصیت کے قبول یا رد کرنے سے قبل فوت ہو گیا تو موصی لہ کے ورثاء اس کے قائم مقام ہونگے اور ان کو وصیت کے رد و قبول کا اختیار حاصل ہوگا۔

(۶) قبول کے بعد وصیت کی صحت کے لئے موصی لہ کا موصی بہ پر قبضہ شرط نہ ہوگا۔

توضیح : نفاذ وصیت کے لئے قبول کی شرط اس وقت لازم ہو گی جبکہ موصی لہ شخص معین ہو اور قبول کی صلاحیت رکھتا ہو۔

۲۰۴ - موصی کے ورثاء کے انکار کی صورت میں وصیت کے ثبوت کے لئے شہادت ضروری ہو گی۔

۲۰۵ - وصیت خواہ مطلق ہو یا مقید یا معلق بالشرط ، جائز ہو گی۔

وصیت مطلق مقید یا معلق بالشرط

۲۰۶ - وصیت کرنا شرعاً مستحب ہے۔

حکم وصیت (واجب یا مستحب)

(۱) - ۲۰۷ - بمطابقت احکام مندرجہ قانون ہذا وصیت کے جواز و صحت کے لئے لازم ہوگا کہ وہ مقاصد شرع کے منافی نہ ہو۔

جواز وصیت

(۲) فقرہ (۱) دفعہ ہذا کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے ، وصیت معلقہ یا متصلہ بالشرط صحیح متصور ہو گی۔

توضیح : (۱) اگر شرط صحیح ہو تو اس وقت تک اس کی رعایت لازم ہو گی جب تک کہ اس وصیت میں اس شرط کی وہ مصلحت موجود و قائم رہے لیکن اگر شرط غیر صحیح ہو یا مصلحت مقصودہ زائل ہو گئی ، تو اس کی رعایت نہ کی جائے گی۔

(۲) صحیح شرط وہ کہلانے گی جس میں موصی یا موصی لہ یا ان کے ماسوا کسی کا فائدہ متصور ہو اور ممنوعات میں سے نہ ہو اور نہ مقاصد شرعیہ کے منافی ہو۔

۲۰۸ - (۱) موصی کے لئے وصیت سے رجوع کرنا جائز ہوگا ، خواہ یہ رجوع

رجوع و نسخ وصیت

صریحاً ہو یا دلالتاً یا ایسے فعل سے ہو جو موصی بہ کے نام، بنیادی صفت یا منفعت کو زائل کرنے والا ہو یا اس میں ایسی زیادتی کرنے والا ہو جس کے بغیر موصی بہ

کو سپرد نہ کیا جاسکے یا ایسا تصرف ہو جس سے موصی کی ملکیت زائل ہو گئی ہو، خواہ یہ تصرف انتقالی ہو یا تغیراتی ہو یا ایسا اختلاطی ہو کہ موصی بہ معین نہ ہو سکے۔

(۲) وصیت تحریری یا زبانی اظہار سے یا کسی ایسے فعل سے جس سے اس کے فسخ کرنے کی نیت ظاہر ہوتی ہو، فسخ ہو سکتی ہے۔

توضیح: بد اغراض دفعہ ہذا کسی شے کا تلف ہونا اس وقت کہا جائیگا جبکہ اسکی ہیئت اس قدر کابل طور پر تبدیل ہو جائے کہ بطریق معمول اسکے بیان کرنے کیلئے کوئی اور لفظ استعمال کرنا پڑے۔

مگر لازم ہوگا کہ محض اس امر سے انفساخ وصیت کی نیت قیاس نہیں کی جاسکتی کہ اسی وصیت کے فقرہ مابعد یا علیحدہ وصیت کی رو سے اس موصی بہ کی کسی اور کے حق میں وصیت کی گئی ہے۔ ایسی صورت میں دونوں وصیتیں ایک ہی سمجھی جائیں گی اور پہلا اور دوسرا موصی بہ اس موصی بہ کے مشترکاً حقدار ہوں گے، الا یہ کہ وصیت نامہ کے حالات و قرائن سے موصی کی نیت اسکے خلاف ہو یا دونوں وصیتوں میں منافات پائی جاتی ہو اور باہم دونوں کا ایک معنی میں اجتماع محال ہو۔

۲۰۹ - بحالات ذیل وصیت باطل ہوگی :

ابطال وصیت

- (۱) موصی کے دائمی طور پر پاگل ہو جانے سے ،
- (۲) موصی سے قبل موصی بہ کے فوت ہو جانے سے ،
- (۳) موصی یا موصی بہ کے مرتد ہو جانے سے ،
- (۴) موصی بہ کے قبول کرنے سے پہلے موصی بہ کے ضائع یا ہلاک ہوجانے سے ،
- (۵) موصی کی وفات کے بعد موصی بہ کے وصیت کو رد کرنے سے ،
- (۶) موصی بہ کے موصی کو عمدتاً قتل کرنے سے ،
- (۷) موصی بہ پر کسی دوسرے شخص کا حق ثابت ہو جانے سے ، اور
- (۸) کسی دیگر امر شرعی کی بناء پر جو بطلان وصیت کا موجب ہو۔

۲۱۰ - وصیت سے انکار کر دینا وصیت سے رجوع کرنا متصور ہو گا، بشرطیکہ حالات و قرائن اس کے متقاضی ہوں۔

انار وصیت

تائیسواں باب

احکامِ وصی

۲۱۱ - بہ پابندی ان حدود کے جو دفعات آئندہ میں مذکور ہیں ہر بالغ و عاقل اور تصرف کا اہل مرد یا عورت اپنی اسلاک و جائداد وصیت کے ذریعہ منتقل کرنے کا اہل ہے۔

اہلیت وصی

(۲) موصی کے لیے لازم ہوگا کہ وہ وصیت کرتے وقت بالغ، عاقل، خود مختار اور سلوک و احسان (تبرع) کا شرعاً اہل ہو۔

استثناء : (۱) ایک قریب البلوغ لڑکا جو سن رشد کو پہنچ گیا ہو اپنی تعہیز و تکفین اور امور خیر کی وصیت کرنے کا مجاز ہوگا۔

۲۱۲ - جس شخص کو اس کی کم عقلی کی بناء پر تصرفات سے روک دیا گیا ہو اور خیر کیلئے اس کی وصیت صحیح ہوگی۔

کم عقل کی وصیت

۲۱۳ - جس شخص کے ترکہ پر مستغرق دین نہ ہو اور اس کا کوئی وارث بھی موجود نہ ہو اس کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنے کل یا بعض مال کی وصیت جس کسی کے حق میں چاہے کرے۔ اس کے لئے حکومت سے وصیت کی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

وصیت ترکہ کے دین میں مستغرق نہ ہونے کی صورت میں

۲۱۴ - جس شخص کا کل مال دین میں مستغرق ہو اس کی وصیت جائز نہ ہوگی الا یہ کہ دائنین اپنا دین معاف کر دیں اور وصیت کے نفاذ پر راضی ہوں۔

موصی بہ آئے دین میں مستغرق ہونے کی صورت میں موصی کا اختیار

۲۱۵ - دین و ملت کا اختلاف وصیت کا مانع نہ ہوگا۔ ایک مسلم کی وصیت غیر مسلم ذمی یا مستأمن کے حق میں اور ایک غیر مسلم کی وصیت مسلم کے حق میں صحیح ہوگی البتہ غیر مسلم حربی کے حق میں مسلم کی وصیت باطل ہوگی جبکہ حربی کے ملک سے موصی کا ملک برسرِ پیکار ہو یا دونوں ممالک کے درمیان حالت جنگ پائی جاتی ہو۔

مسلم کی وصیت غیر مسلم کے لیے

۲۱۶ - مرض موت کے مریض کے تمام تصرفات ، خواہ انشائی ہوں یا خبری ، بعد ادائیگی دین بطور وصیت بقیہ ترکہ کے ایک تہائی کی حد تک نافذ ہو سکیں گے۔

وصیت بعزلہ مرض موت

۲۱۷ - جب کسی مرض موت کے مریض کی زوجہ ، مرض کی حالت میں ، اپنے شوہر سے طلاق بائن کا مطالبہ کرے اور شوہر اس کو طلاق دے دے۔ بعد ازاں شوہر اس کے حق میں دین کا اقرار یا وصیت کرے۔ اگر عورت کی عدت میں شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کو میراث یا اقراری دین یا مال موصی بہ (ترکہ کی ایک تہائی تک) جو کم مقدار میں ہو گا وہ دیا جائے گا۔ اگر عدت گزرنے کے بعد شوہر کا انتقال ہوا تو اقراری دین یا مال موصی بہ (ترکہ کی ایک تہائی تک جیسی کہ صورت ہو) دیا جائے گا ، لیکن اگر عورت کے مطالبہ کے بغیر طلاق دی گئی ہو تو اسکو عدت میں شوہر کی وفات کی صورت میں میراث کا مکمل حصہ دیا جائے گا۔

بحالہ مرض موت زوجہ مطلقہ کے لیے وصیت

اٹھائیسواں باب

احکام موصیٰ لہ

۲۱۸ - (۱) وصیت کے جواز کے لیے لازم ہوگا کہ موصیٰ لہ حقیقتاً یا حکماً موصیٰ کی موت کے وقت زندہ ہو اور مال وصیت پانے کا اہل ہو۔ اگر موصیٰ لہ موصیٰ سے پہلے فوت ہو جائے تو وصیت باطل ہو جائیگی اور موصیٰ بہ میں موصیٰ کے ورثاء کا استحقاق قائم ہو جائیگا ، الا یہ کہ موصیٰ کی نیت کچی اور ہو۔

حیات موصیٰ لہ

(۲) اگر وصیت بلا کسی شرط کے صرف دو اشخاص کے حق میں ہو اور وصیت کے وقت ان اشخاص نامزد ہیں سے ایک شخص سرچکا ہو یا کبھی پیدا ہی نہ ہو اسکو تو دوسرا موصیٰ لہ بشرطیکہ وہ موصیٰ کی وفات کے وقت زندہ ہو، کر شے موصیٰ بہ کہ مستحق شرکاً لیکن اگر دوسرا موصیٰ لہ موصیٰ کی وصیت کے وقت موجود تھا، مگر موصیٰ کی حیات میں فوت ہو گیا تو جس حصہ کی اس کے حق میں وصیت کی گئی تھی، وہ موصیٰ کے ورثاء کا حق ہوگا ، نہ کہ مرحوم موصیٰ لہ کے ورثاء یا موجود موصیٰ لہ کا۔

(۳) اگر دو اشخاص کے حق میں مشترک وصیت کی جائے ، اور موصیٰ کی وفات پر معلوم ہو کہ ان میں سے ایک شخص موصیٰ کا وارث ہے اور اس وجہ سے

وصیت پانے کا سبب نہیں تو اسکا حصہ دوسرے موصیٰ کو نہ دیا جائے گا ،
بلکہ وہ موصیٰ کے ورثاء کا حق ہوگا یہی صورت اس وقت ہوگی جبکہ مشترک
موصیٰ لہم میں سے ایک موصیٰ لہ موصیٰ کے قتل کا باعث ہوا ہو یا کسی اور
سبب سے شرعاً وصیت پانے کا اہل و مستحق نہ رہے۔

(۴) جبکہ موصیٰ دو معین موصیٰ لہم کے حق میں وصیت کرے جن میں سے
وصیت کے وقت ایک موصیٰ لہ فوت شدہ ہو یا معدوم الوجود ہو تو یہ موصیٰ
لہ (یا اسکا کوئی وارث) وصیت کا مستحق نہ ہوگا اور اگر وصیت کے وقت دونوں
موجود ہوں ، اسکے بعد موصیٰ کی موت سے قبل کسی ایک کا انتقال ہو جائے
یا وصیت کا اہل نہ رہے تو اسکے حق میں وصیت باطل ہوگی ۔

۲۱۹ - مساجد ، مدارس ، مسافر خانوں ، خانقاہوں ، خیراتی اداروں نیز ہر
قسم کے امور خیر کے لیے وصیت جائز ہوگی ۔

امور خیر کے لیے
وصیت

۲۲۰ - (۱) وارث کے حق میں وصیت ، دیگر ورثاء کی اجازت کے بغیر جائز نہ
ہوگی ۔ مگر لازم ہوگا کہ وہ اجازت موصیٰ کی موت کے بعد دی گئی ہو اور
اجازت دینے والے ورثاء اس کے اہل ہوں ۔

وصیت بحق وارث

(۲) وارث کا وارث یا غیر وارث ہونا موصیٰ کی موت کے وقت معتبر ہوگا ،
نہ کہ وصیت کرنے کے وقت ۔

(۳) اجازت دینے والے ورثاء کو اجازت دینے کے بعد اس سے رجوع کرنے
کا اختیار نہ ہوگا۔ اگر بعض ورثاء نے اجازت دی اور بعض نے نہ دی تو اجازت دینے
والوں کے حصص کے بقدر وصیت نافذ ہوگی اور اجازت نہ دینے والے ورثاء کے
حصص کے بقدر وصیت باطل قرار پائے گی۔

مگر لازم ہوگا کہ وصیت کسی اجنبی (غیر وارث) کے حق میں ، کوئی
مانع نہ ہونے کی صورت میں ، وارث کی اجازت پر موقوف نہ ہوگی ، البتہ تہائی
سے زائد کیلئے ہو تو اس زائد مقدار کی حد تک وصیت کا نفاذ ورثاء کی اجازت
پر موقوف ہوگا ، بشرطیکہ ورثاء تبرع کے اہل ہوں اور اجازت موصیٰ کی وفات
کے بعد دی گئی ہو ۔

استثناء: موصی کے شیعہ ہونے کی صورت میں وصیت بحق وارث ایک تہائی کی حد تک بلا اجازت ورنہ جائز و نافذ ہو گی۔

۲۲۱ - شوہر کی وصیت زوجہ کے حق میں اور زوجہ کی وصیت شوہر کے حق میں، جب کہ کوئی دیگر وارث موجود نہ ہو، صحیح ہو گی۔

زوجین کی ایک دوسرے کے لیے وصیت

مگر لازم ہوگا کہ کسی دیگر وارث کی موجودگی میں وصیت اس وارث کی اجازت پر موقوف ہو گی۔

۲۲۲ - مفقود کے حق میں وصیت جائز ہو گی، مگر موصی بہ اس کی حیات یا موت کے ثبوت تک موقوف رکھا جائے گا۔ اگر مفقود زندہ ہوا تو اپنا حصہ لے لے گا، ورنہ مال موصی بہ موصی کے ورنہ کا حق ہوگا۔

وصیت بحق مفقود

۲۲۳ - ایسے قاتل کے لیے جو قتل عمد یا شبہ عمد کا مرتکب ہوا ہو، وصیت جائز نہیں، الا یہ کہ ورنہ اجازت دے دیں یا یہ کہ قاتل بچہ یا دیوانہ ہو۔

وصیت بحق قاتل

استثناء: موصی لہ قتل بالتسبیب یعنی قتل کا سبب ہونے کی صورت میں وصیت سے محروم نہ ہوگا۔

۲۲۴ - حمل کے لیے وصیت صحیح ہو گی۔

وصیت بحق حمل

توضیح: (۱) شرط یہ ہے کہ حاملہ کے شوہر کے زندہ ہونے کی صورت میں موصی کی موت سے چھ ماہ کے اندر وضع حمل ہو گیا ہو۔ حاملہ کے معتدہ طلاق بائن یا معتدہ وفات ہونے کی صورت میں وضع حمل کی آخری مدت دو سال ہو گی۔

اتیسواں باب

احکام موصی بہ

۲۲۵ - موصی بہ کے لیے لازم ہوگا کہ مال مستقوم ہو یا متعلق بمال یا تابع مال یا بمعنی مال ہو، جو شرعاً جائز ہو اور موصی کی ملکیت میں داخل ہو۔

شروط موصی بہ

۲۲۶ - موصی کی تجہیز و تکفین اور اس کے ذمہ جملہ دین کی ادائیگی کے بعد بقیہ ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک وصیت جائز ہوگی۔ ایک تہائی سے زائد میں وصیت کا نفاذ موصی کی وفات کے بعد ورنہ کی اجازت پر منحصر ہوگا۔

مقدار موصی بہ

- وارث نہ ہونے کی صورت میں کل مال کی وصیت
- ۲۲۷ - جس شخص پر کچھ دین نہ ہو اور اس کا کوئی وارث بھی موجود نہ ہو تو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے کل مال کے بارے میں جس کے حق میں چاہے وصیت کر دے۔
- ۲۲۸ - منافع کی وصیت علی الدوام یا ایک معین وقت کے لیے جائز ہوگی۔
- ۲۲۹ - ترکہ کی آمدنی سے وظیفہ دینے جانے کی وصیت جائز ہوگی۔
- ۲۳۰ - کسی ایسی شے کی وصیت جو بوقت وصیت موجود نہ ہو، مگر بوقت برگ موسمی وجود میں آچکی ہو، جائز ہوگی۔
- ۲۳۱ - موسیٰ کا اپنے کسی عضو کی کسی کے حق میں بغرض انتفاع (مثلاً پیوند کاری کی غرض سے) وصیت کرنا جائز نہ ہوگا۔
- ۲۳۲ - موسیٰ بہ میں اضافہ جو اس سے متصل ہو وصیت میں شمار ہوگا۔
- ۲۳۳ - (۱) جب موسیٰ کی وصیت کے الفاظ میں کوئی اس قسم کا ابہام پایا جائے جس کا ازالہ ممکن ہو تو وصیت جائز اور نافذ العمل ہوگی۔
- (۲) یہ پابندی احکام قانون ہذا، اگر وصیت سے اسکے برخلاف منشا نہ پایا جائے، تو جائداد میں موسیٰ بہ کا علیہ وہی سمجھا جائے گا اور وہی جائداد وصیت میں شامل سمجھی جائیگی جو موسیٰ کی وفات کے وقت موجود تھی
- ۲۳۴ - (۱) وصیتوں میں تزامم کے وقت، بصورت انکار وراثہ، موسیٰ لہم کے درمیان موسیٰ کے تجویز کردہ حصوں میں بقدر تناسب کمی کر کے موسیٰ بہ کی تقسیم عمل میں لائی جائے گی۔
- تزامم وما یا
- (۲) امور خیر سے متعلق وصیت میں درجہ کا لحاظ کیا جائے گا۔ اور فرض کو واجب پر اور سنت کو نفل پر فوقیت دی جائے گی۔ ہم درجہ ہونے کی صورت میں مساوی تقسیم عمل میں آئے گی۔
- (۳) معین اشخاص اور امور خیر دونوں کے حق میں تزامم کی صورت میں ان کے معین حصوں کے تناسب سے تقسیم عمل میں آئے گی۔ حصص کی عدم تعین کی صورت میں موسیٰ بہ برابر تقسیم کیا جائے گا۔

تیسواں باب احکام وصی

۲۳۵ - وصی کے تقرر کا حق خود موصی کو حاصل ہوگا۔

وصی کا تقرر

۲۳۶ - مرد یا عورت دونوں کو وصی مقرر کیا جاسکتا ہے خواہ وہ میت سے رشتہ رکھتے ہوں یا نہ ، اور یہ صحیح ہوگا کہ کسی وصی کے موجود ہوتے ہوئے اولاد کیلئے ماں یا دادی یا نانی کو نگران مقرر کر دیا جائے۔

نگران کا تقرر

۲۳۷ - (۱) صغیر سن بچوں کے باپ، وصی کو دادا پر فوقیت حاصل ہوگی۔

وصی کا حق نائق

(۲) اگر موصی نے اپنے بچے کیلئے اس کی ماں یا کسی دوسری عورت کو وصی مقرر کیا ہو تو دادا کو ان بچوں کے مال میں ولایت کا حق حاصل نہ ہوگا؛ البتہ اگر بچوں کے باپ کا بغیر وصی مقرر کئے انتقال ہو گیا اور دادا تصرف پر قادر اور امین موجود ہو ، تو اس کو مالی تصرفات کا حق حاصل ہوگا۔

۲۳۸ - (۱) اگر وصی نے موصی کی زندگی میں اپنے منصب کو قبول کر لیا ، تو اس کو موصی کی موت کے بعد اس سے رجوع یا رد کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا ، الا یہ کہ موصی نے وصی مقرر کرتے وقت یہ صراحت کر دی ہو کہ جس وقت وصی چاہے گا اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے علیحدہ کرسکے گا۔

وصی کا قبول یا رد کرنا

(۲) وصی کے لیے اپنے منصب کا رد کرنا موصی کی حیات میں اس کے علم میں لاتے ہوئے صحیح ہوگا۔ وصی کے علم میں لائے بغیر رد کرنا صحیح نہ ہوگا۔

(۳) اگر وصی نے موصی کی حیات میں منصب وصایت کو بشرط علم موصی رد کر دیا تو موصی کی موت کے بعد اس کا قبول کرنا قابل اعتبار نہ ہوگا۔

(۴) اگر موصی موصی کی زندگی میں خاموشی اختیار کئے رہا حتی کہ موصی کی موت واقع ہو گئی تو اسے موت کے بعد قبول یا رد کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

۲۳۹ - (۱) وصی کے تقرر کے لئے کسی خاص لفظ یا عبارت کی ضرورت نہیں ، البتہ لازم ہوگا کہ اس لفظ یا عبارت میں وصیت کا انتظام اور انصرام وصی کے سہرہ کرنیکی نیت و منشا صاف ظاہر ہو۔

دلالت قبول

(۲) وصی کا دلالہ قبول کر لینا صراحہ قبول کر لینے کی مانند متصور ہوگا چنانچہ وصی کا میت کے ترکے سے کسی چیز کو وراثہ کے حق میں منفعت بخش سمجھتے ہوئے فروخت کر دینا یا ترکے سے خرید لینا ، یا میت کے دین کو ادا کر دینا ، یا دین کا وصول کر لینا منصب وصایت کا قبول سمجھا جائے گا ۔

۴۴۰۔ وصی کا مسلم ، عاقل ، بالغ اور امین ہونا شرط ہوگا ، نیز یہ کہ وہ معاملات سے بخوبی واقف ہو ۔ اگر میت نے کسی ایسے شخص کو وصی مقرر کیا جو مذکورہ صفات سے متصف نہ ہو ، تو حاکم عدالت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس کو معزول کر کے کسی ایسے شخص کو وصی مقرر کر دے جو مذکورہ بالا صفات کا حامل ہو ۔

شرائط وصی

۴۴۱۔ موصلی کو اختیار ہوگا کہ اپنے مقرر کردہ وصی کو کسی بھی وقت منصب وصایت سے معزول کر دے ۔

وصی کی معزول

۴۴۲۔ (۱) موصلی کا مقرر کردہ وصی جب عادل ہو اور نفاذ وصیت پر قادر ہو تو عدالت کو اس کے معزول کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا ، البتہ وصی کے بعض امور کی انجام دہی سے جزوی عجز کی بناء پر عدالت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس کے ہمراہ ایک اور شخص کا اضافہ کر دے ۔

عدالت کا اختیار معزول

(۲) اگر عدالت کو یہ یقین ہو جائے کہ وصی وصیت کے اجراء سے حقیقتاً مکمل طور پر عاجز ہے تو وہ اس کی جگہ دوسرا شخص مقرر کرسکتی ہے ، لیکن اگر کسی آئندہ وقت میں معزول شدہ وصی اجراء وصیت پر قادر ہو گیا تو عدالت کے لئے اس کو بحالہ کرنا ضروری ہوگا ۔

(۳) وصی خیانت کی وجہ سے معزول کیا جاسکے گا ۔

۴۴۳۔ جب کسی میت کا وصی مختار موجود نہ ہو اور میت پر یا میت کا لوگوں پر دین ہو یا اس کی کوئی وصیت موجود ہو لیکن اس کے نافذ کرنے کے لئے کوئی وارث بھی موجود نہ ہو جو اس کے دین کو ادا کرے یا وصول کرے یا وصیت کو جاری کرے ، یا وارث نابالغ ہو تو عدالت کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ وہ اپنی جانب سے کسی اہل شخص کو وصی مقرر کر دے ۔

عدالت کا اختیار تقرر

یک سے زائد وصیوں
کے تقرر کی صورت
میں تصرفات کی
توعیت

۲۴۴ - جب کہ میت یا کسی عدالت مجاز نے دو شخصوں کو وصی مقرر کیا ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ مستقلاً تصرف کرنا جائز نہ ہو گا۔ اگر ایک نے کوئی تصرف کیا تو وہ تصرف نافذ نہ ہو گا، الا یہ کہ دوسرا وصی بھی اس کی اجازت دے دے، اس سے اسور ذیل مستثنیٰ ہوں گے :-

- (۱) میت کی تجہیز و تکفین -
- (۲) جو حقوق میت کے دوسروں پر واجب ہوں ان کے متعلق خصوصیت (چارہ جوئی) -
- (۳) میت کے دیون کا مطالبہ بغیر قبضہ کرنے کے -
- (۴) میت پر ثابت شدہ دیون کی ادائیگی، ترکے کے اس مال سے جو دین کا ہم جنس ہو - معین شئی کی وصیت کا کسی معین موصی لہ، کے حق میں نافذ کرنا -
- (۵) موصی کے نابالغ بچوں کی ضروریات زندگی کا سہیا کرنا -
- (۶) موصی کے نابالغ بچوں کے حق میں ہبہ قبول کرنا -
- (۷) موصی کے نابالغ بچوں کو کسی غیر مضر کام پر لگانا -
- (۸) موصی کے نابالغ بچوں کے مال کو کرایہ پر اٹھانا -
- (۹) عاریت اور ودیعتوں کو واپس کرنا اور میت نے جو مال غصب کیا ہو یا بیع فاسد کے ذریعہ خریدا ہو، اس کو واپس کرنا -
- (۱۰) موصی کے شریک سے قابل تقسیم اشیاء کی تقسیم کرنا اور جن چیزوں کے خراب و فاسد ہونے کا خطرہ ہو ان کو فروخت کرنا -
- (۱۱) ضائع ہونے والے متفرق اسواں کا جمع کرنا -

مگر شرط یہ ہے کہ اگر موصی نے کسی قسم کے تصرفات میں منفرداً یا مجتمعاً عمل کرنے کی تصریح کی ہو تو اس کا اتباع تا حد امکان لازم ہو گا، الا یہ کہ ضرورت وقت اس کے خلاف مقتضی ہو -

۲۴۵ - وصی موصی کو اپنی وفات سے قبل دوسرے شخص کو موصی کے ترکہ کا وصی مقرر کرنے کا اختیار حاصل ہو گا، بشرطیکہ موصی نے اس کو یہ اختیار دیا ہو -

وصی کا اختیار تقرر

۲۳۶ - میت کے ترکہ پر دین اور وصیت نہ ہونے کی صورت میں، اگر میت کے تمام ورثاء نابالغ ہوں تو وصی کو منقولات کی بیع کا حق حاصل ہوگا اور یہ بھی کہ بعض مواقع پر معمولی نقصان کے ساتھ فروخت کر دے، بشرطیکہ وصی کا ایسا کرنا ان اسوال کی حفاظت کا بہتر ذریعہ ہو۔ لیکن جائیداد غیر منقولہ کی بیع کا حق حاصل نہ ہوگا، الا یہ کہ -

(۱) ان کے فروخت کرنے میں یتیم کا بین فائدہ ہو مثلاً جائیداد دوگنی قیمت پر فروخت ہو رہی ہو،

(۲) میت پر دین ہو اور جائیداد غیر منقولہ فروخت کرنے کے علاوہ

اس کی ادائیگی کوئی صورت نہ ہو تو، بقدر دین، فروخت کرے،

(۳) ترکے میں فوری جاری کی جانے والی کوئی وصیت موجود ہو اور

مال منقولہ اور نقد رقم موجود نہ ہو تاکہ ان کے ذریعے وصیت کو

پورا کیا جاسکے، تو جائز ہوگا کہ بقدر اجراء وصیت جائیداد

غیر منقولہ فروخت کر کے وصیت نافذ کر دے۔

(۴) نابالغ اپنی ضروریات زندگی میں نقد رقم کا محتاج ہو تو جائز ہو

گا کہ مثل قیمت یا معمولی نقصان کے ساتھ فروخت کر کے نابالغ

کی ضروریات زندگی فراہم کر دے۔

(۵) جائیداد پر ٹیکس یا دیگر کوئی بار ایسا پڑ رہا ہو کہ جائیداد

کی آمدنی اس کو برداشت نہ کر سکے،

(۶) جائیداد (مکان، دوکان، آراضی وغیرہ) کے تباہ یا غیر آباد ہو

جانے یا اسپر کسی جابر کے قبضہ کر لینے کا خوف ہو۔

مذکورہ بالا امور شرعیہ کے خلاف اگر وصی نے غیر منقولہ جائیداد فروخت

کی تو اس کا یہ تصرف باطل قرار پائے گا اور نابالغ کا بعد بلوغ اس تصرف کی

اجازت دینا بھی قابل اعتبار نہ ہوگا۔

۲۳۷ - جب ترکہ پر دین نہ ہو اور نہ کوئی وصیت ہو، اور میت کے ورثاء

بالغ اور موجود ہوں تو وصی کو ان ورثاء کی اجازت کے بغیر ترکے کی کسی

شے کی بیع کرنے کا حق نہ ہوگا، البتہ وہ اس کا مجاز ہوگا کہ میت کے

دیون کا مطالبہ کرے، اس کے حقوق پر قبضہ کرے اور انہیں ورثاء تک

ترکہ پر دین نہ ہوے
اور ورثاء کے بالغ
ہونے کی صورت میں وصی
کے اختیارات

پہنچادے، لیکن اگر بالغ وراثہ حاضر نہ ہوں بلکہ غائب ہوں تو وصی اس کا مجاز ہو گا کہ منقولات فروخت کر کے ان کی قیمت محفوظ کر دے۔ جائیداد میں کوئی تصرف نہ ہو سکے گا۔ اسی طرح جب بعض وراثہ موجود ہوں اور بعض غائب ہوں تو غائبین کے حق میں مذکورہ بالا تصرف کر سکے گا، البتہ غیر منقولہ جائیداد میں محض ادائی دین کی خاطر ہی تصرف کیا جا سکے گا۔

۲۳۸ - جب کہ ترکہ پر کوئی دین ہو یا کوئی وصیت قابل نفاذ ہو مگر ترکہ میں نقد رقم موجود نہ ہو، وراثہ نے نہ وصیت پوری کی ہو اور نہ میت کا دین اپنے مال سے ادا کیا ہو تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ ترکہ کے دین میں مستغرق ہونے کی حالت میں ترکے کی منقولہ اشیاء و غیر منقولہ جائیداد کو فروخت کر کے دین ادا کر دے۔ اگر ترکہ دین میں مستغرق نہیں ہے اور ترکے میں ادائے دین یا وصیت کے اجراء کے لئے نقد رقم موجود نہیں تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ بقدر ادائی دین یا بقدر نفاذ وصیت ترکہ کو فروخت کر کے دین کی ادائی اور وصیت کا اجراء کر دے، خواہ وراثہ راضی ہوں یا نہ ہوں۔

البتہ وصی کے لئے لازم ہوگا کہ ادائی دین و اجراء وصیت کے لئے اولاً منقولات کی قیمت سے ادائی کرے۔ اگر دین اور وصیت کے لئے ان کی قیمت کافی نہ ہو تو بقایا کی ادائی کے لئے جائیداد غیر منقولہ کو فروخت کر دے، لیکن ادائی دین یا وصیت کی حد سے تجاوز کرنا جائز نہ ہوگا۔

۲۳۹ - (۱) ماں کا وصی محض اس منقولہ ترکہ کی حد تک تصرف کر سکے گا جو نابالغ کو ماں کی جانب سے پہنچا ہو، لیکن جو ترکہ کسی دوسرے کی جانب سے پہنچا ہو، خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، دین میں مشغول ہو یا نہ ہو، اس میں تصرف نہ کر سکے گا۔

(۲) وصی کو ماں کے ترکہ میں جب کہ بچے کا باپ یا جد صحیح موجود و حاضر ہو یا ان دونوں کا مقرر کردہ وصی حاضر ہو، تصرف کا حق حاصل نہ ہوگا۔

(۳) اگر مذکورہ اشخاص میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ماں کے وصی کو بچے کے اس ترکے میں جو ماں سے اس کو پہنچا ہے تصرف کرنے کا بائیں

ترکہ پر دین یا
وصیت ہونے کی
صورت میں وصی کے
اختیارات

ماں کے وصی کے
اختیارات

طور حق ہوگا کہ وہ اشیاء منقولہ کو فروخت کر کے ان کی قیمت محفوظ کرے اور بچے کی ضروریات زندگی مہیا کرے، لیکن جائداد غیر منقولہ کی بیع اس وقت تک جائز نہ ہوگی جب تک اس پر دیوں کا بار نہ ہو یا اس سے اجراء وصیت مقصود نہ ہو۔

(۴) جو شخص صرف بچے کا پرورش کنندہ ہوگا، کسی قسم کا تصرف نہ کر سکے گا، بجز یہ کہ وہ تصرفات بچے کی ضروریات زندگی مہیا کرنے کے سلسلے میں ہوں۔

۲۵۰ - وصی کے لئے جائز ہوگا کہ نابالغ کے مال میں اضافہ کی نیت سے اس کے مال سے تجارت کرے یا اور کوئی ایسا عمل کرے جو نابالغ کے حق میں بہتری کا ذریعہ اور سبب ہو۔ لیکن یہ جائز نہ ہوگا کہ نابالغ کے مال سے اپنی ذات کے لئے یا اپنی ذات کے ساتھ تجارت کرے۔

۲۵۱ - (۱) وصی کے لئے جائز ہوگا کہ وہ یتیم کے مال منقولہ کو کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جو وصی یا میت سے کوئی رشتہ نہ رکھتا ہو بشرطے کہ یہ بیع واجبی قیمت یا معمولی سی کسی کے ساتھ ہو، زیادہ نقصان کی شکل میں جائز نہ ہوگا یہی حکم نابالغ کے لئے کسی شے کی خریداری کا ہوگا۔

(۲) باپ کے وصی کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ نابالغ کا مال کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جس کے حق میں وصی کی شہادت نہ قبول کی جاسکتی ہو، اور نہ میت کے کسی وارث کے ہاتھ، مگر یہ کہ نابالغ کے حق میں ایسا کرنا بہتری کا سبب ہو۔

(۳) حاکم کے مقرر کردہ وصی کے لئے بھی جائز نہ ہوگا کہ ایسے شخص سے بیع کرے جس کے حق میں اس وصی کی شہادت مقبول نہیں ہو سکتی، جس طرح کہ وہ اپنے حق میں بیع نہیں کر سکتا۔

۲۵۲ - باپ کے وصی کے لئے یہ جائز ہوگا کہ اپنا مال نابالغ کو فروخت کرے یا نابالغ کا مال خود خرید لے بشرطے کہ یہ معاملہ نابالغ کے حق میں نفع بخش ہو۔ نفع بخش ہونے کی صورتیں حسب ذیل ہیں :-

بیع کی لسٹ

(الف) غیر منقولہ جائداد جب کہ دوگنی قیمت پر خریدے اور فروخت جب کہ ڈیڑھ گنا قیمت پر کی جائے۔

(ب) منقولہ اشیاء کی صورت میں کل قیمت کے ایک تہائی کے فرق کے ساتھ معاملہ کرنا جائز ہوگا، بشرطے کہ اس معاملت کا نابالغ کے حق میں نافع ہونا بالکل واضح ہو۔

لیکن حاکم کے وصی کے لئے کسی حالت میں اپنی ذات کے لئے نابالغ سے خرید یا فروخت کرنا صحیح نہ ہوگا۔

۲۵۳ - وصی کے لئے جائز ہوگا کہ کسی اجنبی شخص سے میعادى ادائی میعادى ادائی پر بیع کا معاملہ کرے بشرطے کہ ادائی قیمت کی مدت بہت زیادہ نہ مقرر کی گئی ہو، اور یہ کہ خریدار سے مدت ختم ہونے پر رقم کی عدم وصولی کا خطرہ لاحق نہ ہو۔

۲۵۴ - وصی کے لئے جائز نہ ہوگا کہ وہ نابالغ کے مال سے اپنا دین ادا کرے یا قرض لے یا کسی کو قرض دے یا اپنا مال نابالغ کے پاس رہن رکھے یا نابالغ کا مال اپنے پاس رہن رکھے، البتہ یہ جائز ہوگا کہ کسی اجنبی شخص کا نابالغ پر دین ہے یا میت پر دین ہے تو نابالغ کی جائداد کو رہن رکھ دے یا اگر نابالغ کا مال کسی دین میں مطلوب ہے تو اس کے عوض میں رہن رکھے یا کفالت قبول کرے۔

۲۵۵ - وصی کے لئے اپنی جانب سے اپنے استحقاقی تصرفات میں کسی شخص کو وکیل مقرر کر دینا جائز ہوگا۔ یہ کہ وکیل وصی یا نابالغ کی موت سے خود بخود معزول ہو جائے گا۔

۲۵۶ - (۱) اگر میت یا نابالغ کا کسی پر دین ہو، اور اس دین کو ثابت کرنے کے لئے میت یا نابالغ کی جانب سے شہادت موجود نہ ہو اور مدیون دین سے انکاری ہو تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ فریق مقابل (مدیون) سے جس مقدار پر مناسب ہو صلح کرے، لیکن اگر میت یا نابالغ کی جانب سے دین کے ثبوت کے لئے شہادت عادلہ موجود ہو، یا یہ کہ مدیون دین کا اقراری ہو

یا یہ کہ حاکم کی عدالت سے وجوب دین فیصل شدہ ہو تو ایسی صورت میں وصی کیلئے حق سے کم مقدار پر صلح کرنا جائز نہ ہوگا۔

(۲) اگر میت یا نابالغ پر کسی معین شئی کا دعویٰ کیا گیا ، اور مدعی کے پاس دعویٰ کے ثبوت میں شہادت موجود ہو یا اس کا دعویٰ عدالت سے فیصلہ شدہ ہو تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ شئی متدعوہ کے بقدر قیمت پر صلح کر لے۔

(۳) وصی کا میت کے ذمہ دین یا اس کے ذمہ کسی معین شئی کے واجب ہونے یا وصیت موجود ہونے کا اقرار کرنا صحیح نہ ہوگا۔ البتہ اگر میت کا کوئی وارث میت کے ذمہ دین کا اقرار کرے تو اس مقر کے حصہ کی حد تک اقرار صحیح متصور ہوگا۔ لیکن دوسرے غیر مقر ورنہ کے حق میں یہ اقرار غیر موثر ہوگا۔ اور مقر لہ محض اس وارث مقر کے حصہ کے بقدر اپنا حق پائے گا یہی حکم اس وقت ہوگا جب کہ کسی وارث نے میت کے ترکہ میں ایک تہائی کی وصیت موجود ہونے کا اقرار کیا ہو ، تو یہ اقرار اس کے حصہ کے بقدر معتبر ہوگا۔

۲۵۷۔ اگر وصی نے میت کا کوئی ایسا دین ادا کر دیا جس پر مدعی کے پاس شہادت نہ تھی اور نہ اس کے متعلق حاکم کا فیصلہ موجود تھا۔ اور نہ وصی کے پاس اس دین کے ثبوت کے لئے شہادت موجود تھی اور نہ ورنہ نے دین کی تصدیق کی تھی بلکہ حلفاً لاعلمی ظاہر کی ، تو وصی ورنہ کے حق میں دین کی باز ادائیگی کا ذمہ دار ہوگا۔

وصی کے ذمہ ضمان

۲۵۸۔ وصی کو بشرط طلب اسکے منصب وصایت اور کارکردگی کا معاوضہ یا اس کا اجر مثل (واقعی اجر) کی حد تک دیا جاسکے گا۔

وصی کا معاوضہ

۲۵۹۔ موصی کے نابالغ بچوں کو بعد بلوغ وصی سے اپنی ذات پر صرف کئے جانے والے اخراجات کے محاسبہ کا حق حاصل ہوگا۔

حساب نفہمی

۲۶۰۔ اگر حساب کی افہام و تفہیم سے قبل وصی کا انتقال ہو گیا تو موصی کے ورنہ کو وصی کے ورنہ سے حساب نفہمی کا حق نہ ہوگا، الا یہ کہ وصی نے اپنی حیات میں نابالغوں کے اسوال کی تفصیلات بیان کر دی ہوں اور بوقت وفات وہ اسوال موجود نہ ہوں ، یا وہ اسوال یا انکا کچھ حصہ وصی کی وفات کے بعد ضائع ہوا ہو۔

وصی کی ذمہ داری سے برائے

قانونِ وصیت

مع شرح

پھیبیوال باب

احکامِ وصیت

تعریف ، ارکان و شرائط وصیت

تعريفات

۲۰۱- (۱) کسی شخص کا اپنی وفات کے بعد کے زمانہ کے لئے علی الدوام یا وقت معین کے لئے اپنی شرعی مملوکہ عین شے یا اس کی منفعت کا کسی شخص یا ادارہ کے حق میں بلا عوض و بطریق ملک منتقل کرنے کا قطعی اظہار ”وصیت“ کہلاتا ہے۔

(۲) وصیت کرنے والے کو ”موصی“ کہتے ہیں۔

(۳) جس شے کے بارے میں وصیت کی جائے وہ ”موصی بہ“ کہلاتی ہے۔

(۴) جس کے حق میں وصیت کی جائے اس کو ”موصی لہ“ کہتے ہیں۔
موصی لہ کی جمع ”موصی لہم“ آتی ہے۔

(۵) جو شخص موصی کے قائم مقام کی حیثیت سے وصیت کے اجراء و تعبیل کے لئے مقرر کیا جائے وہ ”وصی“ کہلاتا ہے۔

تشریح

وصیت ، توصیہ اور ایصاء اسم بمعنی مصدر ہیں ، اور ایک دوسرے کے ہم معنی ہیں۔ وصیت کے لغوی معنی ”اتصال“ یعنی ایک شے کے دوسرے تک پہنچنے یا ملنے کے ہیں۔ کبھی کبھی موصی بہ کو بھی وصیت کہا جاتا ہے کیونکہ وہ میت کے معاملہ کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ ایصاء کے حقیقی معنی ایک

(۱) تاج العروس، زبیدی، مطبوعہ بیروت، ج ۱، ص ۳۹۲:
”سبب وصیة لانصالها بالمرالیت“

انسان کے دوسرے انسان سے معاونت طلب کرنے کے ہیں، تاکہ وہ دوسرا شخص طالب کی جانب سے مطلوبہ امور انجام دے، شرعاً وصیت کے ذریعہ وفات کے بعد ہی اثر فعل، مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ عراقی قانون میں وصیت کے تعلق سے صرف ”بعد وفات“، امور کی انجام دہی کا ذکر کیا گیا ہے۔^۲

وصیت کی شرعی تعریف:

شریعت اسلام میں وصیہ (یا ایصاء) ایسی تملیک کو کہتے ہیں جس کی نسبت مرنے کے بعد کے زمانہ کی طرف ہو۔ اس سے مراد تملیک بطور تبرع ہے، یعنی بطور احسان (بلا عوض) موت کے بعد مالک کردینا، اور مرنے والا جس چیز کا مالک کرتا ہے خواہ وہ خود عین (ذات) شے ہو یا عین شے سے حاصل ہونے والی منفعت۔^۳

وصیت کی تعریف:

حنفی کتب فقہ، البحر الرائق^۴ اور مجمع الانہرہ میں لکھا ہے کہ ”تبرع کے طریقہ پر کسی شخص کو اپنے مرنے کے بعد کے زمانہ کی طرف نسبت کر کے اپنے مال کا مالک بنانا ”وصیت“، کہلاتا ہے۔ امام علاء الدین کلسانی کہتے ہیں کہ ”وصیت یہ ہے کہ وصیت کرنے والا اپنی موت کے بعد کے زمانہ کے لیے اپنے مال میں کسی تصرف کو واجب قرار دے۔“ حنفی فقہ کی ایک اور مشہور کتاب الدرالمختار میں لکھا ہے کہ ”وصیت تملیک ما بعد الموت سے عبارت ہے،“۔ اسی طرح کنز الدقائق میں لکھا ہے کہ ”کسی شخص کا اپنے مرنے کے بعد کے زمانہ کی طرف نسبت کر کے کسی کو مالک بنانا وصیت ہے،“ حنبلی فقہ کی

(۲) قانون الاحوال الشخصیہ، عراق، ۱۹۵۹ع، دفعہ ۷۵:

”الایصاء اقامة الشخص غیر لیتظرہ فیما اوصی بہ بعد وفاتہ“

(۳) کنز الدقائق، محمود نسفی، مطبع مجتہبی ص ۳۷۶۔

(۴) البحر الرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ج ۸، ص ۳۰۳: الوصیة تملیک مضاف لما بعد الموت بطریق التبرع۔ یہ تعریف دراصل کنز الدقائق کی ہے جس کے بارے میں ابن نجیم نے لکھا ہے کہ یہ تعریف غیر جامع ہے۔

(۵) مجمع الانہرہ، داماد آندی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۶۶۱

(۶) بدائع الصنائع، کاشانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۴۳۳

(۷) الدرالمختار، حصّٰنی بر حاشیہ ردالمحتار (ابن عابدین) مطبوعہ مصر ۱۳۲۷ھ، ج ۵، ص ۳۵۸:

”ہی تملیک مضاف الی ما بعد الموت“

(۸) کنز الدقائق، نسفی، مطبوعہ مجتہبی، دہلی، صفحہ ۴۷، ”انوصیة۔۔ تملیک مضاف الی ما بعد الموت“

مشہور کتاب ”الافتاح“ میں موت کے بعد تصرف کرنے کا حکم دینا وصیت کہلاتا ہے۔^۹

شیعی فقہ میں کسی شخص کا اپنی وفات کے بعد کے لیے کسی شے کی ذات یا منفعت کا کسی شخص کو مالک بنانا وصیت کہلاتا ہے۔^{۱۰}

قدری پاشا نے اپنی مرتب کردہ کتاب ”الاحکام الشرعیۃ فی الاحوال الشخصیۃ“ میں وصیت کی تعریف میں لکھا ہے کہ ”کسی کو بطور احسان اپنی موت کے بعد مالک بنا دینا وصیت کہلاتا ہے۔“ یہ تعریف دراصل البحر الرائق سے ماخوذ ہے۔ مالکی اور شافعی فقہ کی زیر مطالعہ کتب میں وصیت کی کوئی تعریف نظر نہیں آئی۔

ممالک اسلامیہ کے رائج الوقت قوانین میں وصیت کی تعریف:

مصری قانون^{۱۱} ”میں موت کے بعد کے لیے ترکہ میں تصرف کرنے کو وصیت کہا گیا ہے۔ شام^{۱۲} کے قانون میں وصیت کی تعریف مصری قانون کے مطابق ہے۔ تونس^{۱۳} کے قانون میں کسی شے یا منفعت کا موت کے بعد کے زمانے کی طرف نسبت کر کے تبرعاً مالک بنا دینا وصیت کہلاتا ہے۔ لبنان کے قانون میں وصیت کرنا یہ ہے کہ ایک شخص اپنے انتقال کے بعد کے زمانہ کی طرف نسبت کر کے بطور تبرع کسی کو موصی بہ کا مالک بنائے۔^{۱۴} عراق کے قانون میں وصیت کی تعریف ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے کہ ”وصیت نام ہے ترکہ میں تصرف کا جس کا مقتضی یہ ہے کہ موت کے بعد بلا عوض مالک بنایا جائے۔“^{۱۵}

(۹) الافتاح، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۴۷:

”الوصیۃ الامر بالتصرف بعد الموت“

(۱۰) شرائع الاسلام، نجم الدین اعلیٰ، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۸:

”وهی تملیک عین او منفعة بعد الوفاة“

(۱۱) الاحکام الشرعیۃ فی الاحوال الشخصیۃ، قدری پاشا، مطبوعہ مصر، دفعہ ۵۳:

”الوصیۃ... تملیک، مضاف الی ما بعد الموت... بطریق التبرع“

(۱۲) قانون الوصیۃ المصری، ۱۷، مجریہ، ۱۹۳۶ع، دفعہ ۱:

”الوصیۃ تصرف فی التركة مضاف الی ما بعد الموت“

(۱۳) قانون الاحوال الشخصیۃ، سوزیہ، دفعہ ۲۰۷:

(۱۴) مجلة الاحوال الشخصیۃ، تونس، کتاب الوصیت، باب الاول، دفعہ ۱۷۱:

(۱۵) الوصایا والہبات والارث، ادمون کسبار، ص ۳:

(۱۶) قانون الاحوال الشخصیۃ، عراق، ۱۹۵۹ع، دفعہ ۶۳:

”الوصیۃ تصرف التركة مضاف الی ما بعد الموت مقضاه التملیک بلا عوض“

تجزیہ :

سطور بالا میں مختلف کتب فقہ سے جو تعریفات نقل کی گئی ہیں، ان میں علامہ حلی کی بیان کردہ تعریف بہتر نظر آتی ہے۔ اسی طرح مصری و شامی قوانین کے مقابلے میں عراقی قانون میں وصیت کی تعریف میں فقرہ ”مقتضاه التملیک بلا عوض“ الف کا اضافہ صحیح اور ضروری معلوم ہوتا ہے۔ البتہ دفعہ ہذا میں مؤلف کی بیان کردہ تعریف سابقہ تمام تعریفات کے مقابلہ میں اپنے اندر جامعیت رکھتی ہے۔

۲۰۲۔ (۱) ارکان وصیت دو ہیں : (اول) ایجاب ، اور (دوم) قبول ۔

(۲) ایجاب یا قبول زبانی یا تحریری دونوں طرح درست ہوگا ۔

(۳) عجز کے سبب وصیت کا ایجاب یا قبول اشارہ کے ذریعہ صحیح ہوگا ۔

ارکان وصیت

تشریح

ارکان رکن کی جمع ہے۔ رکن کسی شے کی حقیقت کے جزء اصلی کا نام ہے جس کے بغیر اس شے کا کامل وجود متصور نہ ہو سکے۔ اس کی مثال ستون کی ہے جو خود عمارت کا جزو بھی ہے اور عمارت اس پر قائم بھی ہے۔^{۱۷}

چنانچہ جس طرح ہر عقد (معاملہ) کے دو رکن ہوتے ہیں ، ایک ایجاب اور دوسرا قبول ۔ اسی طرح وصیت بھی چونکہ ایک عقد ہے اس لئے اس کے بھی یہی دو رکن ہیں ۔ نیز جس طرح کسی عقد میں ایجاب کے لئے مخصوص الفاظ مقرر نہیں ہیں اسی طرح وصیت میں بھی ایجاب کے لئے کوئی مخصوص لفظ مقرر نہیں ۔ چنانچہ جس طرح ایجاب کی اصل غرض عقد کا تعین ہے اسی طرح

(۱۶) الف۔ اسکا مقتضی بلاعوض مالک بنادینا ہے ۔

(۱۷) شرعی اصطلاح میں شرط اور رکن میں بنیادی فرق یہ ہے کہ شرط شے میں داخل نہیں ہوتی اگرچہ اس پر شے موقوف ہوتی ہے مثلاً وضو نماز سے خارج ہے مگر نماز اس پر موقوف ہے جبکہ رکن شے کی حقیقت کے جزء اصلی کا نام ہے جس پر نہ صرف شے موقوف ہو بلکہ وہ اس شے کا جزو ہو کر اس میں داخل بھی ہو

جیسا کہ حسب ذیل عبارتوں سے ظاہر ہوگا:

الشرط... فی الشرع ما يتوقف عليه وجود الشيء ولا يكون داخله والركن هو جزء
الماهية، البحار الرائق، ابن نجيم، ج ۱، ص ۲۶۶، ۲۶۷۔

وصیت میں ایجاب کی غرض یہ ہے کہ اس سے موصی کی جانب سے موصیٰ لہ کے حق میں اپنی ملوکہ شے یا اس کی منفعت کا مالک بنانا ظاہر ہو، خواہ الفاظ کچھ ہوں۔ اسی بناء پر اگر ایک شخص یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کے لئے ایک تہائی مال کی وصیت کی یا کرتا ہوں یا میرے سرنے کے بعد میرے مال کا ایک تہائی حصہ فلاں شخص کو دے دیا جائے یا میں نے فلاں کو اپنے سرنے کے بعد ہبہ کیا یا مالک بنایا، یا اس کے مثل کوئی دوسرا لفظ یا عبارت استعمال کی تو وصیت کا ایجاب صحیح متصور ہوگا۔

وصیت کا لفظ اس سلسلہ میں صریح ہے۔ دوسرے الفاظ ہبہ یا مالک بنانا وغیرہ اگرچہ غیر صریح ہیں لیکن اگر ان کی نسبت موت کے بعد کے زمانہ کی طرف کی جائے تو ان سے وصیت ہی مراد لی جائے گی۔

وصیت کا ایجاب ہر اس لفظ سے صحیح ہوگا جس سے وصیت کا مفہوم سمجھا جاتا ہو۔ اسی طرح اشارے سے بھی وصیت کا ایجاب صحیح ہوگا۔^{۱۸} بشرطے کہ اشارہ غیر مبہم ہو اور اس کا استعمال بدرجہٴ مجبوری کیا گیا ہو۔ شرع اسلام کی رو سے وصیت کا تحریری یا باضابطہ دستخط شدہ یا رجسٹری شدہ ہونا ضروری نہیں۔ ایک مسلمان زبانی بھی وصیت کر سکتا ہے۔

عدالتی فیصلے :

پرویو کونسل کے ایک مقدمہ میں ایک خط کو جو موصیٰ نے اپنی موت سے کچھ پہلے لکھا تھا اور جس میں اس کی جائداد کے انتقال وغیرہ کے متعلق ہدایات درج تھیں، جائز وصیت نامہ قرار دیا گیا۔^{۱۹} ایک دستاویز کے بارے میں جو ”تملیک نامہ“ سے موسوم کی گئی تھی، قرار دیا گیا کہ ایک دستاویز کا محض تملیک نامے سے موسوم ہونا اس کے وصیت نامہ کے اثر پیدا کرنے کا مانع نہ ہوگا (یعنی اس کے وصیت نامہ ہونے پر اثر انداز نہ ہوگا) بشرطے کہ اس میں وصیت نامہ کی اہم خصوصیات موجود ہوں۔^{۲۰}

(۱۸) جواہر الاکلیل، الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷

(۱۹) مظہر حسن بنام بدھائی ۱۸۹۸ ع ۲۱ الہ آباد ۹۱

(۲۰) سعید قاسم بنام عابشہ بی، ۱۸۷۵ ع ۷ ممالک مغربی و مشرقی ۳۱۳، ایشر سنگھ بنام بنام بلدیو

۱۸۸۳ ع ۱۱ انڈین ایپلز ۱۳۵-۳۳-۱۳۱، ۱۰ کلکتہ ۷۹۲ و ۸۰۲-۸۰۰

ایک مسلمان کی وصیت اگرچہ تحریری ہو اسکا دستخط شدہ ہونا ضروری نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک مسلمان کی وصیت کا تحریری ہونا لازمی نہیں ہے۔ البتہ زبانی وصیت ثابت کرنا ایک بہت بڑا مرحلہ ہوتا ہے جس کو نہایت احتیاط سے بہ تصریح حالات و واقعات ثابت کرنا لازمی ہے۔

شام کا قانون :

شام کے قانون میں بھی اس امر کی صراحت کر دی گئی ہے کہ ”وصیت زبانی اور تحریری دونوں طرح منعقد ہو جائے گی اور اگر موصی ان دونوں طریقوں سے عاجز ہو تو ایسے اشارہ سے بھی منعقد ہو جائے گی جس کا واضح مفہوم وصیت ہو۔“

وصیت کا دوسرا رکن قبول ہے۔ وصیت تمام صورتوں میں قبول سے تام (مکمل و قابل نفاذ) ہوتی ہے۔ اس کی تفصیلی بحث اگلی دفعہ میں آ رہی ہے۔

۲۰۳ - (۱) وصیت ایجاب سے منعقد اور قبول سے مکمل و قابل نفاذ ہو گی۔
(۲) موصی لہ، موصی بہ کا اس وقت مالک متصور ہوگا جب کہ اس کی جانب سے صراحتاً یا دلالتاً وصیت قبول کر لی گئی ہو۔

(۳) قبول موصی کی وفات کے بعد قابل اعتبار ہوگا۔ موصی کی حیات کے دوران موصی لہ کے قبول یا رد کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

(۴) تاوقتیکہ موصی لہ کی جانب سے، بعد وفات موصی، قبول یا رد نہ پایا جائے موصی بہ نہ کسی وارث کی ملکیت نہ ہوگا موصی لہ کی۔ اس کی ملکیت ایک مناسب مدت تک موقوف رہے گی، جس کا تعین عدالت کی صوابدید پر منحصر ہوگا۔

(۵) اگر موصی لہ موصی کی وفات کے بعد وصیت کے قبول یا رد کرنے سے پہلے فوت ہو گیا تو موصی لہ کے ورثاء اس کے قائم مقام ہونگے اور ان کو وصیت کے رد و قبول کا اختیار حاصل ہوگا۔

(۲۱) اولیا میں نام علاء الدین ۱۹۰۶ ع ۲۸ الہ آباد ۲۱۵
(۲۲) قانون الاحوال الشخصیہ، سوربہ، مجربہ ۱۹۵۳ ع، دفعہ ۲۰۸

(۶) قبول کے بعد وصیت کی صحت کے لئے موصیٰ لہ کا موصیٰ بہ پر قبضہ شرط نہ ہوگا۔

نو ضیح : نفاذ وصیت کے لئے قبول کی شرط اس وقت لازم ہوگی جب کہ موصیٰ لہ معین ہو اور قبول کی صلاحیت رکھتا ہو۔

تشریح

ایجاب و قبول، جیسا کہ سطور ماقبل میں بیان کیا جا چکا ہے، وصیت کے ارکان ہیں۔ موصیٰ کی جانب سے ایجاب اور موصیٰ لہ کی جانب سے قبول۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ موصیٰ کا کلام ایجاب ہے اور موصیٰ لہ کی جانب سے کلام صراحتاً قبول یا فعل دلالہ قبول ہے۔

حنفی مسلک :

چونکہ قبول ہر عقد (معادلہ) میں ضروری ہوتا ہے اس لئے وصیت میں بھی قبول کرنا لازمی ہے، کیونکہ وصیت بھی ایک عقد ہے۔ چنانچہ موصیٰ لہ اس وقت تک موصیٰ بہ (وصیت کے مال) کا مستحق نہ ہوگا جب تک وہ اس کو قبول نہ کرے۔ معاہدات کے باب میں یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کو اس کی رضامندی کے بغیر اپنی کسی شے کا مالک بنا دے۔ اگر بغیر قبول کے موصیٰ لہ کو موصیٰ بہ کا مالک بنا دیا جائے تو بعض صورتوں میں موصیٰ لہ کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ موصیٰ لہ موصیٰ کا بار احسان اٹھانا نہ چاہتا ہو۔

قبول کے لئے یہ شرط نہیں ہے کہ وہ صراحتاً ہی ہو بلکہ وہ دلالہ بھی ہو سکتا ہے۔ صراحتاً قبول کی صورت یہ ہے کہ موصیٰ لہ ایسے الفاظ استعمال کرے جن سے اس کی رضامندی واضح طور پر ظاہر ہوتی ہو۔ مثلاً کہے کہ میں نے فلان کی وصیت کو قبول کیا، یا میں فلان کی وصیت پر راضی ہوں۔ دلالتاً قبول کی یہ صورت ہے کہ موصیٰ لہ کی جانب سے کوئی ایسا عمل پایا جائے جو اس کی رضامندی پر دلالت کرتا ہو۔ مثلاً موصیٰ کے بعد موصیٰ بہ کو اپنے قبضہ و اختیار میں لے لینا اور اس پر اپنا تسلط قائم کرنا۔

چونکہ عقد وصیت میں دوسرے عقود کی بہ نسبت ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ اس عقد میں تملیک موصی کی موت کے بعد ثابت ہوتی ہے، زندگی میں نہیں ہوتی، اس لئے قبول وہ قابل اعتبار ہوگا جو موصی کی موت کے بعد ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر قبول موصی کی زندگی میں کیا گیا ہو تو موصی کی موت کے بعد اس کا رد کرنا صحیح ہوگا، کیونکہ قبول کے حکم کے ثبوت کا زمانہ موصی کی موت کے فوراً بعد شروع ہوتا ہے۔ اس سے قبل کے زمانہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ یہی حال رد کرنے کا ہے، کہ اگر موصی کی زندگی میں رد کردیا تھا اور اس کی موت کے بعد قبول کیا تو یہ قبول صحیح ہوگا اور موصی لہ موصی بہ کا مالک متصور ہوگا، خواہ موصی بہ پر اس کا قبضہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کیونکہ ہبہ کے برخلاف وصیت میں قبضہ شرط نہیں ہے۔ اور اگر موصی لہ نے موصی کی زندگی میں قبول کیا تھا لیکن موت کے بعد رد کردیا تو وصیت کا مال موصی کے ورثاء کی ملکیت شمار ہوگا۔ البتہ اگر موصی لہ نے نہ قبول کیا اور نہ رد کیا تو ایسی صورت میں موصی بہ کی ملکیت موقوف رہے گی (یعنی وہ شے موصی بہ نہ ورثاء کی ملکیت ہوگی اور نہ موصی لہ کی)، جب تک کہ وصیت قبول یا رد نہ کی جائے۔ لیکن بعد وفات موصی اگر موصی لہ وصیت کے قبول یا رد کرنے سے قبل فوت ہو گیا تو احناف کے نزدیک موصی بہ موصی لہ کے ورثاء کی ملکیت میں خورد بخود داخل ہو جائے گا۔ یہ حکم استحسان (قیاس حنفی) کی بناء پر ہے، انکی دلیل یہ ہے کہ موصی کی موت سے وصیت مستحکم ہوگئی اور اس کے رجوع یا فسخ کرنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہا۔ اس طرح موصی لہ کی موت سے اس کے رد کرنے سے مایوسی بلکہ اس کا عجز ثابت ہو گیا لہذا وصیت موصی لہ کے حق میں باقی اور قائم تصور کی جائے گی اور موصی بہ موصی لہ کے ورثاء کی ملکیت میں داخل ہو جائے گا۔ یہ الفاظ دیگر، احناف کے نزدیک اگر موصی لہ کی موت وصیت کو رد کرنے سے پہلے واقع ہو جائے تو اس کی یہ موت دلالتاً قبول متصور ہو گی اور وہ موصی بہ کا مالک متصور ہوگا اور پھر اس کی ملکیت اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گی۔^{۲۳} یہاں ایک سوال یہ پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر قبول شرط ہے تو وہ مثبت شرط تو پوری نہ ہوتی، پھر

(۲۳) شرح الاحکام الشریعہ، زید الایمان، مطبوعہ مصر، کتاب الوصیۃ، ج ۲ ص ۲۸۹
بدائع الصنائع امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷ ص ۳۳۱

معاهدہ وصیت کی تکمیل کیسے ہوگی؟ دراصل یہاں احناف کے نزدیک موصیٰ لہ کی موت کو دلالتاً قبول قرار دیا گیا ہے اور اس طرح قبول کی مثبت شرط پوری ہونا قرار پائی بہر کیف، یہ مسلک عام حنفیہ کا ہے لیکن امام زفر کے نزدیک فقط ایجاب سے وصیت منعقد ہوجاتی ہے۔ قبول رکن نہیں ہے۔ امام زفر وصیت کو وراثت پر محمول کرتے ہوئے موصیٰ لہ کی ملکیت کو بمنزلہٴ وراثت قرار دیتے ہیں چنانچہ جس طرح وراثت کے لئے قبول شرط نہیں اور وارث خواہ قبول کرے یا نہ کرے، میراث کا مالک ہو جاتا ہے، اسی طرح، امام زفر کے نزدیک، موصیٰ لہ بھی مالک ہوجاتا ہے۔ ۲۴۰

راقم الحروف کے نزدیک امام زفر کا یہ نظریہ درست نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ وصیت ایک جدید ملکیت کا اثبات ہے نہ کہ وراثت کی طرح خلافت۔ وصیت میں شرعاً موصیٰ لہ کو وصیت کے رد کرنے کا اختیار حاصل ہے کیونکہ وہ موصیٰ کی جانب سے احسان کے طور پر ایک عمل ہے، جب کہ وراثت میں شرعاً وارث کو رد کا اختیار حاصل نہیں، کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے اس کے بندہ کے حق میں ”من جہہ الشرع“، تملیک ہے۔ اس لئے امام زفر کا اس مسئلہ میں وصیت کے احکام کا وراثت پر منطبق کرنا ”قیاس مع الفارق“ ہوگا۔

وصیت اور وراثت کے طریق تملیک میں یہ بنیادی فرق ہے کہ وصیت کے ذریعہ انتقال ملکیت بندہ کا اختیاری فعل ہے، جب کہ وراثت غیر اختیاری۔ یعنی وصیت میں ایک انسان دوسرے انسان کو اپنے اختیار سے مالک بناتا ہے جس کے رد یا قبول کا اختیار موصیٰ لہ کو حاصل ہوتا ہے۔ نیز اس وقت تک شے موصیٰ بہ موصیٰ لہ کی ملکیت میں داخل نہیں ہوتی جب تک کہ موصیٰ لہ اس وصیت کو قبول نہ کرے، اس کے برخلاف وراثت میں بلا احتیاج قبول، ترکہ حسب قاعدہ شرعی، وارث کی ملکیت میں بلا اختیار مورث یا وارث خود بخود داخل ہو جاتا ہے۔ اب اگر بالفرض، کوئی وارث اپنا حصہ چھوڑ دیتا ہے تو اس کا یہ فعل اس کے اپنے مملوکہ سے دستبرداری کھلانے کا نہ کہ رد کرنا۔ چنانچہ اگر ترکہ کا کچھ حصہ کسی دوسرے وارث کے قبضہ میں رہتے ہوئے اس کی تعدی کے سبب ضائع ہوجائے تو اس دوسرے وارث کے ذمہ تاوان عائد ہوگا۔ کیونکہ مورث کی موت ہی کے ساتھ وارث کا حق ملکیت اس کے متروکہ سے متعلق ہوجکا تھا۔

(۲۴۰) وقال زفر الوصیت ہوالایجاب من الموصیٰ فقط۔۔ بدائع الصانع، امام کسان، مصر، ج ۷، ص ۲۲۱۔۲۲

چنانچہ جمہور احناف کے نزدیک موصیٰ لہ کا وصیت کو قبول کرنا وصیت کے ایک رکن کی حیثیت رکھتا ہے ، الا یہ کہ موصیٰ لہ کی جانب سے وصیت کے قبول کئے جانے سے مایوسی ہو جائے اور رد کرنا موجود نہ ہو۔ ایسی صورت میں موصیٰ لہ یا اس کے ورثاء محض موصیٰ کے ایجاب کے ذریعہ مال وصیت کے مالک ہو جائیں گے۔ فقہاء احناف کے نزدیک یہ صورت دلالتاً قبول ہے۔ مثال کے طور پر موصیٰ کا انتقال ہو گیا اور اس کی وفات کے بعد بغیر قبول وصیت موصیٰ لہ کا بھی انتقال ہو گیا تو اب مال وصیت موصیٰ لہ کے ورثاء کا حق ہوگا ، کیونکہ جب تک موصیٰ لہ زندہ تھا رد کا احتمال تھا (قبول کی امید تھی) لیکن بغیر رد کے وفات پا جانے سے قبول سے عجز و مایوسی ہو چکی لہذا ان کے نزدیک اب بغیر قبول کے وصیت کا مال موصیٰ لہ کی طرف منتقل ہو کر اس کے ورثاء کا حق ہوگا۔ چنانچہ وصیت میں موصیٰ لہ کا صراحتاً یا دلالتاً قبول کرنا شرط ہے۔ مذکورہ مثال میں موصیٰ لہ کا قبول یا رد کرنے سے پہلے مرجانا بر بنائے استحسان (قیاس حنفی) وصیت کا دلالتاً قبول قرار دیا گیا ہے ، جس کے نتیجہ میں اس کے وارث اس وصیت کے مال میں میراث پانے کے مستحق ہوں گے۔“

یہاں ایک اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے کہ اگر موصیٰ لہ کے قبول سے مایوسی ہوئی تو قبول کی شرط پوری نہیں ہوئی۔ موت خود زندگی کو ختم کرتی ہے ، وہ کس طرح دلالت قبول ہو سکتی ہے ؟ اگر وہ زندہ رہتا تو رد کا امکان بھی اتنا ہی تھا جتنا قبول کا۔ دراصل یہ اعتراض قیاس جلی کی بناء پر پیدا ہوتا ہے ، جب کہ یہ مسئلہ استحسان (قیاس حنفی) پر مبنی ہے۔ استحسان کا حکم قیاس کے مخالف ہوتا ہے۔ کسی شخص کی ملکیت میں کسی شئی کا بلا محنت و بلا معاوضہ حاصل ہو جانا قبول کو رد پر ترجیح دیتا ہے اور بھی استحسان کا مقصدی ہے۔ اسی بنا پر حنفی فقہاء نے ، موصیٰ لہ کی موت کو سکوت کی بنا پر دلالتاً قبول قرار دیا ہے۔ حنفی فقہاء کی یہ دلیل باریک بینی پر مبنی ہے جو ذرا مشکل سے سمجھ میں آتی ہے۔ (بہر کیف حنفی فقہ کی اس رائے سے واقف الحروف کو اختلاف ہے۔ ملاحظہ ہو ”نتیجہ فکر“، دفعہ ۱۵۱)۔

(۲۵) بدائع الصنائع، امام کلبانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۱

(۲۰) بدائع الصنائع، امام کلبانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۲

لیٹیڈ انٹرنیشنل فون مہلن لاء، ٹیپ جی، مطبوعہ لندن، ۱۹۳۹ء، ص ۸۷

وصیت کا قبول کرنا لفظاً یا فعلاً دونوں طرح جائز ہے۔ لفظاً قبول یہ ہے کہ موصی لہ الفاظ کے ذریعہ صراحۃً قبول کرے اور فعلاً قبول یہ ہے کہ وہ خود موصی بہ کی کسی اور کے حق میں وصیت کر دے یا اس کو ہبہ کر دے یا موصی بہ کو رہن رکھ کر قرضہ حاصل کرے یا اس کے مانند دوسرے تصرفات عمل میں لائے۔ وصیت کے قبول یا رد کرنے کا وقت موصی کے انتقال کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے۔ موصی کی موت سے پہلے قبول یا رد کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، حتیٰ کہ اگر موصی کی زندگی میں موصی لہ نے وصیت کو رد کر دیا لیکن موصی کی موت کے بعد قبول کر لیا تو یہ قبول صحیح ہوگا، کیونکہ وصیت کا ایجاب معنأ موت کے بعد موثر ہوتا ہے لہذا اسی وقت قبول بھی معتبر ہوگا۔^{۲۶}

قبول ایجاب کے مطابق ہونا چاہئے۔ ایجاب کے مخالف ہوگا تو صحیح نہ ہوگا، کیونکہ ایجاب و قبول کے باہمی ربط سے عقد منقذ ہوا کرتا ہے اور مخالفت کی حالت میں ایجاب و قبول کے درمیان باہم ربط پیدا نہ ہوگا۔^{۲۷}

مالکی مذہب :

حنفیہ کی طرح مالکیہ کے نزدیک بھی ایجاب کے لئے لفظ ”وصیت“ شرط نہیں بلکہ ہر اس لفظ سے وصیت صحیح ہوگی جس سے وصیت کا مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح اشارے سے بھی وصیت صحیح ہوگی۔ ان کے نزدیک بھی موصی لہ کا قبول کرنا شرط ہے۔ موصی لہ کے معین ہونے کی صورت میں بغیر اسکے قبول کئے وصیت صحیح نہ ہوگی، البتہ اگر موصی لہم غیر معین ہوں یعنی کسی عام لفظ سے جیسے کہ ”مساکین کے لیے“، وصیت کی گئی ہو تو ایسی صورت میں قبول شرط نہ ہوگا۔^{۲۸}

ابن رشد نے اپنی تصنیف ہدایہ المجتہد میں امام مالک کے نزدیک موصی لہ کے قبول کو مطلقاً وصیت کی شرط کے طور پر بیان کیا ہے۔ موصی لہ معین یا غیر معین کی کوئی تخصیص نہیں کی۔^{۲۹} لیکن امام مالک کا تفصیلی مسلک

(۲۶) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۳

المسبوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۲۸، ص ۱۳۸

(۲۷) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۳

(۲۸) جواهر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الابی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷:

”و(قبول) موصی لہ (المعین شرط) فی وجوب تنفیذ ہا۔ زاما غیر المعین فلا یشرط قبولہ“

(۲۹) ہدایہ المجتہد، ابن رشد، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۶

وہی ہے جس کو الابی نے اپنی تصنیف جواہر الاکلیل شرح مختصر الخلیل میں بیان کیا ہے اس قول کا ذکر سطور بالا میں کیا گیا ہے اور یہی قول قابل اعتماد ہے۔ خود احناف کے نزدیک بھی قبول کی شرط اس محل پر ہے جب کہ موصی لہ معین اور قبول کی صلاحیت رکھتا ہو۔ برخلاف اس صورت کے جبکہ فقراء یا مساکین کے حق میں عام لفظ سے وصیت کی گئی ہو، وہاں قبول شرط نہ ہوگا۔ امام مالک بھی قبول وصیت کے وقت کے مسئلہ میں دیگر ائمہ سے متفق ہیں کہ موصی کی موت کے بعد ہی وصیت کے قبول کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اگر موصی لہ موصی کی وفات کے بعد قبول کرنے سے پہلے فوت ہو گیا تو سالکی فقہاء کے نزدیک موصی لہ کے ورثاء اس کے قائم مقام ہوں گے اور ان کو وصیت کے قبول یا رد کا اختیار حاصل ہوگا۔^{۲۰}

شافعی مسلک :

شافعی مسلک کے بموجب بھی ایجاب و قبول وصیت کے رکن ہیں۔ موصی کی عبارت ایجاب ہے اور موصی لہ کی عبارت قبول۔ ان کے نزدیک بھی قبول کے بغیر وصیت تام (مکمل) نہ ہوگی، یعنی موصی لہ بغیر قبول موصی بہ کا مالک نہ ہوگا۔^{۲۱} شافعیہ کے نزدیک بھی قبول موت کے بعد صحیح متصور ہوتا ہے۔ موصی کی زندگی میں قبول یا رد قابل اعتبار نہ ہوگا۔ چنانچہ اگر موصی لہ موصی کی زندگی میں فوت ہو گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ لیکن اگر موصی کی وفات کے بعد اور قبول کرنے سے قبل فوت ہوا تو اس صورت میں قبول اور رد کرنے میں موصی لہ کا وارث اس کا قائم مقام ہوگا، کیونکہ یہ مال کی ملکیت کا خیار (option) ہے جس میں شافعیہ کے نزدیک وراثت جاری ہوتی ہے جیسا کہ خیار

(۲۰) جواہر الاکلیل، الابی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷:

"وقبول المعین شرط بعد الموت فالملک لہ بالموت"

الدونۃ البکرۃ، امام سخون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۳۵:

قال مالک ورثة الموصی لہ مکاتھ والوصیۃ لہم (قلت) هل لہم ان یردوا ولا یقبلوا

(قال) نعم ذلک لہم

بداية المجتہد، ابن رشد، جلد ۲، ص ۳۳۶

یہ اصول البتہ قابل اعتناء ہوسکتا ہے کہ قبول کے لئے متوفی موصی لہ کے ورثاء کو حق پہنچانے

جبکہ قبول کو مکمل معاہدہ کی شرط کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ بہر کیف تکمیل کا یہ اصول

خیار سے مختلف ہے (مؤلف)

(۲۱) المہذب الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۵۷، ۳۵۹، ۳۷۱:

کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۹۷

شفعہ (option to pre-empt) میں جاری ہوتی ہے۔^{۲۲} اگر موصیٰ لہ غیر معین ہو مثلاً فقراء کے لئے وصیت کی گئی ہو تو موصیٰ کی موت کے بعد ہی وصیت لازم ہو جائے گی، کیونکہ عدم تعین کے سبب اس موقع پر موصیٰ لہ کی طرف سے قبول کا تصور ممکن نہیں، لہذا یہاں قبول لازم نہ ہوگا۔^{۲۳}

حنبلی مسلک:

حنابلہ کے نزدیک ایجاب کے بعد موصیٰ لہ کا قبول کرنا وصیت کی صحت کی شرط ہے، خواہ موصیٰ لہ فرد واحد ہو یا ایک (معین) جماعت۔ دیگر ائمہ کی طرح حنبلیہ کے نزدیک بھی موصیٰ کی حیات میں قبول یا رد ناقابل اعتبار ہوگا۔^{۲۴} قبول قول و فعل دونوں ذریعوں سے ہو سکتا ہے۔ اسی طرح رد بھی قول و فعل ہر دو طریق سے ہو سکتا ہے۔^{۲۵}

اگر موصیٰ لہ، موصیٰ کی زندگی میں بغیر قبول فوت ہو گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی یا موصیٰ لہ نے موصیٰ کی موت کے بعد وصیت کو رد کر دیا تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ البتہ اگر موصیٰ کی وفات کے بعد موصیٰ لہ قبول یا رد کرنے سے قبل فوت ہو گیا تو وصیت کے قبول یا رد کرنے کا اختیار موصیٰ لہ کے وراثہ کی طرف منتقل ہو جائے گا۔^{۲۶}

اگر موصیٰ لہم غیر معین ہوں جیسے کہ علماء یا فقراء یا مساکین کے حق میں وصیت کی گئی ہو تو ایسی صورت میں موصیٰ لہ کی جانب سے قبول کا تصور ممکن نہیں اور قبول شرط نہ ہوگا یہی صورت مصالح عامہ کے حق میں وصیت سے بھی متعلق ہوگی۔^{۲۷}

(۲۲) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۶۰:

”وان مات الموصیٰ لہ، قبل موت الموصیٰ بطلت الوصیة ولا یقوم وراثہ مقامہ... وان مات بعد موته وقبل القبول قام وراثہ مقامہ فی القبول والرد لانه خیار ثابت فی تملک المال فقام الوارث مقامہ کخیار الشفعة“

(۲۳) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۹

(۲۴) الاقناع، شرف الدین المقنسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۱:

”ولا یثبت الملک للموصیٰ لہ الا بقبولہ بعد الموت“

(۲۵) الاقناع، شرف الدین المقنسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۱

(۲۶) الاقناع، شرف الدین المقنسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۲

المختصر الخرقی، مطبوعہ مصر، ص ۱۱۱

(۲۷) الاقناع، شرف الدین المقنسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۲

شیعی مسلک :

مذہب اربعہ کی طرح شیعہ مسلک میں بھی ایجاب و قبول وصیت کے ارکان ہیں اور ہر وہ لفظ جو مذکورہ ارادے پر دلالت کرتا ہو ”ایجاب“ کہلانے گا، جیسے کہ یہ کہنا کہ ”فلان شخص کو میرے مرنے کے بعد اس قدر دے دینا، یا میرے مرنے کے بعد یہ شے فلان شخص کی ہوگی یا فلان شخص کے لئے میں وصیت کرتا ہوں۔“^{۲۸}

مال وصیت کی ملکیت موصی کے مرنے کے بعد موصیٰ لہ کی طرف منتقل ہوجاتی ہے بشرطے کہ موصیٰ لہ نے قبول کرلیا ہو^{۲۹} لیکن اگر قبول نہ کیا ہو تو محض موصیٰ کے فوت ہوجانے سے موصیٰ لہ کی طرف ملکیت منتقل نہ ہوگی۔ اگر موصیٰ لہ نے موصیٰ کی وفات سے قبل قبول کرلیا تھا تو شیعہ مسلک کے بموجب یہ قبول صحیح ہوگا، لیکن وفات کے بعد زیادہ قابل وثوق متصور ہوگا۔

یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ موصیٰ کی حیات میں موصیٰ لہ کی طرف سے اظہار قبول غالباً (بطور دلالت) اس صورت میں استعمال ہوسکتا ہے جب موصیٰ لہ رد و قبول کی نیت سے پہلے بعد از وفات موصیٰ، خود فوت ہوجائے، لیکن راقم الحروف کے نزدیک موصیٰ کی وفات سے قبل موصیٰ لہ کے قبول کے سلسلہ میں شیعہ نقطہ نظر دو وجوہ سے درست نہیں۔ ایک اس لئے کہ امامیہ کے نزدیک دلالہ قبول کا وجود نہیں۔ دوسرے یہ کہ ایجاب وصیت موت کے بعد ہی مؤثر ہوتا ہے۔ اس لئے وہ ایجاب موصیٰ کی موت تک قبول کا محل قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ موصیٰ اپنی حیات کے دوران جب چاہے اس ایجاب (وصیت) سے رجوع کرسکتا ہے۔ ایسی صورت میں قبول بے معنی ہوکر رہ جائیگا۔ شیعہ نقطہ نظر کا غلط ہونا خود ان کے اس قول سے بھی ثابت ہے کہ وہ زندگی میں رد کو معتبر قرار نہیں دیتے۔ چنانچہ ان کے نزدیک موصیٰ لہ موصیٰ کی وفات سے قبل وصیت کو رد کردے مگر موصیٰ کے فوت ہو جانے پر قبول کرنے تو یہ قبول جائز ہوگا۔ کیونکہ

(۲۸) شرائع الاسلام، الطہی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۸:
”ویضطر الی ایجاب و قبول“

(۲۹) شرائع الاسلام، الطہی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۸:
”وینقل بہا الملک الی الموصیٰ لہ، بہوت الموصیٰ و قبول الموصیٰ لہ“

خود شیعہ فقہاء کے نزدیک بھی موصی کی زندگی میں موصیٰ لہ کے رد کرنے کا کوئی اعتبار نہیں۔

اگر موصیٰ کے مرنے کے بعد موصیٰ لہ نے پہلے قبول کیا، مگر قبضہ سے پہلے رد کر دیا تو اس مسئلہ میں شیعہ فقہاء کے دو قول ہیں :

۱۔ یہ کہ وصیت باطل ہوگی، اور

۲۔ یہ کہ باطل نہ ہوگی۔

دوسرا قول شیعہ علماء کے نزدیک صحت سے قریب تر ہے۔ لیکن اگر موصیٰ کی وفات کے بعد موصیٰ لہ نے قبول کے ساتھ ہی موصیٰ بہ پر قبضہ بھی کر لیا تو اب بالاتفاق رد سے وصیت باطل نہ ہوگی۔^{۳۰} کیونکہ قبول بالتقص کے بعد وصیت نافذ ہوگی، رد کا محل باقی نہ رہا اس لئے اس کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا۔ یوں بھی موصیٰ بہ قبول کے بعد موصیٰ لہ کی ملکیت میں داخل متصور ہوگا، کیونکہ ہبہ کے برخلاف وصیت میں قبضہ شرط نہیں ہے۔

نتیجہٴ فکر :

موصیٰ لہ کے وصیت کو رد یا قبول کئے بغیر فوت ہوجانے سے وصیت پر کیا اثر مرتب ہوگا؟ اس بارے میں حنفیہ کے نزدیک دلالہٴ قبول وجود میں آکر مال موصیٰ بہ موصیٰ لہ کا ترکہ شمار ہوگا جو موصیٰ لہ کے ورثاء میں قابل تقسیم ہوگا۔ اس کے برخلاف مالکی، شافعی اور حنبلی مسلک کے بموجب موصیٰ لہ کی موت کے ساتھ وصیت کے رد یا قبول کا صرف حق ورثاء کی طرف منتقل ہوگا، خواہ وہ رد کریں یا قبول۔ اگر ان ورثاء نے وصیت کو قبول کر لیا تو وہ نافذ ہوجائے گی ورنہ باطل۔ شیعہ مسلک میں دلالہٴ قبول کا وجود نہیں ملتا۔ امام ابن حزم ظاہری بھی اس سلسلے میں خاموش نظر آتے ہیں۔

حنفی مذہب اور مذاہب ثلاثہ کے درمیان اس اختلاف کی بنیاد دراصل خیار کا وہ اصول ہے جس کے تحت یہ بحث پیدا ہوئی ہے کہ حق خیار میں تواریث جاری ہوتی ہے یا نہیں۔ احناف کے نزدیک حق خیار رویت یا حق خیار شرط میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ بلکہ شے مبیعہ مستوفی کے ترکہ کے طور

(۳۰) شرائع الاسلام، العلیٰ، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۸

پر ورناء کی ملک میں داخل ہوجاتی ہے۔ اسی اصول پر وصیت کے حق قبول یا رد کو خیار رویت و خیار شرط پر قیاس کر کے انہوں نے موصیٰ لہ کی موت کے ساتھ ہی اس کے سکوت کی بناء پر وصیت کو اس کے حق میں لازم کر دیا، جو عام حالات میں باعث منعقت ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف ہر سہ مذاہب کے نزدیک یہ خیارات قابل تواریث ہیں، اس لئے موصیٰ لہ کے ورناء کی طرف حق خیار منتقل ہوگا۔

حنفی فقہاء کی دلیل استحسان پر مبنی ہے جب کہ مذاہب ثلاثہ نے اس مسئلہ میں قبول کے شرط وصیت ہونے کے پیش نظر منطقی استدلال سے کام لیا ہے۔ راقم الحروف کے نزدیک ائمہ ثلاثہ کا مسلک قریب الفہم نظر آتا ہے بناء پرین مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ مسلک سے اتفاق کرتے ہوئے وصیت کے قبول یا رد کا حق خیار موصیٰ لہ کے ورناء کی طرف منتقل ہوجانا مناسب معلوم ہوتا ہے اور اسی بنیاد پر اس مسئلہ میں قانون کی تدوین کی گئی ہے۔ (مزید توضیح کے لئے ملاحظہ ہو مقدمہ مؤلف۔)

اسلامی ممالک میں رد و قبول کا قانون :

مصر کے قانون الوصیہ نمبر ۱۷۱ بابت ۱۹۳۶ کے تحت وصیت کے قبول و رد کے بارے میں حسب ذیل دفعات قانون پائی جاتی ہیں :

۲۰۔ موصیٰ کی وفات کے بعد موصیٰ لہ کا وصیت کو صراحتاً یا دلالتاً قبول کر لینا وصیت کو لازم کر دے گا۔ چنانچہ جس حالت میں کہ موصیٰ لہ حمل ہو یا کسی بناء پر قبول کر لینے سے قاصر ہو یا تصرفات (مالی) سے روک دیا گیا ہو تو اس صورت میں وصیت کا قبول یا رد کرنا اس شخص کی جانب سے قابل اعتبار ہوگا جس کو ایسے اشخاص کی ولایت مال حاصل ہو، مگر شرط یہ ہوگی کہ عدالت مجاز سے اجازت حاصل کر لی گئی ہو۔

۲۱۔ جب کہ موصیٰ لہ وصیت کے قبول یا رد کرنے سے قبل فوت ہو گیا ہو تو وصیت کے قبول یا رد کرنے میں اس کے ورناء اس کے قائم مقام متصور ہوں گے۔

۲۲۔ قبول یا رد کے لئے یہ شرط نہ ہوگی کہ وہ موصیٰ کی موت کے فوراً بعد وجود میں آئے یا اس کو وجود میں لایا جائے۔ البتہ اس وقت وصیت باطل

ہوجائے گی جب کہ موصیٰ لہ یا اس وارث کو یا جن افراد کو وصیت کے قبول و رد کرنے کا حق حاصل تھا ، وصیت کی خبر پہنچے یا تحریری اطلاع جو وصیت کے واضح طور پر مکمل ہونے کی مظہر ہو ، وصول ہو اور اس میں وصیت کے قبول یا رد کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہو اور اس کے اس علم و اطلاع کے باوجود مکمل ۳۰ یوم گزر چکے ہوں اور اس نے قبول یا رد تحریر نہ کیا ہو ، جس کے لیے اس کے پاس کوئی عذر قانونی موجود نہ ہو ۔

۲۲۔ جب کہ موصیٰ لہ نے وصیت کا بعض حصہ قبول کیا اور بعض حصہ قبول نہ کیا ، تو جتنے حصہ میں قبول کیا ہوگا اتنے میں وصیت صحیح (اور نافذ) ہوگی ۔ باقی حصہ میں باطل قرار پائے گی اور جب متعدد موصیٰ لہم کے منجملہ بعض ، موصیٰ لہم قبول کریں اور بعض رد کردیں تو قبول کرنے والوں کے حق میں وصیت صحیح (اور نافذ) متصور ہوگی لیکن رد کرنے والوں کے حق میں باطل قرار پائے گی ۔

۲۳۔ موصیٰ کی موت سے قبل (اس کی حیات میں) موصیٰ لہ کے رد کرنے سے وصیت باطل نہ ہوگی ۔ چنانچہ جب موصیٰ لہ کل وصیت یا وصیت کے جزو کو موصیٰ کی موت کے بعد رد کردے اور پہلے قبول نہ کیا ہو تو یہ وصیت کل یا جزو ، جیسی صورت ہو ، باطل قرار پائے گی ، اور جب موصیٰ لہ نے موصیٰ کی وفات کے بعد کل وصیت یا اس کے جزو کو اپنے قبول کے بعد رد کردیا تو اگر موصیٰ کے ورثاء میں سے کسی وارث نے اس رد کو قبول کر لیا تو وصیت فسخ ہو جائے گی لیکن اگر کسی (وارث) نے موصیٰ لہ کے رد کو قبول نہ کیا تو یہ رد کرنا باطل قرار پائے گا ۔

۲۴۔ جبکہ موصیٰ کی موت کے وقت موصیٰ لہ موجود ہوگا تو موصیٰ کی موت کے ساتھ ہی موصیٰ لہ کا مستحق قرار پائے گا ، الا یہ کہ وصیت میں ثبوت استحقاق کے لئے موصیٰ کی موت کے بعد کا کوئی وقت مقرر کردیا گیا ہو ۔

ٹونس کا قانون :

ٹونس کے قانون الاحوال الشخصیہ ، مجریہ ۱۹۵۷ء کے تحت موصیٰ لہ کے بذات خود یا اس کے قائم مقام کے رد کرنے سے وصیت رد ہوجائے گی ۔ موصیٰ

کی وفات کے بعد موصیٰ لہ کو وصیت کا علم ہوجانے پر دو ماہ تک اس کا رد کردینا قابل قبول ہوگا۔ وصیت کے علم کے بعد تا مدت مذکورہ موصیٰ لہ کی خاموشی اس کے قبول کی دلیل ہوگی۔ اگر اس دوران میں موصیٰ لہ کا انتقال ہو گیا تو اس کا حصہ اس کے ورثاء کا حق ہوگا۔ اگر موصیٰ لہ وصیت کا کچھ حصہ قبول کرے اور کچھ حصہ رد کر دے تو جس حصہ کو قبول کیا ہو اس میں وصیت جاری کی جائے گی اور جس حصہ کو رد کیا اس میں باطل قرار پائے گی۔

نیز اسی طرح اگر موصیٰ لہم متعدد ہوں اور ان میں سے بعض نے قبول اور بعض نے رد کیا تو جن موصیٰ لہم نے قبول کیا ہو ان کے حق میں وصیت نافذ ہوگی اور جن موصیٰ لہم نے رد کیا ہو ان کے حق میں باطل ہوگی۔ رد کے بعد قبول اور قبول کے بعد رد معتبر نہ ہوگا الا یہ کہ موصیٰ کے ورثاء راضی ہوں۔ ۴۱ تونس کے مذکورہ بالا قانون کی متعلقہ دفعات حسب ذیل ہیں :

دفعہ ۱۹۳ - موصیٰ لہ کے بذات خود یا اس کے نائب کے رد کرنے سے وصیت رد ہوجائے گی۔

دفعہ ۱۹۴ - موصیٰ کی وفات کے بعد موصیٰ لہ کو وصیت کا علم ہوجانے کے بعد دو ماہ تک اس کا رد کردینا قابل قبول ہوگا اور وصیت کے علم کے بعد موصیٰ لہ کی خاموشی تا مدت مذکورہ اس کے قبول کی دلیل ہوگی۔ اگر اس عرصہ میں موصیٰ لہ فوت ہو گیا تو اس کا حصہ اس کے ورثاء کا حق ہوگا۔

دفعہ ۱۹۵ - اگر موصیٰ لہ وصیت کا بعض حصہ قبول کرے اور بعض حصہ رد کر دے تو مقبول و نافذ ہوگا اور رد کردہ باطل ہوجائے گا۔

اور جس صورت میں کہ موصیٰ لہم متعدد ہوں اور ان میں سے بعض نے قبول اور بعض نے رد کیا ہو تو قبول کنندگان کے حق میں وصیت نافذ ہوگی اور رد کنندگان کے حق میں لغو ہوگی۔

دفعہ ۱۹۶ - رد کے بعد قبول معتبر نہ ہوگا اور قبول کے بعد رد معتبر نہ ہوگا الا یہ کہ ورثاء منظور کر لیں۔

شام کا قانون :

شام کے قانون کے تحت موصیٰ لہ غیر معین کے حق میں وصیت قبول کی محتاج نہ ہوگی اور نہ کسی کے رد کرنے سے رد ہوسکے گی۔ کسی معین شخص کے حق میں وصیت اس کے رد کرنے سے رد ہوجائے گی جب کہ یہ موصیٰ لہ موصیٰ کی موت کے وقت کامل اہلیت رکھتا ہو، البتہ وصیت کے رد کرنے میں یہ شرط عائد کی گئی ہے کہ وہ موصیٰ کی وفات کے بعد ۳۰ یوم کے اندر ہو، یا جس وقت موصیٰ لہ کو علم ہوا ہو۔ جب کہ یہ مدت گزر گئی اور موصیٰ لہ باوجود علم کے خاموش رہا یا اس دوران انتقال کرگیا اور رد نہ کیا تو یہ قبول کے مترادف ہوگا (خواہ اس کو وصیت کا علم ہی نہ ہوا ہو) اور مال موصیٰ لہ کا ترکہ شمار ہوگا۔

تیونس کے قانون کے بموجب شام میں بھی وصیت کے کسی حصہ کا رد کیا جانا اور کسی حصہ کا قبول کیا جانا معتبر ہوگا۔ اسی طرح ایک سے زائد موصیٰ لہم ہونے کی صورت میں کسی کا قبول کرنا اور کسی کا رد کرنا بھی صحیح ہوگا البتہ ایک دفعہ رد کے بعد قبول یا قبول کے بعد رد درست نہ ہوگا، الا یہ کہ وراثت راضی ہوں۔ ۳۲

شام کے قانون مذکور کی متعلقہ دفعات حسب ذیل ہیں :-

دفعہ ۲۲۵ - غیر معین کے حق میں وصیت قبول کی محتاج نہ ہوگی اور نہ کسی کے رد کرنے سے رد ہوسکے گی۔

دفعہ ۲۲۶ - کسی شخص معین کے حق میں وصیت اس کے رد کرنے سے رد ہوجائے گی جب کہ یہ شخص موصیٰ کی موت کے وقت کامل اہلیت رکھتا ہو۔

دفعہ ۲۲۷ - (الف) وصیت کے رد میں یہ شرط ہوگی کہ موصیٰ کی وفات کے بعد ہو اور تیس یوم کی مدت کے اندر ہو یا جس وقت موصیٰ لہ کو علم ہوا ہو یا وفات تک نہ ہوا ہو۔

(ب) جب کہ مذکورہ مدت منقضی ہوگئی اور موصیٰ لہ باوجود علم کے خاموش رہا یا اس دوران میں انتقال کرگیا اور رد نہ کیا اگرچہ اس کو وصیت

لہم ہی یہ تھا تو یہ قبول کے مترادف ہونا اور وصیت یا مال موصیٰ لہ کرنا
ترہ ہوگا۔

دفعہ ۱۲۸ - (الف) وصیت کے کسی حصہ کا رد کیا جانا معتبر ہوگا۔

(ب) بعض موصیٰ لہم کا بعض وصیت کے رد کردینا بھی معتبر ہوگا اور رد
کرنے والوں کے حق میں وصیت رد ہوجائے گی۔

دفعہ ۲۲۹ - نہ قبول کے بعد رد معتبر ہوگا، اور نہ رد کے بعد قبول،
الا یہ کہ وراثت قبول کرلیں۔

قبضہ شرط نہیں :

وصیت کے صحیح ہونے کے واسطے موصیٰ لہ کا شے موصیٰ بہ پر قبضہ
ہو جانا شرط نہیں ہے۔ یہ صورت عہد کے خلاف ہے، کیونکہ عہد میں قبضہ
شرط ہے۔ چنانچہ اگر عہد میں واہب اور موہوب لہ میں ایجاب و قبول ہوجائیں
مگر واہب شے موہوب کو اپنے قبضہ سے جدا نہ کرے تو موہوب لہ بذریعہ
عدالت واہب کے خلاف شے موہوبہ کا قبضہ دینے جائے کی ڈگری حاصل نہیں
کرسکتا، جب کہ وصیت میں موصیٰ کی وفات کے بعد موصیٰ لہ کو قبولیت کے
ساتھ موصیٰ بہ پر قبضہ کا استحقاق پیدا ہوجاتا ہے۔ چنانچہ وہ عدالت کے ذریعہ
ورثاء سے موصیٰ بہ کا قبضہ حاصل کرسکتا ہے۔

ائمہ اربعہ اور شیعہ امامیہ تمام اس امر میں متفق ہیں کہ موصیٰ کی
موت کے بعد موصیٰ لہ کے قبول کرنے پر ہی موصیٰ لہ کی ملکیت ثابت ہو
جاتی ہے۔ ۳۳

۲۰۴ - وراثت کے انکار کی صورت میں وصیت کے ثبوت کے لیے شہادت ضروری
ہوگی۔

شہادت وصیت

(۳۳) بدایۃ المجتہد، ابن رشد، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۶

رحمۃ الامہ بر حاشیہ المیزان الکبریٰ، مطبوعہ مصر، ص ۱۹

المہذب، النفروزآبادی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۵۹

بواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل (فقہ مالکی)، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷

شرائع الاسلام العلیٰ، مطبوعہ بیروت، (فقہ شیعہ) النسم الثانی، ص ۲۵۸

تشریح

وصیت ثابت کرنے کے لئے شہادت ضروری ہے۔ قرآن پاک کی آیت ”شہادۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت حین الوصیہ اثنتان ذوا عدل منکم، اس مسئلہ میں نص ہے۔ ۴۴ حنفیہ :

فقہاء حنفیہ کی روایات سے یہ امر متفق علیہ معلوم ہوتا ہے کہ وصیت نامہ اس وقت قابل قبول ہوگا جب کہ وہ مصدقہ ثابت ہو گیا ہو۔ اس کے لئے پہلی چیز شہادت سے ثبوت ہے۔

وصیت تحریری یا زبانی ہو سکتی ہے۔ اگر زبانی ہو تو دو مسلمان بالغ مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سواجہ میں ہونی چاہیے۔ اگر تحریری ہو تو قانون شہادت کے بموجب واقعہ کی طرح ثابت ہونی چاہیے۔ یہ ضروری نہیں کہ وصیت خاص نمونہ کی ہو یا کسی خاص طریقہ سے اس پر تصدیق ہو۔

اگر ایک شخص دستاویز کے ذریعہ دوسرے کے نام کسی معین جائداد کی ملکیت بطریق ہبہ منتقل کرے لیکن یہ شرط لکھدے کہ اسکو قبضہ تکمیل کنندہ دستاویز کی وفات کے بعد ملے گا تو اس بناء پر کہ فی الفور قبضہ نہیں دیا گیا، یہ انتقال ہبہ نہیں بلکہ وصیت متصور ہوگا اور وصیت کی قیود و شرائط کے ساتھ نفاذ پذیر ہوگا۔ ۴۴ الف

مالکیہ :

امام مالک کے نزدیک اگر وصیت نامہ تحریر شدہ موجود پایا جائے اور دو عادل شخص اس امر کی شہادت دیں کہ یہ موصی کے خط میں لکھا ہوا ہے لیکن موصی نے ان دونوں شخصوں کو اس پر نہ شاہد بنایا تھا اور نہ اس کے نافذ کرنے کا حکم دیا تھا تو ایسا وصیت نامہ واجب النفاذ نہ ہوگا، کیونکہ احتمال ہے کہ لکھا ہو لیکن پختہ ارادہ نہ کیا ہو یا رجوع کر لیا ہو، یا یہ کہ وصیت نامہ تحریر کیا اور شاہدوں کے سامنے اس کو پڑھ کر سنایا لیکن شاہدوں

(۴۴) جب تم میں سے کسی کو موت کے آثار ظاہر ہوئے لگیں تو تم مسلمانوں میں سے دو عادل کو

وصیت کے وقت موجود ہونے چاہئیں۔ (سورہ مائدہ م' ۵ : ۱۰۶)

(۴۴) الف اصول شرح مہدی، واسن، باب الوصیہ

کو اس کے وصیت نامہ ہونے پر شاہد نہ بنایا ، یا یہ نہ کہا کہ تم اس کو نافذ کر دینا تب بھی قابل نفاذ نہ ہوگا۔ البتہ اگر شاہد بنادیا یا یہ کہہ دیا کہ اس کو نافذ کر دینا تو واجب النفاذ ہوگا ، اور اگر وصیت نامہ لکھ کر شاہدوں کو خود پڑھ کر سنایا یا شاہدوں نے بذات خود پڑھ لیا اور موصی نے شاہدوں سے یہ کہہ دیا کہ یہ میری وصیت ہے۔ ان کو اس پر گواہ بنادیا ، یا یہ کہہ پڑھا نہیں لیکن کھولنے کے بعد شاہدوں کو علم ہے کہ یہ وصیت نامہ ہی ہے جس کا ان کو شاہد بنایا گیا ہے ، بلکہ اگر سربراہ رکھا گیا اور یہ کہہ دیا گیا کہ میرے فوت ہونے سے قبل نہ کھولا جائے اور پھر فوت ہونے کے بعد کھولا گیا تو شاہد اس کے وصیت نامہ ہونے کی شہادت دے سکتے ہیں۔ ان کی شہادت سے وصیت ثابت ہو جائے گی ، خواہ یہ وصیت نامہ خود موصی کے پاس سے برآمد ہو یا کسی دوسرے شخص کے پاس سے۔ ۳۵

شافعیہ :

شافعیہ کے نزدیک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے وصیت ثابت ہو جائے گی۔ لیکن اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ اس کو وصی بنایا گیا ہے تو اس کا یہ دعویٰ صرف دو مردوں کی شہادت سے ثابت ہو سکے گا۔ مرد کے ساتھ عورتوں کی شہادت اس کے ثبوت میں کافی نہ ہوگی۔^{۱۶} یہ قاعدہ شافعی اصول شہادت کے تحت ہے۔ حنفی اصول شہادت اس سے مختلف ہے۔

وصیت نامہ کی تحریر کے ذریعہ وصیت کے ثبوت میں کوئی صریح قول امام شافعی یا دیگر فقہاء شافعیہ کا زیر مطالعہ کتب میں نظر سے نہیں گذرا۔ البتہ امام شافعی کا وہ وصیت نامہ جو کتاب الام کی جلد ۳ صفحہ ۱۲۲ پر منقول ہے اس امر کی دلیل ہے کہ وصیت نامہ کی تحریر بھی ثبوت کا ایک ذریعہ ہے۔ وصیت نامہ کے آخر میں قیام شہادت کا جملہ بھی مذکور ہے۔

(۳۵) جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل (فقہ مائک)، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۵

المدونة الكبرى امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۱۳

(۳۶) وبیت المال وما یقصد به کالیع والاجارة والہبۃ والوصیۃ والرهن والضمان بشاءد وامراتین... الخ ومالیس بمال ولا المقصود منه المال و یطلع علیہ الرجال کلکح والرجمة والطلاق والعناق والوکالۃ والوصیۃ الیہ و قتل العمد والحدود سوی حد الزنا لایثبت الا بشاہدین ذکرین الخ (المسئب فقہ شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۳)

حنبلیہ :

جس شخص کے اپنے خط میں لکھا ہوا وصیت نامہ موجود پایا جائے اور اس کے ورثاء اس وصیت نامہ کے اقراری ہوں یا شہادت سے یہ ثابت ہوجائے کہ یہ اس کے اپنے خط میں لکھا گیا ہے ، اور اس سے رجوع کرنا ثابت نہ ہوا ہو تو یہ وصیت کی صحت کا سبب ہوگا۔ المحرر میں لکھا ہے کہ ایک روایت میں خطی وصیت باوجود شہادت قائم کردینے کے صحیح نہ ہوگی۔ یہ امام احمد سے دوسری روایت ہے۔ ۴۷ لیکن یہ قول درست نہیں معلوم ہونا کیونکہ المقنع میں اسکو لفظ ”احتمال“ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ۴۷ الف

البتہ اگر وصیت نامہ تحریر شدہ مع اندراج شہادت موجود پایا گیا اور موصی کے خط میں لکھا ہونا معلوم نہ ہو سکا ، تو حکم برعکس ہوگا ، ہاں اگر خارجی دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ یہ موصی کے خط میں تحریر شدہ ہے تو اس پر عمل کیا جائے گا ، اور اس کو یہ تصور نہ کیا جائے گا کہ شہادت کے اندراج کی بناء پر وصیت قابل قبول ہوئی ہے۔ ۴۸ (بلکہ صحت خط اس کا ذریعہ ہوگی)

شیعی نقطہ نظر :

وصیت کے ثبوت میں دو عادل مسلمانوں کی شہادت کافی ہوگی ، لیکن بوقت ضرورت مسلمان شاہدوں کے نہ ملنے کی صورت میں شیعی فقہاء کے نزدیک خاص طور سے دار اسلام کے غیر مسلم شہری کی شہادت بھی جائز ہوگی۔ ۴۹

مال کی وصیت میں ایک شخص کی شہادت مع حلف مدعی کے مقبول ہوگی ، یا ایک مرد اور دو عورتوں کی۔ محض عورتوں کی شہادت اس مقدمہ میں مقبول نہ ہوگی۔ اور شاہدوں کی شہادت پر شہادت (یعنی اصل شاہدوں کی شہادت کی قائم مقام شہادت) مع حلف مدعی کے مقبول ہوگی یا نہیں ؟ اس کے متعلق دو روایتیں منقول

(۴۷) الافناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۴۷

المحرر فی الفقہ مجد الدین ابوالبرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۶

(۴۸) الف - المقنع، ابن قدامہ المقدسی، مطبع سلفیہ، ج ۲، ص ۳۵۶

(۴۸) الافناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۴۷

(۴۹) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، ص ۲۶۲ :

”و ثبت الوصیۃ بشاہدین مسلمین عدلین و مع الضرورة و عند عدم المسلمین یقبل شہادۃ اهل الذمۃ خاصۃ“ -

ہیں۔ صحیح قول یہ ہے کہ مشہور نہ ہوگی۔^{۵۰}

وصی کی شہادت ایسے معاملے میں جس میں وہ خود وصی مقرر ہے قابل قبول نہ ہوگی، کیونکہ وہ شہادت خود اس کے اپنے حق میں نافع ہو کر ولایت کے حصول کا ذریعہ بنتی ہے۔^{۵۱}

عراقی قانون :

عراق کے قانون میں وصیت نامہ کے تحریری ہونے پر خاص اہمیت دی گئی ہے چنانچہ دفعات ۶۵ اور ۶۶ میں مذکور ہے کہ :

دفعہ ۶۵ - وصیت کسی تحریری وصیت نامہ کے بغیر جو موصی کے قلم کا نہ ہو یا اس پر اس کی سہر ثبت نہ ہو یا نشان انگشت ثبت نہ ہو، قابل اعتبار نہ ہوگی، پس اگر موصی بہ زمین یا متعلقات سے تعلق رکھتے ہوں، جن کی مالیت پانچ سو دینار سرخ سے زائد ہو تو اس صورت میں وصیتی دستاویز کو ایک عادل ماہر کتابت سے تحریر کرانا لازم ہوگا،

(۲) اگر تحریری دستاویز کے ثبوت سے کوئی مانع موجود ہوگا تو شہادت کے ذریعہ ثابت کرنا جائز ہوگا۔

دفعہ ۶۶ - جو وصیت نامہ رجسٹری شدہ ہوگا یا کسی وصیتی ادارے کا مصدقہ ہوگا وہ قابل نفاذ ہوگا، الا یہ کہ علاقہ کے لوگ اس پر کوئی اعتراض رکھتے ہوں۔^{۵۲}

تونس کا قانون :

تونس کے مجلہ الاحوال الشخصیہ کے تحت وصیت کے قانون کے ضمن میں اس امر کی صراحت کر دی گئی ہے کہ وصیت کا ثبوت اور رجوع دونوں مصدقہ دستاویز کے ذریعہ ہوسکے گا، جیسا کہ حسب ذیل دفعات سے واضح ہوگا :-

(۵۰) شرائع الاسلام، الحللی، مطبوعہ بیروت، ص ۲۶۲ :

”و یقبل فی الوصیۃ بالاعمال شہادۃ واحد مع الیمن او شہادۃ و امر اس الخ“

(۵۱) شرائع الاسلام، الحللی، مطبوعہ بیروت، ص ۲۶۲ :

”ولا یقبل شہادۃ الوصی فیما ہو وصی قید ولا ینجزیہ نفعاً او سفید منہ ولایۃ۔“

(۵۲) قانون الوصیۃ مصر، مجلد ۱، ص ۱۶۶، ع دفعات ۶۶-۶۵

”دفعہ ۱۷۶ - وصیت کا ثبوت مصدقہ دستاویز اور موصی کے تحریر کردہ وصیت نامہ سے، جو تاریخ زدہ وغیر منسوخ طور پر قائم شدہ ہو، ہوسکے گا۔“

دفعہ ۱۷۷ - موصی کا وصیت سے رجوع کر لینا جائز ہوگا لیکن دفعہ ۱۷۶ کا انطباق لازمی ہوگا۔“

پاکستانی عدالتوں کے فیصلے :

مقدمہ کارندر ناتھ بنام سریش چندر مندرجہ پی ایل ڈی ۱۹۶۱ع ڈھاکہ ۳۶۰، ڈھاکہ ہائی کورٹ نے قرار دیا کہ ”عدالت کو مطمئن کرنے کے لئے اس امر کا بار ثبوت، کہ کوئی وصیت موصی کی آخری وصیت ہے، اس فریق کے ذمہ ہے جو چاہتا ہے کہ وصیت تسلیم کی جائے۔ اصل واقعہ کی حقیقت کو جاننے کے لئے کوئی لگا بندھا قاعدہ نہیں ہے کہ کس قسم کی اور کس طور کی شہادت ہونی چاہئے جس سے کہ عدالت مطمئن ہو۔ شک و شبہ کا درجہ اور بار ثبوت کا وزن اس شخص کے ذمہ عائد کیا گیا ہے جو چاہتا ہے کہ وہ وصیت تسلیم کی جائے اور وہ مقدمہ کے حالات و واقعات پر منحصر ہوتا ہے۔“

ایک اور مقدمہ پریا بالا مَسودار بنام تلنی سوہن مَسودار مندرجہ پی ایل ڈی، ۱۹۵۷ع، ڈھاکہ ۵۱۳ میں ڈھاکہ ہائی کورٹ نے قرار دیا کہ ”یہ ایک مسلمہ قاعدہ ہے جو لوگ کسی وصیت کے تحت فائدہ اٹھاتے ہیں اور جو اس وصیت (نامہ) کے تیار کرنے یا حاصل کرنے میں شریک رہے ہیں ان پر اس امر کا بار عائد ہو جاتا ہے، کہ وہ اس معاملت کی صحت کو ظاہر کریں۔ اس قاعدہ کا اطلاق ان تمام مقدمات پر ہوتا ہے جن میں ایسے حالات پائے جائیں، جو عدالت کے لئے شک و شبہ پیدا کرنے کا سبب ہوں۔ ایسی صورت میں، خواہ حالات کی نوعیت کچھ بھی ہو، یہ ذمہ ان لوگوں کا ہے جو وصیت کو منظوری کے لئے پیش کرتے ہیں کہ اس امر کو اثباتی طور پر ثابت کریں کہ موصی دستاویز کے مندرجات کو جانتا تھا اور اس نے انہیں منظور کیا تھا۔ اس کے بعد ہی یہ ذمہ ان لوگوں کا ہو جاتا ہے جو اس وصیت کی مخالفت کرتے ہیں کہ فریب یا ناجائز

دباؤ یا جس چیز پر کچھ بھی وہ وصیت کے ذریعہ کیے جانے کے لئے باور کرتے ہیں، عدالت میں ثابت کریں۔“

اسی مسئلہ پر سپریم کورٹ پاکستان نے بھی بمقدمہ رشیدہ بی بی بنام چراغ بی بی مندرجہ پی ایل ڈی ۱۹۵۸ ع ص ۲۰۹ قرار دیا کہ ”وصیت کا اس طرح ثابت کرنا کہ وہ بحالت صحت و بقائمی ہوش و حواس قلم بند کی گئی ہے اس فریق کا ذمہ ہے جو وصیت کو منظوری کے لئے پیش کرتا ہے لیکن یہ ذمہ اس فریق کا ہے کہ وہ ثابت کرے جو یہ الزام لگاتا ہے کہ وصیت ناجائز دباؤ سے حاصل کی گئی ہے۔“

باضابطہ تحریر شدہ ہونا ضروری نہیں:

ایک خط کو جو متوفی نے اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے لکھا جس میں اپنی جائداد کے انتقال سے متعلق ہدایات درج تھیں، ایک جائز وصیت نامہ قرار دیا گیا۔ (۵۰۳ الف)

کسی تحریر شدہ وصیت کے لئے دستخط شدہ ہونا ضروری نہیں۔ (۵۰۳ ب) اور نہ تصدیق کی ضرورت ہے۔ (۵۰۳ ج)

زبانی وصیت:

زبانی وصیت کا بار ثبوت ہمیشہ بہت زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ اس کو انتہا درجہ ٹھیک ٹھیک وقت اور جگہ کی صراحت کے ساتھ بلا کم و کلت بیان کرنا چاہئے۔ (۵۰۳ د)

عدالت ایسی وصیت کو صرف اس صورت میں نافذ کرے گی جب کہ حالات اور گواہوں کے بیانات سے یہ بات بالکل واضح ہو کہ کہنے والے (موصی) نے کیا کہا تھا، اور عدالت حالات اور شہادتوں سے یہ مستنبط کرنے کے قابل ہو کہ متوفی کے اس قول سے وصیتی اثر مرتب ہونے کا ارادہ کیا گیا تھا، نیز یہ کہ عدالت ہدایات کی عبارت سے بھی پوری طرح مطمئن ہو۔ (۵۰۳ ہ)

(۵۳ الف) ۲۱ الہ آباد ۱۹۱، لے آئی آر ۱۹۳۰ ع، مدراس ۱۵۳، ۱۸۷، انڈین کیسز ۳۱۳

(۵۳ ب) ۲۸ الہ آباد ۷۱۵

(۵۳ ج) ۷ بجٹی لا رپورٹ ۵۵۸، ۳۳ بجٹی، ۳۹، ۶۳۱، انڈین کیسز ۶۶۷، لے آئی آر ۱۹۵۲

مدھیہ بھارت ۵۶

(۵۳ د) لے آئی آر ۱۹۳۱، بریوی کونسل ۲۸۱-۶۸، انڈین کیسز ۲۵۳-۳۳، الہ آباد ۳۰۱

(۵۳ ہ) لے آئی آر ۱۹۳۷، بریوی کونسل ۱۷۳-۱۶۸، انڈین کیسز ۳۱۸-۳۱، کلکتہ ویکی

نونس ۹۳۳، لے آئی آر ۱۹۳۹، الہ آباد ۳۳۸

تجویز :

موجودہ معاشرتی تقاضوں کے پیش نظر مناسب ہوگا کہ پاکستان میں غیر منقولہ جائداد کی وصیت کو بذریعہ قانون لازمی رجسٹری کی دستاویزات میں شامل کر لیا جائے الا یہ کہ ایسی شہادت پیش کی جائے کہ موصی کو دستاویز کی تحریر یا رجسٹری کی سہلت نہ ملی یا اس کے لئے ایسا کرنا کسی معقول سبب کی بناء پر ممکن نہ تھا۔

۲۰۵۔ وصیت خواہ مطلق ہو یا مقید یا معلق بالشرط ہو، جائز ہوگی۔

وصیت مطلق و مقید یا
معلق بالشرط

تشریح

وصیت مطلق سے مراد ایسی وصیت ہے جو باعتبار وقت یا موصی بہ مطلق ہو۔ کسی قسم کی کوئی قید اس کے ساتھ نہ لگائی گئی ہو۔ چنانچہ وصیت وقت سے مطلقہ (آزاد) بھی کی جاسکتی ہے اور کسی معین وقت کے ساتھ مقید بھی کی جاسکتی ہے۔ جس کو وصیت موقتہ کہا جاتا ہے۔

بالعموم یہ دونوں صورتیں منافع کی وصیت میں ہوتی ہیں کیونکہ منافع کی وصیت عاریت کے معنی میں ہوتی ہے اور عاریت موقتہ اور مطلقہ دونوں طرح ہوسکتی ہے، اس لئے منافع کی وصیت بھی موقتہ اور مطلقہ دونوں طرح جائز قرار دی گئی ہے۔ اس میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔ تفصیل آگے آ رہی ہے۔

اگر موصی بہ منافع ہیں اور وصیت مطلقہ ہے تو موصیٰ لہ تاحیات خود انتفاع حاصل کرے گا اور موصیٰ لہ کی موت کے بعد شئی منتفع بہ موصیٰ کے ورثاء کی مملوکہ قرار پا جائے گی۔ اور اگر وصیت مقیدہ موقتہ ہے تو وقت معینہ تک انتفاع کے بعد موصیٰ کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گی، بخلاف اس صورت کے جب کہ درخت کے پھلوں یا مکان کے کرائے کی آمدنی کی وصیت کی گئی ہو۔ اس صورت میں اگر موصیٰ لہ کی زندگی میں درخت میں پھل بھل آچکے ہوں یا مکان کا کرایہ واجب الادا ہو چکا ہو اور اس دوران موصیٰ لہ کا انتقال ہو جائے تو یہ پھل اور مکان کی آمدنی موصیٰ لہ کے ورثاء کا حق ہوگا۔ کیونکہ ان کا وجود موصیٰ لہ کی

حیات میں ہو چکا تھا اور موصیٰ لہ مالک ہو چکا تھا۔ اب موصیٰ لہ نے اپنی سلوکہ کو اپنے ورثہ کے لئے ترکے میں چھوڑا ہے، اور یہ ان لوگوں کا حق ہے۔ **

وصیت کو کسی شرط پر معلق بھی کیا جاسکتا ہے لیکن اس صورت میں شرط کا صحیح ہونا ضروری ہے ورنہ شرط باطل ہو کر وصیت قابل نفاذ ہوگی۔ ۰۰ الف

مالکیہ مکتب فکر :

امام مالک کے نزدیک بھی وصیت کو کسی شرط پر معلق کر دینا صحیح ہے مثلاً ایک شخص نے یہ وصیت کی کہ اس شخص کے فوت ہونے کے بعد اگر اس کی زوجہ دوسرا عقد نہ کرے تو اس قدر مال اس کو دیا جائے، اب اگر زوجہ عقد (ثانی) کر لے گی تو یہ وصیت باطل ہو جائے گی، بصورت دیگر صحیح ہوگی۔ اسی طرح اگر موصیٰ کسی وفات کے بعد موصیٰ لہ نے شرط کا ایفاء کیا اور اس بنہ پر وصیت جاری کر دی گئی لیکن وصیت کا مال حاصل کرنے کے بعد موصیٰ کی شرط کے خلاف عمل کیا تو مال موصیٰ بہ موصیٰ لہ سے واپس لے لیا جائے گا۔ **

شافعی نقطہ نظر :

وصیت کو اپنی حیات میں کسی شرط پر معلق کر دینا صحیح ہوگا، اس لئے کہ جب مجہول شئی کی وصیت صحیح ہو سکتی ہے، تو کسی شرط پر معلق کر دینا بطریق اولیٰ صحیح ہوگا جیسا کہ طلاق میں ہوا کرتا ہے۔ اور اگر موت کے بعد کسی شرط پر معلق کیا تو یہ بھی صحیح ہوگا کیونکہ موت کے بعد کی حالت وصیت کے حق میں، زندگی کی حالت کی مثل ہے، لہذا جب حیات کی شرط پر معلق کرنا جائز ہوا تو موت کے بعد کی شرط پر بھی جائز ہوگا۔ ۰۰

حنبلی نقطہ نظر :

حنبلی فقہاء کے نزدیک بھی وصیت مطلق اور مقید دونوں جائز ہیں۔ وصیت مطلق یہ ہے کہ بغیر کسی قید کے وصیت کی گئی ہو، اور مقید یہ ہے کہ کسی

(۵۵) بدائع الصنائع، امام کلسانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۵۲

(۵۵) الف) بدائع الصنائع، امام کلسانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۵۲

(۵۶) مدونة الكبرى (فقہ مالکی)، امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۲۴ (ماخوذ)

(۵۷) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۱۲ (ماخوذ)

المہذب، الفروزی آبادی مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۵۹

اگر میں اپنے اس مرض میں مرجاؤں یا اس سفر میں مرجاؤں تو میرے مال کی ایک تہائی مساکین کو دی جائے۔ مفید کی صورت میں، شرط (قید) فوت ہونے سے وصیت باطل ہو جائے گی، یعنی اگر یہ شخص اس مرض سے اچھا ہو گیا یا سفر سے مع الخیر واپس آ گیا، اس کے بعد فوت ہوا تو وصیت سابقہ باطل ہوگی اور قابل نفاذ نہ ہوگی۔ البتہ اگر اسی مرض یا سفر میں فوت ہوا تو وصیت پوری کی جائے گی۔^{۵۸}

وصیت کو شرط پر معلق کرنا جائز ہے۔ شرط کے وجود پر وصیت نافذ ہوگی اور عدم وجود سے باطل ہوگی۔^{۵۹}

تونس کا قانون :

تونس کے قانون الوصیہ کے تحت مذکور ہے کہ :

دفعہ ۱۷۲ - جب کسی غیر صحیح شرط پر وصیت کو معلق کر دیا گیا ہو تو ایسی صورت میں شرط باطل ہوگی اور وصیت جائز متصور ہوگی۔ ۱۰۹ الف

۲۰۶ - وصیت کرنا شرعاً مستحب ہے۔

حکم وصیت
(واجب یا مستحب)

یہ مسئلہ کہ وصیت کرنا امر استحبابی ہے یا وجوبی، موجودہ دور میں خاص اہمیت اختیار کر گیا ہے، کیونکہ مصر میں، خصوصیت کے ساتھ، وصیت کو دو قسموں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ ایک وصیت واجبہ اور دوسری وصیت اختیاریہ۔ وصیت واجبہ کے بارے میں قانون یہ فرض کرتا ہے کہ وصیت کردی گئی ہے گو حقیقتاً وصیت نہ کی گئی ہو۔

بنا بریں اس مسئلہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلا حصہ ثبوت وصیت سے متعلق ہے اور دوسرا حکم وصیت سے۔ آخر میں مصر کے رائج الوقت قانون ”وصیت الواجبہ“ پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

ثبوت وصیت :

وصیت کا ثبوت قرآن پاک و سنت رسول دونوں میں موجود ہے۔ چنانچہ اس

سلسلہ میں قرآن پاک میں جو آیات ملتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

(۵۸) المحرر فی الفقہ، ابوالبرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۶
(۵۹) الاتحاف، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۵ و ۵۷
(۶۰) قانون الاموال الشخصیہ، تونس، دفعہ ۱۷۲

- ۱- فلین الثمن سمارکتکم من بعد وصیہ- توصون بہا او دین (نساء ۱۲۴)
- پس ان بیویوں کے لئے تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ہے، تمہاری وصیت کے نفاذ کے بعد جو تم نے کی ہو یا ادائے قرض کے بعد -
- ۲- فلائمہ السدس من بعد وصیہ- یوصی بہا او دین (نساء ۱۱۱)
- پس میت کی ماں کا چھٹا حصہ ہے، اس وصیت کے نفاذ کے بعد جو اس نے کی ہو یا دین کی ادائیگی کے بعد -
- ۳- فلکم الربع سمارکن من بعد وصیہ- یوصین بہا او دین (نساء ۱۲۴)
- پس تمہارے لئے چوتھا حصہ ہے اس سال سے جو تمہاری بیویوں نے چھوڑا ہو، اس وصیت کے نفاذ کے بعد جو انہوں نے کی ہو یا دین کی ادائیگی کے بعد
- ۴- فہم شرکاء فی الثلث من بعد وصیہ- یوصی بہا او دین غیر مضار، وصیہ- من اللہ (نساء ۲۴)
- پس وہ ایک تہائی میں شریک ہوں گے اس وصیت کے نفاذ کے بعد جو میت نے کی ہو یا ادائیگی کے بعد بشرطیکہ وصیت سے نقصان نہ پہنچایا گیا ہو۔ یہ اللہ کا حکم ہے۔
- ۵- فمن خاف من موص جنفاً او ائماً فاصلح بینہم فلا اثم علیہ (بقرہ ۱۸۲، ۱۸۳)
- پس جو شخص موصی کی وصیت سے زیادتی یا گناہ کا خوف رکھتا ہو اور وہ (وصیت میں) ان کے درمیان اصلاح کر دے، اس شخص پر کوئی گناہ نہیں۔
- ۶- کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت ان ترک خیران الوصیہ- للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین (بقرہ ۲ م ۱۸۰)
- جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت قریب ہو اور مال چھوڑا ہو تو تم پر وصیت کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ والدین اور اقریبہ کے لئے معروف طریقہ پر، یہ متقی لوگوں پر حق ہے۔
- ۷- یا ایہا الذین استواشہادۃ بینکم اذا حضر احدکم الموت حین الوصیہ- اثنان ذوا عدل منکم (سائدہ ۱۰۶ م ۵)
- موتوں جب تم میں سے کسی کی موت آسجود ہو تو شہادت (کا نصاب) یہ ہے کہ وصیت کے وقت تم اپنوں میں سے دو مرد عادل (گواہ) بناؤ۔

وصیت کا ثبوت احادیث نبوی و آثار صحابہ سے بھی ملتا ہے۔ چنانچہ ثبوت وصیت کے سلسلے میں صحیح بخاری، سنن ابوداؤد و ابن ماجہ میں حسب ذیل احادیث بیان کی گئی ہیں :

احادیث نبوی :

۱- عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلعم قال لما حق امرأ مسلم له شئ، یوصی فیہ بیئت لیلتین الا وصیتہ مکتوبہ عنہ۔ (۶۰)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کسی ایسے مسلم کو جس کے پاس کچھ وصیت کرنے کی چیز ہو یہ حق نہیں کہ بغیر وصیت کئے دو راتیں بھی گزار دے الا یہ کہ اس کے پاس وصیت لکھی ہوئی موجود ہو۔

۲- عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ قال جاء النبی (صلعم) یعودنی وانا بکعبۃ وھو یکرہ ان یموت بالارض التی ہاجر منها قال یرحم اللہ ابن عفران ، قلت یا رسول اللہ اوصی بامالی کلہ قال لا ، قلت فالشطر قال لا ، قلت فالثلث ، قال الثلث والثلث کثیر انک ان تدع ورثک اغنیاہ خیر من ان تدعہم عالہ یتکفون الناس فی ایدیہم - ۶۱

حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کو تشریف لائے اور اس وقت میں مکہ میں تھا اور اس بات کو ناپسند کرتا تھا کہ ایسی سر زمین میں مروں جہاں سے ہجرت کی ہو۔ رسول اللہ نے فرمایا ابن عفران پر اللہ رحم فرمائے۔ میں نے رسول اللہ سے عرض کیا یا رسول اللہ میں مالدار ہوں اور میری وارث صرف میری ایک لڑکی ہے۔ اجازت دیجئے کہ میں اپنے کل مال کی وصیت کروں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ عرض کیا دو تہائی مال کی وصیت کروں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ حضرت سعد نے کہا ”ایک تہائی کے اجازت دیجئے۔ فرمایا خیر تہائی کی وصیت کردو اگرچہ یہ بھی بہت ہے۔

(۶۰) صحیح البخاری، مطبوعہ اصح المطابع، کراچی، جلد اول، ص ۸۴ - ۸۳

سنن ابوداؤد، مطبوعہ اصح المطابع، کراچی، جلد ۲، ص ۳۹۵

(۶۱) صحیح البخاری، مطبوعہ اصح المطابع، کراچی، جلد اول، ص ۸۴ - ۸۳

سنن ابوداؤد، مطبوعہ اصح المطابع، کراچی، ج ۲، ص ۳۹۵

تم اپنے پیچھے اپنے وارثوں کو مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم انہیں فقیر و تنگدست چھوڑ جاؤ اور دوسروں کے ہاتھ انکی کفالت کریں -

۳۔ عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ (صلعم) من مات علی وصیہ مات علی سبیل و سنہ و من مات علی تقی و شہادۃ مات مغفوراً
لہ - ۱۲

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وصیت کر کے مرا وہ صراطِ مستقیم اور سنت اختیار کئے ہوئے مرا ، اور جو پریہیزگاری و شہادت پر مرا وہ مغفرت پا گیا -

۴۔ عن معاویہ بن قرۃ عن ایہہ قال قال رسول اللہ (صلعم) من حضرته الوفاۃ فإوصی وکانت وصیئہ علی کتاب اللہ کانت کفارة لِمَ تَرَکَ من زکاتہ فی حیوئہ - ۱۳

معاویہ بن قرۃ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا وقت مرگ قریب آ پہنچا اور اس نے وصیت کی اور اس کی وصیت کتاب اللہ کے بموجب ہوئی تو وہ وصیت اس کے لئے اسکی زندگی میں عدم ادائیگی زکوٰۃ کا کفارہ ہو جائے گی جو اس سے اپنی زندگی میں ادا کرنے سے رہ گئی تھی -

۵۔ عن عطیہ عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلعم ان اللہ تصدق علیکم عند وفاتکم بثلث اسوالکم زیادۃ لکم فی اعمالکم - ۱۴

حضرت ابی ہریرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق اللہ تعالیٰ نے صدقہ (احسان) کیا تم پر ، تمہاری وفات کے وقت ، تمہارے ایک تہائی مال کے ذریعہ ، تاکہ تمہارے نیک اعمال میں زیادتی ہو جائے -

۶۔ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ (صلعم) یا ابن

(۶۲) سنن ابن ماجہ ، مطبوعہ اصح المطابع کراچی ، ص ۱۹۳

(۶۳) سنن ابن ماجہ ، محولہ بالا ، ص ۱۹۳

(۶۴) سنن ابن ماجہ ، محولہ بالا ، ص ۱۹۳

آدم اثنتان لم تكن لك واحدة منهما جعلت لك نصيباً من مالک حين
اخذت بکظک لاطهرک به وازکیک وصلوة عبادى علیک بعد اقتضاء
اجلک ۱۰

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن آدم! دو چیزیں ہیں کہ ان میں سے ایک
بھی تیرے لئے نہ تھی۔ میں نے تیرے لئے ایک حصہ مقرر کر دیا
تیرے مال ہی سے، جس وقت کہ مرنے لگے تاکہ میں تجھے اس مال
کے ذریعہ پاک کروں اور میرے بندے تیری وفات کے بعد تیرے لئے
(رحمت کی) دعا کریں

اگرچہ ابن ماجہ کی اس روایت میں الفاظ ”یا ابن آدم“ کی نسبت
اللہ تعالیٰ کی طرف موجود نہیں لیکن مضمون کے اعتبار سے یہ حدیث حدیث قدسی
ہے اور اسی طرح سابقہ حدیث بھی۔

قیاس کا اقتضاء :

قیاس چاہتا ہے کہ وصیت جائز نہ ہو، کیونکہ وصیت کے ذریعہ موصی کا
موصی لہ کو موصی بہ کا مالک اس وقت بنانا ہے جب کہ خود اس کی ملکیت
ختم ہوچکی ہے۔ اس لئے ایسی حالت میں وہ موصی لہ کو موصی بہ کا کیوں کر
مالک کرسکتا ہے؟ بالفاظ دیگر موت ملکیت کو زائل کرنے والی ہے اور تصرف کی
نسبت اس وقت کی طرف ہے، جب کہ ملکیت زائل ہوچکی ہے لہذا ملکیت کے زائل
ہونے کے بعد بطور تملیک تصرف کا تصور محال ہے۔ بناء برین وصیت صحیح نہ
ہونا چاہئے، لیکن اس کا جواب فقہاء نے یہ دیا ہے کہ وہ شخص حقیقی موت کے
باوجود اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے حکماً زندہ تصور کیا جائے گا، مثلاً تجہیز
و تکفین، ذمہ میت قرضوں کی ادائیگی، میت کے دوسروں کے ذمہ قرضوں کی وصولی
وغیرہ۔ اسی قبیل میں وصیت کا اجراء بھی شامل ہے۔ خود قرآن حکیم نے وراثت
کے اجراء سے قبل وصیت و ادائے دین کا حکم دیا ہے، جو اس سلسلہ میں ثبوت
وصیت پر صریح نص ہے۔

فقہاء نے کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں وصیت کے جواز کا جو حکم دیا ہے، اس کی عقلی دلیل یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی میں مغرور اور لاپرواہ ہوتا ہے اور اپنی دولت کے ذریعہ نیکی کے حصول میں غفلت و کوتاہی برتا ہے۔ مگر اس پر جب آثار موت ظاہر ہوتے ہیں تو اس کی ساری زندگی ایک آئینہ کی مانند اس کی نگاہوں کے سامنے آجاتی ہے اس وقت اس کو اپنی غلط کاریوں اور محرومیوں پر رونا آتا ہے۔ شریعت اس کو نیکی کرنے اور عذابِ آخرت سے بچانے کے لئے ایک آخری موقع عطا کرتی ہے کہ مال کے ذریعہ نیکی کا حصول کرسکے، اس نے زندگی میں جن حقوق کی ادائیگی سے لاپرواہی برتی ہے وہ حقوق ادا کر دے۔ اس کی طرف بعض احادیث نبوی میں بھی اشارہ کیا گیا ہے جو اوپر گذر چکیں۔

حکم وصیت :

ائمہ اربعہ مندرجہ بالا احادیث و صایا کو حسن سلوک پر محمول کرتے ہوئے وصیت کو ایک امر مستحب قرار دیتے ہیں۔^{۱۱}

وصیت میں افضل کیا ہے ؟

اگر کسی موصی کے ورثہ غربت کی حالت میں ہوں تو مستحب یہ ہوگا کہ ایک تہائی سے کم مقدار کی وصیت کی جائے، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”الثلث کثیر انک ان تترک ورتنک اغنیاه خیر من ان تترکهم عا۔ یتکفون الناس“، یعنی ایک تہائی بھی بہت ہے، اس لئے یہ بہتر ہے کہ تم اپنے ورثہ کو مالدار چھوڑ جاؤ، بہ نسبت اس کے کہ تم ان کو تنگدست چھوڑو، اور لوگ ان کی کفالت کریں اسی لئے آنحضرت نے ایک تہائی کو کثیر مقدار تصور فرمایا ہے، اور ورثہ کو فقر میں مبتلا چھوڑ دینا مکروہ خیال فرمایا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ افضل یہ ہے کہ وصیت

(۶۶) بدائع الصنائع، امام کسائی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۰

المبوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۲۴، ص ۱۳۲

المدونہ، الکبری، امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۳۳ (ماخوذ)

کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۸۹ :

الافتاح، شرف الدین القدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۳۸ :

”والوصیۃ بیعض المال لیست واجبۃ بل مستحبۃ لمن ترک خیراً و هو المال الکثیر“

ایک تہائی سے بھی کم مال کے لئے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ ”مجھے یہ زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ ایک تہائی حصہ کے مقابلے میں پانچویں حصہ کی وصیت کروں۔“ لیکن اگر وراثہ مستغنی ہوں تو ایک تہائی مال کی وصیت بہتر ہوگی، اس لئے کہ جب آنحضرت نے وراثہ کی غربت کی حالت میں پوری ایک تہائی کی وصیت کو مکروہ خیال فرمایا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ جب وراثہ مستغنی ہوں تو ایک تہائی مال کی وصیت وصی کے حق میں بہتر ہوگی۔ اور افضل یہ ہوگا کہ اسور خیر کی وصیت اپنی بحت ہی میں کر دے، اس میں تاخیر نہ کرے، کیونکہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا، کون سا صدقہ افضل ہے؟ آپ نے فرمایا جب تم اپنی بحت اور تندرستی کی حالت میں ہو اور فقر سے تم کو خوف ہو اور مالدار ہونے کی خواہش رکھتے ہو، ایسے وقت میں صدقہ کرو، اور اس وقت کے لئے معاملہ نہ چھوڑو کہ روح تمہارے حلق میں آجائے اور اس وقت کہو کہ اتنا فلاں کو اور اتنا فلاں کو۔“ ۶۷

غیر وارث رشتہ دار کے لئے وصیت کرنا مستحب ہے، اگر تمام رشتہ دار غنی ہوں تو پھر مساکین اور علماء دین (وغیرہ) جیسے افراد کے لئے وصیت کرنی چاہئے۔ ۶۸

ظاہریہ مسلک :

ائمہ اربعہ کے نزدیک وصیت واجب نہیں بلکہ مستحب ہے۔ مذاہب اربعہ کے اس اجماعی نقطہ نظر کے برخلاف ظاہریہ مسلک وصیت کے وجوب کا قائل ہے چنانچہ امام ابن حزم اپنی مشہور تصنیف المحلی میں لکھتے ہیں : ”جو شخص مال چھوڑے اس پر وصیت کرنا فرض ہے، اس کی دلیل حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کسی ایسے مسلم کو جس کے پاس وصیت کے لئے کچھ ہو، یہ حق نہیں کہ بغیر وصیت کے دو شب بھی گزارے، الا یہ کہ اس کے پاس اس کی وصیت لکھی ہونا

(۶۷) کتاب الامام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۱۰۱
المہذب (فقہ شافعی) الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۵۷-۵۶
(۶۸) الاتعاف، شرف الدین العنقی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۳۸ اور ۵۹

ضروری ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب سے میں نے یہ آنحضرت صلعم سے سنا ہے، میری ایک رات بھی ایسی نہیں گذری جس میں میرے پاس میری وصیت موجود نہ ہو۔“

مذکورہ بالا حدیث ابن حزم نے عبداللہ ابن مبارک رح کی سند سے بھی روایت کی ہے نیز حسن بن عبیداللہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضرت طلحہ اور حضرت زبیر بھی وصیت کے حق میں بہت سختی فرمایا کرتے تھے، عبداللہ بن ابی اوفی اور طلحہ بن مطرف و طاؤس و شعبی وغیرہم کا بھی یہی قول ہے (کہ وصیت فرض ہے)۔ ابن حزم لکھتے ہیں کہ ابو سلیمان اور ہمارے تمام اصحاب کا بھی یہی قول ہے۔“

ابن حزم اگے چل کر لکھتے ہیں کہ ”ایک گروہ نے کہا ہے کہ وصیت فرض نہیں ہے، ان لوگوں نے بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی دوسری سند سے مروی حدیث سے استدلال کیا ہے، چنانچہ بروایت عبیداللہ بن عمر، نافع نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے جو سن روایت کیا ہے اس میں اس عبارت کا اضافہ ہے کہ ”اگر اس کے پاس کچھ مال ہے اور وہ اس میں وصیت کرنا چاہتا ہے۔“ یہ گروہ کہتا ہے کہ اس حدیث میں آنحضرت نے وصیت کو وصیت کرنے والے کے ارادہ پر موقوف رکھا ہے، (جو وصیت واجب نہ ہونے کی دلیل ہے، اور مرضی پر موقوف ہونے کی حجت ہے)۔ یہ اصحاب یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے وصیت نہیں فرمائی، اور نیز حضرت ابن عمر جن سے مذکورہ بالا حدیث (وصیت کی) مروی ہے، انہوں نے خود کوئی وصیت نہ کی، اور حاطب بن ابی بلتعہ نے حضرت عمر کے رویرو وصیت نہ کی۔“

(۶۹) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۸۱:

”عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما حق امرئ مسلم له شيء يوصي فيه يبيت ليلتين الا و وصيته مكتوبة“ قال ابن عمر رضي الله عنه ما مرت على ابيد منذ سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ذلك الا و عندى وصيتي“

اس حدیث میں وصیت کا لفظ مطلق استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد دیکھیے کہ ایک مسلمان اپنی موت کے بعد کے امور کے بارے میں وصیت کر جائے۔ تاکہ اس کے ذمہ لوگوں کے جو واجبات دیوں یا امتانیں ہوں ان کی ادائیگی کا معقول بندوبست کیا جاسکے اور حقدار کو اس کا حق ملنے میں تاخیر نہ ہو۔ حدیث کے اسی معنی کو امام شافعی نے بھی اختیار کیا ہے (تحفة الاحوذی شرح جامع الترمذی، مطبوعہ بیروت ج ۳، ص ۱۸۸)۔ کتاب الام، ج ۳، ص ۸۹، برامام شافعی رح نے اسی حدیث کو اپنے اس نقطہ نظر کی تائید میں پیش کیا ہے کہ وصیت مستحب ہے واجب نہیں۔ (مؤلف)

(۶۸) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۸۱۔

حضرت (ابراہیم) نخعی سے مروی ہے کہ وصیت فرض نہیں ہے، یہی امام مالک، شافعی اور ابو حنیفہ کا قول ہے۔ ابو محمد ابن حزم نے ان لوگوں کے دلائل کو اپنے طور پر رد کرتے ہوئے اپنے مسلک وصیت کے فرض ہونے کو ثابت کیا ہے۔ تفصیلی دلائل اصل کتاب میں ملاحظہ ہوں۔ ۱۱

وصیت نہ کرنے کی صورت میں حکم :

امام ابن حزم کے نزدیک جو شخص بغیر وصیت کئے فوت ہو جائے تو اس کی طرف سے آسانی سے جتنی مقدار ممکن ہو، بطور وصیت دیا جانا لازمی ہوگا کیونکہ وصیت کا فریضہ ادا کرنا واجب ہے، اور جب ایسا ہے تو یہ ضروری ہوا کہ میت کے مال سے وصیت واجبہ کے حصہ میں میت کی ملکیت (بعد الموت) کو ساقط متصور کیا جائے، لیکن اس مقدار کی کوئی حد مقرر نہیں، بلکہ مقدار کا تقرر وصی یا ورنہ کی رائے کے سپرد ہوگا، جو اتنا ہونا چاہئے کہ اس سے ورنہ پر ظلم لازم نہ آتا ہو۔ سلف کے ایک گروہ کا بھی یہی مسلک ہے۔ اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک حدیث مروی ہے۔ چنانچہ امام مالک کی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”ایک شخص نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا ! میری والدہ کا اچانک انتقال ہو گیا، اگر وہ کچھ گفتگو کر سکتی تو صدقہ کرنے کو فرماتیں، تو کیا میں ان کی جانب سے صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا ہاں ! چنانچہ اس شخص نے والدہ کی جانب سے صدقہ کر دیا، اس روایت سے صدقہ کا وجوب بھی ثابت ہے اور یہ امر بھی کہ جس نے وصیت نہ کی ہو اس کی طرف سے صدقہ کیا جائے، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم فرض ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ ۴۰

موصی لہم کے درجات :

امام ابن حزم آگے لکھتے ہیں کہ ہر مسام پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے غیر وارث قریبداروں کے لئے وصیت کرے، جو کہ غلامی یا کنز یا سحیرب ہونے کے سبب غیر وارث قرار پاتے ہوں۔ ان لوگوں کے حق میں اپنی مرضی کے مطابق وصیت کر سکتا ہے، جس کی کوئی مقدار مقرر نہیں۔ اگر وصیت نہ کی

(۶۹) المعلیٰ ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۸۱۔

(۷۰) المعلیٰ ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۸۲۔

کئی ہو تب بھی ورثہ یا وصی کے مشورے سے ان اقرباء کو بطور وصیت دیا جانا ضروری ہوگا۔ چنانچہ اگر کسی شخص کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک کافر یا غلام ہوں تو ان کے حق میں وصیت کرنا واجب ہوگا۔ اگر وصیت نہ کی ہو تب بھی ان کو کچھ نہ کچھ ضرور دینا ہوگا ان کے بعد پھر جس کے حق میں چاہے وصیت کرے۔ ۴۱

اقارب کی تعریف :

ابن حزم کے نزدیک تین اقارب کے حق میں وصیت کر دینے سے فرض ادا ہو جائے گا جو لوگ میت کی طرف اس کے باپ کی طرف سے منسوب ہوں، یہ تمام اقارب کہلائیں گے، کیونکہ لغت میں ایسے ہی لوگوں کو اقارب کہا جاتا ہے۔ ان کے ماسوا دوسرے لوگوں کو بغیر کسی دلیل کے اقارب میں شامل کرنا یا اقارب کہنا صحیح نہ ہوگا۔ ان کے نزدیک اس کی دلیل یہ آیت ہے ”الوصیۃ للوالدین والاکربین بالعرف حقاً علی المتقین فمن بدلہ بعد مسمعہ فانما اثمہ علی الذین یبدلونہ ، ان اللہ سميع علیم۔“ اس آیت سے فرضیت بالکل واضح ہے۔ چنانچہ آیت سے ایسے والدین اور اقرباء جو وارث ہوتے ہوں خارج شمار ہوں گے، اور ایسے قریبتدار شامل رہیں گے جو وارث قرار نہ پاتے ہوں۔ ۴۲

حضرت طاؤس، حسن بصری، سعید بن مسیب، مسروق، سالم بن یسار، علاء ابن زیاد، عبدالملک بن یعلی، قتادہ، ایاس بن معاویہ، اسحاق، ابوسلیمان تمام حضرات کا یہی قول ہے۔ ۴۳ (روایات اصل کتاب میں ملاحظہ ہوں)۔

اس کے بعد ابن حزم نے لکھا ہے کہ ایک جماعت کے نزدیک اقرباء کے حق میں وصیت کرنا لازمی نہیں ہے، بلکہ غیر قریبی کے لئے بھی وصیت کر سکتا ہے، چنانچہ امام زہری، سالم بن عبداللہ بن عمر، سلیمان بن یسار، عمرو بن دینار، محمد بن سیرین اسی کے قائل ہیں اور یہی قول ابو حنیفہ، اوزاعی، سفیان ثوری اور مالک و شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے۔ ان حضرات نے اس حدیث کو پیش کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ ”ایک شخص نے اپنے بعد چھ غلام آزاد

(۴۱) الحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۲۸۳

(۴۲) الحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۲۸۳

(۴۳) الحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۲۸۵

کرنے کی وصیت کی تھی اور ان غلاموں کے ماسوئل اس شخص کا اور کوئی مال موجود نہ تھا ، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کر کے ان میں سے دو کو آزاد قرار دیا اور باقی چار کو بستور غلام رہنے دیا۔ چنانچہ یہ اصحاب کہتے ہیں کہ یہاں غیر قریبی کے لئے وصیت کی گئی تھی۔ ۷۳

ابن حزم نے اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ اس حدیث میں اس امر کی وضاحت نہیں ہے کہ یہ واقعہ وصیت کی آیت کے نزول کے بعد کا ہے ، بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ آیت کے نازل ہونے سے قبل کا ہو ، اور اس وقت اس طرح وصیت کرنا جائز ہو اور اس کے بعد آیت نے اس کو منسوخ کر دیا ہو۔ لہذا یہ حدیث ہمارے نزدیک قطعی طور پر آیت کے ذریعہ منسوخ ہو گئی ہے۔ ۷۵

جدید قانون سازی :

اگرچہ امام ابن حزم کے نزدیک وصیت کا حکم غیر وارث اقریباء کے حق میں واجب ہے لیکن ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کا حکم استحباب پر مبنی ہے۔ شیعہ اسیابہ مسلک میں بھی وصیت کرنا مستحب ہے چنانچہ امت مسلمہ میں ائمہ اربعہ کا اجماعی نقطہ نظر ہی معمول بہ رہا ہے لیکن زمانہ حال میں چند مسلم ممالک میں وصیت کو دادا کے ترکہ میں یتیم پوتے پوتیوں کے حق میں ”وصیت واجبہ“ کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مصر میں جو قانون سازی کی گئی ہے ، وہ حسب ذیل ہے :-

مصری قانون :

دفعہ ۷۶۔ جب کہ موصی نے اپنی حیات میں فوت شدہ اولاد کی اولاد کے لئے کوئی وصیت نہ کی ہو ، یا موصی کی موت کے ساتھ اس کی اولاد میں سے کسی کی موت واقع ہو گئی ہو ، خواہ یہ موت حکمی موت ہی کیوں نہ ہو ، تو اس فوت شدہ اولاد کے اس حصہ کی مثل ، جو اگر وہ زندہ ہوتا تو اپنے مورث (باپ) سے اس کو ملتا ، اس کی اولاد کے حق میں ایک تہائی کی حد تک وصیت واجب متصور ہوگی ، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ اولاد بصورت موجودہ غیر

(۷۴) المعلیٰ ابن حزم 'مطبوعہ مصر' ج ۶ ص ۸۵-۳۸۴

(۷۵) المعلیٰ ابن حزم 'مطبوعہ مصر' ج ۶ ص ۳۸۵

وارث ہو ، اور میت (موصی) نے اس کو بغیر عوض کسی دوسرے طریقہ* (تصرف) کے ذریعہ اتنی مقدار ، جس کا وہ وراثت کے ذریعہ مستحق ہوتا نہ دی ہو۔ اگر دی ہو اور اس مذکورہ مقدار سے کم ہو تو محض اتنی مقدار کے حق میں وصیت واجب سمجھی جائے گی جو اس کی استحقاقی مقدار کو پورا کر دے۔

اور یہ وصیت بیٹی کی اولاد کے اول طبقے کے لئے ، اور بیٹوں کی صلیبی اولاد کے تمام نیچے کے مسلسل طبقوں کے لئے نافذ ہوگی ، اور ہر اصل اپنی فرع کا حاجب ہو سکے گا ، دوسرے طبقہ کی فرع کا حاجب متصور نہ ہوگا۔ اور ہر اصل کا حصہ اس کی فرع (اولاد) پر خواہ وہ کتنے ہی نیچے تک کا سلسلہ ہو ، تقسیم کیا جائے گا۔ یہ تقسیم میراث کی اس تقسیم کے مطابق ہوگی جب کہ اصل موجود ہوتی اور اس کے فوت ہونے کے بعد ان ورثہ کو اس کے ترکہ سے حصص دئے جا کر تقسیم کی جاتی ، اور ان کی موت میں طبقات کی موت کی ترتیب کا لحاظ رکھا جائے گا۔

دفعہ ۷- جب کہ میت نے کسی ایسے فرد کے لئے جس کے حق میں وصیت واجب تھی ، وصیت واجبہ کے حصہ سے زیادہ کی وصیت کر دی ہو ، تو اس میں زیادتی کی بقدر وصیت اختیاریہ کا حکم جاری ہوگا۔ لیکن اگر وصیت واجبہ کے حصہ سے کم کی وصیت کی گئی ہو تو وصیت واجبہ کی مقدار کو مکمل کیا جائے گا۔

اور اگر وصیت واجبہ کے بعض مستحقین کے حق میں وصیت کی گئی ہو اور بعض کے حق میں نہ کی گئی ہو تو وہ لوگ جن کے حق میں وصیت کی گئی ہے ، اپنے حصہ کے بقدر مستحق ہوں گے ، اور جس کے حق میں وصیت نہیں کی گئی یا کم مقدار کی کی گئی ہے ، ایک تہائی ترکہ کے بقایا سے انکا حصہ لے لیا جائے گا اگر یہ تہائی ان کے (قانونی) حقوق کی پابجائی کے لئے کافی نہ ہو تو اس کے ساتھ وصیت اختیاریہ کا حصہ شامل کر لیا جائے گا۔

دفعہ ۸- ادائیگی میں وصیت واجبہ دیگر وصیتوں پر مقدم ہوگی۔

اگر موصی نے ایسے لوگوں کے حق میں وصیت نہ کی ہو جن کو وصیت واجبہ کے ذریعہ مستحق قرار دیا گیا تھا اور ان کے

برخلاف غیر افراد کے حق میں وصیت کی گئی ہو، تو ہر صاحب وصیت واجبہ ترکے کی ایک تہائی کی بقایا سے اپنے حصہ کا مستحق متصور ہوگا اگر تہائی کی بقایا ان کے حقوق کے لئے نا کافی ہو تو اس مقدار سے جو دوسروں کی وصیت میں شامل ہے، ان کے حقوق کو پورا کیا جائے گا۔

دفعہ ۲۰۹۔ مذکورہ ہر دو دفعات کے بیان کردہ احکام کی رعایت کرتے ہوئے جو کچھ باقی رہے گا وہ وصیت اختیاریہ کے مستحقین کو وصیت اختیاریہ کے احکام کے پیش نظر حسب استحقاق تقسیم کیا جائے گا۔

تیونس، شام اور عراق میں بھی اصولاً اسی طرز پر قانون سازی کی گئی ہے چنانچہ تونس کے قانون کی متعلقہ دفعات حسب ذیل ہیں:

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۹۱۔ جس شخص نے وفات پائی اور اپنے بعد (اپنی اولاد کے ساتھ) اپنے پوتے یا نواسے بھی چھوڑے جن کا باپ یا ماں (موصی کا لڑکا یا لڑکی) اس کی حیات میں یا اس کے ساتھ ہی وفات پا گیا تھا تو ان پوتوں اور نواسوں کے لئے بصورت وصیت اس قدر حصہ دیا جانا واجب ہوگا جو ان کے باپ یا ماں کو اپنے مورث سے ان کے اپنے بقید حیات ہونے کی حالت میں مورث کی وفات کے بعد ملتا، لیکن یہ حصہ ترکے کی ایک تہائی سے زائد نہ ہوگا۔

لیکن یہ افراد (پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں) حسب ذیل حالات میں اس وصیت کے مال کے مستحق نہ ہوسکیں گے:-

(الف) جب کہ یہ لوگ اپنے والدین کی اصل یعنی جد یا جدہ کے ساتھ وارث ہوتے ہوں۔

(ب) جبکہ جد یا جدہ نے اپنی حیات میں ان کے حق میں وصیت کردی ہو یا بلا عوض کسی عقد سے وصیت واجبہ کے اندازے پر ان کو مال دے دیا ہو۔ لیکن اگر ان کے حق میں وصیت واجبہ کی مقدار سے کم کی وصیت کی گئی ہو، تو اس کمی کو وصیت واجبہ کی حد تک پورا کر دیا جائے گا، اور اگر اس حد سے زائد کی گئی ہو تو

اس زائد مقدار پر وصیت (اختیاریہ) کے عام دفعات کا اطلاق کیا جائیگا۔ وصیت واجبہ وصیت اختیاریہ پر مقدم ہوگی اور وصایا اختیاریہ میں جب باہم مزاحمت واقع ہو تو ان کے درمیان حسب تناسب تقسیم عمل میں آئیگی۔ بصورت دیگر تمام وصایا مساوی تصور ہوں گی۔

دفعہ ۱۹۲ - اس وصیت کا نفاذ لڑکوں کے زیریں طبقہ تک اور لڑکیوں کی اولاد کے محض طبقہ اولیٰ تک محدود رہے گا اور ان کے درمیان ”مرد کو عورت کا دوگنا“ کا طریقہ تقسیم جاری ہوگا۔ ۷۷

شام کا قانون :

شام کے قانون الاحوال الشخصیہ میں وصیت واجبہ کے سلسلے میں جو دفعات پائی جاتی ہیں وہ حسب ذیل ہیں :-

دفعہ ۲۵۷ - (۱) جس شخص کے فوت ہونے کے بعد اس کی فوت شدہ اولاد کی اولاد موجود ہو ، اگرچہ اس کی اپنی اولاد کی وفات اس کے ساتھ ہی واقع ہوئی ہو ، تو اولاد کی اولاد کے لئے متوفی کے ترکے کی ایک تہائی اس مقدار : اور شرائط کے ساتھ واجب ہوگی ، جو ذیل میں بیان کی گئی ہیں :-

(الف) پوتے پوتیوں کے لئے وصیت اس حصہ کی مقدار کے بموجب واجب ہوگی جو ان کا باپ اپنے مورث اعلیٰ سے پاتا ، جبکہ مورث اصل متوفی کی حیات میں زندہ موجود ہوتا اور اصل کی وفات واقع ہوتی ، لیکن یہ مقدار ایک تہائی سے زائد نہ ہو سکے گی۔

(ب) مذکورہ اولاد جب کہ مورث اعلیٰ جد یا جہد کے وارث قرار پاتے ہوں ، یا ان کے حق میں وصیت کردی گئی ہو یا مورث اعلیٰ نے اپنی حیات میں ان کو بقدر وصیت واجبہ کسی طریقہ پر بلا عوض دے دیا ہو ، اگر وصیت واجبہ کی مقدار سے کم دیا گیا ہو یا وصیت کی گئی ہو تو وصیت واجبہ کی مقدار کو پورا کر دیا جائے گا۔ اور اگر عطا کردہ یا وصیت کردہ مقدار وصیت واجبہ سے زائد ہوئی تو اس زائد میں وصیت اختیاریہ کے احکام نافذ ہوں گے اور اگر محض بعض اولاد کے

حق میں ایسا کیا گیا ہوگا تو باقی وصیت واجبہ کے بقدر اپنا حصہ پائیں گے۔

(ج) یہ وصیت بیٹے کی اولاد اور پوتے کی اولاد در اولاد کے لئے نافذ ہو سکے گی، جس کا طریقہ تقسیم للذکر مثل حظ الانثین ہوگا۔ اس سلسلے میں ہر اصل اپنی فرع کی حاجب ہوگی نہ کہ دوسری اصل کی فرع کی، اور ہر فرع فقط اپنی اصل کے حصہ کی مستحق ہوگی۔ وصیت واجبہ کا نفاذ وصیت اختیاریہ پر مقدم ہوگا، جو محض ایک تہائی ترکہ تک محدود ہوگا۔ ۷۸

وصیت واجبہ کے مصری قانون پر ایک نظر:

وصیت واجبہ کا قانون سب سے پہلے مصر میں وضع کیا گیا۔ چند دیگر ممالک مثلاً تونس اور شام وغیرہ نے اس کی پیروی کی۔ چنانچہ اس موضوع پر ان ممالک کی دفعات قانون کم و بیش یکساں ہیں۔ بطور ذیل میں سہولت کے پیش نظر مصری قانون کی دفعات کا حوالہ دیتے ہوئے قانون مذکور پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ تھوڑے بہت ردوبدل کے ساتھ یہی ملاحظات (observations) دوسرے ممالک تونس و شام وغیرہ کی متعلقہ دفعات قانونی پر بھی صادق آسکتے ہیں۔

قانون الوصیت مصر، ۱۹۳۶ء کی دفعہ ۱ میں وصیت کی حسب ذیل تعریف بیان کی گئی ہے:-

”ترکے میں موت کے بعد کے زمانہ کی طرف نسبت کر کے تصرف کرنا وصیت کہلاتا ہے،“ ۷۹

موت کے بعد تصرف کے یہ معنی ہیں کہ وصیت کنندہ نے جو تصرف پورے طور پر اپنی زندگی میں کیا ہے اس کا اثر اس کی موت کے بعد مرتب ہوگا۔

وصیت کا اصل ضابطہ یہ ہے کہ وہ تمام حالات میں اختیاری تصرف ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ شریعت اسلامیہ میں ایسی کسی وصیت کا وجود نہیں جو، بغیر

(۷۸) قانون الاحوال الشخصیہ، شام، بانجوبن دحل، وصیت واجبہ، دفعہ ۲۵۷۔

(۷۹) الف - ”الوصیة تصرف فی التركة مضاف الی ما بعد الموت“

موسیٰ کی وصیت کئے، بحکم حاکم واجب قرار دی گئی ہو، جمہور فقہاء کا مذہب یہی ہے اور اسی پر برابر عمل ہوتا رہا ہے، لیکن قانون الوصیت، مصر کے تحت جمہور فقہاء کے مذہب کے خلاف سابق عمل کو متروک قرار دیتے ہوئے مذکورہ بالا دفعات قانون کے ذریعہ ان پوتوں اور پوتیوں کے حق میں جن کے باپ یا ماں اصل میت (دادا) کی زندگی میں وفات پا چکے ہوں، وصیت کو واجب قرار دیا گیا ہے، جب کہ یہ اپنے سے اقرب وارث (بیت کے بیٹے، بیٹی) کی موجودگی کے سبب وراثت سے محروم قرار پاتے ہیں۔

چنانچہ دفعہ ۲۶ میں صراحت کر دی گئی ہے کہ جب 'دادا، دادی نے اپنی حیات میں فوت شدہ بیٹے یا بیٹی کی اولاد کے لئے کسی ایسے حصہ کی وصیت نہ کی ہو جو متوفی بیٹا، بیٹی اپنی حیات میں بطور میراث کے ترکے سے پاتا، تو اس صورت میں اس متوفی یا متوفیہ کی اولاد کے لئے ان کے اس حصہ کے بقدر جو متوفیان پاتے ایک تہائی کی حد تک وصیت واجب ہوگی۔ دراصل اقرباہ کے لئے وجوب وصیت کا قول، جیسا کہ قانون الوصیت کی کمیٹی کے مباحث میں ذکر کیا گیا ہے، سعید بن المسیب، حسن بصری، اسحاق بن راہویہ، داؤد بن علی الظاہری، اور ابو محمد ابن حزم ظاہری رحمہ اللہ علیہم کا ہے۔

قانون الوصیہ، مصر کے واضعین نے غیر وارث اقرباہ کے لئے وصیت کے واجب ہونے میں قرآن عظیم کی اس آیت کو دلیل میں پیش کیا ہے کہ "جب تم پر موت کے آثار ظاہر ہونے لگیں اور مال (کثیر) چھوڑو تو تم پر والدین اور اقرباہ کے حق میں وصیت کرنا، فرض کیا گیا ہے۔ اور یہ مستیوں کے لئے (حق) ہے۔"

اسام جصاص اپنی کتاب احکام القرآن میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کا وصیت کے واجب اور فرض ہونے پر دلالت کرنا بالکل ظاہر و باہر ہے (یعنی آیت ظاہر الدلالت ہے)، اس لئے کہ قرآن پاک کے الفاظ "کتب علیکم" فرض ہونے پر ظاہر الدلالت ہیں۔ ان کے معنی ہیں تم پر فرض کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ

(۸۰) کتب علیکم اذا حضارکم الموت ان ترک خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف، حقا علی المتین - (بقرہ ۲۲، ۱۸۰)

تعالیٰ نے فرمایا ہے ” کتب علیکم الصیام ،، (تم پر روزے فرض کر دینے گئے ہیں) - پھر وصیت کے وجوب و فرضیت کے بعد اس کی مزید تاکید و توثیق میں فرمایا ہے ” بالمعروف ، حقاً علی المتقین ،، اور جن الفاظ سے وجوب ثابت ہوا کرتا ہے ان میں اس سے اعلیٰ درجہ کا کوئی لفظ و عبارت نہیں ہے کہ ایک شخص یہ کہدے کہ ” هذا حق علیک “ یہ تمہارے اوپر حق ہے۔ واجب ہے، لازم ہے، فرض ہے، ضروری ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا اسے لوگوں کو ” متقین،“ کے لفظ سے ذکر کرنا بھی تاکید و توثیق کے لئے ہے، کیونکہ لوگوں پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ اپنے آپ کو متقی بنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ” یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ ،، اور اہل اسلام کا اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ہر مسلمان پر متقی بننا فرض ہے۔ لہذا جب اس وصیت کا کرنا تقویٰ کی شرائط میں سے قرار دیا گیا، تو اب خود وصیت کا وجوب بالکل واضح ہو گیا۔ ۸۱ لیکن اس کے بعد امام جصاص نے سلف کے تمام مفسرین کا اس امر پر اتفاق نقل کیا ہے کہ والدین اور اقرباء کے لئے اس آیت سے جو وصیت واجب تھی اس کا وجوب آیت میراث کے نزول کے بعد منسوخ ہو گیا۔

امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر میں اس آیت کے تحت فقہاء کے حسب ذیل چند اقوال نقل کئے ہیں :

(الف) اقربین سے مرنے والے کی اولاد مراد ہے۔ یہ قول عبدالرحمن بن زید کا ان کے والد کی طرف منسوب ہے۔

(ب) اقرباء سے مراد وہ تمام رشتہ دار ہیں جو والدین کے ماسوا ہوں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے۔

(ج) تمام وارث اور غیر وارث اقرباء مراد ہیں۔ یہ ان لوگوں کا قول ہے جو وصیت کو قربت کی بنیاد پر واجب قرار دیتے ہیں، اور پھر اس کے منسوخ ہونے کے قائل ہیں۔

(د) وہ لوگ مراد ہیں جو میت کے (جس حال میں) وارث نہ ہوتے ہوں۔ مذکورہ آیت میں جس حکم کو نص کے طور پر بیان فرمایا گیا ہے، اس آیت کے

حکم کے باقی رہنے میں علماء کا اختلاف ہے ، چنانچہ اکثر مفسرین و فقہاء جمہور کا مذہب یہ ہے کہ جو والدین و اقرباء میراث کی آیت کے ذریعہ وارث ہوں ان کے حق میں اس آیت کا حکم منسوخ ہے ، کیونکہ وصیت کی آیت (کلیہ^۱) میراث کی آیات سے منسوخ ہو چکی یا اس حدیث کے ذریعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرمایا ، اب کسی وارث کے لئے وصیت نہیں۔ ۸۲ بعض علماء کا قول ہے کہ آیت وصیت ، آیت میراث و حدیث مذکورہ دونوں سے منسوخ ہے۔ حدیث اگرچہ خبر واحد ہے اور خبر واحد سے قرآن منسوخ نہیں ہو سکتا ، جیسا کہ اصول فقہ کا قاعدہ بھی ہے ، لیکن چونکہ حدیث مذکور اپنی شہرت اور استفاضہ کی وجہ سے متواتر کا درجہ حاصل کر چکی ہے اور اس کو تمام ائمہ نے قبول کر لیا ہے ، اس بنا پر اس قسم کی حدیث کے ذریعہ نسخ جائز ہوگا ، اگرچہ جو حدیث محض خبر واحد کا درجہ رکھتی ہو اس سے قرآن کی آیت منسوخ نہیں ہوا کرتی۔ لہذا جب مذکورہ بیان کے پیش نظر آیت منسوخ ہو چکی تو اب اقرباء وارث اور غیر وارث کسی کے لئے وصیت واجب نہ رہی اور اس طرح شریعت اسلامیہ میں اقارب وارث و غیر وارث کسی شخص کے حق میں وصیت کا کوئی وجوب نہ رہا۔

جو علماء غیر وارث اقرباء کے حق میں وصیت کے واجب ہونے کے قائل ہیں ، ان کا استدلال یہ ہے کہ وصیت کی آیت منسوخ نہیں۔ اس کا حکم اب بھی موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا ، اس لئے کہ جو لوگ کسی مانع کی بنا پر یا اپنے سے اعلیٰ (اقرب) وارث موجود ہونے کی بنا پر وراثت سے محروم ہوتے ہیں ان کے حق میں اس وصیت کی آیت سے نصاً وصیت اپنی جگہ قائم و واجب ہے ، کیونکہ ایسے لوگوں کے حق میں جو میت سے رشتہ (قربت) رکھتے ہوں اور حالا وارث نہ ہوں آیت کا معنی بدستور باقی و قائم رہے گا ، البتہ جو اقرباء میراث کی آیت کے ذریعہ وراثت پا رہے ہوں یا حدیث سے وارث قرار پا رہے ہوں ، ان کے حق میں اس آیت پر عمل نہ ہوگا (ترک کر دیا

(۸۲) ان اللہ قد اعطی کُلِّ ذی حق حقه، فلا وصیۃ لوارث، مشکوٰۃ المصابیح، مطبوعہ اصح المطابع، ص ۲۶۵

جائے گا۔ ان کے نزدیک پھر ایک دوسری حدیث بھی اس کو واجب قرار دیتی ہے وہ یہ کہ حضور صلعم نے فرمایا ہے ”کسی ایسے مسلم کو جس کے پاس (وصیت کیلئے) کچھ ہو یہ حق نہیں کہ وہ بغیر وصیت کے دو راتیں بھی گزار دے اور وصیت (تحریر کردہ) اس کے پاس موجود نہ ہو۔ اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ ایک مسلم پر وصیت کر دینا امر واجب ہے۔ (ملاحظہ ہو ذیلی حاشیہ نمبر ۶۹) اور جیسا کہ امام جصاص سے سطور بالا میں نقل کیا گیا ہے کہ آیت میں وجوب کے الفاظ سوکد طور پر موجود ہیں اس بناء پر اس حدیث کا بھی وصیت کے وجوب پر دلالت کرنا واضح ہے۔ چنانچہ مصری قانون الوصیہ کے واضعین کے پیش نظر یہ خیال رہا کہ ایک قرابت دار غیر وارث کے حق میں وصیت واجب ہونا چاہئے، جس کی مصلحت شرعی مقتضی ہے۔

وصیت واجبہ کی مقدار :

قانون مذکور کے تحت وصیت واجبہ کی مقدار متوفی کی اولاد کے لئے متوفی کے حصہ کے مطابق ہو گی، جو ترکے کی ایک تہائی کی مقدار تک ہو، اس سے زائد نہ ہو۔ یہ تعیین میت کی تجہیز و تکفین اور اس کے ذمہ دیون کے ادائیگی کے بعد ہو گی۔ لہذا اگر متوفی کا حصہ ایک تہائی سے زائد ہوا تو صرف ایک تہائی کی حد تک وصیت واجبہ نافذ کی جائے گی، متوفی کے اس حصہ کے لئے نہیں جو وہ بشرط حیات پاتا، کیوں کہ یہ استحقاق وصیت کی بنیاد پر ہے، میراث کی بنیاد پر نہیں ہے۔

مصری قانون کی غایت اور بنیاد :

قانون الوصیہ مصر بابت ۱۹۳۶ء میں ہوتوں اور پوتیوں کے میراث سے محروم ہونے کی صورت میں بذریعہ وصیت ان کو میت کے ترکہ سے مستحق قرار دینے کے لئے جو مندرجہ بالا دفعات وضع کی گئی ہیں ان کے بارے میں مشہور مصری عالم شیخ ابو زہرہ نے ان دفعات کے وضع کرنے کی ضرورت کو بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”ان دفعات قانون کے وضع کرنے کا جو امر باعث ہوا وہ یہ ہے کہ بسا اوقات ایک شخص اپنی ماں یا اپنے باپ کی زندگی میں اپنے بچے چھوڑ کر فوت ہو جاتا ہے اور اس میت کے دیگر بھائی زندہ ہوتے ہیں، پھر اس کی وفات کے بعد

اس کے باپ یا ماں کا انتقال ہوتا ہے جو اپنی صلیبی اولاد سے کے بیانی اور فوت شدہ بیٹے کی اولاد ہوتے ہوتیاں چھوڑ کر انتقال کر جاتے ہیں ایسی صورت میں مذکورہ سے کی اولاد دادا دادی کے فوت ہو جانے کے بعد ان کی صلیبی اولاد (چچا) کے مقابلے میں محروم ہوتی ہے ، حالانکہ یہ اولاد اپنے چچوں کے مقابلے میں انتہائی فقر و گردش زمانہ کے ہانہوں مصیبت میں مبتلا ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ یہ ہوتے اور ہوتیاں میراث سے بھی محروم ہوتی ہیں ناقابل بیان حد تک مشکلات و مصائب کا شکار ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ مصر کے قانون وصیت کے تحت ایسے حالات و واقعات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مندرجہ بالا دفعات ۷۶ ، ۷۷ ، ۷۸ وضع کی گئیں اور ایسے ہوتوں اور ہوتیوں کے لئے " وصیت واجبہ " کے نام سے قانون مرتب کر دیا گیا ہے۔ اس کا منشا یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے چند لڑکے موجود ہوں اور ان میں سے کوئی ایک لڑکا اپنے باپ کی زندگی میں اپنے پچھتے اولاد چھوڑ کر مر گیا اور اس کے بعد دادا کا انتقال ہوا اور اس کی اولاد دادا کے دوسرے بیٹے موجود ہونے کی وجہ سے محروم ہوئی اور دادا یا دادی نے ہوتوں اور ہوتیوں کے لئے وصیت بھی نہ کی ہو ، تو قانوناً ان ہوتے اور ہوتیوں کے حق میں سے کے مال کی ایک تہائی کی حد تک وصیت تصور کی جائے گی۔ اور ایک تہائی مال ترکہ میں سے اس اولاد کو دلایا جائے گا۔ اس کے بعد ورثہ میں باقی ترکہ کی تقسیم ہو گی۔

تجزیہ :

دفعات مذکورہ بالا کے نتیجہ میں وصیت واجبہ کی حسب ذیل ۲ شرطیں

قرار پائیں :-

(۱) ہوتے ، ہوتی اپنے دادا ، دادی کے انتقال کے بعد غیر وارث کے درجہ میں ہوں ، اگر ترکے کی کسی قلیل مقدار میں بھی وارث ہوئے تو وصیت واجبہ (قانونی) ان کے حق میں جاری نہ ہو گی ، البتہ اگر میت نے وصیت کی ہو تو وصیت اختیاریہ کے احکام جاری ہوں گے ، اور

(۲) یہ کہ میت (دادا ، دادی) نے اپنی فرع کے حق میں بلا معاوضہ

کسی طریقے سے وصیت واجبہ کے بقدر مال نہ دیا ہو ، مثلاً جبہ

یا وقف کے ذریعہ ، چنانچہ اگر میت نے ان کو کسی غیر طریقہ وصیت کے ذریعہ مال دیا ہو لیکن وہ وصیت واجبہ کے حصہ سے کم ہو تو اس کمی کو وصیت واجبہ کے بقدر پورا کر دیا جائے گا۔ یعنی ان کے اصل کے حصہ کے بموجب جبکہ وہ حصہ ایک تہائی کی بقدر ہو لیکن اگر تہائی سے زائد ہوگا تو محض تہائی کی حد تک پورا کیا جاسکے گا۔

مصر کے قانون وصیت (واجبہ) کے تحت یہ دفعات جس انداز پر مرتب کی گئی ہیں اس سے قبل اسلام کے مشہور فقہی مذاہب میں اس کی مثال نہیں ملتی ، یعنی یہ کہ بحکم قانون وصیت واجب قرار دی جائے اور بحکم قانون ہی اس کا نفاذ کیا جائے ، خواہ مورث نے اس امر کا ارادہ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ نیز یہ کہ وصیت واجبہ محض میت کے پوتے اور پوتیوں ہی کے لئے ہوسکے گی ، جب کہ ان کے ماں باپ میں کسی ایک (اصل) کی حقیقی یا حکمی وفات اپنے مورث کی حیات میں ہوگئی ہو۔ ۸۳

مصری قانون کی دفعات ۷۶ ، ۷۷ اور ۷۸ کی روح دراصل بعض تابعین ، مثلاً عبداللہ بن ابی اوفی و طلحہ بن مطرف و طاؤس و شعبی وغیر ہم) اور امام ابن حزم اندلسی کی رائے پر مبنی نظر آتی ہے۔ ان حضرات نے قرآن کریم کی بعض نصوص سے اس امر پر دلیل قائم کی ہے کہ غیر وارث اقریبہ کے حق میں وصیت کرنا فرض ہے اور اگر میت نے اس فرض کو انجام نہ دیا ہو تو دوسروں کو یہ حق حاصل ہے کہ اس فرض کو میت کی طرف سے پورا کریں۔ ۸۳ جیسا کہ سابقہ سطور میں بیان کیا گیا۔

عمل اجتہادی :

چنانچہ علامہ ابن حزم نے احادیث سے یہ ثابت کیا ہے کہ حاکم

(۸۳) احکام الترتکات والموارث' ابو زہرہ' مطبوعہ مصر' ص ۳۱۷۔
 "ولکن قانون الوصیۃ اتی بحکم لم یسبق بثلثہ فی المذاهب الاسلامیۃ المشہورۃ وھوان الوصیۃ
 تكون واجبۃ بحکم القانون' و تنفذ بحکم القانون سواء اراد المورث اہلہم یردونک الوصیۃ
 تكون لفرع من یموت فی حیۃ اہلہا بوجہ حقیقۃ او حکمًا"
 اس بحث میں ابو زہرہ کی محولہ بالا کتاب کے علاوہ الترتکات والموارث فی الاسلام'
 مؤلفہ دکتور ہدیسٹن موسی' مطبوعہ مصر' ۱۹۶۰ء ص ۳۳۰ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔
 (۸۴) المحلی' امام ابن حزم' مطبوعہ مصر' ج ۶' ص ۳۸۲۳۔

وقت کو یہ فرض انجام دینا جائز ہوگا ، لیکن ساتھ ہی یہ تصریح کی ہے کہ وصیت کے حصہ کی مقدار کسی حالت میں ایک تہائی سے زائد نہ ہوگی۔ چنانچہ قانون مصر کی دفعات بنیادی طور پر اسی مسلک پر مبنی نظر آتی ہیں ، لیکن علامہ ابن حزم نے اقرباء کا معنی بیان کرتے ہوئے یہ تصریح کی ہے کہ اقرباء سے میت کے وہ رشتہ دار مراد ہیں جو میت کے ساتھ اس کے باپ کی جانب سے رشتہ میں منسلک ہوتے ہوں یا ماں کی جانب سے یا ماں کے باپ کے واسطے سے میت سے رشتہ رکھتے ہوں ، ان کے سوا دوسرے رشتہ دار مراد نہیں ہیں۔ ۸۰ ابن حزم کی اس تصریح سے یہ واضح عوجاتا ہے کہ انہوں نے وصیت کے واجب ہونے کو محض ہوتے ہوئے میتوں کے حق میں محدود نہیں کیا ہے۔ اس کے برخلاف مصری دفعات میں ہوتے ، ہوتی کی یہ حد بندی اجتہادی ہے۔ نیز ان دفعات کی تدوین کی جو علت و غایت مذکورہ سطور میں بیان کی گئی ہے وہ بھی محض ہوتے اور ہوتیوں کے حق میں حد بندی کی مقتضی نہیں ، بلکہ اگر میت کے باپ یا ماں کے باپ کی طرف سے دیگر اقرباء ناگفتہ بہ حالات میں ہوں جن کا نہ کوئی ذریعہ معاش ہو اور نہ کوئی خیر گیر ، اور انتہائی تنگی و عسرت کی حالت میں ہوں تو ان کے حق میں بھی ایسے ابن حزم کے قول کے مطابق وصیت واجب ہونے کی مقتضی ہوگی۔

قانون مصر کی نوعیت :

مصر کے قانون مذکور کے تحت بحکمہ قانون جبراً وصیت کا حصہ ترکہ سے علیحدہ کر لیا جائے گا اور جبراً وصیت کا نفاذ ہوگا ، خواہ میت راضی تھی یا نہ تھی ، اس نے وصیت کی ہو یا نہ کی ہو۔ یہ طریقہ انتقال ملکیت ایسا ہی ہے جیسا کہ وراثت کا اجراء میت کے ترکہ میں جبری ہوتا ہے اور اس کے وارثوں کو ہر حالت میں ان کا حق دیا جاتا ہے ، خواہ میت راضی ہو یا نہ ہو ، البتہ ان دونوں صورتوں میں اتنا فرق ہے کہ میراث کی صورت میں میت کے وفات پانے ہی وراثہ ترکہ کے مستحق ہوجاتے ہیں اور ان کا حق میت کے مال میں ثابت ہوجاتا ہے ، خواہ وراثہ اس کے خواہش مند اور طالب ہوں یا نہ ہوں ، بخلاف موصی لہم بوصیت واجبہ کے ، جو بغیر مطالبہ و خواہش کے وصیت کے حصہ کے مستحق نہ ہوں گے۔ کیونکہ دفعات مذکورہ میں ایسی کوئی تصریح موجود نہیں جس

سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ موصیٰ لہم بوصیت واجبہ میت کے فوت ہوتے ہی بغیر مطالبہ یا قبول وصیت کے حصہ کے حقدار ہوجائیں گے۔ اس طرح ایک اعتبار سے وصیت واجبہ وراثت کے درجہ میں ہے اور دوسرے اعتبار سے وصیت کے درجہ میں ہے۔

شیخ ابو زہرہ کی رائے :

شیخ ابو زہرہ نے اس مسئلہ پر اپنی تفصیلی بحث کے آخر میں لکھا ہے کہ یہ قانون اللہ سبحانہ تعالیٰ کے مقرر کردہ حصوں پر اضافہ ہے۔ اور اس شئی کا لازم کرنا ہے جس کو نہ کتاب اللہ کی نصوص نے لازم کیا ہے، اور نہ کسی امام سے ایسا منقول ہے کہ کتاب اللہ کی نصوص نے جس چیز کو لازم نہ کیا ہو، اور سنت نبویہ شریفہ سے منقول نہ ہو اس کو لازم کر دیا جائے اور نہ مشہور فقہاء و صحابہ اور جمہور فقہاء میں سے کسی سے ایسا منقول ہے۔

وصیت اور جانشینی کا فرق :

بمقدمہ غلام سرور و دیگران بنام امتیاز ناظر و دیگران، پاکستان سپریم کورٹ کے ججوں کی اکثریت نے جانشینی (succession) اور وصیت کے درمیان فرق واضح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”پنجاب مسلم پرسنل لا (شریعت) ایکٹ، ۱۹۳۸ ع دفعہ - میں جیسی کہ وہ پنجاب مسلم پرسنل لا (شریعت) اطلاق ترمیمی ایکٹ، ۱۹۵۱ ع سے قبل تھی، لفظ جانشینی (succession) ان وصایا کو شامل نہیں ہے جو مذکورہ ترمیمی ایکٹ کے نفاذ سے قبل ایسے اشخاص نے جو قانون رواج (customary law) کے پابند تھے، کی ہوں۔ فاضل ججوں نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ یہ بات واضح ہے کہ وصیت ایک اجنبی شخص کے حق میں ہوسکتی ہے اور اس حد تک اس کا کوئی تعلق جانشینی یا عدم مساوات (inequalities) سے نہیں ہوتا۔ قرآن استناعی حکم دیتا ہے کہ وصیت وراثہ میں جائداد کی تقسیم سے قبل جاری کی جائے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی قانون اور قانون رواج دونوں میں وصیتی ہبہ ایک قسم کا انتقال (ملکیت) ہے جو موصیٰ کی وفات کے بعد اثر پذیر ہوگا،۔“

جسٹس بدیع الزمان کیڈاؤس نے مذکورہ بالا اکثریتی فیصلے سے اختلاف

(۸۶) ماحوذ از احکام الترتکات والموارث، ابو زہرہ، مصر، ص ۲۶-۲۷۔ لیکن جیسا کہ ملاحظہ ماقبل میں بیان کیا گیا، امام ابن حزم کی تحریر سے جبری وصیت کی گنجائش نکلتی ہے (مؤلف)

کرتے ہوئے اپنے فیصلہ میں یہ قرار دیا کہ وصیت جانشینی میں شامل ہے کیونکہ جانشینی، اپنے عام معنی میں بذریعہ قانون یا بذریعہ وصیت متوفی کی جائداد، قابل انتقال حقوق اور ذمہ داریوں کا انتقال ہے، جو متوفی کی طرف سے ایک یا ایک سے زائد اشخاص کو پہنچتی ہے۔

جسٹس کی کاؤس کا جانشینی اور وصیت کے بارے میں یہ نظریہ اس امر کے پیش نظر معلوم ہوتا ہے کہ جانشینی وصیتی (testamentary) اور غیر وصیتی (non-testamentary) دونوں طرح ہو سکتی ہے۔ امام ابوحنیفہ کے شاگرد امام زفر کے نزدیک بھی وصیت وراثت (inheritance) کی قبیل سے ہے، کیونکہ وصیت بھی ایک طرح کی خلافت (جانشینی) ہے جس طرح کہ وارث اپنے مورث کا خلیفہ ہوتا ہے چونکہ وصیت اور میراث کا حکم اسلامی فقہ میں موت کے بعد ثابت ہوتا ہے اس لئے وصیت کو ”أخت المیراث“ بھی کہا گیا ہے، بہر کیف جمہور ائمہ و فقہاء کے نزدیک وصیت اپنے ثبوت و حکم میں وراثت سے سبب اور علیحدہ طریقہ انتقال ملکیت ہے جو اختیاری نوعیت کا حامل ہے۔

نتیجہ فکر :

یتیم پوتے و پوتیوں کی وراثت کا مسئلہ براہ راست قانون وراثت کے تحت آتا ہے۔ یہاں اس قدر اشارہ کر دینا کافی معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے نزدیک قرآن پاک کے تفصیلی احکام وراثت کی موجودگی میں اگرچہ وصیت کے مستحب قرار دئے جانے کا اجماعی نقطہ نظر اصولی طور پر اقرب الی الصحت نظر آتا ہے۔ لیکن پاکستان کے موجودہ عائلی قانون میں یتیم پوتے پوتیوں کو وارث بنا دینے سے یہ بہتر ہوگا کہ مصری قانون میں ضروری ترمیم کر کے وراثہ کو قانوناً پابند کیا جائے کہ وہ آیت قرآنی ”اذا حضر القسمة اولو القربی“ اور ”ولیحس اللین لو ترکوا“ (النساء، ۸، ۹) پر عمل پیرا ہوں۔ (یتیم پوتے و پوتیوں کی میراث کے مسئلہ پر مکمل بحث کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ غذا، جلد پنجم باب ”حجب و حرمان“۔)

۲۰۷۔ (۱) وصیت کے جواز و صحت کے لئے لازم ہوگا کہ وہ مقاصد شرع کے منافی نہ ہو۔

جواز وصیت

(۲) فقرہ (۱) دفعہ ۲۰۷ کی رعایت ملحوظ رکھتے ہوئے وصیت منافی عن الشرط یا متصلہ بالشرط صحیح تصور ہوگی۔

توضیح: (۱) اگر شرط صحیح ہو تو اس وقت تک اس کی رعایت لازم ہوگی جب تک کہ اس وصیت میں اس شرط کی وہ مصلحت موجود و قائم رہے، لیکن اگر شرط غیر صحیح ہو یا مصلحت مقصودہ زائل ہوگئی تو اس کی رعایت نہ کی جائے گی۔

(۲) صحیح شرط وہ کہلائے گی جس میں موصی یا موصی لہ یا ان کے ماسوی کسی کا فائدہ متصور ہو اور ممنوعات میں سے نہ ہو اور نہ مقاصد شرعیہ کے منافی ہو۔

تشریح

جن امور کی وصیت کی جائے ان کی حسب ذیل تین قسمیں متصور ہوتی ہیں:

(۱) ماسورہ ، (۲) غیر ممنوعہ ، (۳) ممنوعہ

۱- ماسورہ :

امور ماسورہ سے بالعموم وہ امور مراد ہیں جن کا انسان کو شرعاً بحیثیت فرض یا واجب یا سنت ہدی ۸۷ مکلف کیا گیا ہو اور وہ ان کے انجام دینے سے قاصر رہا ہو، جیسے حج ، روزوں کا فدیہ ، ادائیگی زکوٰۃ و تعمیر مسجد وغیرہ۔

۲- غیر ممنوعہ :

امور غیر ممنوعہ سے ایسے امور مراد ہیں جن کا شرع نے مکلف نہ کیا

(۸۷) - سنت کے لغوی معنی طریقہ کے ہیں خواہ وہ طریقہ اچھا ہو یا برا۔ شرعی اصطلاح میں سنت اس طریقہ کو کہتے ہیں جو حضور علیہ السلام کے قول 'فعل یا کونکے ذریعہ' بطور دین اختیار کیا گیا ہو۔ باعتبار لزوم اسکا درجہ فرض اور واجب سے کم ہونا ہے۔ لفظ سنت کے اس اصطلاحی معنی کی رو سے وہ امور جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادات و خصائل سے متعلق ہیں، اس 'طریقہ' مسلوکتہ فی الدین سے خارج ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ سنت ہدی کی جو اصطلاح یہاں استعمال کی گئی ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت زوائد کے مقابل استعمال کی گئی ہے جو آپ کی ذات کے ساتھ مخصوص نہیں۔ سنت ہدی کی حیثیت تشریحی ہے جبکہ سنت زوائد کی حیثیت غیر تشریحی ہے۔ مثلاً حضور علیہ السلام کا مسلسل بغیر افطار روزے رکھنا، لمبا کرتا پہننا، تہنید باندھنا، یہ امور سنت زوائد سے متعلق ہیں جنکے بطور دین اختیار کرنے کے بارے میں تشریحی حکم باہدایت موعود نہیں۔ چنانچہ ان کا تارک کسی گناہ و عذاب کا مرتکب نہ ہوگا، البتہ حضور علیہ السلام کے تشابہ میں اختیار کرنے والا اجر اخروی کا مستحق ہوگا (ماخوذ از نورالایضاح، اصح المطابع حاشیہ از مولانا اعجاز علی ص ۳۷ و فائدہ جلیلہ از مولانا عبدالعلی بحر العلوم ص ۲۱۵)۔

ہو بلکہ سباح کے درجہ میں رکھا ہو یا تبرع و احسان کا درجہ دیا ہو ، یا شرعاً کار خیر متصور ہوتا ہو ، جیسے فقراء و مساکین کی حاجت روائی یا ہسپتال کی ادویات یا مسافر خانے پل و سڑکیں تعمیر کرانے وغیرہ کے لئے وصیت کرنا ، یا غیر وارث قرابت داروں کے حق میں وصیت کرنا ۔

۳۔ امور ممنوعہ :

امور ممنوعہ سے وہ امور مراد ہیں جن کو شرع نے حرام یا حرام کے قریب تصور کیا ہو ، یا شرع کی نظر میں تقرب الہی کا ذریعہ نہ ہوتے ہوں جیسے بت خانہ ، کنیسہ ، گرجا وغیرہ کے حق میں وصیت کرنا ، یا ایسے امور جو موصی و موصیٰ له یا دیگر کسی شخص کی منفعت کا ذریعہ نہ ہوں۔

چنانچہ ایسے تمام امور جن کی وصیت کی گئی ہو مذکورہ بالا اقسام میں سے کسی نہ کسی قسم میں شامل ہوں گے۔ لہذا مندرجہ بالا (۱) و (۲) جیسے امور کی وصیت صحیح ہوگی اور ایسے امور پر وصیت کو معلق کرنا یا ان کی شرط لگانا بھی صحیح ہوگا۔ اور امور مندرجہ (۳) کی وصیت کرنا یا ان کی شرط پر وصیت کو معلق کرنا یا ان کی شرط لگانا صحیح نہ ہوگا اور وصیت باطل ہوگی۔

ماسورات کی وصیت :

اس امر میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے کہ فرائض یا واجبات وغیرہ کی وصیت صحیح اور واجب النفاذ ہوتی ہے ، اور اگر ایسے امور مختلف درجات رکھتے ہوں تو اپنے درجات تقدم کے لحاظ سے ایک کو دوسرے پر مقدم رکھا جائے گا۔ عقل بھی اس کی مستقاضی ہے۔

جن امور کی وصیت صحیح نہیں :

جو امور قربت الہی کا ذریعہ نہیں ہوا کرتے ، جیسے گرجا کے لئے وصیت کرنا یا مخالفانہ جنگ کرنے والوں کے لئے اسلحہ سپہا کرنے کی وصیت کرنا ، اس قسم کی وصیت باطل ہوگی ، کیونکہ وصیت سے یہ مقصد ہوتا ہے کہ انسان سے جو امور خیر انجام دینے سے رہ گئے ہوں وہ ان کا تدارک کرلے اور اپنی نیکیوں میں اضافہ کر سکے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ” ان الله اعطاكم ثلث اموالكم في آخر آجالكم زيادة في حسناتكم “ اور

مذکورہ بالا امور حسنات میں شامل نہیں۔ اس لئے ان کی وصیت بھی جائز نہیں اگر ایک شخص نے یہ وصیت کی کہ اس کا مال، فلاں شخص کے ہاتھ بغیر کسی رعایت کے فروخت کر دیا جائے، تو احناف کے ایک قول کے بموجب صحیح ہوگی، اور دوسرے قول کے مطابق صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس میں موصیٰ لہ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا اور اس کے ساتھ کسی قسم کا سلوک کرنا متصور نہیں ہوتا، تاکہ اس کو قربت تصور کیا جاسکے۔ راقم الحروف کے نزدیک پہلا قول راجح ہونا چاہیے کیونکہ بعض مال اپنی حیثیت میں (نہ کہ مالیت میں) اہمیت رکھتے ہیں۔

غیر مسلم شہری کے لئے وصیت کرنا صحیح ہوگا، کیونکہ غیر مسلم شہری قربت کا محل متصور ہوتا ہے اس لئے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے یہودی بھائی کے لئے اپنے مال کی ایک تنہائی کی وصیت فرمائی تھی جس کی مقدار تیس ہزار درہم تھی۔ یہی وجہ ہے۔ کہ غیر مسلم کو صدقہ دینا جائز ہوتا ہے، البتہ حربی (دارالکفر کے رہنے والے) غیر مسلم کے متعلق اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کے حق میں وصیت صحیح نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وصیت سے موصیٰ لہ کو فائدہ پہنچانا مقصود ہوتا ہے، اور حربی غیر مسلم کے حق میں یہ حکم ہے کہ اس سے جنگ کی جائے اور اس کا مال ہمارے لئے غنیمت ہو، لہذا اس کے حق میں وصیت کرنا مطلوب شرع نہ ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وصیت صحیح ہوگی اور یہی قول مذہب شافعی میں معتبر ہے، کیونکہ وصیت دوسرے شخص کو مال کا مالک بنانا ہے جیسا کہ بیع میں ہوا کرتا ہے اور حربی مالک ہو سکتا ہے۔^{۸۸} راقم الحروف کے نزدیک اسے حربی کے حق میں وصیت درست نہیں جس کے ملک سے موصیٰ کا ملک برسرِ پیکار ہو یا دونوں مالک میں حالت جنگ پائی جائے۔

گرجا یا کنیسہ کے لئے یا ان کی تعمیر کے لئے، یا بت خانہ اور دیگر غیر مسلم مشرکانہ عبادت گاہوں کی مرمت یا زیب و زینت کے لئے، مسلمان کا وصیت کرنا جائز نہیں۔ تورات، زبور یا انجیل کی طباعت و کتابت کے حق میں بھی جائز نہیں، کیونکہ شرع نے ان کو منسوخ قرار دیا ہے۔ لہذا ان کی

(۸۸) 'المہذب' الفیروآبادی السیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۵۸

اشاعت میں مشغول ہونا جائز نہ ہوگا۔ البتہ اگر ایسا مسافر خانہ تعمیر کرنے کی وصیت کی، جس میں اہل ذمہ یا حربی آنے جانے والے قیام کریں تو یہ وصیت صحیح ہوگی۔ اگر کسی شخص نے یہ وصیت کی کہ اس کے مال کی ایک تہائی سے آگ جلائی جائے، اس وصیت کا نفاذ کعبہ یا مساجد میں روشنی کے انتظام سے کیا جائے گا۔ اور اگر مٹی میں صرف کرنے کی وصیت کی تو اس کا نفاذ اموات کی تجہیز و تکفین کے ذریعہ اختیار کیا جائے گا۔ کسی کے لئے علم دین کی کتب کی وصیت صحیح ہوگی۔ اسی طرح ایسی کتابیں جو بدعت کی اشاعت کا ذریعہ ہوں یا جادو کی تعلیم پر مشتمل ہوں، شرعاً کتب علم میں شامل نہ ہوں گی۔ تلاوت کے لئے قرآن کریم کے نسخے کی وصیت جائز ہے۔ ۸۹

کسی مسلم موصی کے لئے معصیت کے امر کی وصیت جائز نہیں خواہ موصی لہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے ”ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان“، ۸۹ الف اور فرمایا ہے ”ان احکم بینہم بما انزل اللہ“، ۸۹ ب لہذا جو شخص غیر مسلم افراد کو معصیت کی اجازت دے گا گویا وہ حکم الہی کے خلاف حکم دینے والا ہوگا چنانچہ اس کا یہ تصرف حلال نہ ہوگا، کیونکہ یہ معصیت کی اعانت ہوگی۔ ۹۰

شام کا قانون :

ملک شام کے قانون میں وصیت کے جواز و صحت کے سلسلہ میں حسب ذیل دفعات ملتی ہیں :

دفعہ ۲۰۹۔ وصیت کی صیحت کے لئے یہ شرط ہوگی کہ غیر مشروع امر کی وصیت نہ ہو۔

دفعہ ۲۱۰۔ (الف) وصیت کی آئندہ زمانے کی طرف نسبت کر دینا یا اسکو کسی شرط کے ساتھ معلق یا مقید کر دینا جائز ہوگا، جب کہ شرط صحیح ہو۔

(۸۹) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۶۳-۶۲
 (۸۹) الف - اور نہ تعاون کرو گناہ اور ظلم پر
 (۸۹) ب - یہ کہ تم محکم کرو ان کے درمیان اس حکم کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔
 (۹۰) المعلق، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۹۹

- (ب) وہ شرط صحیح متصور ہوگی جس میں موصی یا موصی لہ ، یا ان دونوں کے مابوا کسی تیسرے کا اس شرط سے فائدہ متصور ہو اور شرعی نقطہ نظر سے ممنوع اور مقاصد شرع کے منافی نہ ہو۔
- (ج) شرط کا اس وقت تک اعتبار کیا جاتا رہے گا جب تک شرط سے مصلحت مقصودہ اس کی متقاضی رہے گی۔

- (د) جب کسی غیر صحیح شرط سے وصیت کو مفید یا معلق کیا گیا ہو تو شرط باطل اور وصیت صحیح ہوگی۔^{۱۱}

۲۰۸ - (۱) موصی کے لئے وصیت سے رجوع کرنا جائز ہوگا، خواہ یہ رجوع صریحاً ہو یا دلالتاً یا ایسے فعل سے ہو جو موصی بہ کے نام، بنیادی صفت یا منفعت کو زائل کرنے والا ہو یا اس میں ایسی زیادتی پیدا کرنے والا ہو جس کے بغیر موصی بہ کو سپرد نہ کیا جاسکے یا ایسا تصرف ہو جس سے موصی کی ملکیت زائل ہو گئی ہو خواہ یہ تصرف انتقالی ہو یا تغیراتی ہو، یا ایسا اختلاطی ہو کہ موصی بہ میں نہ ہو سکے۔

رجوع و انفساخ
وصیت

(۲) وصیت تحریری یا زبانی اظہار سے یا کسی ایسے فعل سے جس سے اس کے نسخ کرنے کی نیت ظاہر ہوتی ہو، نسخ ہو سکتی ہے۔

توضیح: باغراض دفعہ ہذا کسی شے کا تلف ہونا اس وقت کہا جائے گا جب کہ اس کی ماہیت اس قدر کامل طور پر تبدیل ہو جائے کہ بطریق معمول اس کے بیان کے لئے کوئی اور لفظ استعمال کرنا پڑے۔

(۲) مگر لازم ہوگا کہ محض اس امر سے انفساخ وصیت کی نیت قیاس نہیں کی جاسکتی کہ اس وصیت کے فقرہ مابعد یا علیحدہ وصیت کی رو سے اس موصی بہ کی کسی اور کے حق میں وصیت کی گئی ہے۔ ایسی صورت میں دونوں وصیتیں ایک ہی سمجھی جائیں گی اور پہلا اور دوسرا موصی لہ اس موصی بہ کے مشترکاً حقدار ہوں گے، الا یہ کہ وصیت نامہ کے حالات و

قرائن سے موصی کی نیت کا اس کے خلاف ہونا ظاہر ہوتا ہو یا دونوں وصیتوں میں ایسی منافات پائی جاتی ہو کہ باہم دونوں کا ایک معنی میں جمع ہونا محال ہو۔

تشریح

دفعات سابقہ سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ موصی لہ کے قبول کرنے اور موصی بہ پر اس کی ملکیت ثابت ہونے کا وقت موصی کی موت کے بعد ہوتا ہے اور اس بنیاد پر یہ حکم بھی مرتب ہوتا ہے کہ موصی کو اپنی زندگی میں اپنی کی ہوئی وصیت سے رجوع کرنے کا حق حاصل رہتا ہے، خواہ اس کی زندگی میں موصی لہ نے قبول ہی کیوں نہ کر لیا ہو، کیونکہ موصی لہ کی تملیک موصی کی وفات کے بعد ہوگی نہ کہ اس کی حیات میں، اس لئے جب تک موصی زندہ ہے وہ اپنی وصیت میں رجوع یا ردوبدل کرنے کا مختار و مجاز ہے۔

حنفی مسلک :

چونکہ وصیت موصی پر واجب نہیں ہے بلکہ عقد تبرع وغیر لازم کے درجے میں ہے اس لئے موصی کو اپنی حیات میں اس سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ رجوع کرنا تین قسم پر منقسم ہے :-

(۱) صراحۃً (۲) دلالتاً (۳) ضرورۃً

صراحۃً: صراحۃً یہ ہے کہ موصی صریح عبارت کے ساتھ یہ کہہ کر رجوع کرے کہ میں نے اپنی وصیت سے رجوع کر لیا۔

دلالتاً: دلالتاً رجوع کی دو صورتیں ہیں ایک فعلاً اور دوسری قولاً۔

فعلاً: یہ کہ موصی کوئی ایسا فعل کرے جس سے رجوع کرنا ثابت ہوتا ہو، مثلاً یہ کہ کپڑے کی وصیت کی ہو پھر اس کپڑے کو قطع کر کے قمیص یا قبائے

تیار کر لے۔ روٹی کی وصیت کی ہو تو اس کا سوت بنوا کر کپڑا بوالے ، علی
ہذا النبیاس بیع کر دے ، ہبہ ، کردے صدقہ کر دے۔ ۶۶

قولاً: یہ کہ پہلے ایک شخص کے حق میں اپنے ایک تہائی مال کی وصیت
کر دے۔ بعدہ اسی تہائی مال کی وصیت کسی دوسرے کے لئے یہ کہہ کر کرے
کہ فلاں کے لئے جس تہائی کی میں نے وصیت کی تھی وہ دوسرے فلاں کو دیا
جائے ، تو اب یہ اول وصیت سے رجوع ہو جائے گا۔ ۱۲

فتہاء احناف نے یکے بعد دیگرے ایک شے کے متعلق دو وصیتیں کرنے کے
سلسلہ میں ایک اصول یہ بیان فرمایا ہے کہ ”جب یکے بعد دیگرے ایسی
دو وصیتیں کی جائیں جو باہم ایک دوسرے کے سافی ہوں تو دوسری وصیت پہلی
وصیت کے باطل ہونے کا سبب ہو جائیگی ، گویا یہ اول سے رجوع کر لینا متصور
ہوگا ، لیکن اگر دونوں وصیتوں میں سناوات نہیں ہے تو دونوں نافذ ہونگی ،
دوسری وصیت اول سے رجوع کا سبب نہ ہوگی۔ مثلاً کسی شخص نے پہلے ایک
شخص کے حق میں اپنے کسی مکان کی وصیت کی پھر اسی مکان کی وصیت کسی
دوسرے شخص کے حق میں کی ، یہ دوسری وصیت اول سے رجوع کر لینا متصور
نہ ہوگا بلکہ دونوں وصیتیں نافذ کی جائیگی کیونکہ دونوں کے درمیان سناوات
موجود نہیں ، دونوں ہیں تملیک مقصود ہے۔ چنانچہ یہ موصی بہ مکان نصف پہلے
موصی لہ کا حق ہوگا اور نصف دوسرے موصی لہ کو ملے گا۔

لیکن اگر پہلے مکان وقف کر دینے کی وصیت کی پھر اسی مکان کے بیع
کر دینے کی وصیت کی یا اس کے برعکس عمل کیا تو اب پہلی وصیت دوسری
وصیت کے ذریعہ منسوخ قرار دی جائیگی کیونکہ ان وصیتوں میں باہم سناوات
ہے ، لہذا دوسری وصیت کا اقدام پہلی وصیت سے رجوع کی دلیل ہوگا۔

اس سلسلہ میں دوسرا اصول یہ ہے کہ جب کسی شے مثلاً مکان کی اولاً
ایک شخص کے لئے وصیت کی پھر اسی چیز کی دوسرے کے حق میں کی ، ایسی
صورت میں یا تو دوسری وصیت کرتے وقت پہلی وصیت کا ذکر کیا گیا ہوگا یا

(۹۲) العسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۱۶۱

(۹۳) البدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۴۸-۴۹

نہ کیا گیا ہوگا، اگر اول کا ذکر کیا گیا ہے تو دوسری وصیت اول سے رجوع کر لینا تصور ہوگا اور اگر اول وصیت کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے تو یہ دونوں وصی لہم کے اشتراک پر معمول ہوگا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ کسی ایک ہی شے کی یکے بعد دیگرے دو شخصوں کے حق میں وصیت کرنے کا اصول یہ ہے کہ دونوں کو اس شے میں شریک تصور کیا جائے، کیونکہ اس طریقہ سے بقدر امکان دونوں وصیتوں پر عمل ہو جائیگا اور ایک عاقل کے تصرف کے لئے اصل اصول یہی ہے کہ اسکے تصرف کو بقدر امکان باطل کرنے سے محفوظ رکھا جائے۔ چنانچہ عدم ذکر کی صورت میں اگر ہم دوسری وصیت کو اول سے رجوع قرار دیتے ہیں تو ایک وصیت کا کلیہ باطل کر دینا لازم آتا ہے اور اگر اشتراک کا قول اختیار کرتے ہیں تو ہر وصیت پر عمل ہو جاتا ہے، لہذا حتی الامکان اشتراک ہی پر معمول کیا جائے گا، بخلاف اس صورت کے جبکہ دوسری وصیت کے وقت اول وصیت کا ذکر کرتے ہوئے یہ کہا ہو کہ جس شے کی میں نے پہلے شخص کے لئے وصیت کی تھی اب میں اسکی وصیت فلاں شخص کے حق میں کرتا ہوں یا کہا کہ وہ شے اب فلاں کی ہوگی لیکن اگر یہ کہا کہ جس شے کی میں نے فلاں کے لئے وصیت کی ہے اسکی فلاں کے لئے بھی کرتا ہوں تو یہ صورت اشتراک پر معمول ہوگی۔

وصیت سے انکار :

وصیت سے انکار کر جانا امام ابو یوسف کے نزدیک رجوع ہوگا اور امام محمد کے نزدیک رجوع نہ ہوگا۔ ۱۹۳

رجوع کی چند صورتیں :

وصیت سے رجوع کے مسئلہ میں شرح الاحکام الشرعیہ، مؤلفہ زیدالایمانی میں لکھا ہے کہ رجوع یا تو صراحتاً ہوگا یا دلالتاً۔ صریح کی صورت یہ ہے کہ وصی کہدے کہ میں نے فلاں کے حق میں جو وصیت کی تھی اس سے میں نے رجوع کیا یا رجوع کرتا ہوں یا اس وصیت کو باطل کر دیا یا جو کوئی وصیت بھی میں نے کی ہو وہ باطل ہے۔ دلالتاً رجوع کی صورت یہ ہے کہ وصی ایسا

کوئی فعل کرے جو رجوع پر دلالت کرتا ہو۔ اس کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں :

۱- وصیت کے وقت موصی بہ (شے) جس نام سے پکاری جاتی تھی موصی کے عمل سے موصی بہ سے اس نام کا ازالہ ہو جائے اور اس کی اعلیٰ صفات تبدیل یا زائل ہو جائیں مثلاً موصی نے سونے کی اینٹ کی وصیت کی تھی۔ اس سونے کا زیور بنالیا یا سوت کی گانٹھوں کی وصیت کی تھی اس کا کپڑا بنوالیا یا کپڑے کی وصیت کی تھی اس کا لباس تیار کرایا۔

۲- موصی کا عمل ایسا تصرف ہو جس کے سبب کسی دوسرے کی ملکیت ثابت ہو جائے مثلاً موصی بہ کو فروخت یا ہبہ کر دیا۔ البتہ اگر یہ تصرف ایسا ہو جس سے موصی کی ملکیت زائل نہیں ہوتی تو وصیت باطل شمار نہ ہوگی مثلاً کسی کو عاریہ دے دینا یا کرایہ پر اٹھا دینا۔

۳- موصی بہ کو کسی دوسری شے سے اس طرح مخلوط کر دینا کہ اس کی تمیز میں دشواری لاحق ہو یا وہ تبدیل ہوگئی ہو۔ مثلاً گندم میں جو کا مخلوط ہو جانا۔ یہ اختلاط موصی بہ کے ہلاک ہونے کے درجہ میں شمار ہوگا، اور وصیت باطل سمجھی جائے گی۔

موصی بہ میں کمی :

لیکن موصی بہ میں کمی وصیت کے نفاذ میں مانع نہ ہوگی مثلاً موصی بہ کے حق میں مکان کی وصیت کی تھی پھر وہ مکان منہدم کر دیا تو موصی کا یہ عمل وصیت کے بطلان کا سبب نہ ہوگا۔ یہ مسئلہ قدیم کتب فقہ میں اسی طرح مذکور ہے۔ دراصل فقہاء نے اس مسئلہ کے بیان کرنے میں لفظ ”الدار“ استعمال کیا ہے۔ عرف عرب میں دار اس بڑے احاطہ کو کہتے تھے جس کے اطراف میں متعدد کوٹھریاں تعمیر ہوتی تھیں اور درمیان میں ایک وسیع صحن (میدان) چھوڑا جاتا تھا۔ ایسے احاطہ میں فقہاء نے آراشی کو اصل قرار دیا ہے اور ان کوٹھریوں کی تعمیرات کو تابع اور ”الدار“ کا وصف قرار دیا ہے۔ اس بناء پر انکی توڑ پھوڑ کا تصرف تابع اور صفات میں تصرف شمار ہوگا نہ کہ ذات میں۔ لیکن ہمارے عہد میں مکان کا لفظ زمین پر تعمیر شدہ عمارت پر بولا

جاتا ہے۔ آراضی مع عمارت مکان کہلاتی ہے، محض آراضی کو مکان نہیں کہتے لہذا ہمارے عرف کے اعتبار سے عمارت کا انہدام ذات موصی بہ میں تغیر متصور ہوگا نہ کہ اس کے کسی وصف میں، لہذا اگر موصی نے موصی لہ کے حق میں مکان کی وصیت کی تھی اور وہ مکان منہدم کرادیا تو یہ موصی بہ کا ازالہ ہوگا اور ایسی صورت میں وصیت باطل قرار دی جانی چاہئے۔ یہ حکم موصی کے تصرف کی بناء پر ہوگا جس سے اسکی نیت، ارادہ اور منشاء کا استنباط کیا گیا ہے لیکن اگر مکان استداد زمانہ یا کسی اور قدرتی سبب سے منہدم ہو گیا ہو تو وہ موصی بہ کا ازالہ اور وصیت کے بطلان کا سبب نہ ہوگا۔ کیونکہ موصی بہ میں کسی یا نقص کا واقع ہوجانا وصیت کے بطلان کا سبب نہیں ہوا کرتا۔ اور ایسی صورت میں وہ وصیت اس حد تک نافذ قرار دی جائے گی۔

مکان کچا تھا پختہ کرادیا یا پختہ تھا مگر اس کی تعمیر میں کوئی تبدیلی کی یا پلاسٹر کرایا تو وصیت باطل نہ ہوگی کیونکہ موصی کا یہ عمل مکان کے صفات اور اسکی تابع اشیاء میں تصرف کرنا متصور ہوگا البتہ اگر کسی خالی قطعہ آراضی کی وصیت کی تھی پھر موصی نے اس پر مکان تعمیر کرادیا تو خالی قطعہ آراضی کی وصیت باطل شمار ہوگی۔ اگر موصی نے ایک ایسے مکان کی وصیت کی جو بوقت وصیت ایک منزلہ تھا، بعدہ اس پر ایک یا دو منزلیں اور تعمیر کرائیں۔ ایسی صورت میں اگر بالائی منزلیں زیرین منزل کی تابع ہیں تو پورا مکان موصی لہ کا ہوگا اور اگر بالائی منزلیں زیرین منزل کی تابع نہیں ہیں تو اس کا حکم علیحدہ ہوگا، مثلاً زینہ وغیرہ کا علیحدہ یا مکان کے باہر سے ہونا۔

موصی بہ کا معدوم ہو جانا :

اگر موصی بہ موصی کی زندگی میں معدوم یا ضائع ہو جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ البتہ اگر موصی بہ کا ضیاع (ضائع ہونا) موصی کی وفات کے بعد ورثہ کے فعل یا ترک فعل سے ہوا ہو تو ورثہ پر تاوان عائد ہوگا۔ خواہ یہ ضیاع موصی لہ کے قبول سے قبل ہو یا بعد میں، کیونکہ موصی کی وفات کے بعد ورثہ کی حیثیت مال موصی بہ کے سلسلہ میں ایک اسبن کی ہے۔ اگر ورثہ نے موصی لہ کے حق میں تعدی کا عمل کیا تو تاوان کے ذمہ دار ہوں گے۔ لیکن

اگر موسیٰ کی موت کے وقت موسیٰ بہ ورثہ کے پاس موجود ہو اور ورثہ کی جانب سے اس پر کسی قسم کی زیادتی یا تعدی کا عمل نہ کیا گیا ہو تو یہ لوگ ضامن نہ ہوں گے، کیونکہ جب تک ان کی جانب سے کوئی ظلم و زیادتی وجود میں نہ آئے گی ضامن نہ ہوں گے۔ اس میں بغیر کسی عمل تعدی کے ضامن نہیں ہوا کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ اگر ورثہ نے موسیٰ بہ کے ساتھ تعدی کا عمل کیا تو پھر یہ موسیٰ بہ کے حق میں موسیٰ بہ کا تاوان ادا کریں گے، خواہ موسیٰ بہ نے شے موسیٰ بہ کے ہلاک ہونے سے قبل قبول کیا ہو یا اس کے بعد۔ یہی اس صورت میں ہوگا جب کہ قبول کرنے کے بعد موسیٰ بہ نے موسیٰ بہ کا ورثہ سے مطالبہ کر دیا ہو اور ان لوگوں نے باوجود قدرت کے اس کے سپرد نہ کیا ہو اور ان کی کسی زیادتی کے عمل کے بغیر موسیٰ بہ ضائع ہو جائے تو موسیٰ بہ کو حق ہوگا کہ وہ موسیٰ بہ کے عوض میں ان سے تاوان وصول کرے۔ اس صورت میں اگرچہ موسیٰ بہ کی ہلاکت ورثہ کے فعل تعدی کے بغیر وجود میں آئی ہے لیکن چونکہ ان لوگوں نے موسیٰ بہ کو سپرد کرنے سے انکار کیا تھا حالانکہ ان کو انکار کا حق نہ تھا اس لئے ان کا یہ فعل ہی زیادتی کے مترادف ہوگا۔ اس لئے ان کو تاوان ادا کرنا ہوگا۔

مالک مسلک :

رجوع قول اور فعل دونوں ذریعوں سے کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ رجوع کرنے کے بعد خواہ یہ رجوع حالت صحت میں کرے یا بحالت مرض کیا ہو، وصیت باطل ہو جائے گی۔ قولاً رجوع کرنا واضح امر ہے، حسب ذیل افعال فعلاً رجوع متصور ہوں گے :

”موسیٰ بہ کو فروخت کر دے، موت کا کپڑا یا چادر تیار کرائے، کھیتی کو کاٹ کر اپنے قبضے میں کر لے، یا اسے اسور جن سے موسیٰ بہ حقیقتاً یا حکماً تبدیل ہو کر دوسری حقیقت قرار پا جائے۔“

اگر موسیٰ نے اپنی وصیت کو کسی معین مرض سے موت کے ساتھ مقید کر دیا ہو یا کسی خاص مقام کے سفر کی موت سے مقید کر دیا ہو۔ اور پھر اس مرض

معین یا سفر معین سے سلامتی حاصل ہوگئی، تو یہ وصیت بعد صحت و سلامتی باطل ہو جائے گی، اگرچہ وصیت نامہ تحریر کر دیا گیا ہو۔ لیکن اگر مطلقاً وصیت کی، کسی مرض یا سفر معین کے ساتھ مفید نہ کیا، اور وصیت نامہ تحریر کر کے موصی لہ کے حوالے کر دیا، بعدہ مرض سے صحت یاب ہو گیا، یا سفر سے سالم واپس آ گیا اور وصیت نامہ واپس نہ لیا تو وصیت صحیح ہوگی۔ ۹۰

جن افعال سے رجوع نہیں ہوتا :

اگر میدانی زمین کی وصیت کرنے کے بعد موصی نے اس زمین میں مکان تعمیر کر لیا تو وصیت باطل نہ ہوگی (یہ رجوع متصور نہ ہوگا) بلکہ موصی، موصی لہ کے ہمراہ شریک متصور ہوگا، (عمارت موصی کی اور آراضی موصی لہ کی رہے گی) جیسا کہ ایک شخص کسی مکان یا زمین کی زید کی اولاد کے لئے وصیت کرے، اس کے بعد عمر کے لئے وصیت کرے تو یہ دونوں مکان اور زمین میں نصف نصف کے شریک متصور ہوں گے، یہ نہ ہوگا کہ عمرو کے حق میں وصیت زید کی وصیت سے رجوع کر لینا متصور ہو، اسی طرح موصی بہ کو رہن کر دینے سے وصیت باطل نہیں ہوتی (رجوع متصور نہیں ہوتا)۔ اسی طرح اگر اپنے مال کی ایک تہائی کی وصیت کی تھی پھر اس مال سے کچھ حصہ فروخت کر کے اس کے مقابلے میں دیگر اشیاء خرید لیں، یا کپڑے کی وصیت کی اور پھر اس کپڑے کو فروخت کر کے دوسرا کپڑا اس کی جگہ خرید لیا تو یہ رجوع متصور نہ ہوگا، اسی طرح مکان پر بلاستر کرنے یا رنگ و روغن کرنے کا فعل رجوع نہ ہوگا۔ ۹۱

شافعی منب :

موصی کے لئے اپنی حیات میں ہر وقت وصیت سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہے، البتہ اگر وصیت میں اپنی ذات پر دین وغیرہ کا اقرار کیا ہو تو ایسی وصیت سے رجوع نہ کر سکے گا، باقی تمام قسم کے تبرعات سے رجوع کرنا یا ان میں تبدل و تغیر کرنا جائز ہوگا۔ ۹۲

قول اور فعل (تصرف) ہر دو عمل سے رجوع جائز ہوگا۔ چنانچہ وصیت

(۹۵) جواہر الاکلیل، شرح مختصر الخلیل، صالح عبدالسمع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۸-۱۹

(۹۶) جواہر الاکلیل، شرح مختصر الخلیل، صالح عبدالسمع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۹

(۹۷) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۱۱۸ (ماخوذ)۔

کے بعد اگر کہا کہ یہ میرے وارث کے لئے ہے، تو یہ رجوع کر لینا متصور ہوگا۔ اگر ایک معین شئی کی ایک شخص کی اولاد کے حق میں وصیت کی اور پھر دوسرے کے حق میں کی تو صحیح مذہب میں اسکا یہ فعل اول شخص کی اولاد سے رجوع کر لینا متصور ہوگا۔ اگر وصیت کے بعد یہ کہا کہ یہ موصی بہ میرا ترکہ ہوگا، تو اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ رجوع سمجھا جائے گا دوم یہ کہ رجوع نہ ہوگا، کیونکہ وصیت بھی ترکہ ہی ہوتی ہے۔ موصی بہ کو وصیت کے بعد بیع کر دینا، ہبہ کر دینا یا ان کے ہبہ یا بیع کی وصیت کر دینا، رجوع خیال کیا جائے گا۔ ۹۸

معین اناج کی وصیت کی بعد اس کو دوسرے اناج سے جس کی وصیت نہ تھی ملا دیا، یا زمین میں بودیا، یا آٹے کی روٹی بکالی، یا روٹی کا سوت بنا کر کپڑا بنالیا یا پارچہ قطع کر کے لباس بنا لیا۔ ان تمام صورتوں میں رجوع متصور ہوگا۔ ۹۹

حنبلی نقطہ نظر :

وصیت سے قولاً اور فعلاً ہر دو طریق سے رجوع کرنا جائز ہے، مثلاً یہ کہے کہ میں نے وصیت سے رجوع کر لیا، یا وصیت کو باطل کیا یا میں نے وصیت کو تبدیل کر دیا، یا موصی بہ میرے وارثوں کا ہوگا یا وہ میری میراث ہوگا، ان تمام صورتوں میں وصیت سے رجوع کرنا متصور ہوگا۔ اسی طرح اگر یہ کہا کہ زید کے لئے جس چیز کی میں نے وصیت کی تھی وہ عمر کے لئے ہوگی تو اب زید اس چیز کا حقدار نہ ہوگا، بلکہ موصی بہ عمر کا حق ہوگا۔ لیکن اگر اولاً ایک معین شخص کے حق میں اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیت کی یا اپنے پورے مال کی اولاً ایک شخص کے لئے اور پھر پورے مال کی دوسرے شخص کے لئے وصیت کی تو اس صورت میں دونوں شخص اس حصہ یا مال میں شریک سمجھے جائیں گے۔ اگر ان دو یا تین میں سے کسی ایک کا انتقال ہو گیا، یا کسی ایک نے رد کر دیا تو اب پورا حصہ یا مال باقی ماندہ شخص یا اشخاص (موصی لہم) کا ہوگا۔

(۹۸) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۱۸ (ماخوذ)

(۹۹) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۱۸ (ماخوذ)

المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۶۶-۶۸

فعلاً رجوع کرنا یہ ہے کہ مثلاً موسیٰ، موسیٰ بہ کو وصیت کے بعد فروخت کر دے، ہبہ کر دے، صدقہ کر دے، رهن رکھ دے، یا کھانے پینے میں خود استعمال کر لے یا کسی دوسرے کو کھلا دے بلا دے، یا موسیٰ بہ کو بیع کے لئے پیش کر دیا ہو، یا مشتری سے کہا ہو کہ میں نے تمہارے ہاتھ فروخت کر دیا لیکن مشتری (خریدار) نے ابوی قبول نہ کیا ہو، یا موسیٰ بہ کی بیع یا صدقہ یا ہبہ کی وصیت کر دے یا عورت کا سہرہ قرار دے، یا خلع کا عوض مقرر کر دے، کرائے کی اجرت میں دے دے، یا ایسا کوئی تصرف کر لیا جس کے بعد موسیٰ بہ اپنی اول شکل و حالت اور اغراض سے متبدل ہو گیا، تو ان تمام حالتوں میں وصیت سے رجوع متصور ہوگا۔ لیکن اگر ایسے تصرفات کئے، جن کے بعد موسیٰ بہ کے اغراض متبدل نہ ہوئے اور نہ وہ تصرفات لازمی ہوئے بلکہ ان کا ازالہ ممکن ہوا یا ایک وقت معین پر ازخود زائل ہونے والے ہوئے تو ایسی صورت میں رجوع متصور نہ ہوگا، چنانچہ کرائے پر دے دینا، زمین میں کھیتی کر لینا یا موسیٰ بہ کو ایسی شی سے مخلوط کر دینا جس سے علیحدگی ممکن ہو وصیت سے رجوع متصور نہ ہوگا۔ ۱۰۰

ظاہریہ مسلک :

ظاہریہ کے نزدیک موسیٰ کے لئے ہر قسم کی وصیت سے، ماسوا غلام کی آزادی کے، جو وصیت کے وقت اس کی ملکیت میں موجود تھا، رجوع کر لینا جائز ہے۔ ۱۰۱

مصر کا قانون :

مصر میں وصیت سے رجوع کرنے کے سلسلہ میں حسب ذیل قانون رائج ہے: دفعہ ۱۸ - موسیٰ کے لئے کل یا بعض وصیت سے صراحتاً یا دلائلاً رجوع کر لینا جائز ہوگا - وصیت سے رجوع کر لینا ہر ایسے فعل یا تصرف سے جو کسی قرینے یا عرف کی بنا پر رجوع پر دلالت کرتا ہو، معتبر ہوگا۔ دلائلاً رجوع کے سن جملہ ایسا تصرف بیبی رجوع متصور ہوگا جو موسیٰ بہ سے وصی کی ملکیت کے ازالہ کا باعث ہو جاتا ہو -

(۱۰۰) الانواع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۵-۵۷

المحرر، مجد الدین ابوالبرکات مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۶

(۱۰۱) المعطلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۱۶

دفعہ ۱۹ - وصیت سے انکار کر جانا یا موصی بہ کی ذات سے کسی تعمیر کو مستہدم کر دینا یا ایسا فعل کرنا جو موصی بہ کے نام کی تبدیلی کا ذریعہ ہو یا اس کی کسی صفت مقصودہ کے ازالہ کا ذریعہ ہو، رجوع کے لئے معتبر نہ ہوگا اور نہ ایسا فعل رجوع سمجھا جائے گا جس کے سبب موصی بہ میں ایسی زیادتی پیدا ہو جائے کہ اس زیادتی کے بغیر موصی بہ، موصی لہ کے سپرد نہ کیا جاسکے، الا یہ کہ کسی قرینہ یا عرف کے سبب ایسی دلیل موجود ہو جو اس فعل کے رجوع کر لینے پر دلالت کرتی ہو۔ ۱۰۲

عدالتی نقطہ نظر :

مقدمہ سردار بی بی بنام عبداللطیف عدالت عالیہ لاہور نے قرار دیا کہ ایک جائداد جس کی موصی نے اپنی بیٹی کے حق میں وصیت کی تھی، بعد کو اس نے وہ جائداد اس کے حق میں ہبہ کر دی (ایسی صورت میں یہ کہا جائے گا کہ) وصیت سے دلائل رجوع کر لیا گیا اور وہ (وصیت) باقی نہ رہی۔ ۱۰۲

۲۰۹ - بحالات ذیل وصیت باطل ہوگی :

بطلان وصیت

- (۱) موصی کے دائمی طور پر ہاگل ہو جانے سے،
- (۲) موصی یا موصی لہ کے مرتد ہو جانے سے،
- (۳) موصی لہ کے قبول کرنے سے پہلے موصی بہ کے ضائع یا ہلاک ہو جانے سے،
- (۴) موصی کی وفات کے بعد موصی لہ کے وصیت کو رد کرنے سے،
- (۵) موصی کو موصی لہ کے عمداً قتل کرنے سے،
- (۶) موصی بہ پر کسی دوسرے شخص کا حق ثابت ہو جانے سے، اور
- (۷) کسی دیگر امر شرعی کی بنا پر جو بطلان وصیت کا موجب ہو۔

(۱۰۲) قانون الاحوال الشخصیہ، مصر، دوسری فصل (وصیت سے رجوع کرنا)۔

(۱۰۳) بی ایل ڈی، ۱۹۵۲ ع، لاہور، ص ۲۹۳

تشریح

وصیت باطل کرنے کے تین طریقے ہیں - (۱) عبارت صریح سے باطل کردینا ، یا (۲) کسی فعلی شکل سے باطل کردینا یا (۳) بضرورت باطل ہوجانا۔ اول کی مثال یہ کہ میں نے وصیت کو باطل کیا ”یا نسخ کردیا ، یا توڑ دیا اور رجوع کرنے کا لفظ بھی درحقیقت وصیت کو باطل کرنا ہی ہوتا ہے۔ دلالہ ضرورہ کی مثالیں وہی ہیں جن کو رجوع کے سلسلے میں بیان کیا جاچکا ہے ، نیز موصی کے دائمی جنون سے اور موصی لہ کے موصی سے قبل فوت ہو جانے سے موصی بہ (مال وصیت) کے ہلاک ہوجانے سے بھی وصیت باطل ہوجاتی ہے ، بشرطیکے موصی بہ معین شئی ہو۔ ۱۰۱

غیر مسلم دارالاسلام کے شہری کی وصیت کی تین صورتیں متصور ہوتی ہیں۔ جس امر کی وصیت کی ہے ، یا تو وہ ہماری اور ان کی نظر میں قربت الہی کا ذریعہ ہوگا ، یا ہمارے نزدیک قربت کا ذریعہ ہوگا ، ان کے نزدیک نہ ہوگا ، یا ان کے نزدیک قربت کا ذریعہ ہوگا ، ہمارے نزدیک نہ ہوگا ، اول صورت میں بالاتفاق وصیت جائز ہوگی ، مثلاً فقراء مسلمین یا فقراء اہل ذمہ یا غلام کے آزاد کرنے یا مسجد اقصیٰ کی تعمیر کے حق میں وصیت کی ہو۔ یہ امور ہمارے اور غیر مسلم دونوں کے نزدیک قربت الہی کا ذریعہ ہیں۔ دوسری صورت جو کہ محض ہمارے نزدیک قربت ہو مثلاً حج کے لئے وصیت ہمارے نزدیک قربت ہے لیکن غیر مسلم کے نزدیک قربت کا ذریعہ نہیں ، یا مسلمانوں کی مسجد کی تعمیر کی وصیت۔ یہ بالاتفاق جائز نہ ہوگی کیونکہ یہ ان کا درحقیقت ہمارے حق میں استہزا متصور ہوگا اور ہزل و استہزا وصیت کو باطل کردیتے ہیں ، تیسری صورت کہ محض ان کے نزدیک قربت کا ذریعہ ہو مثلاً گرجا وغیرہ کے لئے وصیت کرنا۔ اس صورت میں امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین کا اختلاف ہے۔ امام صاحب

کے نزدیک وصیت جائز ہوگی ، صاحبین کے نزدیک باطل ہوگی - ۱۰۰ راقم الحروف کے نزدیک امام صاحب کا قول زیادہ قرین انصاف معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ مذہبی خیر سگالی سے ہم آہنگ ہے جس کی طرف قرآن کریم میں بھی اشارے ملتے ہیں۔

ارتداد :

ہر قسم کی معصیت کی وصیت باطل ہوگی نیز موصی یا موصیٰ لہ کے مرتد ہو جانے سے بھی وصیت باطل ہو جاتی ہے - ۱۰۱

موصیٰ بہ کی حالت کا تغیر :

جبکہ مکان کی وصیت کی گئی ہو لیکن موصیٰ کی موت کے بعد مکان منہدم ہو کر میدان ہو گیا ہو تو آیا وصیت باطل ہو جائے گی ؟ اس مسئلہ میں اختلاف ہے - (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو تشریح دفعہ ۲۰۸)

معین موصیٰ بہ اگر موصیٰ کی حیات یا وفات کے بعد یا قبل ضائع ہو جائے تو اس کے حق میں وصیت بھی باطل ہو جائے گی - ۱۰۸

مصر کا قانون :

دفعہ ۱۴ - موصیٰ کے ایسے جنوں سے جو اس کی موت تک دائم و قائم رہے ، وصیت باطل ہو جائے گی - اسی طرح جبکہ موصیٰ لہ موصیٰ کی موت سے قبل وفات پا جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی -

دفعہ ۱۵ - جب کہ موصیٰ بہ معین ہو اور موصیٰ لہ کے قبول کرنے سے قبل ضائع ہو گیا ہو تو وصیت باطل ہوگی -

دفعہ ۱۶ - موصیٰ کی کم عقلی یا غفلت کی بنا پر اس کو تصرفات سے روک دینے کے لئے صورت میں ، وصیت باطل نہ ہوگی - ۱۰۹

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۹۷ - حسب ذیل امور وصیت کو باطل کر دیں گے :

- (۱۰۵) بدائع الصنائع ، امام کسان ، مطبوعہ مصر ، ج ۷ ، ص ۳۴۱
 (۱۰۶) جواهر الاکلیل (شرح مختصر الخلیل) صالح عبدالسمع الآبی ، مطبوعہ مصر ، ج ۲ ، ص ۲۱۸
 (۱۰۸) الاقناع ، شرف الدین المقدسی ، مطبوعہ مصر ، ج ۳ ، ص ۷۰
 (۱۰۹) قانون الوصیۃ ، مصر ۱۹۳۶ ع۔

- ۱- جب کہ موصی موت کے وقت تک دیوانگی میں مبتلا رہا ہو۔
 - ۲- جب کہ موصی کی موت سے قبل موصی لہ وراثت ہوا ہو۔
 - ۳- جب کہ موصی کی وفات سے قبل موصی بہ ضائع ہو چکا ہو۔
 - ۴- جب کہ موصی کی وفات کے بعد موصی لہ نے وصیت کو رد کر دیا ہو۔
- دفعہ ۱۹۸ - موصی لہ کا موصی کو قتل کر دینا وصیت اختیار یہ اور وصیت واجبہ سے مجرومی کا سبب ہوگا۔

جب کہ قتل عمداً واقع ہوا ہو یا قتل بالتسبب ہو، خواہ قاتل بذات خود قتل کا ارتکاب کرے یا قتل میں شریک ہوا ہو یا شریک بنانے کا ذریعہ بنا ہو، یا جھوٹی شہادت سے موصی کی موت کا باعث ہوا ہو۔

جب کہ یہ تمام صورتیں بلا عذر شرعی وجود میں آئی ہوں اور قاتل عاقل بالغ تیرہ سال کی عمر رکھتا ہو۔

دفعہ ۱۹۹ - وصیت کے کلاں یا بعضاً باطل ہو جانے سے مال موصی بہ موصی کا ترکہ (برائے تقسیم مابین ورثاء) شمار کیا جائے گا۔ ۱۱۰

مندرجہ بالا دفعات کے علاوہ تونس کے قانون میں حسب ذیل دفعہ بھی شامل ہے جو اگرچہ صراحتاً بطلان وصیت سے متعلق نہیں ہے لیکن باعتبار نتیجہ اپنے اندر بطلان کا اثر رکھتی ہے۔

دفعہ ۱۸۵ - جب کہ موصی بہ ضائع ہو جائے یا اس پر کسی غیر کا حق ثابت ہو جائے تو موصی لہ اس موصی بہ کا مستحق نہ رہے گا، لیکن اگر موصی بہ کا کچھ حصہ ضائع ہوا یا کسی حق میں مرہون یا زیر کفالت ثابت ہوا تو بقیہ حصہ موصی لہ کا حق ہوگا۔ ۱۱۱

شام کا قانون :

دفعہ ۲۲۰ - بحالات ذیل وصیت باطل ہوگی :

(الف) موصی کی موت سے قبل موصی لہ فوت ہو جائے،

(ب) موصی کو دائمی جنون لاحق ہو جائے جس کا اختتام موت پر ہو،

(۱۱۰) قانون الاحوال الشخصیة، تونس، سانواں بائد

(۱۱۱) قانون الاحوال الشخصیة، تونس، جونہا بائد

- (ج) موصی کی وفات سے قبل معین موصی بہ ہلاک ہو جائے ،
 (د) موصی وصیت سے صراحتاً یا دلالتاً رجوع کر لے ،
 (ہ) جب کہ موصی لہ ، موصی کی موت کے بعد وصیت کو رد کر دے ،
 بہ پابندی دفعات فصل آئندہ ۔

دفعہ ۲۲۱۔ ہر ایسا فعل یا تصرف جو قرائن یا عرف کی بنیاد پر رجوع پر دلالت کرتا ہو وصیت سے رجوع سمجھا جائے گا ، جب کہ موصی نے رجوع کی صراحت نہ کی ہو ۔

دفعہ ۲۲۲۔ نفاذ سے انکار کر دینا یا ایسا فعل جو موصی بہ میں کسی ایسی زیادتی کا سبب ہوا ہو کہ بغیر اس زیادتی کے موصی بہ کو موصی لہ کے سپرد کرنا ممکن نہ رہا ہو ، وصیت سے رجوع متصور نہ ہوگا ۔

دفعہ ۲۲۳۔ حسب ذیل امور وصیت اختیاریہ اور واجبہ سے مانع متصور ہوں گے :

- (الف) جب کہ موصی لہ موصی کو عمداً قتل کر دے خواہ قتل بذات خود کیا ہو یا بطور شرکت ہو ، بشرطیکہ ظلماً ، بغیر حق و عذر واقع ہوا ہو ، اور قاتل پندرہ سال کی عمر کا عاقل و بالغ ہو ۔
 (ب) جب کہ موصی لہ ، موصی کے قتل کا قصداً سبب ہوا ہو ، حتیٰ کہ ایسی جھوٹی شہادت جو کہ موصی کے قتل پر مستہی ہوئی ہو اس سبب میں شامل ہوگی ۔

دفعہ ۲۲۴۔ جب کہ کل موصی بہ یا اسکے کچھ حصہ (معین) میں وصیت باطل قرار پائی ہو یا رد کردی گئی ہو تو (کچھ حصہ کی صورت میں) وہی حصہ باطل متصور ہوگا اور وہ مال موصی بہ موصی کے ترکے میں شامل ہو جائے گا ۔

دفعہ ۲۲۵۔ (۱) جب کہ وصیت ترکے کی کسی متعین شئی کی ہو یا ترکے کے اقسام میں سے کسی قسم خاص کی ہو اور یہ موصی بہ ضائع ہو جائے یا اس پر کسی کا حق ظاہر و ثابت ہو جائے ، تو موصی لہ ، کسی شئی کا مستحق نہ ہوگا ۔
 (۲) لیکن جب کہ اس موصی بہ کا بعض حصہ ہلاک ہوا ہو یا کسی کے حق میں لے لیا گیا ہو تو موصی لہ باقی ترکے کی ایک تہائی کی حد تک

اپنا حق وصول کرنے کا، جس میں ہلاک شدہ محسوب نہ ہوگا۔

دفعہ ۲۰۴ - (۱) جب کہ ترکے کے کسی معین قسم کے کسی غیر منقسم حصہ کی وصیت ہو اور وہ ضائع ہو جائے یا اس پر استحقاق ثابت ہو جائے تو موصی لہ محروم ہوگا۔

(۲) لیکن اگر اس کا کچھ حصہ ضائع ہوا ہو تو موصی لہ بقیہ ترکہ سے ایک تہائی کی حد تک اپنا حق وصول کرسکتے گا۔

دفعہ ۲۰۵ - (۱) جب کہ موصی کے اسوال میں سے کسی معین مال کے کسی غیر منقسم حصہ کی وصیت ہو اور یہ حصہ ضائع یا استحقاق (ثبوت حق غیر) سے ضائع ہو گیا ہو تو موصی لہ کسی شئی کا مستحق نہ ہوگا۔

(۲) اور اگر کچھ حصہ ہلاک یا استحقاق (ثبوت حق غیر) سے ضائع ہوا تو ہلاک شدہ "کان لم یکن"، (گویا سرے سے موجود نہ تھا) متصور ہوگا اور وصیت بقیہ مال میں نافذ کی جائے گی۔ ۱۱۲

عراق کا قانون :

عراق کے قانون کے تحت بھی بطلان وصیت کے کم و بیش وہی احکام پائے جاتے ہیں جو شام کے قانون کے تحت بیان کئے گئے ہیں۔ متعلقہ دفعات حسب ذیل ہیں۔

دفعہ ۷۲ - وصیت حسب ذیل صورتوں میں باطل ہو جائے گی :-

(۱) موصی کے موصی بہ سے رجوع کر لینے سے، مگر رجوع کا اعتبار اسی مساوی دلیل کے ذریعہ ہوگا جس دلیل کے ذریعہ وصیت ثابت کی جائے۔

(۲) موت کے وقت موصی کی اہلیت کے فقدان کے سبب۔

(۳) موصی کے موصی بہ میں ایسا تصرف کرنے سے جس سے موصی بہ کا

نام یا اس کی اعلیٰ صفات زائل ہو جائیں۔

(۴) موصی بہ کے ہلاک (ضائع) ہو جانے سے یا موصی کے خود ہی ہلاک

کردینے سے۔

(۵) موصی کی موت کے بعد موصی لہ کے رد کردینے سے۔ ۱۱۳

(۱۱۲) قانون الاحوال الشخصية شام، دوسری فصل۔

(۱۱۳) قانون الاحوال الشخصية عراق۔

۲۱۰۔ موصی کا وصیت سے انکار کر دینا وصیت سے رجوع کرنا متصور ہوگا بشرطے کہ حالات و فرائض اس کے متقاضی ہوں۔

انکار وصیت

تشریح

جب کوئی شخص اپنے کچھ مال کی وصیت کرنے کے بعد وصیت سے انکار کر دے مثلاً یہ کہے کہ میں نے کوئی وصیت نہیں کی۔ ایسی صورت میں فقہاء کا اس میں اختلاف ہے یہ کہ انکار رجوع متصور ہو گا یا نہیں؟ امام محمد کے نزدیک یہ انکار رجوع متصور نہ ہوگا جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک یہ وصیت سے رجوع کر لینا متصور ہوگا۔ امام محمد اپنے قول کی دلیل میں فرماتے ہیں کہ رجوع کرنا یہ چاہتا ہے کہ اولاً شئی کا وجود ہو، اور کسی شئی سے انکار کرنا چاہتا ہے کہ شئی وجود ہی میں نہ آئی تھی، کیونکہ انکار کے معنی اصل عقد کی نفی کرنا ہے۔ لہذا اگر ہم انکار کو رجوع قرار دے دیں تو لازم آتا ہے کہ وصیت کا عقد موجود ہو، اور نہ بھی ہو اور یہ امر محال ہے۔ اس کے برخلاف امام ابو یوسف کی دلیل یہ ہے کہ انکار کرنا زمانہ گشتہ اور زمانہ حال دونوں میں فعل کی نفی ہے اور یہ رجوع سے زیادہ قوی امر ہے، کیونکہ رجوع میں محض زمانہ حال کی نفی ہوتی ہے۔ لہذا انکار کو رجوع قرار دینا نفس رجوع سے زیادہ اولیٰ ہوگا۔ عملی نقطہ نگاہ سے امام ابو یوسف کا قول قابل ترجیح نظر آتا ہے اور اسی کو دفعہ بالا میں اختیار کیا گیا ہے۔

البتہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اتفاق ہے کہ،

(۱) جب کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے اپنے مکان کی فلاں کے لئے جو وصیت کی تھی اب اس مکان کی میں فلاں کے لئے وصیت کرتا ہوں تو اس کا یہ عمل رجوع متصور ہوگا، کیونکہ اس کا یہ کلام واضح طور پر دونوں کی شرکت کے انقطاع پر دلالت کر رہا ہے۔

(۲) بخلاف اس صورت کے جب کہ اولاً ایک شخص کے حق میں وصیت کرے اور پھر اسی شئی کی (اول وصیت کا ذکر کئے بغیر) دوسرے کے حق میں وصیت کرے، اس صورت میں اول اور دوسرا دونوں اس موصیٰ بہ میں شریک متصور ہوں گے، کیونکہ محل وصیت شرکت کا محتمل ہے اور موصیٰ کا کلام بھی اس کی صلاحیت رکھتا ہے، لیکن اس مسئلہ اشتراک کا محل وہ حالت

ہوگی جب کہ دوسرا موصیٰ لہ بقید حیات ہو اگر دوسرا بقید حیات نہ ہو اور موصیٰ کو اس امر کا علم بھی ہے کہ وہ بقید حیات نہیں تو دوسری صورت میں وصیت اپنے حال پر قائم رہے گی ، اس لئے کہ اس کو دوسرے کے حق کے قیام کی بناء پر مشترک قرار دیا جا رہا تھا اور چونکہ وہ حق قائم نہ ہو سکا ، لہذا اول وصیت اپنے حال پر قائم رہی۔

مندرجہ بالا پہلی صورت میں اگر دوسرا موصیٰ لہ وصیت کے وقت زندہ تھا ، اس کے بعد موصیٰ کی موت سے قبل فوت ہو گیا تو دونوں وصیتیں باطل ہو جائیں گی ، اول اس وجہ سے باطل ہوگی کہ اس سے موصیٰ نے رجوع کر لیا تھا اور دوسری اس لئے کہ موصیٰ لہ بقید حیات نہ رہا۔ اب موصیٰ بہ موصیٰ کے وراثہ کی ملکیت ہوگا۔ ۱۱۳

تیسواں باب

احکامِ موسیٰ

اہلیت موسیٰ

۲۱۱ - بہ پابندی ان حدود کے جو دفعات آئندہ میں مذکور ہیں ، بالغ و عاقل اور تصرف کا اہل ہر مرد یا عورت اپنی املاک و جائداد وصیت کے ذریعہ منتقل کرنے کا اہل ہے ۔

(۲) موسیٰ کے لئے لازم ہوگا کہ وہ وصیت کرتے وقت بالغ ، عاقل ، خود مختار اور سلوک و احسان (تبرع) کا اہل ہو ۔

استثنا :- (۱) ایک قریب البلوغ لڑکا جو سن رشد کو پہنچ گیا ہو اپنی تجہیز و تکفین کی وصیت کرنے کا مجاز ہوگا ۔

تشریح

وصیت ایک عقد ہے ۔ اس کی صحت کے لئے چند شرائط ہیں ۔ بعض شرائط موسیٰ سے متعلق ہیں اور بعض شرائط موسیٰ لہ اور موسیٰ بہ سے ۔

موسیٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ وصیت کرنے کے وقت بالغ ، عاقل ، آزاد ، خود مختار اور اپنے مال میں تصرف کرنے کا اہل ہو ۔ اسی بناء پر کسی دیوانے اور مخبوط الحواس شخص کی وصیت درست نہیں ہوتی ۔ یہی صورت بچہ کی ہے ۔ مضطر اور مجبور شخص بھی اسی ضمن میں آتا ہے کیوں کہ وہ فعل (وصیت) اس سے بلا اپنے ذاتی قصد و نیت کے سرزد ہوتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ایسا شخص جو کسی جبر و اکراہ کے زیر اثر کسی معاہدہ میں شریک ہو ، جبر و اکراہ کی حالت دور ہو جانے پر اس کے فسخ کرنے کا مجاز ہوگا ۔ بلوغ وصیت کے لئے ایک لازمی شرط ہے ، البتہ ایک ایسا لڑکا جو

سن رشد کو پہنچ گیا ہے اور صاحب تمیز ہے اپنی تہیز و تکفین امور خیر کے بارے میں وصیت کر سکتا ہے۔ یہ ایک استثنائی صورت ہے جس کی بنیاد مصالح عامہ پر رکھی گئی ہے۔

حنفی فقہ کی مشہور کتاب البدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ موصی کا مال کی وصیت کرنے میں تبرع (احسان و سلوک) کا اہل ہونا ضروری ہے۔ نابالغ یا دیوانے کی وصیت صحیح نہ ہوگی، کیونکہ یہ دونوں تبرع کے اہل نہیں۔ چنانچہ احناف کے نزدیک اگر ایک نابالغ اپنی وصیت کی نسبت اپنے بلوغ کے زمانہ کی طرف کر کے یہ کہے کہ جب میں بالغ ہو جاؤں، پھر فوت ہو جاؤں تو میرا اس قدر مال فلاں شخص کو دے دیا جائے، تب بھی یہ وصیت صحیح نہ ہوگی، کیونکہ موصی وصیت کے وقت شرعاً اہل نہ تھا۔ وصیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ بالقصد اور برضا و رغبت کی جائے۔ چنانچہ جبراً، مزاحاً یا خطااً وصیت صحیح نہ ہوگی۔

زید الایمانی نے شرح الاحکام الشرعیہ میں شرائط موصی کے ضمن میں لکھا ہے کہ یہ امر بالکل واضح ہے کہ جب تک عقد کے متعاقدان (عقد منعقد کرنے والے دو فرد) اور معقود علیہ موجود نہ ہوں کوئی عقد وجود میں نہیں آیا کرتا، اور ان مذکورہ تینوں امور میں سے ہر ایک کے لئے کچھ شرائط کا وجود ضروری ہے تاکہ عقد اپنے تامر لوازمات کے ساتھ وجود میں آسکے۔ چنانچہ عقد وصیت کی شرائط کی متعدد اقسام ہیں، ان میں بعض موصی کی اور بعض موصی لہ کی اور بعض موصی بہ کی ہیں۔

موصی کی بنیادی شرط ہے کہ وہ احسان اور سلوک کا اہل ہو اور یہ اس وقت ممکن ہوگا جب کہ وہ عاقل، بالغ، آزاد اور خود مختار ہو۔ کیونکہ غلام کسی شیء کا خود مالک نہیں ہوا کرتا، کجا یہ کہ کسی دوسرے کو مالک بنا سکے۔ اسی طرح دیوانے کی عبارت صحیح نہیں ہوا کرتی کیونکہ عبارت کی صحت تمیز پر موقوف ہے اور دیوانے میں تمیز موجود نہیں ہوتی۔ نیز جتنے ایسے عقود ہیں جو بطور احسان و سلوک کئے جاتے ہیں ان میں بلوغ

(۱) البدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۵۔

شرط ہوتا ہے۔ اس لئے اگر بچہ کو ہم غیر صاحب تمیز کہیں گے تو وہ اس سلسلے میں دیوانے کی مانند ہوگا۔ اور اگر صاحب تمیز تصور کریں گے تو چونکہ وصیت ایسا عقد ہے جس سے ضرر لاحق ہوتا ہے، اور ایسے تصرفات صاحب تمیز بچے کے بھی درست نہیں ہوا کرتے۔ خود مختار ہونے کی شرط اس لئے رکھی گئی ہے کہ مضطر و مجبور شخص جو کچھ کرتا ہے اس کا وہ فعل بغیر قصد و ارادہ کے ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اکراہ کی حالت میں جو معاہدات ہوں اکراہ کی حالت دور ہونے کے بعد مکروہ (جس کو مجبور کیا گیا ہو) کو ان کے فسخ کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ نیز وہ بچہ جو بلوغ کے قریب ہو (ابھی مکمل بالغ نہ ہوا ہو) اس کی وصیت بھی صحیح نہ ہوگی۔ خواہ ولی کی جانب سے اس کو تصرفات کی اجازت دے دی گئی ہو، خواہ وصیت غیر معلقہ (مطلق) ہو یا یہ کہ اس کو اپنے بالغ ہونے پر معلق کردیا گیا ہو۔ مثلاً اس طرح کہا گیا ہو کہ جب میں بالغ ہو جاؤں تو میری وصیت ہے کہ میرا ایک تہائی مال فلان شخص کو دیا جائے، البتہ اگر صاحب تمیز بچہ اپنی تعہیز و تدفین کے متعلق کوئی وصیت کرے تو جائز ہوگی۔^۱ الف

مالکیہ :

مالکی فقہ کی رو سے بھی یہ لازمی ہے کہ وصیت کنندہ آزاد ہو۔ صاحب تمیز ہو، موصی بہ مال کا مالک ہو۔ لہذا دیوانے کی، ایسے بچے کی جو صاحب تمیز نہ ہو، مدہوش کی بحالت مدہوشی یا شرابی کی بحالت نشہ یا ایسے شخص کی جس کی سلوکات مستغرق فی الدین (قرضوں میں مشغول) ہوں وصیت درست نہ ہوگی۔ کم عقل یا جو بچہ صاحب تمیز ہو جس کے کلام میں تناقض نہ پیدا ہوتا ہو اس نے کسی امر خیر کی وصیت کی ہو تو ایسی وصیت صحیح ہوگی۔ کافر کی وصیت بھی صحیح ہوگی مگر ایسی شیء کی جو شرعاً مال ہو لہذا شراب اور خنزیر کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔^۱ ب

(الف)۔ شرح الاحکام الشرعیہ فی الاحوال الشخصیۃ، زبد الایمان، مطبوعہ مصر، دفعہ ۵۳۱۔

(ب)۔ صحیح ایضاً حرمیز مالک و ان سفیہا اوصغیرا وهل ان لم یتناقض قولہ او اوصی بقرۃ تاویلانہ (جواهر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۲۱۶-۱۷۔
بدایۃ المجتہد، ابن رشد، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۳۔

زرقانی، شرح موطاء، محمد بن عبد الباقی بن یوسف، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۷۱-۷۰۔

شافیہ :

وصیت کرنیوالے کے لئے یہ امر بنیادی اہمیت رکھتا ہے کہ وہ سالی تصرفات کرنے کا قانونی استحقاق رکھتا ہو۔ چنانچہ جو شخص بیع و ہبہ جیسے تصرفات کا حق رکھتا ہو، ایسا ہی شخص وصیت کا بھی حق رکھے گا۔^۱

لیکن جس شخص میں تمیز کی صفت پیدا نہیں ہوئی ہے اور وہ اس وجہ سے مال میں تصرف کا حق نہیں رکھتا جیسے پاگل، اس کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ وصیت کی صحت قول (ایجاب) پر مبنی ہے، اور جس شخص میں تمیز ہی نہ ہو اس کا قول معتبر نہیں ہوا کرتا، لہذا اگر نابالغ بچے میں تمیز کی صفت (صلاحیت) پیدا ہوگی ہو یا بالغ ہو لیکن سرف ہو اس کے متعلق دو قول ہیں۔ اول یہ کہ وصیت صحیح نہ ہوگی، کیونکہ یہ عقد مال میں تصرف ہے اور سرف اور نابالغ کا مالی تصرف صحیح نہیں ہوتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وصیت صحیح ہوگی، کیونکہ ان کو تصرف سے مال ضائع ہو جانے کے خطرے کے پیش نظر روکا گیا ہے، اور وصیت کے عقد میں مال کے ضائع کرنے کا معنی موجود نہیں ہوتا، اگر یہ لوگ زندہ رہیں گے تو مال ان کی ملکیت میں رہے گا اور فوت ہوں گے تو سوائے حصول ثواب کے ان کی دوسری کوئی حاجت نہ ہوگی، اور ان کی یہ حاجت پوری ہو جائے گی۔^۲

حنبلیہ :

موصی کے لئے یہ شرط ہے کہ بالغ اور سلیم العقل ہو، خواہ عادل ہو یا فاسق، عورت ہو یا مرد، مسلم ہو یا غیر مسلم، یا دیوالیہ ہونے کے سبب مالی تصرفات سے روک دیا گیا ہو، نیز صاحب تمیز و عقل کی وصیت بھی صحیح ہوگی۔^۳

(۲) المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۵۶ :
”فصل من ملک التصرف فی مالہ بالبیع والہبۃ مالک الوصیۃ بثلثہ فی وجوہ البر۔“
کتاب الام امام شافعی، ج ۴، باب الوصیۃ بشئ مسمی لا یملکہ“ ص ۹۰

(۳) المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۳۵۷

(۴) الاتعاق، شرق الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۳۷ :
”ویصح من البالغ الرشید سواء کان عدلاً أو فاسقاً رجلاً أو سراً، مسلماً أو کافراً و من المہجور علیہ لافلاس“

اس شخص کی جو نشے میں ہو ، دیوانہ ہو ، مدھوش ہو ، نا سمجھ بچہ ہو ، یا زبان فالج زدہ ہو گئی ہو اور صحت کی امید باقی نہ ہو اس کے اشارے سے ، باوجود اشارے کے سمجھ میں آنے کے ، وصیت صحیح نہ ہوگی ، البتہ گونگے کا اشارہ جس سے واضح طور پر وصیت سمجھی جائے صحت وصیت کے لئے کافی ہوگا۔ ایسا ضعیف العقل جس کی عقل کی صحت سے نا امید ہو گئی ہو وہ بے عقل انسان (سفیہ) کے درجہ میں متصور ہوگا۔^۵

شیعی فقہ :

شیعی فقہ میں بیبی وصیت کرنے والا آزاد اور عاقل ہونا چاہئے ، لہذا دیوانے اور دس سال سے کم عمر بچے کی وصیت جائز نہیں ہوگی ، البتہ اگر دس سال کی عمر کو پہنچ گیا ہو تو اگر تصرفات کی سمجھ رکھتا ہو تو امور خیر میں اقارب و غیر اقارب کے حق میں وصیت صحیح ہوگی۔ یہ مشہور مذہب ہے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آٹھ سال کی عمر ہو جانے پر وصیت صحیح ہوگی ، لیکن یہ روایت شاذ ہے۔^۶ موصی اپنی حین حیات ہر وقت وصیت کر سکتا ہے ، خواہ مال کی وصیت ہو یا ولایت کی وصیت ہو۔^۷ موصی کے اپنے جسم کے کسی حصہ پر زخم وغیرہ کے بعد ، جو خودکشی پر مستج ہو ، وصیت کرنے سے وصیت باطل ہو جائیکی ، لیکن اگر اس فعل سے قبل وصیت کر دی ہو اور اس کے بعد ایسا فعل سرزد ہو تو وصیت صحیح ہوگی۔

ماں کو بچوں پر ولایت حاصل نہیں اہذا بچوں پر کسی کو ولایت کی وصیت کرنا ماں کی جانب سے صحیح نہ ہوگا۔ اور اگر ماں نے اپنے مال کی بچوں کے لئے وصیت کی ہو اور اس کے نفاذ کے لئے کسی کو وصی مقرر کیا ہو تو اس وصی کا تصرف ماں کے ترکہ کی ایک تہائی میں صحیح ہوگا ، اور یہ نہیں صحیح ہوگا کہ ماں پر جو حقوق ہوں یہ وصی ان کو پورا کر دے۔ لیکن اس وصی کا ولی ہونا (اولاد کی ولایت) صحیح نہ ہوگا۔^۸

(۵) الاقناع، شرف الدین مقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۷۷

المحررفی الفقہ، ابوالبرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۶

(۶) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۹

(۷) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۸

(۸) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۸-۲۵۹

ظاہریہ :

کنواری اور شادی شدہ عورت اپنے باپ اور شوہر کی موجودگی کے باوجود (اپنے مال میں) وصیت کر سکتی ہے۔ اس میں باپ یا شوہر کی اجازت کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عام لفظوں سے وصیت کا حکم صادر فرمایا ہے، جس میں مرد اور عورت تمام افراد شامل ہیں۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔^۱

شرط اسلام :

موصی کے لئے مسلمان ہونا شرط نہیں ہے لہذا مسلم اور ذمی (دارالاسلام کا غیر مسلم شہری) وصیت کرنے کے اہل ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی غیر مسلم جو دارالاسلام میں اجازت حاصل کر کے آیا ہو، وصیت کر سکتا ہے بشرطیکہ اس نے کسی مسلم یا ذمی کے حق میں وصیت کی ہو۔ لیکن اگر موصی لہ جزئی ہے تو اس کے لئے وصیت اس بناء پر صحیح نہ ہوگی کہ یہ جنگ میں اعانت کا باعث ہو گا (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو دفعہ ۲۱۰ کتاب ہذا)۔

بلوغ کی حد عمر :

بر صغیر ہند و پاکستان میں ۱۸۷۵ء تک بلوغ کا مسئلہ شریع اسلام کے مطابق طے ہوتا تھا لیکن قانون بلوغ (مجارٹی ایکٹ) مجریہ ۱۸۷۵ء کی رو سے وصیت کے لئے بلوغ قانونی کی عمر ۱۸ سال ہے۔ نیز ایسے نابالغ کے لئے جس کی ذات یا جائداد کے لئے کوئی ولی مقرر کیا گیا ہو یا جس کی جائداد زیر نگرانی کورٹ آف وارڈز ہو، اس کا بلوغ، ایکٹ مذکور کی رو سے اس وقت متصور ہوگا جب کہ اس نابالغ نے اپنی عمر کے اکیس سال پورے کر لئے ہوں۔ (شرع اسلام میں بلوغ کی عمر کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ ہذا جلد اول، ص ۱۱۲)۔

راقم الحروف کے نزدیک سالی تصرفات کے لئے عمر کی قید لگانا مصالح عامہ کے نقطہ نظر سے قرین صواب معلوم ہوتا ہے اور اٹھارہ سال کی عمر مناسب ہے۔

(۹) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۹۹۔

(۱۰) بدائع الصنائع، امام کاظمی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۵۔

المبسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۲۷، ص ۷۸-۱۷۵۔

مصری قانون :

دفعہ ۵ - موسیٰ کے لئے یہ شرط ہوگی کہ وہ قانوناً احسان و سلوک کا اہل ہو۔ اگر موسیٰ کو کم عقلی یا غفلت کی بناء پر تصرفات سے عاجز قرار دے کر پابند کر دیا گیا ہو، یا وہ شمسی ۱۸ سال کی عمر کو نہ پہنچا ہو تو حاکم (عدالت مجاز) کے حکم کے بعد ان کی وصیت جائز ہوگی۔^{۱۱}

شام کا قانون :

دفعہ ۲۱۱ - (۱) موسیٰ کے لئے یہ شرط ہوگی کہ وہ قانوناً وصیت کا اہل ہو۔

(۲) جب کہ وہ ناقص العقلی یا غفلت کی بنا پر تصرفات سے روک دیا گیا ہو تو اس کی وصیت با جازت حاکم صحیح متصور ہوگی۔^{۱۲}

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۸ - احمق اور ضعیف العقل اور اٹھارہ سال سے کم کے نابالغ کی وصیت حکم حاکم کے بعد صحیح متصور ہوگی۔^{۱۳}

۲۱۲ - جس شخص کو اس کی کم عقلی کی بناء پر تصرفات سے روک دیا گیا ہو امور خیر کے لئے اس کی وصیت صحیح ہوگی۔

کم عقل کی وصیت

تشریح

وصیت کی صحت کے لئے عام طور پر یہ شرط ہے کہ موسیٰ اپنے تصرفات میں آزاد ہو، اس کی کم عقلی کی بناء پر اس پر پابندی نہ لگائی گئی ہو، لیکن اگر کم عقل (احمق) کی وصیت امور خیر کے لئے ہو تو صحیح ہوگی۔ یہ حکم بر بنائے استحسان ہے۔ کیونکہ قیاس اس کی صحت سے انکار کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وصیت احسان و سلوک کا تصرف ہے اور ایسے تصرفات کم عقل

(۱۱) قانون الوصیت، مصر، ۱۹۴۶ء۔

(۱۲) قانون الاحوال الشخصية، سوربہ، (شام)۔

(۱۳) قانون الاحوال الشخصية، تونس۔

انسان کے صحیح نہیں ہوا کرتے ، خواہ وہ موت کے بعد کے زمانہ کی طرف ہی نسبت کر کے کیوں نہ کہنے جائیں اس کے برخلاف دلیل بر بنائے استحسان یہ ہے کہ کم فہم و کم عقل انسان کے مالی تصرفات کو اس وجہ سے روک دیا جاتا ہے کہ کہ نہیں وہ اپنے سلوک اور احسان کے تصرفات سے اپنے تمام مال کو ضائع نہ کر دے اور پھر دوسروں پر اس کی ذات بارگراں ثابت ہو مگر یہ صورت اس وقت پیش آسکتی ہے جب کہ وہ اپنی روزمرہ زندگی میں ایسے تصرفات کا مرتکب ہو ، بذریعہ وصیت موت کے بعد تصرفات میں یہ علت موجود نہیں ہوتی ، کیونکہ وہ مرنے کے بعد مال سے مستغنی ہوتا ہے ، خصوصاً جب کہ وصیت سے امور خیر کا انجام دینا مقصود ہو ، جو اس کے لئے آخرت میں اجر عظیم اور مرنے کے بعد دنیا میں اس کی تعریف کا ذریعہ ہوں - ۱۳

۲۱۳ - جس شخص پر مستغرق ذین نہ ہو اور اس کا کوئی وارث بھی موجود نہ ہو اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے کل یا بعض مال کی وصیت جس کسی کے حق میں چاہے کرے۔ اس کے لئے حکومت سے وصیت کی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔

وصیت ترکہ کے
مستغرق نہ ہونے کی
صورت میں

تشریح

یہ ممکن نہیں ہے کہ ابتداء حالات ہی سے یہ حکم لگا دیا جائے کہ وصیت محض ایک تہائی میں یا کل مال میں نافذ ہو سکے گی ، یا یہ کہ بالکل نافذ نہ ہو سکے گی ، کیونکہ اس کی بنیاد موصی کے حالات پر ہے۔ اس کے حالات کے اختلاف سے احکام میں اختلاف پیدا ہو جاتا ہے ، اسی طرح موصی لہ و موصی بہ کے حالات بھی مختلف ہوتے ہیں -

چنانچہ موصی یا تو مدیون ہوگا یا غیر مدیون ہوگا یا اس کا تمام مال قرض میں مستغرق (ڈوبا) ہوا ہوگا یا یہ کہ ایسا نہ ہوگا۔ اور ان میں سے ہر حالت میں موصی لہ یا تو موصی کا وارث ہوگا یا اجنبی (غیر وارث) ہوگا۔ پھر موصی کا وارث بھی موجود ہوگا یا نہ ہوگا اور ان تمام حالات میں وصیت یا تو ایک تہائی سے کم ہوگی یا پوری ایک تہائی کی ہوگی یا اس سے زائد ہوگی ،

(۱۸) شرح الاحکام الشریعہ زبد الایمان، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۰ء ج ۲ ص ۲۱۳

یا کل مال کی ہوگی۔ چنانچہ ان تمام مذکورہ حالات میں سے ہر حالت کا حکم علیحدہ علیحدہ ہوگا جو اس حالت کے ساتھ مخصوص ہوگا۔ اگر موصی بالکل مدیون نہیں ہے اور کل مال کی وصیت کسی اجنبی کے حق میں کی گئی ہے، جب کہ موصی کا کوئی وارث موجود نہیں ہے تو وصیت کل مال میں نافذ ہوگی، اور اگر موصی کا تمام ترکہ دین میں ڈوبا ہوا ہے تو اس حالت میں تمام مال دائین کا حق ہوگا۔ اگر کوئی وصیت نہ کی گئی ہو اور کوئی وارث بھی موجود نہ ہو تو دین ادا کرنے کے بعد جو باقی رہے گا وہ حصہ سرکاری خزانہ کا حق ہوگا اور اگر کل مال دین میں چلا جاتا ہے تو سرکاری خزانہ کسی شیء کا حقدار نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موصی لہ خواہ اس کے حق میں تمام مال کی وصیت کی گئی ہو بیت المال کے مقابلے میں زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ ۱۰

۲۱۳ - جس شخص کا کل مال دین میں مستغرق ہو اس کی وصیت جائز نہ ہوگی الا یہ کہ دائین اپنا دین معاف کر دیں اور وصیت کے نفاذ پر راضی ہوں۔

موصی بہ کا دین میں مستغرق ہونے کی صورت میں موصی کا اختیار

تشریح

اگر موصی کے ذمہ واجب الادا قرضہ اس کے تمام ترکہ پر حاوی ہو تو اس کی وصیت، خواہ موصی بہ ایک تہائی سے کم ہو یا زائد، وارث کے حق میں ہو یا کسی اجنبی کے، قطعاً ناقابل نفاذ ہوگی، کیونکہ اس صورت میں ترکہ دائین کا حق ہوگا۔ البتہ اگر دین ادا کر کے مال بچ رہے تو وصیت کا نفاذ بقیہ مال کی ایک تہائی کی حد تک کیا جائے گا، بشرطے کہ وصیت غیر وارث کے حق میں کی گئی ہو۔ ۱۱

اللہ تعالیٰ نے دین کو وصیت پر مقدم کیا ہے۔ ۱۲

مصر کا قانون :

مصر میں موصی بہ کے دین میں مستغرق ہونے کی صورت میں حسب ذیل

قانون رائج ہے :-

- (۱۵) شرح الاحکام الشرعیہ، زبد الایمان، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۰ ع ج ۲ ص ۲۷۵۔
 (۱۶) شرح الاحکام الشرعیہ، زبد الایمان، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۰ ع ج ۲ ص ۲۷۶۔
 (۱۷) بدائع الصنائع، امام ہنسی، مطبوعہ مصر، ج ۷ ص ۳۳۵-۳۳۳۔
 الاختیار لتعلیل المختار، عبد اللہ ابن محمود مطبوعہ مصر، ۱۹۵۱ ع ج ۳ ص ۶۳۔

دفعہ ۳۸ - جس موصی کے تمام ترکہ پر دین محیط ہوگا ، اس کی وصیت صحیح ہوگی لیکن اس وقت تک نافذ نہ ہوگی جب تک وہ دین سے بری الذمہ نہ قرار پا جائے۔ پس اگر وہ دین سے بری الذمہ قرار دے دیا گیا یا دین تمام مال پر محیط نہ تھا تو دین کی ادائیگی کے بعد باقی ترکہ میں وصیت نافذ کی جائے گی۔

دفعہ ۳۹ - جب کہ موصی کے تمام ترکہ پر دین مستغرق (محیط) نہ ہو اور یہ دین ترکہ کے ایک حصہ سے ادا کر دیا گیا ہو ، تو موصی لہ باقی ماندہ ترکے میں ادائیگی دین کے بعد مستحق متصور ہوگا۔

دفعہ ۴۰ - جب کہ موصی کے اسوا میں سے کسی ایک قسم کے مال میں ایک غیر منقسم حصہ کی وصیت کی گئی ہو ، اور یہ قسم ضائع ہو جائے یا اس پر کوئی حق ثابت ہو جائے ، تو موصی لہ کو کچھ نہ ملے گا اور اگر اس قسم کے مال کا کچھ حصہ ضائع ہو گیا یا کسی دوسرے شخص کے استحقاق میں چلا گیا ، تو جتنا باقی رہا ہو موصی لہ اس سے اپنا حصہ وصول کرے گا ، اگر وہ حصہ ایک تہائی کی حد تک پہنچ جاتا ہو۔ بصورت دیگر (ایک تہائی سے زائد ہونے کی صورت میں) ایک تہائی کی حد تک لے سکے گا۔

اور اگر موصی کے اسوا میں کسی ایک قسم میں غیر منقسم اعداد کی وصیت ہوگی تو اس کا وہی حکم ہوگا جو غیر منقسم حصہ کا بیان کیا گیا ہے۔

دفعہ ۴۱ - جب کہ ترکے سے کسی نقد رقم کی معینہ مقدار کی یا کسی معین شے کی وصیت کی گئی ہو ، اور ترکے پر دین ہو یا ترکہ کا کچھ حصہ غائب ہو ، توجو مال موجود ہے محض اس کی ایک تہائی کی حد تک وصیت میں شامل ہوگا۔ اگر موصی بہ موجود مال سے ایک تہائی کی حد پورا لیا جا سکتا ہے تو لیا جائے گا۔ بصورت دیگر موجود مال کی ایک تہائی ہی دی جائے گی ، اور جب بھی ترکہ کا کچھ مال ظاہر ہوگا موصی لہ اس سے ایک تہائی کا مستحق ہوگا حتی کہ موصی بہ کی مقدار کامل ہو جائے۔

دفعہ ۴۲ - جب کہ ترکے میں کسی غیر منقسم حصہ کی وصیت ہو ، اور

ترکہ پر دین ہو، یا ترکہ کا کچھ مال غائب ہو، تو موسیٰ لہ حاضر مال سے اپنے حصہ کا مستحق ہو گا۔ بعدہ جو مال حاضر ہوتا جائے گا، اس سے اپنے حصہ کے بقدر مستحق ہو گا۔

دفعہ ۲۰ - جب کہ ترکہ کی کسی ایک قسم میں وصیت کی گئی ہو، اور یہ موسیٰ بہ غیر منقسمہ حصہ ہو، ترکہ پر دین ہو، یا مال غائب ہو، تو موسیٰ لہ اس قسم کے حاضر مال سے اپنے حصہ کا مستحق ہو گا، اگر اس کا حصہ حاضر مال کی ایک تہائی سے پورا پورا لیا جا سکتا ہو، بصورت دیگر جو مال اس قسم کا حاضر ہے، محض اس کی ایک تہائی سے لے سکے گا، اور باقی ورثہ کا حق ہوگا، اور آئندہ اس جنس کی جو مقدار حاصل ہوگی، موسیٰ لہ اس کی ایک تہائی کا مستحق ہوگا، بشرطیکہ اس جنس سے اس کے حق کی ادائیگی اور وراثہ کے حقوق پر اثر انداز نہ ہوتی ہو، لیکن اگر بعینہ اس قسم (جنس) سے دینے میں وراثہ کو ضرر پہنچتا ہو تو موسیٰ لہ کو اس جنس سے موسیٰ لہ کے حصہ کے بقدر اس کی قیمت لینے کا استحقاق ہوگا، حتیٰ کہ اپنا حق پورا پورا حاصل کر لے۔

دفعہ ۲۱ - ان تمام حالات میں جو سابقہ دفعات میں بیان کئے گئے ہیں، اگر دین کی ادائیگی موسیٰ کے کسی ایک وارث کے حق میں متعین ہو جاتی ہو، اور دین کل ترکہ کے حاضر مال کی جنس سے ہو تو اس وارث کے حصہ کے بقدر دین کا ادائیگی میں مقابلہ کیا جائے گا اور اتنے ہی حصہ کو حاضر مال تصور کیا جائے گا، لیکن اگر دین مستحق وارث کے حصہ کا ہم جنس نہ ہو، تو دین کا مقابلہ وارث کے حصہ سے نہ کیا جائے گا۔ اور حاضر مال میں اس دین کی مقدار کی ادائیگی اس وقت معتبر ہوگی جب کہ وارث کے حاضر مال میں حصہ دین کا مساوی یا اس سے کم ہو، لیکن جب دین اس مقدار سے زائد ہو، تو محض اس قدر قابل اعتبار ہوگا جو حاضر مال کی مقدار کے مطابق ہو۔

اور اس حالت میں وارث حاضر مال پر اپنے حصہ کے مطابق قبضہ نہ کر سکے گا، الا یہ کہ جب وہ موسیٰ کے دین کو ادا کر دے۔ اگر ادا نہ کرے تو حاکم اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دین ادا کرے گا۔

دفعہ ۳۷ - جب کہ موصی کے ترکے سے کسی معین شیء کی وصیت کی گئی ہو یا ترکے کے اقسام میں سے کسی خاص قسم کی وصیت کی گئی ہو اور یہ شیء یا قسم ضائع (ہلاک) ہو جائے ، یا اس پر کسی کا حق ثابت ہو جائے تو موصی لہ کسی شیء کا مستحق نہ ہوگا ، اور اگر اس شیء یا قسم کا کچھ حصہ ہلاک ہوا یا ثبوت حق غیر سے لے لیا گیا ، تو ایک تہائی کی حد تک موصی لہ مستحق ہوگا ، ورنہ ایک تہائی کی مقدار تک مستحق قرار پائے گا ۔

دفعہ ۳۸ - اگر ترکے کی کسی معین جنس میں غیر منقسمہ حصہ کی وصیت ہو ، اور یہ جنس ہلاک ہو جائے یا اس پر کسی کا حق ثابت ہو جائے ، تو موصی لہ کو کچھ نہ دیا جائے گا ، لیکن اگر اس معینہ جنس کا بعض حصہ ہلاک ہو یا اس پر کسی کا حق ثابت ہو جائے تو باقی مقدار اگر موصی لہ کے حق کو پورا کرتی ہے اور ترکے کی ایک تہائی کی حد میں داخل ہے ، تو یہ کل موصی لہ کا حق ہوگا ، ورنہ وہ ایک تہائی کی حد تک مستحق ہوگا ۔^{۱۸}

شام کا قانون :

دفعہ ۲۳۹ - جب کہ ترکہ دین میں مستغرق نہ ہو اور کل یا بعض موصی بہ سے دین کی ادائیگی ہوئی ہو تو موصی لہ باقی ترکہ میں سے ایک تہائی کی حد تک اپنے حصہ کے بقدر وصول کرنے کا حقدار ہوگا ۔

دفعہ ۲۴۰ - کسی شیء کے بیع یا اجارے کی کسی شخص کے حق میں وصیت کا نفاذ اتنے کم معاوضہ کے ساتھ جو ترکہ کی ایک تہائی کی مقدار سے زائد ہو ، ورنہ کی اجازت بر موقوف ہوگا ، جب کہ موصی لہ اس زیادتی کو ترک کرنے پر تیار نہ ہو ۔

دفعہ ۲۴۱ - جب کہ وصیت کسی محدود مقدار رقم کی ہو یا کسی معین شیء کی ہو اور ترکہ پر دین ہو یا ترکہ کا کوئی سال غائب ہو ، پس اگر مقدار موصی بہ موجود ترکے کی ایک تہائی کے بقدر قرار پائی ہو تو موصی لہ اس مقدار کا مستحق ہوگا ، ورنہ ایک تہائی کے بقدر مستحق ہوگا اور بقیہ ورنہ کا حق ہوگا ۔ اور آئندہ جو سال ترکہ سے حاضر ہوتا جائے گا موصی لہ اس کی

(۱۸) قانون الوصیۃ مصر ۱۹۳۶ ع۔

ایک تہائی اس وقت تک پاتا رہے گا جب تک کہ اس کا حق پورا نہ ہو جائے۔

دفعہ ۲۴۲ - (۱) جب کہ ترکے کے کسی غیر منقسم حصہ کی وصیت ہو اور ترکے پر دین ہو یا ترکے کا کچھ مال موجود نہ ہو (غائب ہو) تو اس وقت موسیٰ لہ موجود مال سے اپنا حق حاصل کرے گا ، پھر جو مال موجود ہوتا جائے گا اس سے اپنا حق پاتا جائے گا۔

(۲) جب کہ ترکے کا کچھ مال ، موسیٰ کے کسی وارث کے ذمہ ایسا دین ہو ، جس کی ادائیگی واجب ہو تو اگر موجود ترکہ میں اس دین کا ہم جنس مال موجود ہو تو وارث کے حصہ کو اس ہم جنس مال کے مقابلے میں مقرر کر کے دین کا حصہ حاضر تصور کیا جائے گا۔

(۳) اور اگر موجودہ ترکہ میں اس دین کا ہم جنس مال موجود نہ ہو جو وارث پر واجب ہے ، تو تقابل نہ ہوگا ، بلکہ وارث کا حصہ ترکے سے روک لیا جائے گا تاکہ اس سے دین وصول کیا جاسکے اور اس حصہ کے بقدر دین وصول شدہ تصور کیا جائے گا ، جو مال حاضر کے درجہ میں تصور ہوگا۔

(۴) نقد اور نوٹ تقابل کے سوقعہ پر ایک جنس تصور ہوں گے۔^{۱۹}

۲۱۵ - دین و ملت کا اختلاف وصیت کا مانع نہ ہوگا۔ ایک مسلم کی وصیت غیر مسلم ذمی یا مستأمن کے حق میں اور ایک غیر مسلم کی وصیت مسلم کے حق میں صحیح ہوگی البتہ غیر مسلم حرابی کے حق میں مسلم کی وصیت باطل ہوگی جبکہ حرابی کے ملک سے موسیٰ کا ملک پر سر بیکار ہو یا دونوں ممالک کے درمیان حالت جنگ پائی جائے۔

مسلمانوں کی وصیت
غیر مسلم کے لئے

تشریح

حنفی مسلک :

حنفی فقہاء کے نزدیک ایک مسلمان ذمی کے حق میں وصیت کر سکتا ہے اور اسی طرح ایک ذمی مسلمان کے حق میں وصیت کر سکتا ہے۔ وہ اس کی

(۱۹) قانون الاحوال الشخصية، سوربہ، (احکام الوصیۃ)۔

دلیل میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو پیش کرتے ہیں کہ ”جن لوگوں نے تم سے دین کے معاملہ میں قتال نہیں کیا اور تم کو گھروں سے نہیں نکالا، اللہ تعالیٰ تم کو ان کے ساتھ سلوک و احسان سے منع نہیں فرماتا۔“ الف ان کے نزدیک یہ آیت ذبیوں کے ساتھ سلوک و احسان کرنے کے سلسلے میں نص ہے۔ چنانچہ جس طرح سلوک و احسان زندگی میں ہو سکتا ہے اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہو سکتا ہے۔ اس لئے ذمی کے ساتھ وصیت کے ذریعہ سلوک و احسان کرنا جائز ہوگا۔ اور اسی طرح مسلمان کے حق میں ذمی کی وصیت جائز ہوگی، کیوں کہ جب جانین سے زندگی میں سلوک و احسان جائز ہے تو موت کے بعد بھی جائز ہے۔^{۲۰}

اس سے یہ حکم بھی مستخرج ہوتا ہے کہ حربی غیر مسلموں کے حق میں وصیت جائز نہیں کیوں کہ شرط ”دین کے معاملہ میں عدم قتال“ ہے۔ لیکن راقم الحروف کے نزدیک موجودہ دور میں وصیت کے سلسلہ میں حربی کا یہ مفہوم زیادہ صحیح ہوگا کہ اس کا ملک اسلامی سلطنت کے خلاف مصروف جنگ یا آسائے پیکار ہو یا دونوں ملکوں کے درمیان حالت جنگ ہائی جائے۔ جدید جنگی اصطلاحات کی روشنی میں اس اصول کا اطلاق ”سرد جنگ“ پر بھی کیا جا سکتا ہے جس میں دونوں ملک ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈہ کے ذریعہ جنگ کی سی حالت پیدا کئے رہتے ہیں۔

مندرجہ بالا بحث سے بآسانی اس نتیجہ پر پہنچا جا سکتا ہے کہ وصیت کی صحت کے لئے دین و ملت کا متحد ہونا ضروری نہیں اور اسی بنا پر ایک مسلم کی وصیت غیر مسلم کے حق میں صحیح قرار دی گئی ہے۔ البتہ اس قسم کی وصیت میں یہ شرط ضروری ہے کہ غیر مسلم یا تو ذمی (دارالاسلام کا مستقل شہری) ہو یا یہ کہ مستثنیٰ (اجازت لے کر عارضی طور پر دارالاسلام میں آیا ہوا ہو) اگر غیر مسلم حربی ہے تو اس کے حق میں وصیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس کے نفاذ سے جنگ میں اعانت کرنا لازم آئے گا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”کہ اللہ تعالیٰ ان کافروں کی دوستی سے تم کو منع کرتا ہے جو دین کے معاملہ میں تم

(۱۹) الف - سورۃ المائدہ، ۹۔

(۲۰) ہدایہ، مطبوعہ قرآن محل کراچی، ج ۴، ص ۶۵۷۔

سے برسر پیکر ہوں اور تم کو تمہارے وطن سے نکال باہر کیا ہو اور تمہارے بلاوطن کرنے میں امداد کی ہو،، ۲۰ الف

چنانچہ جس طرح ایک مسلم کی غیر مسلم کے حق میں وصیت صحیح ہوگی اس طرح غیر مسلم کی وصیت مسلم و غیر مسلم کے حق میں صحیح ہوگی، لہذا ایک عارضی مقیم غیر مسلم اور مستقل شہری غیر مسلم کی وصیت مسلم کے حق میں صحیح ہوگی، حتیٰ کہ اگر کسی مستامن (عارضی مقیم) غیر مسلم نے کسی مسلم کے حق میں کل مال کی وصیت کر دی جب کہ اس کا کوئی وارث موجود نہ ہو، تو یہ وصیت نافذ ہوگی اور اگر وارث بھی اُس کے ساتھ موجود ہوا تو وصیت کا نفاذ تہائی تک ہوگا۔ زائد کی صورت میں اس وارث کی اجازت ضروری ہوگی۔ ۲۰ (ب)

مالکی مسلک :

دارالاسلام کے غیر مسلم شہری کے حق میں ایسی اشیاء کی وصیت جائز ہے جن کا وہ شرعاً مالک قرار دیا جاتا ہے، لیکن جن اشیاء کا شرعاً اسلام میں مالک قرار نہیں دیا جا سکتا ان کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔ مثلاً شراب یا خنزیر یا کسی معصیت کی وصیت۔ ۲۱

شافعی مسلک :

فقہ شافعی نے لفظ "معصیت" کی بجائے "عدم قربت" کا لفظ اختیار کیا ہے، یعنی جو امور قربت الہی کا ذریعہ نہ ہوں ان کی وصیت صحیح نہ ہوگی چنانچہ اس لفظ کے وسیع مفہوم کی بنا پر جہاں گرجا، کنیسہ، بت خانہ وغیرہ وصیت کا محل نہیں رہتے اسی طرح مسلمانوں کے خلاف مخالفانہ جنگ کرنے

(۲۰) الف - سورة المصنہ ۹ :

"انما ینھاکم عن الذین قاتلوکم فی الدین و آخر جو کہیں دینارکم و ظاہر و باطن
اخراجکم ان تولوہم"

(۲۰) ب - الہدایہ، مرغینانی، مع حاشیہ مطبوعہ قرآن محل کراچی، ج ۲ ص ۵۵۷

البحر الرائق ابن نجیم، مطبوعہ مصر، جلد ۸ ص ۵۶۶

(۲۱) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲ ص ۳۱۸

وائے مسلمانوں کے حق میں اسلحہ کے سہا کرنے کی وصیت بھی صحیح نہیں رہتی - ۲۲

حنبلئ مسلک :

حنفیہ کے علاوہ امام مالک، شافعی اور ابن حنبل کے نزدیک جس طرح ذمی کے لئے وصیت صحیح ہے اسی طرح حربی کے لئے بھی صحیح ہے۔ ۲۳ راقم الحروف کے نزدیک اس مسئلہ میں حنفی مسلک قرآن پاک کی روشنی میں اصح اور قابل ترجیح ہے :

امامیہ مسلک :

امامیہ کے نزدیک ایک مسلم کی کسی غیر مسلم ذمی کے حق میں وصیت کی صحت کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک قول کے بموجب ایسی وصیت صحیح ہے اور دوسرے کے بموجب صحیح نہیں۔ اول قول صحیح معلوم ہوتا ہے، لیکن ان کے نزدیک بھی حربی غیر مسلم کے لئے وصیت صحیح نہ ہوگی۔ ۲۴

ظاہریہ مسلک :

ظاہریہ بھی اس مسئلہ میں دیگر ائمہ سے متفق ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک بھی دارالاسلام کے غیر مسلم شہری کے حق میں بغیر اختلاف وصیت جائز ہے۔ ۲۵

مصری قانون :

مصری قانون کے تحت دین و ملت کے اختلاف کے باوجود وصیت صحیح ہوگی، اسی طرح دو مملکتوں کے اختلاف کی صورت میں، جب تک کہ موصی کسی اسلامی ملک کے تابع نہ ہو، اور موصی لہ ایسا غیر مسلم نہ ہو جو

(۲۲) المہذب، الفیروزاودی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱ ص ۳۵۸۔

(۲۳) المیزان الکبریٰ، علانہ شہرائی، مطبوعہ مصر، ج ۲ ص ۱۰۶۔

رحمۃ الامة برحانئہ معولہ بالآ ص ۲۱-۲۰

(۲۴) شرائع الاسلام، الحلئ، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۲۔

(۲۵) الحلئ، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶ ص ۳۹۳۔

کسی ایسے غیر اسلامی ملک کے تابع ہو کہ جس کے قانون میں اس قسم کے موسیٰ کی وصیت صحیح نہیں ہوتی وصیت صحیح ہوگی۔^{۲۱}

۲۱۶ - مرض موت کے مریض کے تمام تصرفات تبرع خواہ انشائی ہوں یا خبری بعد ادائیگی دین بطور وصیت بقیہ ترکہ کے ایک تہائی کی حد تک نافذ ہو سکیں گے۔

وصیت بحالت مرض
الموت

تشریح

اگرچہ تصرفات کی اقسام کے لحاظ سے اہل تصرف کی بہت سی قسمیں ہیں، لیکن وصیت کے ضمن میں تصرفات کے لحاظ سے اہل تصرف کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں:

- ۱ - تصرف کرنے والا صحیح العقل اور تندرست ہو،
 - ۲ - تصرف کرنے والا مریض بمرض موت ہو، خواہ حقیقتاً یا حکماً۔
- مذکورہ بالا ہر دو فرد کے تصرفات پر مختلف احکام مرتب ہوتے ہیں۔ اس مقام کی رعایت کرتے ہوئے تصرفات کی دو قسمیں کی جا سکتی ہیں:
- ۱ - تصرفات منجزہ (فوری) ،
 - ۲ - تصرفات جن کی نسبت موت کے بعد کے زمانے کی طرف کر دی گئی ہو۔

تصرفات منجزہ یا تو انشائی ہوں گے یعنی جن کے الفاظ کے استعمال کے بعد ان کا مدلول فوراً وجود میں لایا جانا مقصود ہوگا جیسا کہ ہبہ، بیع، وقف - ان عقود کے الفاظ استعمال کرنے کے بعد سے ہی ان کا مدلول و مقصود وجود میں آجاتا ہے اور وہ تملیک ہے، یا یہ تصرفات منجزہ (فوری) اخباری ہوں گے یعنی کسی گزشتہ زمانے میں کسی شیء کی وجود کے اطلاع پر دلالت کریں گے، مثلاً اقرار۔

چنانچہ اگر تصرف تنجزی (فوری) ہے تو اس وقت متصرف کی حالت پر غور کرنا ہوگا۔ اگر وہ صحیح و تندرست ہے تو یا غیر محجور ہوگا یا محجور ہوگا

(۲۶) قانون الوصیت، مصر، ۱۹۳۶ء، دلع ۹۔

(یعنی آزادانہ تصرفات کر سکتا ہوگا یا نہ کر سکتا ہوگا بلکہ اس کے تصرفات پر پابندی عائد کر دی گئی ہوگی) -

چنانچہ اگر موصی تندرست اور غیر مجبور ہے تو اس کے تمام تصرفات اس کے کل مال سے نافذ ہوں گے، خواہ وہ انشائی کلام کے ذریعہ ہوں یا خبری کلام کے ذریعہ، خواہ وارث کے حق میں ہوں یا غیر وارث کے حق میں۔ خواہ معاوضہ کے ساتھ ہوں یا بغیر معاوضہ یا ان میں سلوک و احسان کے معنی پائے جائیں۔ جیسا کہ کم سے کم قیمت میں بیع و شریعی یا زیادہ قیمت پر، یا جیسا کہ ہبہ یا صدقہ۔ لہذا شخص مذکور جس شخص سے جس طرح کسی یا زیادتی کے ساتھ بیع و شریعی کرے یا جس کسی شخص کو ہبہ و صدقہ جس مقدار میں چاہے کر دے اس کے اس تصرف پر کسی شخص کو اعتراض و تنقید کا حق حاصل نہ ہوگا۔

اگر متصرف صحیح و تندرست ہے لیکن اس کے تصرفات پر پابندی عائد کر دی گئی ہے، تو اس کے تصرفات پر اس پابندی کے لحاظ سے احکام مرتب ہوں گے۔ تصرفات پر پابندی کے جو اسباب بیان کئے گئے ہیں ان میں ناہانتی، دیوانگی، پاگل پن، کم عقلی، اور بصیغہ خاص مدیون یعنی دیوالیہ ہونا شامل ہیں۔

لیکن جو تصرف موت کے بعد کے زمانہ کی طرف منسوب ہو، وہ مال کی ایک تہائی میں نافذ ہوگا، اگر چہ بحالت صحت صادر ہوا ہو، کیونکہ جس تصرف کی نسبت موت کے بعد کے زمانے کی طرف کر دی گئی ہو وہ "وصیت" کہلاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کہے کہ میں نے اپنے مرنے کے بعد اپنا نصف مال فلاں شخص کو ہبہ کیا، یا میں نے اس کی وصیت کی تو یہ تصرف اس شخص کے مال کی محض ایک تہائی میں نافذ ہوگا، خواہ بحالت صحت کیا ہو یا بحالت مرض موت۔

بعض حالات میں اس کا نفاذ مال کی محض ایک تہائی سے نہ ہوگا، بلکہ کبھی کل مال سے ہوگا اور کبھی بالکل نہ ہو سکے گا، کیونکہ موصی اور موصی لہ کے حالات مختلف ہوں گے۔ چنانچہ ان کے اختلاف کی بناء پر حکم بھی مختلف ہوتا رہے گا۔ لیکن اگر متصرف کی دوسری حیثیت ہے یعنی یہ کہ وہ مریض بمرض موت ہے، خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً، تو اس کے تصرفات پر شرع

نے پابندی لگائی ہے۔ مرض موت کے مریض کے تصرفات پر جو پابندی عائد کی گئی ہے وہ ورثہ کے استحقاق کے تحفظ کی غرض سے ہے۔ چنانچہ اگر مریض بحالت مرض موت نے کچھ ایسے تصرفات کئے جو فوری طور پر نفاذ پذیر ہوں مثلاً ہبہ یا وقف یا بیع معاہدہ^{۲۱} الف تو ان تصرفات پر وصیت کے احکام کا اطلاق ہوگا، لیکن اگر مریض نے صحیح قیمت پر اپنی سلوکہ شے فروخت کی تو اس بیع پر کوئی اثر نہ ہوگا۔ اصول یہ ہے کہ تصرف ایسا ہو جو سلوکہ و احسان کا مقتضی ہو، خواہ وارث کے حق میں ہو یا اجنبی کے۔

اسی طرح اگر وہ تصرفات اس کی موت کے بعد قابل نفاذ ہوں تو ان کی حد بھی ایک تہائی قرار دی جائے گی، بشرطیکہ قرض کی ادائیگی کے بعد ترکہ بیچ رہے۔

لیکن اگر مرض الموت کے علاوہ کوئی اور سبب ہے مثلاً نابالغی، دیوانگی، کم عقلی، یا یہ کہ اس کا ترکہ مستغرق فی الدین ہو یا اس کو عدالتی حکم کے ذریعہ تصرفات سے منع کر دیا گیا ہو تو ایسی صورت میں اس کا تصرف، سوائے چند مستثنیات کے باطل قرار پائے گا۔

اگر متصرف (تصرف کرنے والا) مرض موت میں مبتلا ہوا اور اس نے کوئی تصرف تنجیزی (فوری) انشائی کیا، جیسا کہ ہبہ، وقف، بیع و شری وغیرہ، تو ان تمام تصرفات پر وصیت کا حکم جاری کیا جائے گا، اور ان تصرفات کی نوعیت پر بھی غور کیا جائے گا۔ چنانچہ کبھی تو یہ تصرفات خالص احسان و سلوکہ و ہمدردی پر مبنی ہوں گے، جیسا کہ ہبہ اور وقف، اور کبھی ان میں معاوضہ کا معنی موجود ہوگا اور اس کے ساتھ ہی تبرع کا معنی بھی پایا جائے گا، جیسا کہ انتہائی کم قیمت پر کسی شے کو فروخت کر دینا یا انتہائی زائد قیمت پر کسی شے کو خرید لینا۔

اگر پہلی صورت واقع ہوئی مثلاً یہ کہ ایک شخص نے بحالت مرض موت اپنی سلوکہ شے کسی دوسرے شخص کو ہبہ کی تو واہب اور موہوب لہ

(۲۱) الف - بیع معاہدہ اس بیع کو کہتے ہیں جو شے کی قیمت بازار سے بہت ہی کم قیمت پر فروخت کی گئی ہو (مؤلف)۔

اور شے سوہوبہ کے حالات پر غور کرنا ہوگا۔ جس طرح کہ وصیت کی صورت میں موسیٰ اور موسیٰ لہ کے حالات پر غور کرنا لازم ہوتا ہے۔ چنانچہ حسب ذیل حالتوں میں سے کوئی ایک حالت پائی جائے گی :-

واہب جو کہ مریض بمرض موت ہوگا یا تو مدیون نہ ہوگا یا مدیون ہوگا۔ اگر مدیون ہوگا تو یا تو اس کا مال دین میں مستغرق ہوگا یا مستغرق نہ ہوگا۔ ہر دو حالتوں میں سوہوبہ لہ یا تو وارث ہوگا یا اجنبی ہوگا، پھر یا تو واہب کا دوسرا وارث موجود ہوگا یا موجود نہ ہوگا۔ ان تمام حالات میں شے سوہوبہ یا تو ترکہ کی ایک تہائی سے کم ہوگی یا مساوی ہوگی یا اس سے زائد ہوگی، چنانچہ ان میں سے ہر حالت کے لئے ایک مخصوص حکم ہے، جس کی وضاحت درج ذیل ہے :-

۱۔ اگر واہب ہر بالکل دین نہیں اور سوہوبہ لہ اجنبی ہے۔ اور واہب کا کوئی وارث موجود نہیں ہے تو کل ہبہ کل ترکے میں نافذ ہوگا اور کسی کو حتیٰ کہ حکومت کو بھی اس پر حق اعتراض حاصل نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس حالت میں سوہوبہ لہ، موسیٰ لہ کے درجہ میں ہوگا۔ او موسیٰ لہ استحقاق میں حکومت سے مقدم ہے اور متاخر کو مقدم پر اعتراض کا حق حاصل نہیں ہوا کرتا۔ البتہ اسی صورت میں اگر کل مال سے کم مقدار کا ہبہ ہے تو بقیہ مال حکومت کا ہوگا۔

۲۔ اگر واہب مدیون ہے اور دین اس کے تمام ترکے پر محیط ہے، مثلاً اس کی موت کے وقت اس کے ذمہ دیون کی مقدار چار ہزار روپے ہے اور اس کے ترکے کی قیمت لگائی جائے تو اس کی قیمت بھی چار ہزار روپے ہوتی ہے تو اب ہبہ بالوصیت، کسی مقدار میں بھی ہو، نافذ نہ ہوگا، خواہ سوہوبہ لہ اجنبی ہو یا وارث، البتہ اگر دائین اجازت دے دیں تو ان کی اجازت کے بعد پورے ترکے میں بھی نافذ ہو سکے گا۔ اور اس صورت میں وراثہ کی اجازت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ اس حالت میں ترکے سے وراثہ کا کوئی حق متعلق نہیں ہوتا۔ چونکہ وراثت کا حق دین کی ادائیگی کے بعد ہوتا ہے، لہذا

اجازت دینا یا نہ دینا ان لوگوں کا معتبر ہوگا جو صاحب حق ہوں گے، چاہیں اپنا حق وصول کریں چاہیں چھوڑ دیں۔ اور ایسی صورت میں یہ حق دائنین (قرض خواہان) کا ہے۔

۳۔ اگر واہب مدیون ہے لیکن دین اس کے تمام ترکے پر محیط نہیں ہے، مثلاً اس کی موت کے وقت جو دیون اس کے ذمہ ہیں ان کی مقدار دو ہزار روپے ہے، اور اس کے ترکے کی قیمت چار ہزار روپے ہے تو اولاً ترکہ سے دیون کی مقدار کو علیحدہ کیا جائے گا اور باقی زائد مقدار ترکہ پر وہ حکم لگایا جائے گا جو غیر مدیونہ ترکہ پر لگایا جاتا، یعنی ایک تہائی کا، بشرطیکہ اس وقت وارث بھی وصیت موجود ہو۔

۴۔ اگر واہب غیر مدیون ہے اور ہبہ وارث کے حق میں کیا گیا ہے، اور اس وارث کے ماسومی واہب کے دیگر وارث بھی موجود ہیں تو دوسرے ورثاء کی اجازت کے بغیر ہبہ نافذ نہ ہوگا خواہ ہبہ کی مقدار کتنی ہی ہو۔ اس لئے کہ اس صورت میں بعض ورثاء کو بعض پر ترجیح دینا لازم آتا ہے اور ان کا حق محفوظ نہ رکھا جائے تو یہ قطع رحمی کا ذریعہ ہوگا، جس سے شرع نے منع فرمایا ہے۔ اجازت کی صحبت کے لئے اجازت دینے والوں کا اہل تبرع ہونا شرط ہے۔ چنانچہ بچے، دیوانے، پاگل اور کم عقلی کی بناء پر محجور شخص کی اجازت غیر معتبر ہوگی، کیونکہ ان میں سے کوئی تبرع کا اہل نہیں ہے۔ نیز یہ کہ موہوب لہ کا وارث ہونا یا وارث نہ ہونا واہب کی موت کے وقت معتبر ہوگا۔ ہبہ بالوصیت کے وقت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

۵۔ اگر واہب غیر مدیون ہے اور اس کے ورثاء موجود ہیں اور موہوب لہ اجنبی شخص ہے یعنی موت کے وقت واہب کا وارث نہیں ہے تو اگر شے موہوبہ ایک تہائی ترکے سے متجاوز نہیں ہے تو ہبہ نافذ ہوگا۔ ورثاء کی اجازت کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور اگر ایک تہائی سے زائد ہے تو زائد مقدار کی حد تک ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگا،

اجازت دی تو نافذ ہوگا ، نہ دی تو نافذ نہ ہوگا ۔ مسامتت وراثہ کے حق کی بناء پر تھی جب وہ خود اپنا حق ساقط کر رہے ہیں تو اس کا ان کو حق حاصل ہے ۔

ضمان کا مسئلہ :

ضمان کا مسئلہ بھی ہیہ بالوصیت کے مسئلہ کی مثل تصور کیا جائے گا ۔ ضمان سے مراد اس مقام پر کفالت کے ذریعہ کسی کے ذمہ کو اپنے ذمہ پر لے لینا ہے ، یعنی یہ کہ دائن مدیون کی بجائے کفیل سے دین کا مطالبہ کرے۔ چنانچہ جب ایک شخص کسی دوسرے شخص کا پانچسو روپے کا مدیون ہو اور کوئی ایسا شخص جو مرض موت میں مبتلا ہو اس مدیون کے دین کا کفیل ہو جائے ، اور دائن و مدیون دونوں اس کفیل کے لئے اجنبی ہوں ، کفیل کا کوئی وارث موجود نہ ہو تو ضمان بالکفالت کفیل کے پورے مال میں نافذ ہوگا اور دائن کو یہ حق حاصل ہوگا کہ کفیل کے کل ترکے سے اپنا دین وصول کرے اس کی وصولی میں کوئی شخص اس کا مزاحم نہ ہو سکے گا ، خواہ دائن کا دین کل ترکے پر ہی محیط کیوں نہ ہو ۔ لیکن اگر ضمان مبتلائے مرض موت کا ترکہ اس کے اپنے دین میں مستغرق ہو تو ایسی صورت میں ضمان کا نفاذ نہ ہو سکے گا ۔ خواہ دین ضمان کی مقدار اس کے اپنے دین سے کم ہی کیوں نہ ہو البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کفیل کے اپنے دائین کفیل کو اپنے دین سے بری کر دیں تو پھر ضمان کے دین کی ادائیگی کر دی جائے گی ۔ کیونکہ پہلا حق کفیل کے اپنے ذاتی دائنوں کا تھا اور یہی لوگ اس کے مال میں صاحب حق ہیں جس کی وجہ سے ضمان کے دین کو روک دیا گیا تھا ۔

اور اگر ضمان کے ترکہ پر دین غیر مستغرق ہوا تو اولاً ضمان کے اپنے دائین کا حق ادا کیا جائے گا ، اس کے بعد جو مقدار باقی رہے گی اس سے ضمان کے دین کی کارروائی مندرجہ بالا تناسب کے مطابق کی جائے گی ، یعنی وہی حکم ہوگا جو کہ ترکہ پر دین نہ ہونے کی صورت میں بیان کیا گیا ہے ۔

اگر ضمان کے ترکے پر اس کا اپنا دین بالکل نہ ہو اور مکقول لہ یا مکقول عنہ وارث ہو ، اور ضمان کے اس وارث کے علاوہ دیگر وراثہ بھی موجود ہوں تو

ان ورثہ کی اجازت کے بغیر ضمان کے دین کا حکم نافذ نہ ہوگا ، اور اجازت کی صورت میں ورثہ کو تبرع کرنے والا تصور کیا جائے گا ۔ اب ورثہ کی اجازت کے بعد دین کثیر ہو یا قلیل ، مضمون لہ (جس کے لئے ضمان دیا گیا) کو ترکے سے دین وصول کرنے کا حق حاصل ہوجائے گا ۔ لیکن عدم اجازت کی صورت میں مضمون لہ کو کوئی حق حاصل نہ ہوگا بلکہ یہ اپنا دین اصل سے وصول کرے گا ۔

اور اگر ضامن غیر مدیون تھا ، اس کے ورثہ بھی موجود تھے ، اور جس کا ضامن ہوا تھا وہ شخص اجنبی تھا ، تو اس حالت میں ضمان کے دین کی مقدار کو دیکھا جائے گا ۔ اگر یہ مال کی ایک تہائی سے متجاوز نہیں ہے تو ورثہ کی اجازت کے بغیر ضمان کا نفاذ ہوجائے گا اور اگر ایک تہائی کی مقدار سے زائد ہے تو زائد کی مقدار کی حد تک ورثہ کی اجازت کی ضرورت ہوگی ۔ اگر اجازت دے دی گئی تو نافذ ہوگا ورنہ باطل ہوجائے گا ۔ مریض بمرض موت کے دیگر تبرعاتی تصرفات مثلاً وقف و صدقہ وغیرہ کو اسی تصرف ہبہ و ضمان پر قیاس کیا جائے گا ۔

مذکورہ بالا تفصیل ان تصرفات کے سلسلے میں بیان کی گئی ہے جو بطور تبرع کے صادر ہوں لیکن اگر یہ تصرفات معاوضہ کی صورت میں منعقد کئے گئے ہوں اور ساتھ ہی ان میں تبرع کے معنی بھی موجود ہوں مثلاً انتہائی کم قیمت پر کسی شئی کو فروخت کیا ہو تو جتنے اندازے پر چھوٹ دی گئی ہو ، اتنے اندازے میں وصیت کا حکم جاری کیا جائے گا ۔ لہذا اس موقعہ پر بائع ، مشتری اور چھوٹ کی قدر (اندازہ) پر غور کر کے تفصیل سابق کے مطابق اس پر حکم جاری کیا جائے گا ۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ مریض مرض موت کی بیع یا تو بلسٹ وارث ہوگی یا بلسٹ غیر وارث ، اور ہر صورت میں موسیٰ یا تو مدیون ہوگا یا غیر مدیون ۔ اگر مدیون ہوا تو یا دین ترکہ کو مستغرق ہوگا یا مستغرق نہ ہوگا ۔ اگر ایک مرض موت کے مریض نے اپنی کوئی شئی کسی وارث کو مثل قیمت پر یا اس سے قدرے کم قیمت پر فروخت کی اور مریض مدیون نہ تھا تو یہ بیع دیگر ورثہ کی اجازت پر موقوف ہوگی ۔ اگر انہوں نے اجازت دے دی تو نافذ ہوجائے گی اور اگر اجازت نہ دی تو باطل ہوجائے گی۔ اگر مریض نے وہ شئے کسی غیر وارث اجنبی شخص کو فروخت کی اور مریض پر

دین نہ تھا یا تھا لیکن غیر مستغرق تھا ، تو اگر یہ بیع مثل قیمت یا قدرے قلیل کسی کے ساتھ کی گئی ہے تو یہ بیع بغیر اجازت ورنہ نافذ ہوگی ، ورنہ میں سے کسی کو اس پر اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا ، اور ترکے پر دین ہونے کی صورت میں وہی حق و حکم دائنون کا ہوگا ، جو مذکورہ صورت میں، ورنہ کا بیان کیا گیا ہے۔

مذکورہ بالا مسئلے کا حکم اس بناہ پر دیا گیا ہے کہ مریض بمرض موت کو شرع نے بعض ورنہ کو بعض پر کسی معین شئی کے ذریعہ سے ترجیح دینے سے روک دیا ہے ، کیونکہ جس طرح اشیاء مختلف ہوتی ہیں اسی طرح انسانی اغراض مختلف ہیں۔ اگر ترکے کی کسی معین شئی کو کسی وارث کے حق میں متعین کر دیا گیا ، تو ہوسکتا ہے کہ ورنہ کے اغراض مختلف ہونے کی بنا پر اس طریقہ تعین سے حق تلفی ہو جائے۔ لہذا یہ مناسب نہ ہوگا کہ کسی وارث کو کسی دوسرے پر کسی شئی کے حق میں پسند کر لیا جائے اور دوسرے کو نظر انداز کر دیا جائے۔ اگر مریض کی جانب سے ترجیح دیا گیا شخص وارث نہ ہو تو مسامت کی بنیاد یہ ہوسکتی ہے کہ مریض ورنہ کے حق مالیت کو باطل کرنے والا تصور کیا جائے ، لیکن اگر مریض کے تصرف سے شے کی قدر مالیت متاثر نہ ہوئی ہو تو مریض کا وہ تصرف جائز و نافذ ہوگا، اصول یہ ہے کہ ورنہ کا حق عین شئے سے متعلق ہوتا ہے جبکہ دائن کا حق شئے کی مالیت سے۔ یہی وجہ ہے کہ ورنہ کو یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ اگر میت کا دین نقد روپے کے ذریعہ ادا کر دیں تو وہ ترکہ کی عین شئے کے مالک ہو جائیں گے۔ چنانچہ اگر میت کا ترکہ دین میں مستغرق ہو اور ورنہ دین کی مقدار نقد دے کر ترکے کو دین سے آزاد کرانا چاہیں تو دائن کو قبول کرنے پر مجبور کیا جائے گا ، کیونکہ دائن کا حق ترکہ کی مالیت پر ہوتا ہے اور وہ ان کو دیا جا رہا ہے۔ ورنہ کا حق ترکے میں اگرچہ قبل ادائیگی دین باعتبار ملکیت نہیں ہوتا لیکن ترکے کو دین سے آزاد کرنے کے لحاظ سے ان کا حق قائم ہوتا ہے۔ اگر ورنہ زبان سے ادائیگی کا اقرار کریں لیکن عملی اقدام نہ کریں تو ایسی صورت میں حاکم عدالت کو یہ حق ہوگا کہ ترکہ کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے دین کی ادائیگی کا حکم دے دے۔

لیکن اگر صاحب حق اجنبی شخص ہو اور وہ مریض (بیت) کا دین ادا کرنا چاہے تاکہ ترکہ میں اس کا حق محفوظ رہے تو اجنبی کی ادائیگی پر دائنین کو قبول پر مجبور نہ کیا جاسکے گا ، کیونکہ اجنبی کو شرعاً ترکے کی (دین سے) آزادی کا حق نہیں دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ اس حالت میں ہوگا جب کہ دین اور ترکے کی قیمت میں مساوات ہو ، لیکن اگر دین ترکے سے زائد ہو تو ورنہ اس صورت میں ترکے کے مستحق ہونگے جب کہ کاسل طور پر کل دین ادا کردین۔ یہ نہ ہوسکے گا کہ بقدر ترکہ دین کی ادائیگی پر تیار ہوں تو ترکہ ان کے حق میں چھوڑ دیا جائے ، ہوسکتا ہے کہ دائنین عین ترکے کے ہالینے سے کسی بعد کے زمانے میں اپنے دیون کی وصولیابی بسہولت کرسکیں اور حالیہ قیمت سے زائد قیمت پر ترکہ فروخت ہوجائے۔

مذکورہ ادائیگی دین کا حق جس طرح بیت کے کل ورنہ کو پہنچتا ہے اسی طرح بیت کے بعض ورنہ کو پہنچتا ہے۔ لہذا اگر بعض ورنہ عین ترکہ دائنین کے حق میں چھوڑنا چاہیں اور بعض یہ چاہیں کہ دین ادا کرکے ترکہ محفوظ کرلیں تو ان کو یہ حق حاصل ہوگا۔

وارث اور غیر وارث کی مذکورہ بالا تفریق امام ابو حنیفہ کے قول پر مبنی ہے۔ لیکن اگر وارث کے حق میں بیع کی گئی ہو تو اس صورت میں صاحبین کا امام اعظم سے اختلاف منقول ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک اگر مریض کی یہ بیع ترکے کی اشیاء کی مثلی قیمت پر ہو تو دیگر ورنہ کو اس بیع پر کسی قسم کے اعتراض کا حق نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں مریض پر کسی قسم کی تہمت عائد نہیں ہوتی اور دیگر ورنہ کے لئے یہ ممکن ہوتا ہے کہ سوٹ نے ترکے کی قیمت میں جو مال حاصل کیا ہے، ورنہ اس کی مثل اس وصول شدہ نقد رقم سے وصول کرلیں۔ لیکن اگر ترکے کی اصل قیمت کے مقابلے میں فروختگی کی رقم کم ہو، خواہ یہ کسی معمولی ہی ہو، تب یہ بیع ورنہ کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ اگر اجازت نہ دیں گے تو ورنہ کو دو امر کا اختیار دیا جائے گا یا تو وہ بیع (جو شے فروخت کی گئی ہو) کی پوری قیمت وصول کرلیں یا یہ کہ بیع کو فسخ قرار دلوا کر بیع کو ترکہ میں شامل کرا دیں۔ دوسری صورت میں سوٹ کی ادا کردہ قیمت مشتری کو واپس کردی جائے گی۔

سطور بالا سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ مریض کی بیع کے نافذ نہ ہونے کی علت صاحبین کے نزدیک مریض پر طرفداری کی تہمت ہے۔ چنانچہ اگر تہمت موجود نہ ہوئی مثلاً ترکہ مثل قیمت پر بیع کیا گیا تو بیع نافذ ہو جائے گی اور وراثہ کی اجازت کو دخل نہ ہوگا۔ امام اعظم کے نزدیک ان کے حکم کی علت وراثہ میں بعض کو بعض پر ترجیح دینا ہے۔ راقم الحروف کے نزدیک امام ابو حنیفہ کا نقطہ نظر موجودہ معاشرتی حالات میں زیادہ قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔

اگر مریض نے غیر وارث سے عقد بیع انتہائی کم قیمت پر کیا، یعنی اتنی کمی کردی کہ اگر دوسرے لوگوں سے قیمت کا اندازہ کرایا جائے تو ان میں سے کوئی فرد اس قدر کمی کے ساتھ قیمت کا اندازہ نہ لگا سکے "ب" تو ایسی صورت میں حسب ذیل تین حالتوں میں سے کوئی ایک حالت پائی جائیگی۔

(اول) یہ کمی سال کی ایک تہائی کے درجہ سے کم ہوگی،

(دوم) ایک تہائی کے مساوی ہوگی، اور

(سوم) ایک تہائی سے زائد ہوگی۔

پہلے اور دوسری حالت میں یہ ایسی چھوٹ ہوگی جس کا مریض کو حق حاصل ہوگا اور وراثہ کو حق اعتراض نہ ہوگا، کیونکہ مریض کو مرض موت میں کسی غیر وارث کے لئے ایک تہائی تک تبرع کا حق حاصل ہوتا ہے اور اس پر وراثہ کی اجازت و عدم اجازت کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔

لیکن تیسری صورت میں یعنی جب کہ بیع میں ایک تہائی سے زائد کمی کردی گئی ہو تو وراثہ کو دو اسور کا حق حاصل ہوگا :-

۱- یا تو وہ ایک تہائی سے زائد میں نفاذ کی اجازت دیں۔

۲- یا یہ کہ اجازت نہ دیں۔ اس حالت میں مشتری کو اختیار ہوگا، یا تو ایک تہائی سے جتنا زائد ہے وہ مقدار وراثہ کو ادا کر دے، تاکہ ان کے حق کا دو تہائی مکمل ہو جائے، یا یہ کہ بیع کو فسخ کر دے اور بیع وراثہ کے سپرد کر دے۔ ایسی صورت میں اس

(۶۲) ب۔ ب۔ شرعی اصطلاح میں اس بیع کو "بیع معاہدہ" کہا جاتا ہے۔ (مؤلف)۔

کی ادا کردہ قیمت اس کو واپس کر دی جائے گی، کیونکہ مریض کو ایک تہائی سے زیادہ تبرع کا حق حاصل نہیں ہوتا، الا یہ کہ وراثہ اجازت دیں۔

سوال کے طور پر ایک شخص نے مرض موت کی حالت میں ایک اجنبی شخص کو اپنا مکان دو ہزار روپے میں فروخت کیا حالانکہ اس مکان کی قیمت پانچ ہزار ہونا چاہئے تھی، تو گویا مریض نے مشتری کو تین ہزار روپے کی چھوٹ دی۔ اب اگر اس مریض کا کل مال نو ہزار روپے کی قیمت کا ہے، تو وراثہ کا مکان کی مذکورہ بیع پر اعتراض کا کوئی حق حاصل نہ ہوگا، کیونکہ مریض نے مشتری کے حق میں جتنی مقدار یعنی تین ہزار روپے کی جو چھوٹ دی ہے یہ اس کے کل مال کی تہائی کے برابر ہے۔ اور تہائی کی وصیت کا حق مریض کو شرعاً حاصل ہے، لہذا اس مقدار کی چھوٹ دینے کا بھی اس کو حق حاصل ہوگا، اور یہ چھوٹ وراثہ کی اجازت کے بغیر نافذ ہوگی۔ البتہ اگر مریض کے کل ترکہ کی قیمت چھ ہزار روپے تھی تو اس کے وراثہ کو اعتراض کا حق حاصل ہوگا، کیونکہ مریض کی چھوٹ کی مقدار اس حالت میں اس کے کل مال کی تہائی سے زائد ہے۔ چنانچہ اب اگر وراثہ اجازت نہ دیں گے تو مشتری کو یہ اختیار ہوگا کہ یا تو وہ بیع کو فسخ کر کے اپنی ادا کردہ رقم واپس لے لے، یا یہ کہ ایک ہزار روپے دے کر وراثہ کے حق میں دو تہائی پوری کر دے۔

اگر مریض مدیون ہو لیکن اس کے اسوال پر دین مستغرق نہ ہو اور اس مریض نے کسی اجنبی شخص کو انتہائی کمی (چھوٹ) کے ساتھ اپنا مکان یا کوئی شیء فروخت کی تو اس حالت میں یہ فرض ہوگا کہ اولاً دین کی ادائیگی کی مقدار کو ترکہ سے وضع کر دیا جائے۔ اس کے بعد غور کیا جائے کہ جو مال باقی رہا ہے اس کا اور اس چھوٹ کا کیا اندازہ قرار پاتا ہے! پھر مریض کے غیر مدیون ہونے کی صورت میں جو تفصیلی احکام بیان کئے گئے ہیں۔ ان کے مطابق حکم مرتب کیا جائے۔

اگر مریض نے اپنے ترکہ کے مستغرق فی الدین ہوتے ہوئے کسی غیر وارث کو اپنے مال سے کوئی شیء فروخت کی۔ اگر اس بیع میں کسی قسم کی چھوٹ

موجود نہیں مثلاً وہ شیء مثل قیمت پر بیع کی گئی ہو تو دائنین کو اس بیع پر کسی اعتراض کا حق حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ دائنین کا حق ترکے کی مالیت سے متعلق ہے، ترکے کی اشیاء کے ذات سے متعلق نہیں ہے۔ اگر چہ مدیون نے اپنے مال سے ایک معین شیء کو خارج کیا ہے لیکن اس خارج شدہ شیء کے بدلے میں اس نے اس کی پوری قیمت کو حاصل کر لیا ہے۔ لیکن اگر اس بیع میں قلیل یا کثیر چھوٹ پائی جائے تو دائنین کی اجازت کے بغیر بیع نافذ نہ ہوگی، کیونکہ اس حالت میں اعتراض کا حق دائنین کو حاصل ہے۔ ورنہ کو حاصل نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ وراثت ادا دین سے سوخر ہوتی ہے۔ اگر دائنین نے بیع کی اجازت نہ دی تو مشتری کو دو امور میں سے کسی ایک امر کا اختیار ہوگا۔ وہ یا تو عقد بیع کو فسخ کر کے اپنی ادا کردہ قیمت واپس لے لے اور مبیع ترکہ میں شامل کر دیا جائے، تاکہ کل ترکہ کو فروخت کر کے دائنین اپنا دین وصول کر لیں، اگر مکمل وصول ہو سکتا ہو۔ ورنہ اپنے اپنے دین کے حصص کے مطابق وصول کریں گے۔ لیکن یہ سب کچھ اس صورت میں ہوگا جب کہ ورنہ ترکے کے عوض دین ادا کر کے ترکے کو محفوظ رکھنے کے خواہش مند نہ ہوں۔ اگر وہ یہ خواہش کریں کہ دین ادا کریں گے اور ترکہ اسی طرح چھوڑ دیا جائے تو ان کے اس مطالبہ کو پورا کیا جائے گا، کیونکہ دائنین کا حق ترکہ کی مالیت سے متعلق ہے، ترکہ کی ذات سے متعلق نہیں ہے، جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے۔ مشتری دوسری صورت یہ اختیار کر سکتا ہے کہ مبیع کی پوری قیمت ادا کر دے۔ اس صورت میں دائنین کو مبیع اس کے قبضہ سے لینے کا حق حاصل نہ ہوگا، کیونکہ اس عمل سے ان کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہونچتا۔

اور اس مذکورہ صورت میں چھوٹ کی مقدار کمی بیشی کی جانب کوئی توجہ نہ دی جائے گی، جو کہ مریض کے غیر مدیون ہونے کی صورت میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے، کہ یا تو چھوٹ ایک تہائی ہوگی یا اس سے زائد ہوگی یا کم ہوگی، کیونکہ مریض کے مدیون ہونے کی صورت میں مریض کو کسی قدر چھوٹ دینے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ دائنین کا حق دیگر تمام مستحقین پر مقدم ہوتا ہے وہ جو لیتے ہیں اس مال کا بدلہ ہوتا ہے جو

انہوں نے مریض (میت) کو اس کی زندگی میں دیا ، بخلاف اس شخص کے جس کے ساتھ سلوک یا احسان کیا گیا ہو۔ کیونکہ تبرع کی صورت میں جو شی' تبرعاً دی جاتی ہے وہ بلا معاوضہ ہوا کرتی ہے۔ البتہ یہ امر ملحوظ رہنا چاہئے کہ مشتری کو مذکورہ بالا امور میں خیار کا وہ موقع و محل ہوگا جہاں ایسا کرنا ممکن ہو، لیکن اگر ایسا محل ہے جہاں مشتری خیار کے استعمال سے متعذر ہو گیا ہو، مثلاً مبیع ہلاک ہو گیا ہو، یا مشتری اس کو اپنی ملکیت سے خارج کر چکا ہو، تو اس حالت میں مشتری پر مبیع کی قیمت کو مثل قیمت کے مطابق پورا کرنا لازم ہوگا۔

آخر میں مریض کے عقد اجارے کے سلسلے میں چھوٹ دینے کا مسئلہ رہ جاتا ہے۔ مثلاً مریض نے ایک ہزار روپے کے معاوضہ میں کسی شخص کو تین سال کے لئے اپنی زمین کرائے پر دی، حالانکہ اس مدت کا کرایہ اصولاً دو ہزار روپے ہوتا تھا۔ قدیم کتب فقہ کی رو سے اس میں وصیت کا حکم جاری نہ ہوگا کیونکہ اجارہ کا عقد متعاقدین سے کسی ایک کی موت کے بعد باطل ہو جاتا ہے، لہذا مریض کی موت کے بعد ورثاء کو اس سے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچے گا، کیونکہ جب اجارہ باطل ہو جائے گا تو تمام منافع ورثاء کی ملکیت ہو جائینگے۔ اور جو منافع مریض کی زندگی میں مستاجر نے حاصل کئے ہوں گے وہ اس وقت ورثاء کی ملکیت نہ ہوں گے، لہذا ورثاء کو کسی قسم کا ضرر لاحق نہ ہوگا اسی پر مریض کے کسی شی' کو زیادہ عوض میں اجارے پر لینے کو قیاس کیا جا سکتا ہے۔ یہ صورت قدیم کتب فقہ کے تحت ہے ۲۷ لیکن راقم الحروف کے نزدیک موجودہ دور میں جب کہ بعض صورتوں میں عقد اجارہ بعد موت بھی لازم قرار دیا گیا ہے مثلاً کرایہ داری کو قابل ارث قرار دیا گیا ہے یہ مسئلہ یونہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس پر بھی مریض کے تمام تصرفات کا حکم لگایا جانا چاہئے، جیسا کہ مذکورہ بالا صورتوں میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے ۲۷ الف یہاں یہ وضاحت کرنا بھی ضروری ہے کہ کسی مرض کے بارے میں یہ کہہ دینا کہ یہ مرض موت ہے اس وقت تک ممکن نہیں جس وقت تک مریض کی اس

(۲۷) شرح الاحکام الشرعیہ، زبدالایمان، کتاب الوصیۃ، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۰ء، ج ۲، ص ۲۷۸-۲۷۷
(۲۸) الف تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ قوانین اسلام، جلد پنجم، مؤلف ہذا۔

مرض سے موت واقع نہ ہو جائے، کیونکہ ”مرض موت“ کی عبارت ایک اضافی عبارت ہے اور اضافات کا تحقق اسی صورت میں ہو سکے گا جب کہ مرض کی انتہا موت ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی مریض اپنے اس مرض سے جس میں اس نے تصرفات کئے ہوں صحت یاب ہو جائے تو اس کے تمام تصرفات پر صحیح و تندرست انسان جیسے احکام مرتب ہوں گے۔ اسی لئے فقہاء نے صراحت کر دی ہے کہ مریض کے تمام تصرفات اس کی زندگی میں نافذ ہوں گے، اگر چہ جس مرض میں وہ مبتلا ہے اس میں غالب اسکاں یہی ہو کہ وہ ہلاک ہو جائے گا۔ ممکن ہے کہ مریض اس سے صحت یاب ہو جائے اگر چہ دوسرے مریض اس مرض سے فوت ہو چکے ہوں، کیونکہ موت و حیات کا علم اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی دوسرے کو نہیں۔ بسا اوقات اطباء کے خیالات غلط ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وما تدری نفس ماذا تکسب غداً وما تدری نفس باي ارض تموت، ان اللہ علیم خبیر“، کوئی نفس (جی) یہ نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا اور کوئی نفس (جی) یہ نہیں جانتا کہ وہ کس زمیں میں مرے گا۔

یہ شک اللہ تعالیٰ علیم اور خبیر ہے۔ - ۲۷ ب

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک بحالت مرض موت، جس مرض سے انسان صحت، یاب نہ ہو سکے، تنہائی سے زائد کی وصیت وارث کی اجازت پر موقوف رہے گی الا یہ کہ کوئی ایسا عذر لاحق ہو کہ اس عذر کی بناء پر وصیت کا جاری کر دینا لاپدی ہو، مثلاً اجازت دینے والے وارث کو یہ خوف لاحق ہو کہ اگر اس نے اجازت نہ دی اور موسیٰ مرض سے صحت یاب ہو گیا تو اس کا ماہانہ نفقہ بند ہو جائیگا یا جو سلوک موسیٰ کرتا تھا اس سے محروم ہو جائیگا یا وہ موسیٰ کا مقروض ہے اور دین کی ادائیگی طاعت نہیں رکھتا اور موسیٰ سے دین کی مخلصی کی امید منقطع ہو جائے گی یا موسیٰ صاحب اثر ہے، صحت یاب ہونے کے بعد اسکو جیل کرا سکتا ہے تو ایسے حالات میں اگر وارث نے اجازت دی ہو تو اس کو اس اجازت سے رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا۔

مالکیہ کے نزدیک حاملہ عورت ابتداء زمانہ حمل میں تندرست کے درجہ میں ہوگی اس کو مریض بمرض موت نہیں تصور کیا جائے گا لیکن حمل کے آخری زمانہ میں وہ مریض بمرض موت کا حکم رکھے گی۔^{۱۸} زرقانی نے شرح موطا میں امام مالک کے قول کی دلیل میں لکھا ہے کہ عورت کے حمل کا ابتدائی زمانہ چھ ماہ سے قبل زمانہ بشارت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ”بشرناھا باسحق و مر وواہ اسحق یعقوب“، ابتدائی زمانہ حمل کو بشارت قرار دیا گیا ہے، لہذا مرض قرار نہ پائے گا۔ لیکن جب بچہ حمل میں ولادت کے قریب زمانہ کو پہنچ گیا ہے تو فرمایا ”فلما اقلت دعواتہ ربہما“، یعنی جب وہ عورت بوجہ دار ہوئی تو ان دونوں نے اپنے رب کو (مدد کے لئے) پکارا۔ لہذا جب عورت بچے سے نقل محسوس کرنے لگے تو اب وہ اپنے مال کی تہائی سے زائد میں تصرف نہ کر سکتی تھی حتیٰ کہ وضع حمل ہو جائے۔

راقم العروف کے نزدیک مالکیہ کی یہ رائے درست نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اول تو حمل ایک فطری عمل ہے دوسرے یہ کہ زمانہ حمل کا خواہ شروع کا ہو یا آخر کا، مرض سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا الا یہ کہ دوران حمل عورت کسی ایسے مرض میں مبتلا ہوگی جو مرض الموت ہو۔ البتہ راقم العروف کے نزدیک ”وضع حمل“ کے اس وقفہ کو جب سے عورت کے درد زہ شروع ہو تولید تک حکماً مرض موت قرار دیا جاسکتا ہے۔

جن امراض میں انسان کو موت کا خوف لاحق ہو وہ (مرض موت) یا مرض مخوف کہلاتے ہیں جیسے کہ طاعون، قولنج، نمونہ، ناک سے دائمی طور پر جریان خون، متواتر اسہال کا جاری رہنا، یا مرض سل کا آخری درجہ میں داخل ہونا، یا ابتداء ہی سے فالج کا دورہ یا تپ محرقہ، کیونکہ یہ امراض ایسے ہیں کہ بالعموم موت ہی ان کا نتیجہ ہوا کرتا ہے، باقی دوسرے معمولی قسم کے امراض مخوف نہیں کہلاتے، چنانچہ کھچیل (خارش) درد دانت، درد سر، معمولی ملیریا، بخار یا ایک دو یوم کا اسہال یا بغیر خون کی سل یا طویل زمانے کا فالج، یہ امراض قابل معالجہ ہوتے ہیں۔ ان میں:

(۲۸) جواہر الاکمل، شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۲۲۱۔

زرقانی، شرح موطا، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۸۰۔

بالعموم موت کا خطرہ لاحق نہیں ہوتا بلکہ صحت و بقا کا امکان غالب ہوتا ہے۔
 حاملہ کے پیٹ پر (آخری ایام میں) ضرب لگنے اور خون جاری ہوجانے کے مسئلے
 میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ یہ مرض موت قرار دیا جائے گا، دوسرا یہ کہ نہیں
 کیونکہ اس سے عموماً عورت صحت یاب ہوجاتی ہے۔^{۲۱} راقم الحروف کے نزدیک
 ایسی حالت میں حاملہ کی کیفیت کے پیش نظر حکم لگانا زیادہ مناسب ہوگا۔

ایسے شخص کے متعلق جو میدان جنگ میں بحالت جنگ ہو، یا سمندر کے
 طوفان میں گھر گیا ہو، یا ایسے کفار کی قید میں چلا گیا ہو جو قیدی کو
 یقیناً قتل کردیتے ہوں، یا زنا کی حد میں سنگساری کے لئے لایا گیا ہو، یا
 حالت جنگ میں جنگ کی صفوں میں دشمن کے مقابل کھڑا کر دیا گیا ہو،
 اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ یہ مرض موت کا درجہ ہوگا، بعد اس کے
 تصرفات ایک تہائی کی حد تک نافذ ہوں گے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ صحیح
 شخص کا درجہ ہوگا، کیونکہ اس کے جسم میں ایسی کوئی چیز پیدا نہیں ہوئی
 جس سے موت کا خوف لاحق ہو گیا ہو۔ اور جو قاتل قصاص کے لئے قتل گاہ
 میں لاپا گیا ہو اس کے متعلق بھی دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ جب تک اس کے
 جسم پر زخم نہ آیا ہو تندرست کے درجہ میں متصور ہوگا، اور کل مال میں اس
 کا تصرف معتبر ہوگا۔ یہ قول شافعی مذہب میں منصوص ہے۔ لیکن متاخرین
 علماء نے اس موقع پر دو طریقے اختیار کئے ہیں، ابو سعاق نے کہا ہے کہ یہ اس
 قیدی کی مثل ہوگا جو ایسے کفار کے ہاتھوں قید ہو گیا ہو جو قیدی کو قتل
 کئے بغیر نہیں چھوڑتے، اور دوسرا یہ کہ ایک صحت مند شخص کے درجہ میں
 ہوگا اس کے تصرف میں ایک تہائی کی حد مقرر نہ ہوگی۔^{۲۰}

راقم الحروف کے نزدیک مرض الموت کی حالت میں مالی تصرفات پر جو
 تحدید عائد کی گئی اسکا اطلاق نہ صرف مرض موت بلکہ ان تمام حالتوں پر کیا
 جاسکتا ہے جن میں موت کا ظن غالب موجود ہو۔ اسکی بعض مثالیں شافعیہ
 مسلک کے تحت بیان ہوئی ہیں۔

(۲۰) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۱۰۷
 المسنن، الفيروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۶۱
 (۲۱) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۱۰۸
 المسنن، الفيروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۶۱

حنبلہ :

جو شخص مرض موت میں مبتلا ہو اس کے تمام تبرعاتی تصرفات مثلاً ہبہ ، برأت ذمہ اور ان کے مانند اسور اور وصیت ایک تہائی سے زائد میں صحیح نہیں ، اور نہ وارث کے حق میں یہ اسور صحیح ہوں گے ، لیکن جو امراض ایسے ہیں کہ ان کا مریض ایک طویل مدت تک زندہ رہتا ہے مثلاً مرض سل ، جذام ، اسام حنبلہ سے اس کے متعلق دو قول منقول ہیں ، ایک یہ کہ کل مال میں وصیت جاری ہوگی ، دوسرا یہ کہ صرف تہائی مال میں وصیت نافذ ہوگی۔ چھ ماہ کی حاملہ عورت کے حمل پر جب دست اندازی کی گئی ہو تو وہ مریض کے درجہ میں ہوگی ، جو شخص جنگ کی صفوں میں شامل ہو ، یا جہاز میں سوار ہو اور جہاز طوفان میں گھر گیا ہو ، یا قصاص کے لئے قتل گھ میں لایا گیا ہو ، یا ایسے مقام پر ہو ، جہاں طاعون پھیل گیا ہو ، ایک قول کے بموجب یہ افراد مریض مرض الموت کے درجہ میں ہوں گے اور دوسرے قول میں صحت مند کے درجہ میں متصور ہوں گے۔^{۲۱} راقم الحروف کے نزدیک پہلا قول قرین صواب ہے۔ کیونکہ اصل علت موت کا خوف ہے جو ان حالتوں میں بھی موجود ہے۔

حنبلہ کے نزدیک درد دل ، درد جگر ، نمونہ ، طاعون خواہ اس کے شہر میں پھیل گیا ہو یا وہ بذات خود اس میں مبتلا ہو گیا ہو ، ہیضہ ، قولنج ، تپ دق ، دائمی نکسیر ، مسلسل اسہال (یعنی آنتوں کی دق) ابتداءً فالج کا حملہ ، سل کا آخری درجہ ، یا جس مرض کو دو عادل طبیب مرض موت قرار دینے پر تمام امراض مرض موت کہلاتے ہیں۔^{۲۲}

شیعی فقہ :

شیعی فقہ میں مریض کے تصرفات کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں۔

(۱) مؤجلہ (جن کی بیعاد مقرر ہو)۔

(۲) سنجزہ (فوری) اس پر اجماع ہے کہ مؤجلہ تصرفات کا حکم وصیت

(۲۱) المعزز مجدالدین ابوالبرکات مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۴۸-۴۷۔

(۲۲) الاتعاف شرف الدین الخلسی مطبوعہ مصر ج ۲ ص ۱۳۰۔

کا حکم ہوگا۔ اسی طرح جبکہ صحت مند شخص اپنے تصرفات کی نسبت موت کے بعد زمانے کی طرف کردے۔

لیکن فوری نافذ ہونے والے تصرفات جیسا کہ چھوٹ دینا، ہبہ کرنا، وقف کرنا، ایسے معاملات میں دو قول ہیں۔ اول یہ کہ کل مال سے نافذ ہوں گے، دوسرا یہ کہ محض ایک تہائی میں نافذ ہوں گے۔ لیکن اس حکم میں دونوں متفق ہیں کہ اگر مریض اپنے مرض سے صحت یاب ہو گیا تو فوری تصرفات خود اس کی اور اسکے ورثہ دونوں کی جانب سے نافذ شدہ متصور ہوں گے اختلاف محض اس صورت میں ہے جب کہ مرض ہی کی حالت میں مریض فوت ہو جائے۔^{۲۲}

مرض کی تشخیص :

اس مقام پر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان امراض کی تفصیل بیان کردی جائے جن کی بناء پر فقہاء کے نزدیک مریض کے تصرفات صرف ایک تہائی مال کی حد تک نافذ ہو سکتے ہیں۔

جس مرض سے عموماً موت واقع ہوجاتی ہو وہ مرض موت کہلاتا ہے جیسے دق، سل یا خون کا جاری رہنا یا سوداگی و دموئی امراض میں ورم کا آجانا یا ان کے مانند مہلک امراض۔

لیکن جن امراض میں صحت یابی کا امکان غالب ہو ان کا حکم صحت کا حکم ہوتا ہے جیسا کہ بخار یا درد سر، دمہ، آنکھوں کا آشوب۔

کچھ امراض ایسے ہوتے ہیں جو دونوں درجوں کی دوسمائی حالت رکھتے ہیں جیسا کہ تپ بمرقہ، پیچش وغیرہ۔ واقم الحروف کے نزدیک دور حاضر میں جب کہ طب نے حد ترقی کرچکی ہے، مرض کی حالیہ نوعیت کا لحاظ کرنا انبساط ہوگا۔

مرض الموت میں مالی تصرفات پر جو تحدید عائد کی گئی ہے اس کا اطلاق واقم الحروف کے نزدیک بعض ایسی صورتوں پر بھی کیا جا سکتا ہے جو اگرچہ کسی مرض

(۲۲) شرائع الاسلام، الملی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۷۔

سے متعلق نہ ہوں مگر موت کا امکان مرض الموت کی طرح ہو۔ چنانچہ میدان جنگ میں جنگ کی حالت کا وقت یا دریا میں طوفان کی حالت کے وقت مالی تصرفات کا حکم مرض الموت کا حکم قرار ہانا چاہئے۔ اگرچہ یہاں کسی مرض کا وجود نہیں ہے لیکن یہاں نتیجہ پر حکم لکایا جائے گا جو ”موت“ ہے کیونکہ دونوں صورتوں میں یکساں علت یعنی موت کا خوف موجود ہو۔

ظاہریہ :

ظاہریہ کے نزدیک جو مریض مرض موت میں مبتلا ہو یا قتل کے لئے محبوس کر دیا گیا ہو، یا حاملہ عورت ہو ۲۲ یا مسافر کسی قسم کے سفر میں ہو ان تمام لوگوں کے تصرفات، ہبہ، صدقہ، بیع میں چھوٹ دے دینا، یا اقرار وصیت، صحیح اور تندرست انسانوں کی مانند (بغیر کسی فرق کے) نافذ و جاری ہوں گے۔ ۲۱ اس نقطہ نظر کی وضاحت مجموعہ ’ہذا کی جلد دوم میں، مریض مرض الموت کی طلاق کے تحت کی گئی ہے ملاحظہ ہو جلد دوم صفحات ۳۲۵ یا ۳۳۸

بجائے مرض الموت
زوجہ مطلقہ کے لئے
وصیت

۲۱۷ - جب کسی مرض موت کے مریض کی زوجہ مرض کی حالت میں اپنے شوہر سے طلاق بائن کا مطالبہ کرے اور شوہر اس کو طلاق دے دے، بعد ازاں شوہر اس کے حق میں دین کا اقرار کرے یا وصیت کرے، اگر عورت کی عدت میں شوہر کا انتقال ہو جائے تو اس کو میراث یا اقراری دین یا مال موسیٰ بہ میں سے (ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک) جو کم مقدار میں ہوگا وہ دہا جائے گا۔ اگر عدت گزرنے کے بعد شوہر کا انتقال ہوا تو اقراری دین یا مال موسیٰ بہ (ترکہ کی ایک تہائی تک) (جیسی صورت ہو) دہا جائے گا، لیکن اگر عورت کے مطالبہ کے بغیر طلاق دی گئی ہو تو اس کو عدت میں شوہر کی وفات کی صورت میں، میراث کا مکمل حصہ دہا جائے گا۔

تشریح

مریض بمرض موت کے جن تصرفات میں فقہاء نے اس کو جانبداری سے سہتم کیا ہے اور ورثہ کے حق کی حفاظت کو پیش نظر رکھا ہے ان تصرفات

(۳۲) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶ صفحات ۳۸-۳۲۵

(۳۳) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶ ص ۳۸-۳۲۵

میں مریض کا بحالت مرض موت اپنی زوجہ کو طلاق دینے کے بعد دوران عدت اس کے حق میں اقرار دین کرنا یا اس کے حق میں وصیت کرنا بھی داخل ہے۔ چنانچہ اگر کسی شخص نے مرض موت کی حالت میں اپنی زوجہ کو طلاق بائن دے دی، اس کے بعد اس کے لئے دین کا اقرار کیا یا کسی قدر مال کی وصیت کی اور اس مرض میں یہ شخص فوت ہو گیا، فقہاء فرماتے ہیں کہ اس موقعہ پر حالات کا جائزہ لینا ہوگا۔ شوہر نے زوجہ کے مطالبہ پر طلاق دی ہے یا بغیر مطالبہ، اگر زوجہ کے مطالبہ پر طلاق دی ہے اور عورت کی عدت پوری ہونے سے قبل شوہر کا انتقال ہو گیا تو ایسی صورت میں عورت کو اس کی میراث اقراری دین یا وصیت میں، جو کم مقدار کا حصہ ہوگا وہ دیا جائے گا۔ اس کی وجہ یہ اتہام ہے جو اس حالت میں شوہر پر لگایا جا سکتا ہے کہ شوہر نے زوجہ کے مطلقہ ہونے کی بناء پر یہ ارادہ کیا ہو کہ زوجہ کو اس کے حصہ میراث کے مقابلے میں قدرے زیادہ مال حاصل ہو، جائے۔ لہذا دونوں نے خفیہ طور پر اس پر اتفاق کیا ہوگا کہ شوہر زوجہ کے حق میں اس قدر دین کا اقرار کرے یا اس کے حق میں وصیت کر دے اور عورت اس سے طلاق کا مطالبہ کر کے طلاق بائنہ لے لے، تا کہ اقراری دین یا وصیت کے مال (موصی بہ) کا حصہ جو میراث کے مقابلے میں زائد ہو، عورت کو مل سکے۔ لہذا اس ناجائز ارادے کے سد باب اور وراثہ کے حق کی حفاظت کے پیش نظر ان حصوں میں سے جو قلیل مقدار کا ہوگا، وہ حصہ دیا جائے گا، کیونکہ اس طرح شوہر پر کسی تہمت کا لگایا جانا ممکن نہ ہوگا، اور یہ حصہ بحیثیت میراث کے نہ ملے گا بلکہ بحیثیت اقرار بالوصیت کے دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ زوجہ ترکے کی متعینہ اشیاء میں وراثت کی شریک متصور نہ ہوگی۔ لیکن اگر مریض کا انتقال عدت پوری ہونے کے بعد ہوا ہو تو اس صورت میں اقراری دین یا مال موصی بہ (ترکہ) کی ایک تہائی کی شرط کے ساتھ) دیا جائے گا، کیونکہ اس وقت عورت اس شوہر سے اجنبی ہو چکی ہے، لہذا وراثت کے حصہ سے تناسب کا تصور قائم نہ ہوگا۔

اگر مریض نے عورت کے مطالبہ کے بغیر اس کو طلاق بائن دی اور عورت کی عدت میں وفات پایا گیا تو اب عورت کو اس کی میراث کا مکمل حصہ دیا جائے گا، خواہ اس کی مقدار کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ اس حالت

میں یہ تصور کیا جائے گا کہ شوہر اپنی زوجہ کو میراث سے محروم کرنا چاہتا تھا۔ لہذا اس کی یہ ناجائز خواہش اس کے منہ پر ماردی جائے گی، اور عورت وارث قرار دی جائے گی۔ اور اگر عورت کی عدت پوری ہونے کے بعد شوہر فوت ہوا تو اب مقربہ یا موصی بہ میں وہ حصہ عورت کو ملے گا جو کم ہو، کیونکہ وراثت کا تعلق منقطع ہو چکا ہے۔ ۲۰ (مریض کی طلاق کے باب میں اس کے اسباب و علل سے متعلق مکمل تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مجموعہ قوانین اسلام جلد دوم، دفعہ ۱۰۴، طلاق بحالت مرض الموت صفحات ۲۲۵ تا ۳۳۸)۔

اٹھاسیواں باب احکامِ موسیٰ ہ

حیاتِ موسیٰ لہ

۲۱۸ - (۱) وصیت کے جواز کے لئے لازم ہوگا کہ موسیٰ لہ حقیقتاً یا حکماً موسیٰ کی موت کے وقت زندہ ہو اور مال وصیت ہانے کا اہل ہو۔ اگر موسیٰ لہ موسیٰ سے پہلے فوت ہو جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی، اور موسیٰ بہ میں موسیٰ کے ورثاء کا استحقاق قائم ہو جائیگا، الا یہ کہ موسیٰ کی نیت کچھ اور ہو۔

(۲) اگر وصیت ہلا کسی شرط کے صرف دو اشخاص کے حق میں ہو اور وصیت کے وقت ان اشخاص نامزد میں سے ایک شخص مر چکا ہو یا کبھی پیدا ہی نہ ہوا ہو تو دوسرا موسیٰ لہ بشرطیکہ وہ موسیٰ کے وفات کے وقت زندہ ہو، کل شے موسیٰ بہ کا مستحق ہوگا لیکن اگر دوسرا موسیٰ لہ وصیت کے وقت موجود تھا مگر موسیٰ کی حیات میں فوت ہو گیا تو جس حصہ کی اس کے حق میں وصیت کی گئی تھی وہ موسیٰ کے ورثاء کا حق ہوگا، نہ کہ مرحوم موسیٰ لہ کے ورثاء یا موجود دوسرے موسیٰ لہ کا۔

(۳) اگر دو اشخاص کے حق میں مشترک وصیت کی جائے، اور موسیٰ کی وفات پر معلوم ہو کہ اس میں سے ایک شخص موسیٰ کا وارث ہے اور اس وجہ سے وصیت ہانے کا مجاز نہیں تو اس کا حصہ دوسرے موسیٰ لہ کو لہ دیا جائے گا، بلکہ وہ موسیٰ کے ورثاء کا حق ہوگا۔ یہی صورت اس وقت ہوگی جبکہ مشترک موسیٰ لہم میں سے ایک موسیٰ لہ موسیٰ کے قتل کا باعث ہوا ہو یا کسی اور سبب سے شرعاً وصیت ہانے کا اہل و مستحق نہ رہے۔

(۴) جبکہ موسیٰ ایسے دو معین موسیٰ لہم کے حق میں وصیت کرے جن میں وصیت کے وقت سے ایک موسیٰ لہ فوت شدہ ہو یا معدوم الوجود ہو تو یہ موسیٰ لہ (یا اس کا کوئی وارث) وصیت کا مستحق لہ ہوگا اور اگر وصیت کے وقت دونوں موجود ہوں، اس کے بعد موسیٰ کی موت سے قبل کسی ایک کا انتقال ہو جائے یا وصیت کا اہل نہ رہے تو اس کے حق میں وصیت باطل ہوگی۔

تشریح

حنفی فقہ کی رو سے وصیت کے جواز کے لئے ضروری ہے کہ موصیٰ لہ موجود ہو۔ اگر موجود نہ ہو تو وصیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ معدوم کے لئے وصیت صحیح نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی حمل کے لئے وصیت کی گئی اور وصیت کے وقت حمل موجود تھا تو صحیح ہوگی اور اگر موجود نہ تھا تو صحیح نہ ہوگی۔ بوقت وصیت حمل کے وجود کی علامت یہ ہے کہ موصیٰ کی موت کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں وضع حمل ہو جائے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ وصیت کے وقت سے چھ ماہ سے کم مدت میں وضع حمل ہو جائے۔ اول قول ظاہر روایت پر مبنی ہے۔

موصیٰ لہ کا موصیٰ کی موت کے وقت زندہ ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ حمل کے لئے وصیت کی صورت میں بچہ مردہ پیدا ہوا تو وصیت نافذ نہ ہوگی، کیونکہ میت وصیت کا محل نہیں جس طرح کہ میراث کی اہل و محل نہیں ہوتی۔

یہ بھی ضروری ہے کہ موصیٰ کی موت کے وقت موصیٰ لہ اس کا وارث نہ ہو اگر وصیت کے وقت وارث نہ تھا مگر موصیٰ کی موت کے وقت وارث ہو گیا تب بھی وصیت نافذ نہ ہوگی، کیونکہ وارث نہ ہونے کی شرط موصیٰ کی موت کے وقت ملحوظ ہوگی وصیت کے وقت کا لحاظ نہ کیا جائے گا۔ چنانچہ اگر ایک شخص نے اپنے بھائی کے لئے وصیت کی، جبکہ وصیت کے وقت موصیٰ کا بیٹا زندہ تھا، لیکن جب موصیٰ کا انتقال ہوا تو بیٹا فوت ہو چکا تھا، اب بھائی کے لئے وصیت صحیح نہ ہوگی، کیونکہ نفاذ وصیت کے وقت وہ بھائی موصیٰ کا وارث قرار پا گیا، اگر چہ وصیت کے وقت نہ تھا۔ اس کے برعکس اگر بھائی کے لئے وصیت کرنے کے وقت بیٹا موجود نہ تھا لیکن جب موصیٰ کا انتقال ہوا تو بیٹا پیدا ہو چکا تھا، اس صورت میں بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہوگی کیونکہ اب وہ وارث نہ رہا۔ البتہ وارث کے حق میں وصیت کرنے کی صورت میں اگر دیگر ورثہ نے وصیت کے اجرا کی اجازت دے دی تو وصیت صحیح ہو

جائے گی کیونکہ وراثہ کے حق کی بنا پر وصیت کو ناجائز قرار دیا گیا تھا اور وراثہ کو اپنا حق ساقط کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ (اس مسئلہ میں تفصیلی بحث آگے آرہی ہے)۔

موسیٰ لہ کا معلوم ہونا بھی ضروری ہے۔ ایسا مجہول نہ ہو جس کا معلوم ہونا ممکن نہ ہو۔ البتہ اگر کوئی ایسی صفت بیان کر دی گئی ہو جس سے کسی طرح تعین کرنا ممکن ہو تو وصیت صحیح ہوگی۔ چنانچہ اگر اس طرح کہا کہ میرے مال کا ایک تہائی حصہ فقراء مسلمین کا ہوگا تو وصیت صحیح ہوگی، کیونکہ فقر کی صفت تخصیص اور تعین کے لئے کافی ہے۔ لیکن اگر یہ کہا کہ میرے مال کا ایک تہائی مسلمانوں کا ہوگا تو وصیت عدم تعین کے سبب باطل ہو جائے گی^۱۔

کتب فقہ میں موسیٰ لہ سے متعلق شرائط کے ضمن میں ایک شرط یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ موسیٰ لہ غیر مسلم دارالکفر کا رہنے والا نہ ہو۔^۱ (الف)

زید الایمانی نے اپنی کتاب شرح الاحکام الشرعیہ میں لکھا ہے کہ ”موسیٰ لہ کے حق میں یہ شرط ہے کہ وصیت کے وقت زندہ ہو خواہ یہ حیات حقیقی ہو یا تقدیری ہو جیسا کہ حمل کے متعلق فرض کر لی جاتی ہے، کیونکہ چند شرائط کے ساتھ حمل کے لئے وصیت صحیح ہوا کرتی ہے، بظاہر یہ شرط حیات اس صورت میں ہے کہ جب کسی معین شخص کے لئے وصیت کی جائے، مثلاً کہا جائے کہ میں فلاں ابن فلاں کے لئے وصیت کرتا ہوں اور ابن فلاں اس نام کا موجود نہ ہو، لیکن جس صورت میں کہ موسیٰ لہ غیر معین ہو تو ایسے موسیٰ لہ کی حیات وصیت کے وقت شرط نہ ہوگی۔ فقہاء نے فرمایا ہے کہ جس صورت میں موسیٰ لہ معین شخص موجود ہو اور مال وصیت ہانے کا اہل بھی ہو تو موسیٰ کے ایجاب کی صحت کا مدار یوم وصیت پر ہوگا، لیکن اگر موسیٰ لہ غیر معین ہو تو اس وقت موسیٰ کے ایجاب کی صحت کا مدار موسیٰ کی موت کے وقت پر ہوگا۔

(۱) بدائع الصنائع، امام کسائی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۲
 البیوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۲۷، ص ۱۷۷ (ماخوذ)
 (الف) بدائع الصنائع، امام کسائی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۵

چنانچہ اگر ایک شخص نے کسی کی اولاد کے لئے ان کے نام بہ نام وصیت نہ کی اور نہ کسی قسم کا اشارہ کیا تو اس وقت اس اولاد کے حق میں وصیت معتبر ہوگی جو موت کے وقت موجود ہوگی ، خواہ وصیت کے وقت موجود ہو یا نہ ہو۔ چونکہ موصی لہم غیر معین ہیں لہذا موصی کی موت کے وقت جن کا وجود ہوگا وہی مراد ہوں گے ، لیکن اگر موصی نے کسی کی اولاد کے نام کا ذکر کر دیا یا ان کی طرف اشارہ کر کے کہا تو وصیت کے وقت ان کا موجود ہونا شرط ہوگا ، اگر وصیت کے وقت یہ موجود موصی لہم (جنکا نام لے کر وصیت کی گئی ہے) موصی کی موت سے قبل فوت ہو جائیں تو وصیت باطل ہو جائے گی ، اگر چہ اس شخص کی دوسری اولاد موجود ہے۔

مالکی مسلک :

مالکیہ کے نزدیک مسجد کے لئے وصیت کرنا صحیح ہے ، وصیت کا مال مسجد کی ضروریات پر صرف کیا جائے گا۔ مالکیہ کے نزدیک ایسے شخص کے لئے وصیت کرنا صحیح ہوگا جس کے متعلق موصی کو یہ علم تھا کہ وہ شخص فوت ہو چکا ہے ایسی صورت میں وصیت کا مال موصی لہ کے ورثہ کا حق ہوگا ، لیکن اگر موصی لہ کی موت کا علم موصی کو نہ تھا تو اس وقت وصیت باطل ہو جائے گی ، اور وصیت کا مال موصی کے ورثہ کا ہوگا۔^۲ یہاں یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ یہ بات اوپر کے بیانات کے مخالف ہے کہ موصی لہ کا وصیت کے وقت وجود لازمی ہے۔ دراصل مالکیہ کے نزدیک موصی لہ کی موت کا علم ہوتے ہوئے موصی کا اس کے حق میں وصیت کرنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ میت کے ورثہ کے لئے وصیت کر رہا ہے۔ اس کے برخلاف حنفیہ ، شافعیہ اور حنبلیہ دونوں صورت میں موصی لہ کی حیات کو لازمی شرط قرار دیتے ہیں اور موصی کے علم یا عدم علم کی بنیاد پر وصیت کے صحیح یا باطل ہونے کے حکم کا مدار نہیں رکھتے۔ راقم الحروف کے نزدیک ائمہ ثلاثہ کا مسلک منطقی طور پر صحیح ہے۔

(۲) شرح الاحکام الشرعیۃ، زید الایمانی، مطبوعہ مصر، تحت دفعہ ۵۳۱

(۳) جواهر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۲۱۷

حنبلی مسلک :

ہر وہ شخص موصیٰ لہ ہو سکتا ہے جس میں شرعاً مال کے مالک بننے کی صلاحیت موجود ہو ، خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم ، بشرطیکہ یہ غیر مسلم معین ہو ، اگر چہ مرتد یا حربی ہی کیوں نہ ہو۔ دراصل مرتد کے متعلق امام احمد کے دو قول منقول ہیں ایک یہ ہے کہ مرتد کے حق میں وصیت صحیح نہ ہوگی۔ لیکن اگر غیر مسلم معین نہ ہو بلکہ عام عبارت سے اس کو تعبیر کیا گیا ہو ، مثلاً یہود ، یا نصاریٰ ، کے لفظ کو استعمال کیا گیا ہو تو ان کے حق میں وصیت صحیح نہ ہوگی۔ اسی طرح گرجا ، آتش کدہ ، کتب تورات و انجیل کے نسخوں کی غیر مسلم کے حق میں وصیت صحیح نہ ہوگی۔ کیونکہ شرعاً مسلم کے لئے غیر مسلم کے حق میں ان کی تملیک (مالک بنانا) صحیح نہیں ہے۔

اگر موصیٰ نے تردیدی عبارت سے وصیت کی مثلاً یہ کہا کہ ان دو شخصوں میں سے کسی ایک کو میرے مال کی ایک تہائی دی جائے ، اس صورت میں امام احمد سے دو روایتیں منقول ہیں ، اول یہ کہ وصیت صحیح نہ ہوگی ، دوم یہ کہ صحیح ہوگی۔ ۵ راقم الحروف کے نزدیک اگر ایک زندہ شخص اور ایک مردہ شخص کے لئے وصیت کی اور مردہ کے فوت ہونے کا علم نہ تھا یا علم تھا تو ہر دو صورت میں مردہ شخص کے بارے میں وصیت باطل ہوگی۔ ۶ مالکیہ مسلک اس مسئلہ میں علم ہونے پر وصیت کو صحیح اور علم نہ ہونے کی صورت میں باطل قرار دیتا ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔ راقم الحروف کے نزدیک حنبلی نقطہ نظر صحیح معلوم ہوتا ہے۔

شافعی مذہب :

جن موصیٰ لہم کی تعیین ممکن ہو اور ان کو معین نہ کیا جائے ان کے حق میں وصیت صحیح نہ ہوگی۔ لہذا اگر کسی شخص نے یہ کہہ کر وصیت

(۴) المحرر فی الفقہ، مجدالدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۳

الاتعاق، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۶

(۵) المحرر فی الفقہ، مجدالدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۳

(۶) المحرر فی الفقہ، مجد الدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۳

کی کہ میں اپنے اس غلام کی ان دو شخصوں میں سے ایک کے لئے وصیت کرتا ہوں تو وصیت صحیح نہ ہوگی، کیونکہ تملیک غیر معین ہے۔

شیعی مسلک :

شیعی مسلک میں بھی موصیٰ لہ کا موجود ہونا لازمی ہے۔ معدوم کے لئے وصیت صحیح نہ ہوگی مثلاً یہ کہ کسی مردہ شخص کے لئے وصیت کی جائے یا اسے موجود تصور کیا گیا ہو حالانکہ وصیت کے وقت موصیٰ لہ فوت ہو چکا تھا، یا یہ وصیت کی جائے کہ فلاں عورت جب حاملہ ہو تو اس کے حمل کے لئے وصیت کرتا ہوں یا فلاں کی اولاد کے لئے جو آئندہ وجود میں آئے۔^۸

شیعہ امامیہ کا یہ نقطہ نظر مذاہب اربعہ کے خلاف ہے۔ اگر یہ کہہ کر وصیت کی جائے کہ میں فلاں کی اولاد کے لئے وصیت کرتا ہوں جو آئندہ وجود میں آئے، اگر چہ وصیت کے وقت اس کی کوئی اولاد موجود نہ تھی مگر موصیٰ کی وفات کے وقت موجود تھی یا بچہ حمل میں تھا، جو موصیٰ کی وفات کے بعد پیدا ہوا تو ہر صورت میں ائمہ اربعہ کے نزدیک اس کو وصیت کا مال بلے گا، جب کہ شیعہ امامیہ کے نزدیک وصیت کے وقت موصیٰ لہ کا وجود خواہ حقیقی ہو یا حکمی، لازمی ہوگا۔ راقم الحروف کے نزدیک ائمہ اربعہ کا مذہب قابل ترجیح نظر آتا ہے۔

مصر کا قانون :

دفعہ ۶۔ موصیٰ لہ کے حق میں یہ شرط ہوگی :

(الف) کہ وہ معلوم ہو،

(ب) یہ کہ وصیت معینہ کی صورت میں وصیت کے وقت موجود

ہو،

اگر وصیت معین نہ ہوئی تو ایسی صورت میں وصیت کے وقت موجود ہونا یا موصیٰ کی موت کے وقت موجود ہونا شرط نہ ہوگا، لیکن اس میں دفعہ ۲۰ کے حکم کو ملحوظ رکھا جائے گا۔

(۷) المسئب، فقہ شافعی، الفيروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۵۵۸

(۸) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت القسم ثانی، ص ۲۶۲

دفعہ ۲۶ - محدود موصیٰ لہم معدوم یا بعض موجود و بعض معدوم کے لئے معینہ اشیاء کی وصیت صحیح ہوگی اگر موصیٰ کی موت کے وقت موصیٰ لہم میں سے کوئی موجود نہ ہو تو مال موصیٰ بہ اس کے ورثاء کا شمار ہوگا ، لیکن اگر کسی کا وجود نہ ہو تو موصیٰ بہ موصیٰ کے ورثاء کی ملکیت ہوگا -

اور اگر موصیٰ کی موت کے بعد کوئی موصیٰ لہ موجود ہو یا اس کے بعد وجود میں آگیا تو موصیٰ بہ اس کی ملک ہوگا ، حتیٰ کہ کوئی اور موصیٰ لہ وجود میں آئے (یا حاضر) ہو تو وہ اس کا شریک ہوگا - اور ہر وہ موصیٰ لہ جو وجود میں آنا جائے گا سابقہ موصیٰ لہم کے ساتھ آمدنی حاضرہ میں شریک ہوتا چلا جائے گا ، یہاں تک کہ آئندہ موصیٰ لہ کے وجود کی امید منقطع ہو جائے چنانچہ معین موصیٰ بہ اور اس کی آمدنی (منفعت) تمام موصیٰ لہم کے لئے ہوگی اور جو ان میں سے وفات پائے گا اس کا حصہ اس کے ورثاء کا حق ہوگا ، جو ان کے حق میں ترکہ متصور ہوگا -

دفعہ ۲۷ - جب کہ وصیت ان موصیٰ لہم کے لئے کی گئی ہو جن کا دفعہ ۲۶ میں بیان ہوا ہے ، اور یہ وصیت محض منافع کی ہو ، پھر موصیٰ لہم میں سے کوئی موصیٰ کی وفات کے وقت موجود نہ ہو ، تو یہ منافع موصیٰ کے ورثاء کا حق ہوگا -

لیکن اگر موصیٰ کی وفات کے وقت کوئی موصیٰ لہ موجود ہو یا اس کے بعد وجود میں آگیا ، تو اب یہ منفعت اس کا حق ہوگی ، اور ان تمام مستحق موصیٰ لہم کا جو اپنی آخری حد تک وجود میں آئے رہیں گے حتیٰ کہ ان کی تعداد ختم ہو جائے - ان کے بعد موصیٰ کے ورثاء کا حق ہوگا ، اور جب موصیٰ لہم کے وجود سے مایوسی پیدا ہو جائے تو یہ منفعت موصیٰ کے ورثاء کی طرف رجوع کرے گی -

دفعہ ۲۸ - جب ایک فرد کے سوا اور کوئی موصیٰ لہم میں سے وجود میں نہ آئے (یا حاضر نہ ہو) تو یہ فرد واحد کل آمدنی یا معین شیء کا مستحق قرار پائے گا ، الا یہ کہ موصیٰ کی عبارت یا کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو یہ بتلاتا ہو کہ موصیٰ نے تعدد حصص کا ارادہ کیا تھا ، تو اس حالت میں یہ فرد

واحد محض اپنے حصہ کا مستحق ہوگا ، اور باقی موصی کے ورثہ کا حق ہوگا ، اور معین موصی بہ کو موصیٰ لہ موجود اور موصیٰ کے ورثہ کے درمیان تقسیم کر دیا جائے گا ، جب کہ مزید موصیٰ لہم کے وجود سے مایوسی ہوگئی ہو ۔

دفعہ ۲۹ - جب کہ منافع کی وصیت دو طبقوں سے زیادہ کے لئے کی گئی ہو تو محض اول دو طبقوں کی حد تک صحیح تصور ہوگی ، پس اگر طبقوں میں ترتیب کی وضاحت کر دی گئی ہو تو دوسرا طبقہ وصیت کا اس وقت مستحق ہوگا جب کہ اول طبقہ کے موصیٰ لہ کے وجود سے مایوسی لاحق ہو جائے ، مع رعایت ان احکام کے جو سابقہ دو دفعات میں بیان کئے گئے ہیں ۔ اور جب دونوں طبقے ختم ہو جائیں گے تو معین موصیٰ بہ ترکہ قرار پا جائے گا ، الا یہ کہ موصیٰ نے ان کے بعد دوسرے لوگوں یا اسور کے حق میں وصیت کی ہو ۔

دفعہ ۳۰ - غیر محدود موصیٰ لہم کے حق میں بھی وصیت صحیح ہوگی ، اور اس وصیت کے مستحق عام افراد ہوں گے ۔ موصیٰ لہم کے درمیان موصیٰ بہ کی تقسیم کا کام وصیت نافذ کرنے والے کی رائے پر مبنی ہوگا ، بغیر اس کے کہ اس کو تعمیم یا مساوات کا پابند کیا جائے ۔

اور جس شخص کو وصیت کے نافذ کرنے کا حق ہے وہ وصی مختار ہے یا وہ جماعت جس کو اس نے مقرر کیا ہو ۔

دفعہ ۳۱ - جب کہ ایک محدود گروہ کے لئے وصیت کی گئی ہو ، اور ایسی عبارت سے جو ان تمام افراد کو شامل ہو اور ناموں کے ذریعہ ان کا تعین نہ کیا گیا ہو ، اور ان میں بعض موصیٰ لہم موصیٰ کی موت کے وقت وصیت کے اہل نہ ہوں تو ایسی حالت میں تمام مال موصیٰ بہ دوسرے موصیٰ لہم کا حق ہوگا ، لیکن دفعات ۲۶ ، ۲۷ ، ۲۸ اور ۲۹ کے احکام کی رعایت کرنا لازم ہوگا ۔

دفعہ ۳۲ - جب کہ وصیت معین افراد اور ایک جماعت میں یا کسی ایک جہت میں یا جماعت اور کسی ایک جہت یا ان کے درمیان مشترک ہو ، تو ان حالات میں ہر معین اور جماعت محدودہ کے ہر فرد اور جماعت غیر محدود کے مجموعے اور ہر جہت کے لئے موصیٰ بہ کا ایک حصہ وصیت تصور ہوگا ۔

دفعہ ۲۲ - جب کہ ترکہ میں معین افراد کے لئے وصیت کی گئی ہو اور یہ موسیٰ لہم ایسے ہوں جو کہ موسیٰ کی موت کے وقت موسیٰ لہم ہونے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں تو موسیٰ بہ موسیٰ کا ترکہ شمار کیا جائے گا (یعنی اس کے ورثہ میں قابل تقسیم ہوگا) -

دفعہ ۲۳ - جب کہ معین موسیٰ لہم یا جماعت کے حق میں وصیت باطل قرار پائے جائے تو موسیٰ بہ کی یہ مقدار میت کے ترکے کی جانب (بغرض تقسیم مابین ورثہ موسیٰ) رجوع کر جائے گی، اور میت کے ورثہ دیگر اصحاب وصایا کے ساتھ، جب کہ وصیت کا مال کم ہو، اندازہ کر کے اپنا حق لے لیں گے۔ ۱۰

شام کا قانون :

دفعہ ۲۱۲ - موسیٰ لہ کے لئے ذیلی امور شرط ہوں گے :

(الف) یہ کہ معین ہو،

(ب) یہ کہ بصورت معین ہونے کے وہ موسیٰ کی وصیت اور اس کی موت

کے وقت موجود ہو۔

دفعہ ۲۳۰ - (الف) جب کہ موسیٰ لہ موسیٰ کی موت کے وقت حیات ہو تو موسیٰ کی موت کے وقت ہی سے موسیٰ بہ کا مالک متصور ہوگا، بشرطیکہ موسیٰ نے اپنی موت کے بعد استحقاق کا کوئی وقت مقرر نہ کیا ہو۔

(ب) مرنے کے وقت موسیٰ بہ کے موجودہ زوائد موسیٰ لہ کی، بغیر اعتبار وصیت، ملکیت ہوں گے، اور موسیٰ لہ پر استحقاق کے وقت سے موسیٰ بہ کے تمام اخراجات لازم آجائیں گے۔

دفعہ ۲۳۱ - (الف) موسیٰ لہ معین معدوم یا بعض معدوم و بعض موجود کے حق میں وصیت (جب کہ شمار میں آسکتے ہوں) صحیح ہوگی۔ اگر موسیٰ کی موت کے وقت موسیٰ لہم کا کوئی فرد موجود نہ پایا گیا، تو وصیت کی آمدنی

موصی کے ورثاء کا حق ہوگا ، اور جب کہ موصی لہم کے وجود سے قطعی ناسیدی ہو جائے تو معین موصی بہ موصی کے ورثاء کی ملکیت ہوگی ۔

(ب) اگر موصی کی موت کے وقت کوئی موصی لہ موجود پایا گیا ، یا اس کے بعد وجود میں آگیا ، تو آذنی اس کا حق ہوگا ، اور اس کے بعد جو موصی لہ وجود میں آنا جائے گا موصی بہ میں اس کا شریک ہوگا ۔ اور یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک آئندہ موصی لہ کے وجود سے ابد منقطع ہو ۔ اب شی کی ذات اور آذنی محض موجود موصی لہم کی ملکیت ہوں گی جو ان کے فوت ہونے کے بعد ان کا اپنا مال ستروکہ متصور ہوگا ۔

(ج) اگر صرف منافع کی وصیت کی گئی ہو توجو موصی لہم موصی کی موت کے وقت یا اس کے بعد موجود ہوگا وہ اس منفعت کا مستحق ہوگا اور موصی لہم کے وجود سے نا اسیدی کی صورت میں معین موصی بہ کو موصی کے ورثاء کی جانب لوٹا دیا جائے گا ۔

دفعہ ۲۳۲ - (الف) اولاد کی اولاد کے حق میں محض ایک طبقہ کی حد تک وصیت صحیح ہوگی ۔

(ب) اول طبقہ کے منقطع ہو جانے پر موصی بہ موصی کے ترکے میں شامل ہو کر موصی کے ورثاء کا حق ہوگا ، الا یہ کہ موصی بہ کے کل یا بعض حصہ کی اس کے بعد کسی دوسرے کے حق میں وصیت کر دی گئی ہو ۔

دفعہ ۲۳۳ - (الف) غیر محدود افراد کے حق میں وصیت صحیح ہوگی ۔ اور ان میں جو افراد محتاج ہوں گے نفاذ میں پہلے مستحق ہوں گے اور ان پر تقسیم اس شخص کی رائے کے سپرد ہوگی جس کو وصیت کے نفاذ کا حق ہوگا ۔ وہ ان تمام افراد میں بطور عموم یا مساوات تقسیم کا پابند نہ ہوگا ۔

(ب) جس کو وصیت کی تنفیذ کا حق ہوگا وصی مختار کہلانے کا اس کے نہ ہونے کی صورت میں حاکم مجاز ہوگا یا جس کو اس نے اس کے لئے مقرر کیا ہو ۔

دفعہ ۲۳۴ - جب کہ وصیت محدود افراد کے حق میں بلفظ عام کی گئی

ہو اور نام بنام تعین نہ کیا گیا ہو اور ان میں سے بعض موصیٰ کی موت کے وقت وصیت کے اہل نہ ہوں تو باقی افراد اس فصل کے احکام کے مطابق تمام وصیت کے مستحق ہوں گے۔

دفعہ ۲۳۵ - جب کہ وصیت معین افراد یا جہت کے حق میں یا جماعت اور جہت کے حق میں یا ان تمام کے حق میں مشترک ہو تو ہر شخص معین یا جماعت محدودہ کے ہر فرد کے حق میں یا غیر محدود جماعت کے تمام افراد کے حق میں یا بیان کردہ جہت کے حق میں وصیت کا حصہ مقرر کیا جائے گا۔ ۱۱

عدالتی فیصلے :

ایک مسلمان اس امر کا مجاز ہے کہ علی الترتیب ایک سے زائد موصیٰ لہم کے حق میں وصیت کرے۔ ۱۲

عدالت عالیہ لاہور نے بمقدمہ چنو ہائی بنام محمد ریاض قرار دیا کہ قانون مسلمان موصیٰ لہ کے وجود کے بارے میں وصیت سے مستفید ہونے کے دو قاعدے رکھتا ہے۔ ایک یہ کہ وہ وصیت کئے جانے کے وقت حقیقی یا حکمی طور پر زندہ ہو۔ حکمی حیات کے معنی یہ ہیں کہ وہ وصیت کے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو جائے اور دوسرا یہ کہ وہ موصیٰ کی وفات کے وقت زندہ موجود ہو۔ یہ دونوں قاعدے دو مختلف صورت حالات سے متعلق ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے مکمل طور پر مطابقت رکھتے ہیں۔ شرع اسلام میں، جیسا کہ دوسرے قوانین میں بھی ہے، ایک وصیت عام طور پر موصیٰ کے انتقال کے فوراً بعد نافذ العمل ہوتی ہے اور اسی بنا پر ایک مسلمان کی وصیت کہ فلاں فلاں کے بچے فلاں فلاں جائداد پائیں گے، موصیٰ کی وفات کے بعد نافذ ہو جاتی ہے، بشرطیکہ وصیت کی شرائط یا اس کا کوئی حصہ کسی وجہ سے ناجائز نہ ہو ۱۱۔ اس مقدمہ میں وصیت کسی حمل کے حق میں نہ تھی بلکہ اس بچے کے حق میں

(۱۱) قانون الاحوال الشخصیہ سورہہ، احکام الوصیہ

(۱۲) فضل نور بنام کرم نور، بی ایل ڈی، ۱۹۵۶ ع، لاہور، ص ۷۷

۱۷ آئی آر ۱۹۲۲، پریوی کونسل، ۱۷۲

۷۵ آئی اے ص ۶۲

تھی جو موسیٰ کی لڑکی کے بطن سے پیدا ہو لہذا یہ شرط کہ بچہ وصیت کے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو ، نافذ نہ ہوگی ۔ اور وصیت موسیٰ کی بیٹی کے بیٹے کے حق میں جو موسیٰ کی وفات سے قبل پیدا ہو چکا تھا ، نافذ ہوگی " ۱۲

نامزدگی برائے پراویڈنٹ فنڈ :

کراچی کے ایک مقدمہ مقدر خان بنام برماشیل میں جسٹس وحیدالدین احمد نے قرار دیا کہ ایک ملازم کا پراویڈنٹ فنڈ اس کی موت پر بلا تنازعہ اس کا ترکہ شمار ہوگا اور مرحوم کا اپنی حیات میں کسی کو بعد مرگ فنڈ وصول کرنے کے لئے نامزد کر دینا وصیت کے مساوی نہ ہوگا اور نہ نامزد کے حق میں اس کو ہبہ یا ٹرسٹ کہا جائے گا ۔ ایک مسلمان مرد جس نے اپنے پیچھے بیوہ ، بیٹے ، بیٹی اور بھائی کو چھوڑا ، بھائی بحیثیت نامزد یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مرحوم نے اس کے حق میں فنڈ کی وصیت کی تھی ۔ ۱۱

نامزدگی برائے بیمہ :

راقم الحروف کے نزدیک کسی مخالف قانون کی غیر موجودگی میں ، یہی صورت بیمہ پالیسی کے بارے میں بھی قرار دی جا سکتی ہے ، کہ نامزد شخص دراصل اس روپیہ کو بیمہ کمپنی سے وصول کرنے کا حق رکھتا ہے محض نامزدگی کی بناء پر وہ اس میں مالکانہ تصرف کا مجاز قرار نہیں دیا جا سکتا ۔ اس کا یہ اختیار وصولی کمپنی اور مرحوم کے ورثہ کے درمیان کمپنی کو تنازعہ سے محفوظ رکھنے اور آسانی پیدا کرنے کی غرض سے ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتا ہے ، لیکن جہاں تک شخص نامزد (وصول کنندہ) اور مرحوم کے ورثہ یا موسیٰ لہم کا تعلق ہے اس کے تصفیہ کے لئے ایک مسلمان کے شخصی قانون وصیت و وراثت کی طرف رجوع کیا جائے گا ، جس کا کہ بوقت مرگ وہ پابند تھا ۔ ایسی صورت میں نامزد شخص کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک " امین " کی قرار دی جا سکتی ہے باین اختیار کہ مرحوم کی جو امانت یا دین کمپنی یا حکومت کے پاس محفوظ یا ان کے ذمہ واجب ہے ، ان سے وصول کر سکے اور کمپنی یا سرکاری ادارہ

(۱۲) بی ایل ڈی ۱۹۵۶ ع لاہور ص ۵۸۶

(۱۳) بی ایل ڈی ۱۹۶۸ کراچی ص ۵۲۳

وفات اور نامزدگی کے ثبوت کے بعد اس شخص نامزد کو متوفی کی وہ اسانت یا دین ادا کر دے۔ اسی طرح دراصل خود کمپنی یا ادارہ کا تحفظ منظور ہوتا ہے کہ رقم مرحوم کے نامزد شخص کو ادا کی گئی ہے، بلا لحاظ اس امر کے کہ وہ مرحوم کا وارث یا موسیٰ لہ تھا یا نہیں۔ اس طرح کمپنی یا سرکاری ادارہ نامزدگی کی موجودگی میں ورثاء یا موسیٰ لہم کے دعویٰ کے خلاف ایک مضبوط دفاعی بنیاد حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن جہاں تک اس وصول کردہ سرمایہ کا ورثاء اور موسیٰ لہم کے درمیان تقسیم ہونے کا مسئلہ ہے، یہ نامزدگی ہبہ یا وصیت کا حکم نہیں رکھتی بلکہ ترکہ حسب قانون شرع واجب التقسیم ہوگا۔ البتہ اگر شخص نامزد وارث نہیں ہے اور اس نامزدگی کے ذریعہ موسیٰ لہ نے اس کے حق میں مالکانہ تصرف کا بطور وصیت قطعی اور بدیہی طور پر اظہار کیا ہے تو اس صورت میں اس کے حق میں قانون وصیت کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔

عدالت عالیہ مغربی پاکستان کراچی کی بیچ نے جو جسٹس ایم آر کیانی اور جسٹس الہی بخش خسانی پر مشتمل تھی بمقدمہ کریم بنام حنیفہ مندرجہ ہی ایل ڈی ۱۹۷۰ء کراچی ۶۸۳ قرار دیا کہ بمبئی کوارپریٹو سوسائٹیز ایکٹ ۱۹۲۵ء کی دفعہ ۲۷ کے تحت جو شخص ممبر کے مفادات کو وصول کرنے کے لئے نامزد کیا جاتا ہے محض ناظم یا وصی نہیں ہوتا جو متوفی ممبر کے ورثاء کی طرف سے جائداد کو اپنے قبضہ میں لے، بلکہ وہ اس کا خود ہی بلا شرکت غیرے مالک ہوتا ہے۔ اس فیصلہ میں ایک مقدمہ ہدایت اللہ بنام مسماۃ رحیمآ مندرجہ اے۔ آئی۔ آر ۱۹۳۵ء ص ۷۳ سے اختلاف کیا گیا ہے۔

تجویز

اس سے قطع نظر کہ یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط، کوارپریٹو سوسائٹیز ایکٹ ۱۹۲۵ء کی وہ دفعہ جس کی تعبیر کے نتیجے میں فاضل ججان نے یہ رائے قائم کی ہے مسلمانوں کے شخصی قانون ہبہ وصیت اور وراثت سے متصادم ہے۔ لہذا یہ تجویز کرنا غیر مناسب نہ ہوگا کہ کوارپریٹو سوسائٹیز ایکٹ کی مندرجہ بالا دفعہ میں اس طرح ترمیم کی جانی چاہئے کہ وہ مسلمانوں کے شخصی قانون ہبہ وصیت و وراثت سے متصادم نہ

ہو۔ اسی نقطہ نظر کے تحت انشورنس ایکٹ ۱۹۳۸ء پراویڈنٹ فنڈ ایکٹ ۱۹۲۵ء پر بھی نظر ثانی اور مناسب ترمیم کی ضرورت ہے۔

۲۱۹ - مساجد، مدارس، مسافر خانوں، خانقاہوں، خیراتی اداروں نیز ہر قسم کے امور خیر و اعمال صالح کے لئے وصیت جائز ہوگی۔

امور خیر کے لئے
وصیت

تشریح

شرع اسلام میں اس امر کی پوری گنجائش ہے کہ امور خیر و اعمال صالح کے لئے وصیت کی جائے۔ چنانچہ مساجد اور مدارس یا مسافر خانوں اور خانقاہوں کے لئے وصیت جائز ہوگی اور وصیت کا مال ان کی تعمیر، فقراء کے نان و نفقہ وغیرہ پر خرچ کیا جائے گا۔ اسی طرح ہر قسم کے اعمال صالح و امور خیر کے لئے بھی وصیت صحیح متصور ہوگی۔ مثلاً ہل کی تعمیر، مساجد کی تعمیر یا دیگر ضروری سامان کی فراہمی، طلبہ کے وظائف، کتب خانوں کا قیام وغیرہ۔ یہ امور اگرچہ ایسے ہیں جن میں کسی کی مخصوص تملیک نہیں ہوتی لیکن ان کے حق میں ان کے مفاد میں صرف کرنے کی حیثیت سے وصیت صحیح ہوگی۔ اسی لئے اس میں تمام ائمہ کا اتفاق ہے۔^{۱۰}

حنبلی فقہ کی رو سے اگر امور خیرہ کی وصیت کی ہو تو جو امور قربت خداوندی کا درجہ رکھتے ہیں ان میں وصیت نافذ ہوگی اور ان سب میں جہاد میں صرف کرنے کو مقدم کیا جائے گا۔^{۱۱}

صدقہ کی وصیت، نفلی حج کی وصیت سے افضل ہے۔^{۱۲}

شیعی فقہ میں اگر کوئی مسلم فقراء کے لئے وصیت کرے تو یہ اس کے ہم ملت فقراء کے لئے ہوگی، لیکن اگر موصی لہ فقراء غیر مسلم ثابت ہوئے تو موصی کے خاندانی فقراء کے حق میں وصیت شمار ہوگی۔ اگر فی سبیل اللہ صرف

(۱۰) 'المیزان الکبریٰ' علامہ شمرانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۱۰۸
فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ ہند، ج ۴، ص ۲۶-۲۵ (ماخوذ)

(۱۱) 'الاتقاع' شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۶۰

(۱۲) 'الاتقاع' شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۶۱

کرنے کی وصیت کی ہو تو ایسے امور میں صرف کیا جائے گا جن میں اجر ملتا ہو۔ ایک قول یہ ہے کہ غائبوں کے لئے مخصوص ہوگی لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ ۱۸

مصری قانون :

دفعہ ۷۔ عبادت گاہوں کی تعمیرات وغیرہ، اور تعلیمی اداروں کی عمارتوں، اور مصالح عامہ اور ان امور کی عمارتوں کی اصلاح و دیگر مصالح پر صرف کرنے یا غریب طلباء پر صرف کرنے و دیگر اسی قسم کے امور کی وصیت صحیح ہوگی، بشرطیکہ عرف یا دیگر کسی دلیل نے مصرف متعین نہ کر دیا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ یا اعمال خیر کے لئے بغیر کسی جہت کے تعین کے وصیت صحیح ہوگی اور اس حالت میں (وصیت کا مال) امور خیر میں صرف کیا جائے گا۔

دفعہ ۸۔ اگر امور خیر میں سے کسی ایسی معینہ جہت کے لئے وصیت کی گئی ہو جو کسی آنے والے زمانے میں وجود میں آئے تب بھی وصیت صحیح ہوگی، لیکن اگر ان امور کا وجود نا ممکن قرار دیا گیا ہو تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ ۱۹

تونس کا قانون :

دفعہ ۷۳۔ عبادت گاہوں اور قانونی اداروں کے لئے وصیت صحیح ہوگی۔ ۲۰

شام کا قانون :

(الف) وصیت اللہ تعالیٰ کے لئے اور تمام خیری امور کے لئے صحیح ہوگی اگر چہ خیر پر صرف کرنے کی جہت متعین نہ کی گئی ہو۔

(ب) عبادت گاہوں، خیری و تعلیمی اداروں اور عوام کے تمام بہبودی و اصلاحی اداروں کی تعمیر یا اصلاح و مرمت اور فقراء اور اسی قسم کے دیگر

(۱۸) شرائع الاسلام، ابو جعفر العلی، مطبوعہ بیروت القسم الثانی، ص ۲۶۳

(۱۹) قانون الوصیت، مصر مجریہ ۱۹۳۶ء

(۲۰) قانون الوصیت، تونس

امور خیر کے لئے وصیت کرنا صحیح ہوگا ، بحالت عدم تعین جہت عرفاً یا بقرائن متعین کی جا سکے گی ۔

دفعہ ۲۱۳ - امور خیر میں سے کسی معین عمل خیر کی وصیت جو آئندہ زمانے کی طرف منسوب ہو صحیح ہوگی اگر یہ امر مستقبل میں متعذر ہو گیا تو جو امر اس کی مشابہت کے اعتبار سے اس کے زیادہ قریب ہوگا وہ وصیت کا مصرف قرار دیا جائے گا ۔

وصیت بحق وارث

۲۲۰ - (۱) وارث کے حق میں وصیت دیگر وراثہ کی اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگی مگر لازم ہوگا کہ اجازت موصی کی موت کے بعد دی گئی ہو اور اجازت دینے والے وراثہ اس کے اہل ہوں۔

(۲) وارث کا وارث یا غیر وارث ہونا موصی کی موت کے وقت متعبر ہوگا نہ کہ وصیت کرنے کے وقت ۔

(۳) اجازت دینے والے وراثہ کو اجازت دینے کے بعد اس سے رجوع کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اگر بعض وراثہ نے اجازت دی اور بعض نے نہ دی تو اجازت دینے والوں کے حصص کے بقدر وصیت نافذ ہوگی اور اجازت نہ دینے والے وراثہ کے حصص کے بقدر وصیت باطل قرار پائے گی ۔

مگر لازم ہے کہ وصیت کسی اجنبی (غیر وارث) کے حق میں کوئی امر مائع نہ ہونے کی صورت میں ، وارث کی اجازت پر موقوف نہ ہوگی ، البتہ اگر تہائی سے زائد کے لئے ہو تو اس زائد مقدار کی حد تک وصیت کا نفاذ وراثہ کی اجازت پر موقوف ہوگا ، بشرطیکہ وراثہ تبرع کے اہل ہوں اور اجازت موصی کی وفات کے بعد دی گئی ہو۔

استثناء: موصی کے شیعہ ہونے کی صورت میں وصیت بحق وارث ایک تہائی کی حد تک بلا اجازت دیگر وراثہ جائز و نافذ ہوگی۔

تشریح

موصی کے ذمہ دین کی ادائیگی کے بعد دیکھا جائے گا کہ وصیت اجنبی کے حق میں کی گئی ہے یا وارث کے حق میں۔ اگر وارث کے حق میں کی گئی ہو تو

ورثہ کی اجازت کے بغیر وصیت نافذ نہ ہوگی، خواہ وصیت ترکہ کی مقدار کے ایک تہائی سے کم ہو۔

اس کی بنیاد حضور (صلعم) کی حدیث ”ان الله قد اعطى كل ذي حق حقه الا لاوصیہ لوارث“، (الف) نیز یہ حدیث ”لا وصیہ لوارث الا ان يشاہ الورثہ“، (ب) ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرما دیا، اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ ”نیز“ وارث کے لئے وصیت نہیں الا یہ کہ ورثہ اجازت دیں۔ ”اگر کسی وارث کے حق میں دیگر ورثہ کی بغیر اجازت وصیت کو جائز قرار دیا جائے تو وہ ورثہ جن کے حق میں وصیت نہ کی گئی ہو، نقصان میں رہیں گے اور ان کو ضرر لا حق ہوگا، کیونکہ موسیٰ لہ وارث دیگر ورثہ کے مقابلہ میں ترکہ کے اس حصہ سے، جو خدائے تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر کیا ہے، زائد حاصل کر لے گا جو قطع رحمی اور باہمی معاشرت میں فساد کا موجب بن سکتا ہے۔ لیکن اگر وارث کے حق میں وصیت کے نفاذ کو دیگر ورثہ کی اجازت پر موقوف رکھا جائے تو باہمی تعلق کا انقطاع و فساد لازم نہیں آتا بلکہ صلہ رحمی اور باہمی الفت قائم رہتی ہے اور بغض و عداوت پیدا نہیں ہوتی۔

جہاں تک اجازت کا تعلق ہے، شرعاً وہ اجازت قابل اعتبار ہوگی جو موسیٰ کی موت کے بعد دی گئی ہو۔ موسیٰ کی زندگی میں جو اجازت دی گئی وہ قابل اعتبار نہ ہوگی۔ چنانچہ اگر ورثہ نے موسیٰ کی زندگی میں کسی وارث کے حق میں وصیت کرنے کی اجازت دے دی اور موت کے بعد منع کر دیا تو وصیت نافذ نہ ہو سکے گی، لیکن اگر موسیٰ کی موت کے بعد وارث کے حق میں وصیت کی اجازت دے دی تو اب انہیں رجوع کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا، کیونکہ بعد موت جو اجازت دی گئی وہ اپنے محل میں تھی۔

اجازت کی صحت کے لئے یہ امر بھی لازمی ہے کہ اجازت دینے والا تبرع کا اہل ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ اجازت جائز نہ ہوگی۔ اسی بنا پر بچے،

(الف) مشکوٰۃ مطبوعہ امح المطابع کراچی، ص ۲۶۵

(ب) ایضاً

دیوانے اور مدہوش کی اجازت غیر معتبر ہوتی ہے ، کیونکہ ان میں سے کوئی بھی تبرع کا اہل نہیں ہوتا ۔

موصیٰ لہ کا وارث ہونا یا نہ ہونا موصیٰ کی موت کے وقت معتبر ہوتا ہے ۔ وصیت کرنے کے وقت کا کوئی اعتبار نہ کیا جائے گا ، کیونکہ وصیت کے ذریعہ مالک بنانے کی نسبت موت کے بعد کے وقت کی جانب کی جاتی ہے ۔ لہذا موصیٰ لہ کا اپنے وقت پر اس صفت سے موصوف ہونا معتبر ہوگا ، اور ظاہر ہے کہ وقت وہی معتبر ہوگا جب کہ اس کو ملکیت حاصل ہو رہی ہے ۔

چنانچہ اگر کسی شخص کا ایک حقیقی یا پدری بھائی زوجہ اور ماں موجود ہوں اور یہ شخص اپنے ترکہ میں سے اپنے بھائی کے حق میں وصیت کر دے ۔ اس کے بعد موصیٰ کا بچہ پیدا ہو جائے اور موصیٰ کا انتقال ہو جائے تو اب موصیٰ کا بھائی وارث نہ رہا اس لئے اگر وصیت ایک تہائی سے متجاوز نہیں ہے تو وصیت کا مستحق ہوگا اور اگر ایک تہائی سے زائد ہے تو زائد مقدار میں وراثہ کی اجازت کی ضرورت لاحق ہوگی ۔ صورت مذکورہ میں اگرچہ وصیت کے وقت موصیٰ کا بھائی وارث تھا لیکن موصیٰ کا بچہ پیدا ہو جانے کے سبب موت کے وقت غیر وارث قرار دیا گیا اس لئے اس کے حق میں وصیت جائز قرار دی جائے گی ۔

صورت مذکورہ بالا میں بالفرض موصیٰ کا بیٹا بھائی کے حق میں وصیت کے وقت موجود تھا لیکن موصیٰ کے انتقال سے قبل فوت ہو گیا تو ایسی صورت میں اگرچہ وصیت کے وقت بھائی غیر وارث تھا اور اس کے حق میں وصیت جائز تھی لیکن موصیٰ کے انتقال کے وقت وہ وارث قرار پا گیا ، اس لئے اب اس کے حق میں وصیت بلا اجازت دیگر وراثہ نافذ نہ ہوگی ۔

چند مزید مثالیں

۱ ۔ ایک مسلمان شخص ایک بیٹا ، باپ اور دادا چھوڑ کر مرتا ہے ۔ دادا کے حق میں وصیت ہے ۔ چونکہ دادا وارث نہیں ہے اس لئے وصیت جائز اور نافذ ہوگی ۔

۲ - ایک مسلمان شخص اپنے دادا کے نام ایک جائداد بذریعہ وصیت نامہ چھوڑ جاتا ہے۔ وصیت کے وقت دادا کے علاوہ ستوں کا باپ اور بیٹا بھی موجود تھا لیکن باپ اس کی زندگی میں مر گیا اب دادا چونکہ وارث ہو گیا اور حسب قاعدہ وراثت اپنا حصہ ہائے گا اس لئے اس کے حق میں وصیت بلا اجازت دیگر ورثاء نافذ نہ ہوگی۔

۳ - ایک مسلمان شخص نے ایک جائداد بذریعہ وصیت اپنے بھائی کے نام لکھی۔ تحریر وصیت کے وقت موسیٰ کی صرف ایک بیٹی اور بھائی زندہ تھا۔ تحریر وصیت کے بعد موسیٰ کے بہان ایک بیٹا پیدا ہوا۔ چنانچہ بوقت مرگ اس کا ایک بیٹا، ایک بیٹی اور ایک بھائی موجود تھے۔ اب اگر چہ بوقت وصیت بھائی وارث تھا لیکن موسیٰ کے انتقال کے وقت وارث نہ رہا، اس لئے وصیت نافذ ہوگی۔

غیر وارث کے حق میں وصیت :

اگر موسیٰ پر دین نہ ہو یا دین ادا کر دیا گیا ہو اور ورثاء موجود ہوں لیکن جس شخص کے حق میں وصیت کی گئی ہے وہ اجنبی (غیر وارث) شخص ہے، اگر وصیت ایک تنہائی سے زائد مقدار کی نہ ہو تو بلا اجازت ورثاء نافذ ہوگی اور اگر ایک تنہائی سے زائد کی ہو تو اس زائد کے لئے ورثاء کی اجازت ضروری ہوگی، بشرطیکہ کوئی دوسرا مانع موجود نہ ہو مثلاً موسیٰ لہ نے موسیٰ کو قتل کر دیا ہو یا موسیٰ لہ کے لئے کسی دیگر سبب سے شرعاً وصیت جائز نہ رہی ہو۔

اس ضمن میں ایک صراحت یہ بھی ضروری ہے کہ احناف کے نزدیک جب ورثاء وصیت کے نفاذ کی اجازت دے دیں گے، خواہ یہ اجازت وارث کے حق میں ہو یا غیر وارث کے حق میں، تو موسیٰ لہ کو وصیت کے مال کا مستحق موسیٰ کی جانب سے تصور کیا جائے گا۔ یہ تصور نہ کیا جائے گا کہ یہ مال ورثاء کی جانب سے موسیٰ لہ کو دیا گیا ہے۔ چنانچہ جس نے اجازت دی، اس کو اس کے بعد رجوع کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا، بلکہ اس پر جبر کیا جائے گا کہ موسیٰ لہ کو موسیٰ لہ کے سپرد کر دے کیونکہ اگر وصیت کے مال کا مالک بننا اجازت دینے والے کی جانب سے قرار دیا جائے تو پھر اس سے ہبہ کے

احکام متعلق ہو جائے اور قبضہ سے قبل رجوع ممکن ہوتا - ظاہر ہے کہ ہبہ بلا قبضہ مکمل نہیں ہوتا - چنانچہ وارث کے اجازت دینے ہی موصیٰ لہ موصیٰ بہ کا مالک ہو جاتا ہے ، قبضہ شرط نہیں ، حالانکہ اگر موصیٰ لہ کا مالک بننا اجازت دینے والے کی جانب سے ہوتا تو بغیر قبضہ کے موصیٰ لہ مالک نہ ہوتا کیونکہ یہ ہبہ ہوتا اور ہبہ میں قبضہ سے قبل ملکیت ثابت نہیں ہوتی - اسی طرح اگر موصیٰ بہ قابل تقسیم شے کا کوئی غیر منقسم حصہ (مشاع) ہو تب بھی یہ اجازت صحیح ہرگی - کیونکہ اگر تملیک موصیٰ بہ اجازت دینے والے کی طرف سے ہو تو یہ اجازت صحیح نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں اجازت دینے والے کی طرف سے ہبہ متصور ہوگا اور قابل تقسیم مشاع کا ہبہ جائز نہیں ہوتا - " جب کہ قابل تقسیم مشاع کی وصیت جائز ہوگی -

شافعی فقہاء :

امام شافعی کے نزدیک ایک تہائی مقدار سے زائد کی وصیت میں اگر موصیٰ کا کوئی وارث موجود نہیں ہے تو زائد مقدار میں مطلقاً وصیت باطل ہوگی ، اس لئے کہ اس زائد مقدار کا اجازت دینے والا کوئی فرد موجود نہیں ہے اور یہ مقدار عام مسلمانوں کا حق ہو چکی ہے ، لہذا اس کی اجازت کسی فرد واحد کی طرف سے نہیں دی جا سکتی - وصیت زائدہ باطل ہوگی -

البتہ شافعی فقہ میں وراثہ کے موجود ہونے کی صورت میں دو قول ملتے ہیں - ایک یہ کہ اب بھی زائد مقدار کی وصیت باطل ہوگی ، وراثہ کی اجازت کا اعتبار نہ ہوگا کیونکہ ایک تہائی سے زائد کی وصیت شرعاً ممنوع ہے ، لہذا جو امر شرعاً ممنوع ہو کسی کی اجازت سے صحیح نہیں ہو جاتا - دوسرا قول یہ ہے کہ وصیت زائد مقدار میں وراثہ کی اجازت پر موقوف ہوگی ، اجازت کے بعد نافذ کر دی جائے گی ورنہ باطل - اول قول کی بنا پر اگر وراثہ نے زائد مقدار پر رضامندی کا اظہار کر بھی دیا تو وہ وراثہ کی جانب سے ہبہ متصور ہوگا ، موصیٰ کی وصیت کا کوئی اثر نہ ہوگا ، بنا برین اس میں وہ تمام شروط معتبر

(۲۲) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۷۰

ہدایہ، مطبوعہ قرآن محل کراچی، جلد ۳، ص ۵۸-۶۵

ہوں گی جو ہبہ میں ہوتی ہیں۔ دوسرے قول کے مطابق اجازت سے موصیٰ کی وصیت کا نفاذ متصور ہوگا۔ ۲۳ لیکن شافعیہ کا اس امر میں دیگر ائمہ اہل سنت و الجماعت سے اتفاق ہے کہ اجازت کا وقت موصیٰ کی موت کے بعد معتبر ہوگا۔

مالکیہ :

امام مالک کے نزدیک اجازت اور قبول موصیٰ کی موت کے بعد معتبر ہوگا۔ لیکن ان کے نزدیک ایک تہائی مال سے زیادہ کی وصیت ہر حالت میں باطل ہے، خواہ وارث موجود ہوں یا نہ ہوں۔ ۲۱

حنبلیہ :

فقہاء حنبلیہ وصیت کے قبول کرنے اور موصیٰ کی موت کے بعد وراثہ کے اجازت دینے کے مسئلہ میں احناف سے متفق ہیں۔ ۲۰

ظاہریہ :

ظاہریہ کے نزدیک ایک تہائی مال سے زائد میں وصیت ہر حال میں باطل ہوگی خواہ وارث موجود ہوں یا نہ ہوں، اجازت دیں یا نہ دیں۔ ۲۱

امامیہ :

شیعہ امامیہ مسائل ماسبق میں ائمہ حنفیہ سے متفق ہیں۔ ۲۷

وارث کے لئے وصیت :

حنفیہ کے نزدیک بلا اجازت دیگر وراثہ وارث کے لئے وصیت صحیح نہ

-
- (۲۳) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۰۵ (ماخوذ)
 المہذب، فیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۵۷
 (۲۴) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الہ آبادی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۱۸-۳۱۷
 بدایۃ المتجدد، ابن رشد، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۶
 (۲۵) مختصر الخرقی، مطبوعہ مصر، ص ۱۱۱
 الاتعاق، شرف الدین المنفسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۰
 (۲۶) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۸۷
 (۲۷) شرائع الاسلام، ابی جعفر الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۹

ہوگی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق عطا فرما دیا ہے، لہذا وارث کے لئے وصیت نہیں۔“^{۲۸}
 امام شافعی کے وارث کے لئے وصیت کے متعلق دو قول ہیں۔ اول یہ کہ وصیت صحیح نہیں، جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلعم نے فرمایا ”لا وصیہ لوارث“، دوسرا قول یہ ہے کہ وصیت صحیح ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لا تجوز لوارث وصیہ الا ان یشاء الورثہ“ یعنی وصیت وارث کے لئے جائز نہیں الا یہ کہ ورثہ رضامند ہوں۔ یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ اگر ورثہ چاہیں تو وصیت جائز و نافذ ہو سکتی ہے۔ ان کے نزدیک ایسی وصیت کا نفاذ موصی کی جانب سے نہ ہوگا بلکہ اس کا تعلق بحالت ملکیت ورثہ ہوگا۔ لہذا اس کی صحت ممنوع نہ ہوگی۔^{۲۹}

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک وارث کے حق میں وصیت بشرط رضامندی دیگر ورثہ جائز اور نافذ ہوگی۔^{۲۹} (الف)

حنبلیہ :

حنبلیہ کے نزدیک ورثہ کی اجازت کے بغیر وارث کے لئے وصیت صحیح نہیں اور اجنبی کے لئے ایک تہائی سے زائد کی صحیح نہیں الا یہ کہ ورثہ اجازت دیں۔ البتہ اگر کسی وارث کے حق میں اس کے وراثت کے حصہ کے مطابق ترکے میں سے کسی معین شیء کی وصیت کی تو یہ وصیت صحیح ہوگی اور وہ معینہ شیء وارث کو دی جائیگی۔

اگر ایک شخص نے ایسے فرد کے لئے وصیت کی جو بظاہر وصیت کے وقت وارث تھا لیکن موصی کی موت کے وقت وارث نہ رہا تھا تو اس شخص (موصی)

(۲۸) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۲۷

(۲۹) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۹۹، ۱۰۸، ۱۱۲ و ۱۱۵

المہذب، فیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۵۸

(۲۹) شرح زرقانی مؤطا امام مالک، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۸۰

جواہر الاکلیل، آبی مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۸

لہ) کے حق میں وصیت قائم رہے گی کیونکہ موسیٰ لہ کے معین ہونے کی صورت میں وصیت کے باقی رہنے یا باطل ہونے کا مدار موسیٰ کی موت پر ہے۔

احناف کی طرح حنبلیہ کے نزدیک بھی ان مواقع پر جہاں وصیت وراثہ کی اجازت پر موقوف ہو اگر وراثہ اجازت دے دیں تو اس اجازت سے موسیٰ کی وصیت ہی نافذ سمجھی جائے گی وراثہ کی جانب سے ہبہ متصور نہ ہوگا۔ چنانچہ اس اجازت کے بعد اس پر ہبہ کے احکام مرتب نہ ہونگے۔ ۳۰ یہی نقطہ نظر حنفی فقہاء کا ہے، لیکن شافعی فقہاء وراثہ کی اجازت کو ہبہ قرار دیتے ہوئے ایک جدید تملیک تصور کرتے ہیں۔

شیعہ مسلک :

شیعی فقہ میں صحیح قول یہ ہے کہ وصیت اجنبی اور وارث دونوں کے حق میں جائز ہے بشرطیکہ وہ ایک تہائی سے متجاوز نہ ہو۔ فقہ اسیہ میں اگر موسیٰ نے اپنے قرابت داروں کے لفظ کو استعمال کر کے وصیت کی تو اس لفظ میں عرفاً جن لوگوں کو قرابت دار کہا جاتا ہو وہ سب لوگ شامل ہوں گے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ موسیٰ کے جد اعلیٰ کے رشتہ سے جو لوگ اس کے قریبی ہوں وہ مراد ہوں گے، لیکن اس کی کوئی دلیل نہیں پائی گئی۔

اور اگر خاندان کے لفظ سے وصیت کی گئی ہو تو جو لوگ موسیٰ کے نسب میں سب سے زیادہ قریب ہوں گے وہ وصیت میں داخل ہوں گے۔

اور اگر قوم کے لئے وصیت کی گئی ہو تو اس سے اس کے اہل زبان مراد ہوں گے اور اہل بیت کے لفظ سے اولاد، آباء، اجداد مراد لئے جائیں گے، اور ہمسایوں کے لفظ میں چالیس مکانوں تک کے متصل پڑوسی مراد ہوں گے۔ (یہ قید یا تعبیر عرب کے معاشرق نظام کے تحت معلوم ہوتی ہے)۔

اسیہ کے نزدیک رشتہ داروں کے لئے وصیت کرنا خواہ وارث ہوں یا نہ ہوں، مستحب ہے۔ اقرب کے لفظ سے وصیت کرنے کی صورت میں وراثت کے

(۳۰) الفتح، ابن قدامہ، مطبعة السلفیہ، ج ۲، ص ۳۵۹

مختصر العرفی، مطبوعہ دمشق، ص ۱۱۱

طرز تقسیم پر وصیت کا اجراء ہوگا لہذا اقرب کے موجود ہوتے ہوئے اس سے بعید شخص کا وصیت میں کوئی حق نہ ہوگا۔^{۲۱}

فَلَا هَرِيْهَ سَلَكُ:

وارث کے لئے وصیت بالکل جائز نہیں، لہذا اگر کسی شخص نے غیر وارث کے لئے وصیت کی لیکن سوصی کی وفات کے وقت یہ شخص وارث قرار پا گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر وارث کے لئے وصیت کی تھی لیکن وفات کے وقت یہ شخص وارث نہ رہا تو یہ وصیت اس بنا پر صحیح نہ ہوگی کہ انعقاد وصیت کے وقت وصیت باطل تھی۔ ان کے نزدیک اس مسئلہ میں ورثہ کی اجازت اور عدم اجازت کو کوئی دخل نہ ہوگا، کیونکہ یہ حکم مکمل طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ ”لا وصیہ لوارث“، وارث کے لئے وصیت جائز نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے وارث کے حق میں وصیت سے منع فرما دیا ہے، تو اب ورثہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو باطل کر سکیں، البتہ یہ لوگ اپنی جانب سے ابتداءً ہبہ کر سکتے ہیں۔ مرنے اور ابو سلیمان کا بھی یہی قول ہے۔

امام ابن حزم لکھتے ہیں کہ اگر اس موقع پر یہ اعتراض کیا جائے کہ کچھ سندوں سے یہ حدیث اضافہ کے ساتھ مروی ہے کہ حضور نے فتح مکہ کے خطبہ میں فرمایا تھا ”لا تجوز وصیہ لوارث الا ان یشاء الورثہ“، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حدیث قابل حجت نہیں ہوتی، خصوصاً جب کہ اس کی تمام سندوں کے راوی ضعیف ہوں۔^{۲۲}

اسلامی ممالک کے رائج الوقت قوانین

مصر کا قانون:

دفعہ ۳۷ - ایک تہائی ترکے کی وصیت وارث اور غیر وارث ہر دو افراد کے حق میں صحیح ہوگی اور ورثہ کی اجازت کے بغیر نافذ ہو سکے گی، نیز ایک تہائی

(۳۱) شرائع الاسلام، العلوی، مطبوعہ بیروت، ص ۲۶۳

(۳۲) العلوی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۸۶

سے زیادہ کی وصیت صحیح ہوگی، لیکن بغیر اجازت وراثہ نافذ نہ ہو سکے گی، بشرطیکہ وراثہ نے موصیٰ کی وفات کے بعد اجازت دی ہو، اور یہ تمام وراثہ تبرع کے اہل ہوں اور جس امر کی اجازت دے رہے ہوں اس کی حقیقت کو سمجھتے ہوں۔

نیز جس صورت میں کہ موصیٰ پر دین نہ ہو اور نہ اس کا کوئی وارث موجود ہو، اس کی وصیت کلاً یا بعضاً بغیر اجازت خزانہ عاشرہ کے نافذ کی جا سکے گی۔ ۲۲

عراق کا قانون :

دفعہ ۷۳ کے تحت یہ قرار دیا گیا کہ قانون المدنی کی دفعات ۱۱۰۸ تا ۱۱۱۲ کا احکام الوصیت پر اطلاق کیا جائے گا۔

احکام الاہلیہ والوصیہ (ج ۲، ص ۹۳) میں شیخ مصطفیٰ السباعی وارث کے لئے وصیت جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ وصیت اجنبی کے لئے جائز ہے تو وارث کے لئے بطریق اولیٰ جائز ہوگی۔ اگرچہ قیاساً یہ بات درست معلوم ہوتی ہے لیکن راقم الحروف کے نزدیک مندرجہ بالا احادیث نبوی کے پیش نظر قیاس کو ترک کیا جائے گا۔

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۷۹ - وارث کے حق میں یا ایک تہائی سال سے زائد کی وصیت موصیٰ کی وفات کے بعد بغیر اجازت وراثہ نافذ نہ ہو سکے گی۔

دفعہ ۱۸۰ - موصیٰ کا اپنے تمام یا بعض وراثہ کے حق میں اپنے ترکے کی مخصوص اشیاء کو مختص کر دینا جائز ہوگا بشرطیکہ ان مخصوص اشیاء کی مالیت ان کے وراثتی حصوں کے مطابق ہو، اس کا نفاذ موصیٰ کی وفات کے بعد لازمی ہوگا۔ ان مخصوص اشیاء کے وراثتی حصوں سے زائد ہونے کی صورت میں ان پر اس زائد حصہ میں "وارث کے لئے وصیت" کے احکام جاری ہوں گے (یعنی

(۲۳) قانون الوصیت، مصر، ۱۹۴۶ء، دوسری فصل

اگر دوسرے ورثہ رضاند ہوں تو وہ زائد حصہ اس موصیٰ کو دیا جائے گا
ورثہ وراثت کے طریقہ پر تقسیم ہوگا - ۲۳

شام کا قانون :

دفعہ ۲۳۸ - (۱) غیر وارث کے حق میں وصیت بعد ادائے دین بقیہ مال
کی ایک تہائی تک بلا اجازت ورثہ نافذ ہو سکے گی -

(۲) وارث کے لئے وصیت (خواہ ایک تہائی سے کم ہی ہو) (اور غیر وارث
کے حق میں) ایک تہائی سے زائد نافذ نہ ہوگی، الا یہ کہ ورثہ موصیٰ کی وفات
کے بعد اس وصیت کے نفاذ کی اجازت دے دیں بشرطیکہ وہ اجازت دینے کی کامل
اہلیت رکھتے ہوں -

(۳) جو ترکہ دین میں مستغرق ہوگا اس میں بغیر اجازت دائنین، جو کہ
اجازت کے اہل بھی ہوں، وصیت کا نفاذ نہ ہوگا، یا یہ کہ دین ساقط کر دیا
گیا ہو -

(۴) جب کہ موصیٰ پر کچھ دین نہ ہو اور اس کا کوئی وارث بھی نہ
ہو تو اس کی وصیت اس کے کل مال میں نافذ ہو سکے گی - کسی کی اجازت پر اس
کا نفاذ موقوف نہ ہوگا - ۲۰

عدالتی فیصلے :

بمقدمہ اسینہ خاتون بنام صدیق الرحمن جسٹس محبوب مرشد، ڈھاکہ ہائی
کورٹ نے قرار دیا کہ شرع اسلام کے تحت اگر الف ایک وارث ب کے حق میں
حین حیات وصیت کرتا ہے اور اس کے بعد وہ جائداد ج کو منتقل ہو جاتی تھی
جو ایک غیر وارث شخص ہے، اگر ب کے حق میں حین حیات مفاد پر ورثہ نے
اپنی رضامندی کا اظہار نہ کیا تو وہ وصیت ب کے حق میں باطل ہو جائے گی اور
اس بناء پر ج کے حق میں بھی وصیت نافذ نہ ہو سکے گی - ۲۱ فیصلہ کا یہ حصہ
کہ اجنبی کے حق میں بھی وصیت باطل ہو جائے گی، صحیح نہیں معلوم ہوتا -

(۲۴) قانون الوصیت، تونس

(۲۵) قانون الوصیت، شام

عالمگیری میں ہے کہ اگر کسی نے اجنبی اور وارث کے حق میں وصیت کی تو اجنبی کے حق میں وصیت نافذ ہوگی اور وارث کے حق میں وراثہ کی اجازت پر موقوف رہے گی۔ اگر انہوں نے اجازت دے دی تو نافذ ہو جائے گی ورنہ باطل ہو جائے گی۔ ۲۳ (الف)

المسیرۃ سرخسی میں بھی یہ مسئلہ اسی طرح بیان کیا گیا ہے کہ اگر وصیت وارث اور اجنبی دونوں کے لئے ہو اور وراثہ وارث کی وصیت پر راضی نہ ہوں تو وصیت اجنبی کے حق میں اس کے حصہ کی بقدر نافذ ہو جائے گی۔ ۲۱ (ب)

برصغیر ہند و پاکستان کی عدالتوں کا بھی یہ نقطہ نظر رہا ہے کہ وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔ البتہ پنجاب میں شریعت ایکٹ کے نفاذ سے قبل ۱۹۳۸ء تک رواج کے تحت وصیت وارث کے حق میں جائز سمجھی جاتی تھی، لیکن اب بالخصوص ۱۹۶۲ء سے مغربی پاکستان شریعت اطلاق ایکٹ کی رو سے وصیت سے متعلق جملہ امور شریعت اسلام کے بموجب تصفیہ پاتے ہیں۔ چنانچہ بمقدمہ چنو بائی بنام محمد ریاض عدالت عالیہ لاہور نے قرار دیا کہ مغربی پنجاب مسلم پرسنل لا (شریعت) اطلاق ایکٹ، ۱۹۳۸ء کے نافذ ہو جانے سے بیوہ کے حق میں وصیت پر عملدرآمد نہیں ہو سکتا، لیکن موسیٰ کے نواسہ کے حق میں لازماً وصیت غیر نافذ نہ ہوگی کیونکہ وہ بحالات موجودہ وارث نہ ہونے کے سبب وصیت کا مستحق ہے۔ ۳۷

پاکستان سپریم کورٹ نے بمقدمہ احسان الہی بنام حکم جان قرار دیا کہ وارث کے حق میں وصیت بلا رضامندی دیگر وراثہ ناجائز ہوگی نیز یہ کہ ایک تہائی سے زائد ترکہ میں وصیت نہیں کی جا سکتی۔ ۳۸

(۳۶) بی ایل ڈی، ۱۹۶۰ء 'ڈھاکہ' ص ۶۳۷

(۳۷) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، جلد ۴، صفحہ ۲۲۳

الدرالمختار، بر حائثیہ رد المحتار، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۳ھ، ج ۵، ص ۵۹۳

(۳۸) المسیرۃ، امام سرخسی، جلد ۲، ص ۷۶-۷۵

(۳۷) بی ایل ڈی، ۱۹۵۶ء 'لاہور' ص ۸۷

(۳۸) بی ایل ڈی، ۱۹۶۷ء 'سپریم کورٹ' ص ۲۰۰

ایک ایسی وصیت جس کے ذریعہ ایک وارث کے حق میں بلا رضامندی دیگر ورثاء جائداد سے منفعت مخصوص کی گئی تھی، ناجائز قرار دی گئی۔ ۲۹

وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں الا یہ کہ دیگر ورثاء موصی کے انتقال کے بعد رضامند ہو جائیں۔ (۲۹ الف) جب کہ ایک وارث رضامند ہو تو وہ صرف اپنے حصہ کی حد تک پابند ہوتا ہے، دیگر ورثاء اس کی رضامندی پر بعد میں اعتراض نہیں کر سکتے۔ (۲۹ ب)

ایک وصیت جو بحق وارث کی گئی ہو اگر دوسرے ورثاء نے اس پر اپنی رضامندی کا اظہار نہ کیا ہو تو نافذ نہ ہوگی۔ (۲۹ ج)

الہ آباد ہائی کورٹ نے ایک مقدمہ میں قرار دیا کہ اگر رضامند ہونے والے ورثاء دیوالیہ ہوں تب بھی ان کی رضامندی موثر ہوگی اور موصی بہ کا مالک موصی لہ ہوگا نہ کہ عدالتی نگران (ریسیور) (۲۹ د)۔ راقم الحروف کے نزدیک یہ فیصلہ درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ وارث دیوالیہ ہونے کی حالت میں کسی جائداد کی ملکیت کسی دوسرے کو ملکیت کیوں کر دے سکتا ہے جب تک کہ وہ بریت (discharge) کا اجازت نامہ نہ حاصل کر لے۔ اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ ورثاء جائداد کو عدالتی نگران (ریسیور) کے قبضہ و اختیار سے بچانے کی خاطر یہ رضامندی دیں۔ اس خدشہ کا اظہار خود الہ آباد ہائی کورٹ نے اپنے فیصلہ مندرجہ اے آئی آر ۱۹۳۰، الہ آباد ۳۸۹ - ۱۲۲ انڈین کمیسیز ۷۶۲ میں کیا ہے۔ مذکورہ بالا مقدمہ میں موصی نے ساری جائداد کی وصیت ایک شخص کے حق میں کی تھی۔ اور دیوالیہ ورثاء نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا تھا۔ در پردہ مقصد یہ تھا کہ جائداد کو ریسیور کے قبضہ میں جانے سے روکا جائے۔ عدالت عالیہ نے ایک تہائی کی حد تک وصیت کو جائز قرار دیتے ہوئے

(۲۹) بی ایل ڈی، ۱۹۶۹ع، لاہور ص ۵۸۷

(۳۰ الف) بی ایل ڈی، ۱۹۶۷ع سیریم 'نورٹ' ص ۲۰۰ - بی ایل ڈی، ۱۹۶۶ع پشاور ۱۳۷

(۳۰ ب) اے - آئی - آر - ۱۹۳۳ع اودھ ۱۳۹

اے - آئی - آر - ۱۹۲۲ع بروی ٹونسل ۳۹۱

(۳۰ ج) ۱۹۳۰ع لاہور ۶۹۵، اے آئی آر ۱۹۲۷ع لاہور ۷۷۶

(۳۰ د) اے آئی آر ۱۹۲۰ع الہ آباد ۲۳۲

دو تہائی میں ورثہ کی رضامندی کو ناجائز قرار دیا اور دو تہائی جائداد ریسرور بہ دیوالیہ کے قبضہ میں چلی گئی۔

ایک نابالغ کی رضامندی قانوناً جائز نہ ہوگی البتہ وہ بالغ ہونے پر اپنی رضامندی دے سکتا ہے، نیز بالغ ہو جانے کے بعد وصیت کے جواز کو چیلنج بھی کر سکتا ہے اور اسلامی قانون کے بموجب اپنے حصہ شرعی کا دعویدار ہو سکتا ہے۔ (۵۳۹) چنانچہ اگر کسی نابالغ کی ماں نے وصی کی رضامندی کا اظہار (نابالغ کی طرف سے) کیا ہو تو ایسی رضامندی نابالغ کی حد تک غیر نافذ ہوگی۔ (۳۹ و) رضامندی صرف وہ موثر ہوتی ہے جو وصی کی وفات کے بعد دی گئی ہو لہذا باغراض وصیت بشرط اہلیت ان ورثہ کی رضامندی ضروری ہوگی جو وصی کی وفات کے وقت موجود ہوں، نہ کہ وہ ورثہ جو وصیت کرنے کے وقت موجود تھے۔

شیعی فقہ کے تحت ہند و پاکستان کی عدالتوں نے قرار دیا ہے کہ از روئے فقہ شیعی ایک شیعہ مسلمان اپنی جائداد کا ایک تہائی حصہ کسی وارث کے حق میں بھی وصیت کر سکتا ہے۔ اور یہ وصیت دوسرے ورثہ کی رضامندی کے بغیر نافذ ہوگی۔ لیکن اگر وصیت ایک تہائی سے زائد کی ہو تو دیگر ورثہ کی اجازت ضروری ہوگی۔ شیعی فقہاء کے نزدیک یہ اجازت وصی کی زندگی اور موت کے بعد دونوں طرح جائز ہوگی۔ (۳۹ ز) لیکن یہ رضامندی ماسبق رد (Prior Repudiation) کے بعد نہیں دی جا سکتی۔ (۳۹ ح) جب کہ کل ترکہ کی وصیت کسی ایک وارث کے حق میں کی گئی ہو اور دوسرے ورثہ کو بالکلیہ محروم کر دیا گیا ہو تو وصیت ایک تہائی ترکہ کی حد تک بھی نافذ نہ ہوگی۔ (۳۹ ط)

۲۲۱ - شوہر کی وصیت زوجہ کے حق میں اور زوجہ کی وصیت شوہر کے حق میں، جبکہ کوئی دیگر وارث موجود نہ ہو، صحیح ہوگی۔

زوجین کی ایک دوسرے کے لئے وصیت

(۵۳۹) اے آئی آر ۱۹۳۲ برہوی کونسل ۱۳۶-۸۱ انڈین کیسز ۵۵۸

(۳۹) اے آئی آر ۱۹۳۳ اودھ ۵۵۳-۹۷ انڈین کیسز ۱۰۸

(۳۹) اے آئی آر ۱۹۲۷ الہ آباد ۱۱۰-۴۳ انڈین کیسز ۶۷۳

(۳۹ ح) اے آئی آر ۱۹۳۷ برہوی کونسل ۱۷۸

(۳۹ ط) اے آئی آر ۱۹۲۸ الہ آباد ۷۷-۲۰ انڈین کیسز ۶۶

مگر لازم ہوگا کہ کسی دیگر وارث کی موجودگی میں وصیت اس وارث کی اجازت پر موقوف ہوگی۔

تشریح

میراث کے اسباب میں ”زوجیت“ بھی ایک سبب ہے۔ چونکہ وارث کے حق میں شرعاً وصیت صحیح نہیں ہوتی، خواہ ایک تہائی سے کم، مقدار کی کیوں نہ ہو، بلکہ وہ وراثہ کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے، اس بناء پر زوجین میں کسی ایک کا دوسرے کے لئے وصیت کرنا ایک وارث کے حق میں وصیت کرنا شمار ہوتا ہے اس لئے شوہر کا زوجہ کے حق میں اور زوجہ کا شوہر کے حق میں وصیت کرنا وارث کے حق میں وصیت ہونے کے سبب وراثہ کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے۔ اگر اجازت دے دی تو قبہا ورنہ وصیت باطل ہو جائے گی۔ ظاہر ہے کہ یہ حکم اس وقت ہوگا جب کہ زوجین کے علاوہ دیگر وراثہ بھی موجود ہوں۔ لیکن اگر موصی کے انتقال کے وقت دوسرا وارث موجود نہ ہو تو وصیت نافذ ہوگی۔ اس کے نفاذ میں بیت المال (خزانہ عامرہ) کی اجازت ضروری نہ ہوگی، کیونکہ بیت المال (خزانہ عامرہ) کا حق وصیت کے نفاذ کے بعد پیدا ہوتا ہے، یعنی موصی لہ کے حق سے یہ حق موخر ہے۔ زوجین کو اس حکم سے مخصوص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ زوجین میں سے کسی ایک کا دیگر وراثہ موجود نہ ہونے کی صورت میں، دوسرے کے لئے وصیت کرنا ایک حد تک مفید ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ ان دونوں میں سے کوئی ایک محض اپنے فرض حصہ کا ہی مستحق ہوتا ہے، اور رد کے قاعدے سے باقی ماندہ ترکہ معمول بہ مذہب کے مطابق نہیں لے سکتا۔ لہذا کسی دوسرے وارث کے نہ ہونے کی صورت میں، اگر ان کے درمیان وصیت کا سلسلہ قائم کر دیا گیا ہو تو یہ فائدہ پہنچ سکتے گا کہ وہ وصیت کے ذریعہ کل ترکے کے مستحق ہو سکیں گے۔ بخلاف اس صورت کے جب کہ ان کے ماسوا دوسرے وارث کے حق میں وصیت کی گئی ہو، اس صورت میں اگر موصی کا کوئی وارث موصی لہ کے علاوہ موجود نہ ہو تو موصی لہ کو کچھ زائد فائدہ حاصل ہونے کی امید نہیں ہوتی، کیونکہ یہ وارث (موصی لہ) تو ایسی صورت میں بحیثیت وارث کے کل ترکہ خود ہی حاصل کر لے گا، اگر یہ وارث عصبہ ہے

مثلاً حقیقی بھائی ہے یا پدری چچا ہے، یا ملحق بالمعصبہ ہے جیسا کہ ذی رحم تو یہ اپنی اس حیثیت کے سبب کل ترکہ حاصل کر لیں گے اور اگر صاحب فرض ہیں جیسا کہ ماں اور بیٹی تو یہ بعض حصہ بطور فرض اور ما بقی بطور رد حاصل کر لیں گے لہذا وصیت ایسے اشخاص کے حق میں کچھ مفید ثابت نہیں ہو سکتی۔ ۳۰

۲۲۲ - مفقود کے حق میں وصیت جائز ہوگی مگر موصیٰ بہ اس کی حیات یا موت کے ثبوت تک موقوف رکھا جائے گا اگر مفقود زندہ ہو تو اپنا حصہ لے لے گا، ورنہ مال موصیٰ بہ موصیٰ کے ورنہ کا حق ہوگا۔

وصیت بحق مفقود

تشریح

مفقود اس شخص کو کہتے ہیں جس کی موت و حیات کا کوئی علم نہ ہو یعنی اس کے بارے میں نہ زندہ کا حکم دیا جا سکتا ہو، نہ مردہ کا۔ اس لئے اس سے متعلق احکام مختلف ہوں گے۔ چنانچہ بعض احکام کے بارے میں اس کو زندہ تصور کیا جائے گا اور بعض دوسرے احکام کے حق میں وہ مردہ تصور ہوگا۔ چنانچہ فقہ اسلامی میں اصول یہ قرار پایا کہ جو احکام مفقود کے حق میں ضرر کے باعث ہوتے ہوں ان کے بارے میں مفقود کو زندہ تصور کیا جائے گا اور ان کا نفاذ و اثر اس کی موت کے ثبوت تک موقوف رہے گا۔ لہذا نہ اس کا مال ورنہ میں تقسیم ہوگا اور نہ عقد اجارہ باطل ہوگا، بلکہ اس کو زندہ تصور کرتے ہوئے ایسے امور جن سے اس کے حق میں ضرر لازم ہوتا ہو بحالہ قائم رہیں گے، تا آن کہ اس کی موت کا ثبوت حاصل ہو جائے۔ لیکن جو امور مفقود کے حق میں نافع ہوں اور دوسروں کے حق میں ضرر رساں ہوں۔ ان امور سے متعلق احکام میں اسے مردہ تصور کیا جائے گا۔ اس اصول کی بنیاد پر وہ خود کسی کا وارث نہ ہوگا، اور اگر اس کے حق میں وصیت کی گئی ہو اور موصیٰ کا انتقال ہو گیا ہو۔ درآن حالے کہ وہ (موصیٰ لہ) مفقود ہو تو وہ وصیت کے حصہ کا مستحق نہ ہوگا بلکہ میراث یا وصیت کا حصہ اس کی حیات یا موت کے ظاہر ہونے تک موقوف رکھا جائے گا۔ اگر یہ ظاہر ہو کہ وہ بقید حیات

ہے تو وراثت یا وصیت (جیسی صورت ہو) کا وہ حصہ حاصل کرے گا اور اگر مورث یا موصیٰ کی موت کے وقت اس کی حیات ثابت نہ ہو سکی بلکہ یہ حکم دیا گیا کہ وہ مورث یا موصیٰ کی موت سے قبل وفات پا چکا تھا تو وارث یا وصیت کا حصہ مورث یا موصیٰ کے ورثاء کا حق ہوگا۔ اس حکم کی بنیاد استصحاب کے قاعدہ پر ہے اور استصحاب دفع ضرر کے لئے دلیل بن سکتا ہے نہ کہ استحقاق کی۔ یعنی اس قاعدہ کے تحت یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی کے مال میں کسی کا حق ثابت قرار دیا جائے۔ البتہ اس قاعدہ کے تحت یہ ہو سکتا ہے کہ کسی ایک کو دوسرے کے مال میں استحقاق سے روک دیا جائے اور یہ تصور کیا جائے کہ وہ شخص مفقود اپنے مال کے حق میں زندہ اور دوسرے کے مال میں مردہ ہے۔

البتہ شخص مفقود کے بارے میں قانونی مدت گزرنے کے بعد جب اس کی وفات کا حکم دیا جائے گا تو اس حکم کا اثر اس وقت سے نفاذ پذیر ہوگا جس وقت سے وہ مفقود ہوا ہو۔ حکم کی تاریخ سے اثر اندازی متصور نہ ہوگی۔ ۴۱

۲۲۳ - ایسے قاتل کے لئے جو قتل عمد یا شبہ عمد کا مرتکب ہوا ہو، وصیت جائز نہیں، الا یہ کہ ورثاء اجازت دے دیں یا یہ کہ قاتل بچہ یا دیوانہ ہو۔

وصیت بحق قاتل

استثناء: موصیٰ لہ قتل بالتسبیب یعنی قتل کا سبب ہونے کی صورت میں وصیت سے محروم نہ ہوگا۔

تشریح

وصیت کی شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ موصیٰ لہ موصیٰ کا قاتل نہ ہو۔ چنانچہ اگر وہ قاتل ہوا تو اس کے حق میں وصیت جائز نہ ہوگی، لیکن ہر قتل وصیت سے محرومی کا سبب نہیں ہوا کرتا بلکہ وہ قاتل وصیت سے محروم ہوتا ہے جو قتل عمد یا قتل شبہ عمد کا مرتکب ہو۔ مشہور حنفی کتب فقہ المسبوط اور بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ موصیٰ لہ سے متعلق شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ 'موصیٰ لہ موصیٰ کے قتل نا حق کا مرتکب

(۴۱) شرح الاحکام الشرعية فی الاحوال الشخصية، زید الایمانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۲۵۰

نہ ہوا ہو۔ اگر ایسا ہوا تو ہمارے نزدیک وصیت صحیح نہ ہوگی۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ ۴۲۔ اس مسئلہ میں امام سرخسی نے امام شافعی کے قول کے بارے میں تفصیل بیان کی ہے کہ اگر وصیت موسیٰ کو زخم لگانے سے پہلے کی گئی ہو تو وہ باطل ہوگی لیکن اگر زخم لگانے کے بعد موسیٰ نے اس کے حق میں وصیت کی ہو تو وہ نافذ ہوگی۔ (۴۲ الف)

اس امر میں ائمہ اربعہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کہ اگر قتل بحق شرعی ہو جیسا کہ قصاص میں قتل کیا جانا یا قاتل بچہ ہو یا قتل کا سبب بنا ہو تو وصیت صحیح ہوگی۔ (۴۲ ب)

مالکی مذہب کے مشہور فقیہ امام سخون نے اپنی کتاب المدونۃ الکبریٰ میں لکھا ہے کہ قتل خطا کے قاتل کے حق میں وصیت موسیٰ کے اپنے ذاتی مال میں بمنزلہ میراث نافذ ہوگی لیکن دیت کے مال میں نافذ نہ ہوگی (امام سخون نے خود اپنی رائے کا اظہار فرماتے ہوئے کہا ہے) کہ میرے خیال میں اگر موسیٰ کچھ دن زندہ رہا تھا اور اس کے بعد اس نے قتل خطا کے قاتل کے لئے وصیت کی ہے تو موسیٰ مقتول کے ہر دو قسم کے مال میں وصیت نافذ ہوگی۔

اور اگر قتل عمد ہے اور قتل سے قبل موسیٰ نے وصیت کی تھی تو اس قاتل کے لئے مقتول موسیٰ کے ذاتی مال اور دیت کسی میں وصیت نافذ نہ ہوگی البتہ اگر ضرب کے بعد مقتول کچھ زندہ رہا اور اس کو قاتل کے قتل کا علم ہو گیا اس کے باوجود وصیت کر دی تو یہ وصیت صحیح ہوگی۔ اس کے ذاتی مال میں ایک تنہائی کی حد تک نافذ ہوگی، البتہ اگر مقتول نے اپنا خون بھی معاف کر دیا تو پھر ذاتی مال کی حد تک محدود نہ رہے گی۔ بلکہ ہر قسم کے مال میں نافذ ہوگی۔ (۴۳ ج)

حنفیہ کے نزدیک قاتل کے واسطے وصیت جائز نہیں ہے بشرطیکہ وہ خود

(۴۲) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۲۹

(۴۲ الف) المبسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۳ع، ج ۲۷، ص ۱۷۵، ۱۷۸۔

(۴۲ ب) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۳۰۔

(۴۲ ج) المدونۃ الکبریٰ، امام سخون، مطبوعہ مصر، جلد ۱۵، ص ۳۳-۳۵۔

(۴۳) ہدایہ، برہان الدین مرغینانی، مطبوعہ قرآن محل کراچی، ج ۳، ص ۶۵۶۔

قتل کا مرتکب ہوا ہو خواہ قتل عمداً ہوا ہو یا خطاً۔ اس کے برخلاف شافعیہ کے نزدیک قاتل کے حق میں وصیت جائز ہے۔ ۲۲ لیکن یہ قول صاحب ہدایہ کا ہے، بدائع الصنائع میں ایسی وصیت کو ناجائز کہا گیا ہے اور المسبوط میں دو حالتوں کے درمیان فرق بیان کیا گیا ہے۔ شافعی فقہ میں ان کے دو قول مروی ہیں ایک یہ کہ وصیت جائز ہے اور دوسرا یہ کہ وصیت ناجائز ہے اور المہذب میں کسی قول کو ترجیح نہیں دی گئی۔ (۳۳ الف) البتہ مغنی المحتاج شرح منہاج میں صحت وصیت کے قول کو اظہر کہا گیا ہے۔ (۳۴)

حنبلیہ کے نزدیک بھی قاتل کے لئے وصیت صحیح نہیں ہے۔ خواہ یہ قتل خطاً ہی واقع ہوا ہو۔ لیکن اگر کسی شخص نے موصی کو زخمی کر دیا، اس کے بعد مجروح نے جراح (زخم لگانے والے) کے حق میں وصیت کی، اور پھر اس زخم کے اثر سے مجروح موصی فوت ہو گیا تو وصیت باطل نہ ہوگی۔ ۳۵ کیونکہ اس میں استعجال (مال وصیت کو جلد تخلص کرنے) کی علت مفقود ہے۔ یعنی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے مال وصیت جلد حاصل کرنے کی غرض سے موصی کو مجروح یا قتل کیا ہے۔

شیعی فقہ میں بھی قاتل کے لئے وصیت جائز نہیں۔ ۳۶

حنفیہ اس مسئلے کو میراث پر قیاس کرتے ہیں اور رسول اللہ (ص) کے فرمان ”لا میراث للقاتل“ سے اس مسئلہ کا استخراج کرتے ہیں۔ قاتل کو میراث سے اس لئے محروم کیا گیا ہے کہ وہ قتل کے ذریعہ استعجال میراث یعنی میراث جلد حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا اور یہ اصول فقہ کا ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ جو شخص کسی شے کو اس کے مقررہ وقت سے قبل حاصل کرنے کی جدو جہد کر رہا ہو وہ اس شے سے محروم کر دیا جائے گا۔ (۳۶ الف) چونکہ قاتل نے

(۳۳ الف) المہذب، الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۵۸

(۳۴) مغنی المحتاج، مطبوعہ مصر، جلد ۳، ص ۳۳

(۳۵) الافناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۹

الحرز، مجدالدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۳

(۳۶) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، ص ۲۶۶

(۳۶ الف) ”قالموسیٰ له قصد الاستعجال بفعل مخطور فیعاقب بالحرمان کا میراث“، المسبوط ج ۲

ص ۱۷۷ - دفعہ ۹۹ مجلۃ الاحکام العدلیہ

وقت سے پہلے میراث حاصل کرنے کا ارادہ کیا ، اس لئے اس کو میراث نہیں دی جائے گی ۔ یہی حکم وصیت کا ہوگا ۔

امام شافعی میراث سے محرومی کے مسئلے میں تو ہر قسم کے قتل میں قاتل کو میراث سے محروم کرنے کے قائل ہیں لیکن صاحب المبسوط کے بیان کے مطابق وصیت سے محروم کرنے کے سلسلے میں ہر قاتل کو محروم کرنے کے قائل نہیں ۔ دلیل یہ بیان کی گئی ہے کہ قتل کے سبب قاتل کے حق میں وصیت کا منوع ہونا ، رسول اللہ کی حدیث ”لا وصیۃ للقاتل“ ، یا ”لا شیء للقاتل“ کی بنا پر ہے ۔ اور یہ قتل اسی وقت محرومی کا سبب ہوگا جب کہ قتل ظلماً کیا گیا ہو ۔ اگر قتل کسی حق کی بنا پر واقع ہوا ہو مثلاً موسیٰ لہ نے موسیٰ کو قصاص میں قتل کیا یا کسی حد کے جاری کرنے کے سلسلے میں ایسا قتل واقع ہوا تو وصیت سے محرومی کا باعث نہ ہوگا ۔ اسی طرح اگر موسیٰ لہ پر موسیٰ نے حملہ کیا اور موسیٰ لہ نے اپنی جان کی حفاظت کے لئے ایسا کیا ہو بشرطیکہ قتل کے سوائے جان بچانے کا دوسرا طریقہ نہ تھا تو وہ قتل وصیت سے محرومی کا باعث نہ ہوگا ۔ یہی صورت بچہ یا دیوانے کی ہے کہ اگر وہ قتل نا حق کا مرتکب ہو تو اس کے حق میں وصیت باطل نہ ہوگی کیونکہ وہ غیر مکلف ہے ۔

یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ”لا وصیۃ للقاتل“ ، یا ”لا شیء للقاتل“ ، اپنے حکم میں عام ہے ۔ جس میں کوئی تخصیص یا استثناء موجود نہیں ، اس لئے مندرجہ بالا استثنائی صورتیں کیونکر صحیح ہوں گی ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت کا یہ فرمان دراصل قتل ناحق سے متعلق ہے جو بغیر حد شرع کے ہو ۔ ”محروم کرنا“ ، ایک سزا ہے اور یہ اس فعل پر مرتب ہوتی ہے جو شرعاً حرام ہو نیز سزا اس مرتکب پر عائد ہوتی ہے جو مکلف ہو ۔ لہذا جو قتل بحق ہو وہ شرعاً حرام نہ ہوگا اور محرومی کا حکم نہ دیا جائے گا ۔ پہلے قول کی علت اس کا میراث پر قیاس کرنا ہے اور دوسرے قول کی علت اس کی عقد ہبہ کو مثل قرار دینا ہے ۔ (۳۶ ب)

(۳۶ ب) یعنی المحتاج ، مطبوعہ مصر ، ج ۳ ص ۴۴
المہذب الشیرازی ، ج ۱ ص ۴۵۸

دراصل اس مسئلہ میں امام شافعی سے دو قول مقبول ہیں۔ ایک یہ کہ وصیت کسی قسم کے قاتل کے حق میں صحیح نہ ہوگی اور دوسرا یہ کہ صحیح ہوگی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ میراث سے محرومی کا سبب بھی یہی ہے اور حکم بھی بصورت سزا ہے۔ لہذا جس طرح وصیت میں قتل کو قتل نا حق سے مخصوص کیا جا رہا ہے، میراث میں بھی کیا جانا چاہئے، حالانکہ میراث کے مسئلہ میں شافعیہ کے نزدیک مطلقاً ہر قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے، لیکن واضح رہے کہ مذکورہ دلیل امام سرخسی نے المبسوط میں بیان کی ہے۔ فقہ شافعی کی زیر مطالعہ کتب میں ”لا وصیہ للقاتل“، یا ”لا شیء للقاتل“ کی حدیث سے کسی استدلال کا ذکر موجود نہیں اور نہ اس فرق کی علت ہی بیان کی گئی ہے۔ صاحب مغنی المحتاج نے دو قول نقل کر کے صحت وصیت کے قول کو اظہر کہا ہے، جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے۔

جہاں تک قتل بالتسبب کا تعلق ہے یعنی وہ شخص جو خود قتل کا مرتکب یا شریک نہ ہو مگر قتل کا ایک بعید سبب ہوا ہو، اس کو وصیت سے محروم نہ کیا جائے گا (۳۶ ج) کیونکہ وہ حقیقتاً قاتل نہیں ہوتا۔ مثلاً ایک شخص اپنی مملوکہ زمین میں کنواں کھودے اور اس میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہو جائے تو کنواں کھودنے والے پر ضمان عائد نہ ہوگا، حالانکہ قاتل خواہ کسی مقام پر قتل کرے ضامن ہوتا ہے۔ اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ سبب حقیقی قاتل نہیں ہوتا اور چونکہ وہ حقیقی قاتل نہیں ہوتا اس لئے اس پر وصیت سے محرومی کی سزا مرتب نہ ہوگی۔

بچے اور دیوانے کو اس لئے مستثنیٰ کیا گیا ہے کہ محرومی فعل ممنوع کی سزا کے طور پر ہوتی ہے۔ یہ دونوں افراد اپنے افعال میں ممنوع کی صفت سے متصف نہیں ہوتے کیونکہ یہ دونوں بوجہ نابلغی و عدم عقل شرعاً مکلف نہیں ہیں۔ اس لئے ان پر محرومی کی سزا عائد نہ ہوگی۔ لہذا قاتل اگر بچہ یا پاگل ہو تو اس کے حق میں وصیت صحیح ہوگی۔ (۳۶ د)

(۳۶ ج) بدائع الصنائع، امام کسان، جلد ۷، ص ۳۰۰

(۳۶ د) المبسوط، ج ۲۷، ص ۱۷۷

مالکیہ :

اگر موسیٰ کو بوقت وصیت معلوم تھا کہ موسیٰ لہ اس کے قتل کا سبب ہوا ہے مثلاً اس نے موسیٰ کو زخمی کیا ہے یا مارا ہے ، اور اس علم کے باوجود وصیت کی ، اگر یہ فعل موسیٰ لہ کا خطا واقع ہوا ہو تو وصیت ہر قسم کے مال میں صحیح ہوگی ۔ اور اگر عمداً واقع ہوا تھا تو موسیٰ کے ذاتی مال میں صحیح ہوگی ، دیت کے مال میں صحیح نہ ہوگی ، اور جس صورت میں موسیٰ کو وصیت کے وقت موسیٰ لہ کے قاتل ہونے کا علم نہ ہو ، اور وصیت کر دی ہو ، اس صورت میں دو قول ہیں ، ایک قول میں صحیح ہوگی دوسرے قول میں باطل ہوگی ۔ مالکی فقہ میں ترجیح کسی قول کی بابت نہیں ملی ۔ ۳۷ راقم الحروف کے نزدیک ایسی صورت میں بحکم شرعی قاتل کو وصیت کا مال نہ ملنا چاہئے اور دوسرا قول راجح قرار دیا جانا چاہئے ۔

شافعیہ :

قاتل کے لئے وصیت کرنے میں امام شافعی کے مختلف قول ہیں ۔ اول قول یہ ہے کہ ناجائز ہے ، کیونکہ وصیت کے مال میں موت سے حق پیدا ہوتا ہے ، اور قتل اس حق کا مانع ہے جیسا کہ میراث میں ، لہذا وصیت کا بھی مانع ہوگا ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وصیت جائز ہے ، کیونکہ اس میں دوسرے کو قبول کے ذریعہ مالک بنانا مقصود ہوتا ہے ، لہذا بیع کی مانند ، وصیت ممنوع نہ ہوگی ۔ ۳۸

مصر کا قانون :

موسیٰ یا مورث کا عمداً قتل کیا جانا ، خواہ قاتل اصلی ہو یا قتل میں شریک ہو ، یا جھوٹی شہادت دی ہو جس کے سبب موسیٰ پر قتل کا حکم اور

(۳۷) المدونۃ الكبرى ، امام سخون ، مطبوعہ مصر ، ج ۱۵ ، ص ۳۵-۳۴

جواهر الاکلیل شرح مختصر خلیل ، صالح عبد السمیع الآبی ، مطبوعہ مصر ، ج ۲ ، ص ۱۸-۳۱

(۳۸) المسئد ، فیروز آبادی الشیرازی ، مطبوعہ مصر ، ج ۱ ، ص ۵۵۸

مغنی المحتاج مطبوعہ مصر ۱۹۵۸ ع جلد ۳ ، ص ۳۲

اس کا نفاذ عائد ہو گیا ہو، اور یہ قتل بلا حق و بلا عذر واقع ہوا ہو، اور قاتل عاقل بالغ ۱۵ سال کی عمر کو پہنچ گیا ہو، اور حقوق شرعیہ کے عذروں سے تجاوز کرنے والا شمار کیا جاتا ہو، تو وصیت اختیاریہ و وصیت واجبہ کے استحقاق کا مانع ہوگا۔ ۴۹

شام کا قانون :

شام کے قانون الاحوال الشخصیہ کی دفعہ ۲۲۳ میں مذکور ہے کہ "وصیت اختیاریہ اور واجبہ سے حسب ذیل امور مانع ہونگے :

(الف) موصیٰ لہ کا موصیٰ کو قتل کر دینا، خواہ قاتل اصلی ہو یا قاتل اصلی کا شریک، جب کہ قتل بلا حق و بلا عذر ہو اور قاتل کی عمر ۱۵ سال ہو جس میں کہ وہ عاقل و بالغ تصور کیا جاتا ہو۔

(ب) موصیٰ کے قتل کا سبب ہوا ہو خواہ اس کی جھوٹی شہادت قتل کا ذریعہ ہوئی ہو۔

تونس کا قانون :

تونس کے قانون میں موصیٰ کے قاتل کے حق میں وصیت کے اجراء سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ مجلہ الاحوال الشخصیہ تونس کی فصل ۱۹۸ میں کہا گیا ہے کہ "وصیت اختیاریہ و وصیت واجبہ موصیٰ لہ کے موصیٰ کو عداً یا تیباً قتل کرنے کی بناء پر غیر نافذ ہونگی، خواہ اس نے خود قتل بحیثیت فاعل اصلی کے کیا ہو یا بحیثیت شریک یا وہ شرکت کا سبب ہو یا یہ کہ وہ جھوٹا گواہ ہو جس کی جھوٹی شہادت کے سبب قاضی نے موصیٰ کے مارے جانے کا حکم دیا ہو۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ قتل بلا عذر شرعی کے کیا گیا ہو اور قتل کرنے والا عاقل ہو اور (کم از کم) ۱۳ سال کی عمر کو پہنچ چکا ہو،"

۲۲۳ - حمل کے لئے وصیت صحیح ہوگی۔

توضیح : شرط یہ ہے کہ حاملہ کے شوہر کے زندہ ہونے کی صورت میں موصیٰ کی موت سے چھ ماہ کے اندر وضع حمل ہو گیا ہو۔ حاملہ کے معتدہ طلاق بالئن یا معتدہ وفات ہونے کی صورت میں وضع حمل کی آخری مدت دو سال ہوگی۔

تشریح

احناف کے نزدیک حمل کے حق میں وصیت جائز ہے، بشرطیکہ وصیت کے چھ ماہ کے اندر وضع حمل ہو جائے۔ تاکہ اس امر کا یقینی علم و ثبوت حاصل ہو سکے کہ وصیت کے وقت بطن مادر میں حمل موجود تھا۔^۱ لیکن اس میں یہ استثناء ہے کہ اگر حمل موصیٰ کی زوجہ کا ہے تو اس صورت میں موصیٰ کی وفات یا طلاق کے بعد دو سال کے اندر اندر پیدا ہوا تو وصیت نافذ العمل قرار پائے گی اور اگر حمل موصیٰ کی زوجہ کے علاوہ کسی اور کا ہے تو پھر وقت وفات موصیٰ سے اگر حمل چھ ماہ سے کم میں پیدا نہ ہوا ہو تو وصیت کا مستحق نہ ہوگا۔ اس نظریہ کی بنیاد وراثت کے قاعدہ پر رکھی گئی ہے کہ جس طرح حمل وارث ہو سکتا ہے اسی طرح بذریعہ وصیت بھی ملک حاصل کر سکتا ہے۔

اگر بچے جڑواں پیدا ہوں تو ان کے درمیان وصیت کا مال مساوی تقسیم ہوگا۔ اگر ان بچوں میں سے زندہ پیدا ہونے کے بعد کوئی ایک مر گیا تو اس کی وصیت کا حصہ اس کے ورثہ پر حسب قاعدہ وراثت تقسیم ہوگا، کیونکہ وہ فوت ہونے سے قبل اس کا مستحق ہو چکا تھا۔ اب موصیٰ بہ اس کا متروکہ شمار ہوگا، لیکن اگر ایک بچہ زندہ اور دوسرا مردہ پیدا ہوا تو پھر کل مال موصیٰ بہ جو حمل کے لئے تھا زندہ پیدا ہونے والا بچہ لے لے گا۔

مالکی نقطہ نظر :

موصیٰ لہ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ موصیٰ بہ کا مالک ہونے کی صلاحیت

(۵۰) لینڈ انٹریس ان محمڈن لاء، کاملہ طبیب جی، لندن، ۱۹۳۹ء، ص ۸۷

(۵۱) بدائع الصنائع، امام کسانى، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۵، ۳۳۷

المبسوط، امام سرخسى، مطبوعہ مصر، ج ۲۷، ص ۸۶

رکھتا ہو، اس امر میں کوئی فرق نہیں کہ موصیٰ لہ، عام ہو جیسا کہ مساکین، یا خاص ہو، جیسا کہ زید، حقیقتاً مالک ہونے کی صلاحیت رکھتا ہو یا حکماً جیسا کہ مسجد یا مسافر خانہ، کیونکہ مسجد یا مسافر خانہ بحکم شرع تملیک کی صلاحیت رکھتے ہیں (مسجد میں مصلیان کی ادائیگی نماز اور مسافر خانہ میں مسافریں کا قیام شرع کی نظر میں ملکیت کا حصول ہوتا ہے) اسی طرح اگر حمل ثابت شدہ ہو یا قریب الوضع ہو اس کے حق میں وصیت صحیح ہو کر بچہ زندہ پیدا ہونے پر وصیت نافذ ہوگی۔ لیکن حمل کے لئے یہ شرط ہے کہ بچہ زندہ پیدا ہوا ہو۔ اس لئے اگر پیدائش کے دوران بچہ رویا ہو تو وہ زندہ قرار دیا جا کر موصیٰ لہ قرار پائے گا، لیکن اگر آواز سے نہ رویا تو مردہ متصور ہو کر اس کے حق میں وصیت باطل ہو جائے گی۔

حمل کے لئے وصیت کی صورت میں اگر کسی عورت کے ایک حمل سے چند بچے پیدا ہوں تو وصیت کا مال ان تمام بچوں پر بغیر لحاظ لڑکے، لڑکی، کے برابر تقسیم کیا جائے گا، الا یہ کہ موصیٰ نے حصہ وراثت کے مطابق تقسیم کرنے کی صراحت کر دی ہو۔ ۵۴

شافعی نقطہ نظر:

موصیٰ لہ کا موجود ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ کسی میت کے لئے وصیت جائز نہ ہوگی جس طرح کہ میت کے حق میں ہبہ جائز نہیں ہوتا، اگر حمل کے لئے وصیت کی اور وصیت کے وقت حمل کا وجود یقینی تھا، اور وصیت کے وقت سے چھ ماہ یا اس سے کم مدت میں وضع حمل ہو گیا، حالانکہ زوجیت کا تعلق ختم ہو چکا تھا، تو یہ وصیت صحیح ہوگی، کیونکہ ایسا حمل وارث ہوتا ہے لہذا وصیت کا بھی مستحق ہو سکے گا۔ لیکن اگر بہ قیام زوجیت بچہ چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا تو وصیت صحیح نہ ہوگی، کیونکہ اس صورت میں احتمال ہے کہ حمل وصیت کے بعد قرار پایا ہو لہذا شک کی حالت میں وصیت کی صحت کا حکم نہ دیا جائے گا۔ اگر عورت کے مردہ بچہ پیدا ہوا تو وصیت صحیح نہ ہوگی،

(۵۴) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الابن، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷
المدونة الكبرى، امام سنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۲۵۔

کیونکہ وصیت کے وقت اس کی حیات کا تيقن حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اسی بنا پر ایسا بچہ وارث بھی نہیں ہوتا۔ **

حنبلی نقطہ نظر :

حمل وصیت کے وقت موجود ہو۔ اس کے لئے وصیت صحیح ہوگی۔ مثلاً بچہ وصیت کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہو جائے۔ جب کہ عورت و مرد کے درمیان تعلق زوجیت منقطع ہو چکا ہو یا یہ کہ زوجیت کا تعلق باقی ہو لیکن شوہر کا ہم بستر ہونا ممکن نہ رہا ہو، مثلاً یہ کہ وہ کسی دور دراز مقام پر ہو یا ایسے مرض میں مبتلا ہو کہ اس مرض کے ساتھ ہم بستری کا امکان نہ ہو یا قید کر دیا گیا ہو یا وراثہ کو علم ہو کہ شوہر نے زوجہ سے ہم بستری نہیں کی ہے یا ان وراثہ نے اس کا اقرار کر لیا ہو تو چار سال سے کم مدت میں وضع حمل پر وصیت صحیح تسلیم کی جائے گی۔

اگر بچہ مردہ حالت میں پیدا ہوا تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ اگر بچہ لعان کے بعد پیدا ہوا یا استبراء کے دعویٰ کے بعد پیدا ہوا تو وصیت صحیح نہ ہوگی۔ حمل کے لئے وصیت کی صورت میں لڑکا لڑکی وصیت کا حصہ ہائے میں برابر درجہ رکھیں گے البتہ اگر موسیٰ نے خود لڑکے اور لڑکی کے حصوں میں فرق ملحوظ رکھا ہو تو اس کے مطابق عمل ہوگا۔ غیر معین، مجہول اور معدوم الوجود کے لئے وصیت صحیح نہ ہوگی۔ **

شیعہ امامیہ :

شیعہ امامیہ کے نزدیک بھی حمل کے لئے وصیت صحیح ہوگی جب کہ بچہ وصیت کے وقت سے چھ ماہ سے کم میں پیدا ہوا ہو، لیکن اگر اس سے زیادہ مدت میں پیدا ہوا ہو تو صحیح نہ ہوگی۔ **

(۵۵) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۱۲ (ماخوذ)

المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۸

(۵۶) الاقتاع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۵۸

المختصر، الغزالی، عمر ابن الحنین، مطبوعہ مصر، ص ۱۱۳

(۵۷) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، ص ۲۶۱

جو حمل قرار پا چکا ہو اور موجود ہو اس کے لئے وصیت صحیح ہوگی بشرطیکہ زندہ پیدا ہوا ہو، اگر مردہ پیدا ہوا تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر زندہ پیدا ہو کر فوت ہو گیا تو مال وصیت بچہ کے ورثہ کا حق ہوگا۔ ۸۸

اسلامی ممالک میں رائج الوقت قوانین

مصر کا قانون :

دفعہ ۳۵ - حسب ذیل حالات میں حمل کے لئے وصیت صحیح ہوگی :

(۱) جب کہ موصی نے وصیت کے وقت حمل کا اقرار کر لیا ہو، اور وصیت کے وقت سے ایک سال شمسی (۳۶۵ یوم) یا اس سے کم مدت میں بچہ زندہ پیدا ہوا ہو۔

(۲) جب کہ موصی نے حمل کا اقرار نہ کیا ہو اور وضع حمل وصیت کے وقت سے زائد سے زائد مدت ۹ ماہ (۲۷۰ یوم) میں ہو گیا ہو، بشرطیکہ عورت معتدہ وفات یا معتدہ طلاق بائن نہ ہو یا عورت کے معتدہ وفات یا طلاق بائن ہونے کی صورت ۳۶۵ یوم یا اس سے کم دنوں میں زندہ پیدا ہوا ہو،

جب کسی معین شخص کے حمل کے لئے وصیت کی گئی ہو تو ایسی وصیت کی صحت کے لئے یہ شرط ہوگی کہ بچے کا نسب اس معین (شخص) سے ثابت ہو :

موصی بہ کا حصہ وضع حمل تک محفوظ رکھا جائے گا۔

دفعہ ۳۶ - جب کہ کسی حاملہ عورت کے بیک وقت یا متعدد اوقات میں جن اوقات کے درمیان چھ ماہ سے کم مدت ہو، دو یا دو سے زیادہ زندہ بچے پیدا ہوں، تو وصیت کا مال ان کے درمیان مساوی مقدار میں تقسیم کیا جائے گا، الا یہ کہ وصیت میں اس کے خلاف صراحت موجود ہو جب ان دو بچوں میں ایک مردہ اور ایک زندہ پیدا ہو تو وصیت کا کل مال زندہ بچہ کا حق ہوگا، لیکن اگر ایک بچہ ولادت کے بعد فوت ہوا تو اس کا حصہ وصیت اس

بچے کے ورثہ کا حق ہوگا، اور اگر موسیٰ نے منافع کی وصیت کی ہو تو موسیٰ کے ورثہ کا حق ہوگا۔ ۷۹

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۸۴ - حمل کے لئے وصیت صحیح ہوگی بشرطیکہ وصیت کے وقت حمل موجود ہو اور بچہ فصل ۳۰ کی مقررہ مدت کے اندر زندہ پیدا ہوا ہو :

موسیٰ بہ کی آمدنی سے حمل کا حصہ موسیٰ کی وفات کے بعد وضع حمل تک محفوظ رکھا جائے گا - ۱۰

شام کا قانون :

دفعہ ۲۳۶ - (۱) بہ مطابق احکام ذیل معین حمل کے لئے وصیت صحیح

ہوگی :

(الف) جب کہ موسیٰ نے بوقت وصیت حمل کے وجود کا اقرار کر لیا ہو، لیکن یہ شرط ہے کہ اس وقت سے ایک سال یا اس سے کم مدت میں بچہ زندہ پیدا ہوا ہو -

(ب) جب حاملہ عورت معتدہ وفات یا معتدہ طلاق پائے ہو، تو یہ شرط ہوگی کہ وجوب عدت سے ایک سال یا اس کے اندر بچہ زندہ پیدا ہوا ہو -

(ج) جبکہ کہ موسیٰ نے حمل کے وجود کا اقرار نہ کیا ہو اور حاملہ معتدہ نہ ہو تو یہ شرط ہوگی کہ وصیت کے وقت سے ۹ ماہ یا اس سے کم میں بچہ زندہ پیدا ہوا ہو -

(د) جب کہ کسی معین شخص کے حمل کے حق میں وصیت کی گئی ہو تو مذکورہ بالا شرائط کے ساتھ یہ بھی شرط ہوگی کہ حمل اس شخص سے ثابت النسب ہو -

(۵۹) قانون الوصیت مصر، ۱۹۴۶ ع

(۶۰) قانون الوصیت، تونس، ۱۹۵۳ ع

(۲) حصہ موسیٰ بہ بچہ کے پیدا ہونے کے وقت تک محفوظ رکھا جائے گا تاکہ بعد پیدائش اس کو پہنچایا جا سکے۔

دفعہ ۲۳۷ - (۱) جب کہ کوئی حاملہ عورت بوقت واحد یا دو وقت میں جن کے درمیان چھ ماہ سے کم مدت ہو، دو یا دو سے زیادہ زندہ بچے جنے تو ان تمام بچوں پر وصیت کا مال مساوی تقسیم ہوگا، الا یہ کہ وصیت نامہ میں اس کے خلاف صراحت ہو۔

(۲) اگر ایک بچہ مردہ پیدا ہوا اور دوسرا زندہ تو کل مال موسیٰ بہ زندہ کا حق ہوگا۔

(۳) کسی بچہ کے ولادت کے بعد فوت ہونے کی صورت میں اگر وصیت عین شیء کی ہے تو اس کا حصہ اس بچے کے ورثہ میں تقسیم ہوگا، اور اگر وصیت منافع کی ہے تو اس کی موت کے وقت تک کے حصہ کی منفعت کا عوض بچے کے ورثہ کا حق ہوگا، اور بچے کی موت کے بعد عین شیء موسیٰ بہ کے ورثہ کی ہو جائے گی۔ ۶۱

عدالتی فیصلے :

بمقدمہ چنو بی بی بنام محمد ریاض ۶۲ جسٹس ایس - اے - رحمن و جسٹس شبیر احمد صاحبان نے قرار دیا کہ اسلامی قانون موسیٰ بہ کے وجود کے سلسلے میں دو قاعدے رکھتا ہے تاکہ وہ وصیت سے مستفید ہو سکے۔ ایک یہ کہ وہ وصیت کے وقت موجود ہو، خواہ حقیقتاً ہو یا حکماً۔ البتہ حکمی وجود کا مطلب یہ ہے کہ وہ وصیت کے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو جائے۔ اور دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ وہ موسیٰ بہ کی وفات کے وقت موجود ہو۔ بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں قاعدے ایک دوسرے سے متناقض ہیں لیکن غور کرنے سے یہ واضح ہوگا کہ ان میں سے ہر قاعدہ مختلف حالات سے متعلق ہے اور دونوں میں مکمل طور پر مطابقت ہے۔۔۔ اسلامی قانون میں، جیسا کہ دوسرے قوانین میں بھی ہے،

(۶۱) قانون الوصیۃ، شام ۱۹۵۷ ع۔

(۶۲) بی ایل ڈی ۱۹۵۶ ع لاہور ص ۷۸۶۔

وصیت عام طور پر وصیٰ کی موت کے وقت نافذ العمل ہوتی ہے اور اسی سبب سے ایک مسلمان کی وصیت کہ فلاں فلاں کے بچے فلاں فلاں جائداد کے مستحق ہوں گے، وصیٰ کی وفات سے نافذ ہے، بشرطیکہ وصیت یا اس کا کوئی حصہ کسی سبب سے ناجائز نہ ہو۔

موجودہ مقدمہ میں وصیت کسی حمل کے حق میں نہ تھی بلکہ وصیٰ کی بیٹی کی کسی بھی اولاد کے حق میں تھی جو اس کے بطن سے پیدا ہو وصیت وصیٰ لہ کے چھ ماہ کے اندر پیدا ہونے کی شرط (موجودہ صورت میں) ناقابل اطلاق ہونے کے سبب محمد ریاض کے حق میں نافذ ہوگی، کیونکہ وہ وصیٰ کے انتقال سے پہلے پیدا ہو چکا تھا۔

اگر محمد ریاض وصیٰ کی وفات کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہوتا تب بھی وہ وصیت کا مستحق تھا۔ مندرجہ بالا صورت میں وصیٰ کی وفات سے قبل پیدا ہونے کے سبب وہ بدرجہ اولیٰ مستحق ہوگا، جب کہ وہ وارث نہ تھا۔

انتیسواں باب احکامِ موصیٰ ہے

۲۲۵ - موصیٰ بہ کے لئے لازم ہوگا کہ مال منقوم یا متعلق ہمال یا تابع مال یا بمعنی مال ہو، جو شرعاً جائز ہو اور وصی کی ملکیت میں داخل ہو۔

شرائط موصیٰ بہ

تشریح

موصیٰ بہ کی شرائط جو کتب فقہ میں بیان کی گئی ہیں ان میں بنیادی شرط یہ ہے کہ موصیٰ بہ مال ہو یا مال سے تعلق رکھنے والی شے ہو کیونکہ وصیت کے ذریعہ مال یا اس سے متعلق شے کا مالک بنانا مقصود ہوتا ہے اور ملکیت کا محل بھی مال ہی ہوا کرتا ہے۔ اس بناء پر مردار یا خون کی وصیت صحیح نہ ہوگی کیونکہ فقہاء کے نزدیک یہ مال نہیں ہیں اسی طرح ان کے نزدیک مردار جانور کی کھال دباغت سے قبل مال نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن نے خون، شراب، مردار، خنزیر کو شرعاً حرام قرار دیا ہے۔

مال کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ شرعاً قیمتی مال ہو چنانچہ خمر (شراب) کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔ ایک مسلمان کے حق میں یہ قیمتی مال نہیں ہے۔ اگر اس کو ضائع کر دیا جائے تو ضائع کرنے والے پر اس کا کوئی تاوان عائد نہیں ہوتا لہذا ایک مسلمان کی جانب سے یا اس کے حق میں اس کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔ البتہ دارالاسلام کے غیر مسلم شہری کی جانب سے شراب کی وصیت ذمی کے لئے صحیح ہوگی کیونکہ ان کے حق میں یہ قیمتی مال ہے۔ البتہ شکاری تربیت یافتہ کتے کی وصیت صحیح ہوگی کیونکہ یہ فقہاء کے نزدیک مال ہے۔ اسی وجہ سے اس کی بیع یا ہبہ جائز ہے اور اس کو ہلاک کرنے والے پر تاوان عائد ہوتا ہے۔^۱

(۱) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ معراج، ص ۳۵۲۔

مجمع الانہر، دامت آفتدی ج ۲ ص ۶۹۱

مندرجات بالا سے یہ امر مستخرج ہوتا ہے کہ وصیت اس مال میں جائز ہوگی جو شرعاً مال ہو اور موسیٰ کی جائز ملکیت ہو۔ اس مسئلہ میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

شیعی فقہ :

شیعی فقہاء کے نزدیک بھی شے کی ذات یا منفعت دونوں کی وصیت کی جا سکتی ہے بشرطیکہ ان کا مالک ہونا جائز ہوتا ہو، اور وہ انتفاع کے قابل ہوں، لہذا شراب، خنزیر کاٹنے والے کتے کی وصیت جائز نہ ہوگی، نہ غیر منتفع شے کی وصیت جائز ہوگی۔^۱

اسلامی ممالک میں قانون سازی

مصر کا قانون :

دفعہ ۱۰۔ موسیٰ بہ میں لازم ہوگا کہ :

(الف) ایسی اشیاء میں سے ہو جن میں وراثت جاری ہو سکتی ہو یا موسیٰ کی حیات میں انعقاد عقد کا محل ہو سکتی ہوں۔

(ب) یہ کہ اگر مال ہے تو موسیٰ کے نزدیک قیمتی تصور کیا جاتا ہو۔

(ج) یہ کہ وصیت کے وقت اگر معین ہو تو موسیٰ کی ملکیت میں موجود ہو۔

دفعہ ۱۱۔ حق تخلیہ کی اور ایسے حقوق کی جو وراثت کے ذریعہ منتقل ہو سکتے ہوں، جن کے منجملہ کرایہ پر لی گئی اشیاء کی منفعت کی وصیت بھی ہے جو مستاجر کے فوت ہونے کے بعد پیش آئے، وصیت صحیح ہوگی۔

دفعہ ۱۲۔ ایک تہائی ترکے تک قرض دینے جانے کی وصیت بھی صحیح ہوگی، موسیٰ لہ اس کا مستحق ہوگا، لیکن اس مقدار سے زائد کی وصیت وراثہ کی اجازت پر موقوف ہوگی۔

(۲) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۹۔

دفعہ ۱۳ - ترکے کی اشیاء کی تقسیم کی وصیت موصی کے ورثاء کے حق میں اس حد تک صحیح ہوگی جس حد تک وہ وراثت سے حصہ پانے کا حق رکھتے ہوں ، اور موصی کی وفات کے بعد اس کا نفاذ لازمی ہوگا ، مگر اس سے زائد مقدار میں وصیت کے احکام جاری ہوں گے ۔ ۲

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۸۶ - اگر موصی بہ کوئی معین شیء ہو تو وصیت کے وقت موصی کی ملکیت میں اس کا موجود ہونا شرط ہوگا ۔ ۳

شام کا قانون :

دفعہ ۲۱۶ - موصی بہ کے لئے حسب ذیل امور شرط ہوں گے :

(الف) یہ کہ موصی کی موت کے بعد موصی بہ قیمتی اشیاء میں سے ہو اور قابل تملیک ہو ۔

(ب) یہ کہ اگر موصی بہ کی ذات معین ہو تو موصی کی وصیت کے وقت موصی کی ملک میں موجود ہو ۔

دفعہ ۲۱۷ - جو حقوق وراثت میں منتقل ہو سکتے ہوں ایسے تمام حقوق کی وصیت درست ہوگی ۔ ان حقوق میں مستاجر کی موت کے بعد شیء مستاجرہ سے نفع اٹھانے کا حق بھی شامل ہے (یعنی وہ حق بھی بذریعہ وصیت منتقل ہو سکتا ہو) ۔ ۴

۲۲۶ - موصی کی تجہیز و تکلیف اور اس کے ذمہ جملہ دین کی ادائیگی کے بعد ما بقی ترکہ کی ایک تہائی کی حد تک وصیت جائز ہوگی ۔ ایک تہائی سے زائد میں وصیت کا نفاذ موصی کی وفات کے بعد ورثاء کی اجازت پر منحصر ہوگا ۔

مقدار موصی بہ

(۳) قانون الوصیت مصر ۱۹۳۶ ع۔

(۴) قانون الوصیت تونس ۱۹۵۷ ع۔

(۵) قانون الوصیت شام ۱۹۵۳ ع۔

تشریح

جب، کہ موصی کا کوئی وارث موجود ہو تو وصیت مال کی ایک تہائی کی حد تک کی جاسکتی ہے۔ (۶) لیکن علماء شافعیہ میں ایک تہائی کی مقدار مقرر کرنے کے وقت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ایک جماعت کے نزدیک مقدار کے تعین کا وہ وقت معتبر ہوگا جب وصیت کی جا رہی ہے۔ موصی کی موت کے وقت کا اعتبار نہ ہوگا۔ لیکن علماء شافعیہ کی دوسری جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ اس مال کی تہائی دی جائے گی جو موصی کی وفات کے وقت موجود ہو۔ علماء شافعیہ میں دوسرا قول صحیح اور مفتی بہ قرار پایا۔ (۷)

پہلی جماعت اپنے دعوے کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کرتی ہے کہ وصیت ایک ایسا عقد (Contract) ہے جو مال کے اندازہ (اور مقدار) کو چاہتا ہے لہذا اندازہ اور مقدار کے لئے وہی مال معتبر ہوگا جو عقد کے وقت موجود ہو۔ چنانچہ اگر وصیت کے وقت موصی کا کل مال ایک ہزار روپیہ تھا اور موت کے وقت دو ہزار روپیہ ہو گیا تو وصیت کی ایک تہائی کی مقدار کے تعین کے لیے بوقت وصیت جو ایک ہزار روپیہ تھا وصیت صرف اسی کی ایک تہائی میں جاری ہوگی اور اس زائد یعنی دو ہزار کی ایک تہائی مراد نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر وصیت کے وقت کوئی مال موجود نہ تھا لیکن وصیت کے بعد وفات کے وقت مال حاصل ہو چکا تھا تو اس مال سے وصیت کا کوئی تعلق نہ ہوگا، یا وصیت کے وقت جو مال موجود ہو وہ ضائع ہو جائے تو وصیت باطل ہو جائے گی۔

دوسری جماعت کی دلیل یہ ہے کہ وصیت کے استحقاق اور لازم ہونے کا وقت موصی کی موت کے بعد ہوتا ہے اس لیے وصیت کے وقت جو مال موجود تھا بوقت اجرائے وصیت اس کا اعتبار نہ ہوگا، بلکہ موت کے وقت موصی نے جو مال (ترکہ) چھوڑا ہے اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ علماء شافعیہ میں دوسری جماعت

(۶) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۵۶۔

(۷) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۵۸۔

کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۹۱ (ماخوذ)۔

کا قول راجح اور مفتی بہ قرار پایا ہے (ء الف) اور یہی قول اقرب الی الصحت نظر آتا ہے۔

حنفیہ مکتب فکر :

جب کہ موسیٰ کا وارث موجود ہو تو موسیٰ بہ (مال) کی مقدار ایک تہائی سے زائد نہ ہونا چاہئے۔ ایک تہائی سے زائد کی وصیت (زیادتی کی حد تک) ایسے وارث کی اجازت پر موقوف ہوگی جو اجازت دینے کا اہل ہو۔ اہل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عاقل و بالغ ہو۔ اگر وارث دیوانہ یا نابالغ یا غیر عاقل ہو تو اس کی اجازت معتبر نہ ہوگی۔ عاقل و بالغ ہونے کے باوجود اگر وارث مرض موت میں مبتلا ہو اور بحالت مرض الموت اجازت دے تو اس اجازت سے وصیت کے احکام متعلق ہوں گے اور یہ اجازت من ابتدا اس کی جانب سے شمار ہوگی۔ چنانچہ اگر وہ موسیٰ کا تنہا وارث تھا اور اس کا خود کوئی وارث نہ تھا تو اس کی وصیت کل مال موسیٰ بہ میں نافذ ہو جائے گی اور اگر اس وارث کا بھی کوئی وارث ہے تو پھر یہ وصیت ایک تہائی کی حد تک نافذ ہوگی، بشرطے کہ موسیٰ بہ اس وارث کا وارث نہ ہو۔ اگر موسیٰ بہ اس وارث کا وارث ہوا تو بحالت مرض اس کی اجازت صحیح نہ ہوگی اور اس کی وصیت نافذ نہ ہوسکے گی الا یہ کہ اس کے وارث بھی اس پر راضی ہوں۔

ورثاء کی وہ اجازت معتبر ہوگی جو موسیٰ بہ کی موت کے بعد دیکھنی ہو، موسیٰ بہ کی حیات کے دوران اجازت قابل اعتبار نہ ہوگی، اگر موسیٰ بہ کی حیات میں اجازت دی گئی ہو اور پھر موسیٰ بہ کی موت کے بعد اس سے رجوع کر لیا گیا تو یہ رجوع کرنا صحیح ہوگا۔ یہی قول عام علماء حنفیہ کا ہے (۸)

اگر چند امور کی وصیت کی تو یہ دیکھنا ہوگا کہ ایک تہائی مال وصیت کے تمام امور کو پورا کر دیتا ہے یا نہیں؟ اگر تمام وصیتوں کے لیے کافی ہے تو تمام وصیتیں نافذ کردی جائیں گی۔ لیکن اگر ایک تہائی مال تمام وصیتوں کو پورا نہیں کرتا، تو ایسی صورت میں یہ دیکھنا ہوگا آیا تمام

(۷ الف) السہب الشیرازی الفیروزآبادی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۵۸۔

(۸) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۷۰۔

وصیتیں اللہ تعالیٰ کے حقوق کے سلسلے میں ہیں ، یا بعض حقوق اللہ اور بعض حقوق العباد کے سلسلے میں ہیں! اگر تمام وصیتیں حقوق اللہ سے متعلق عین تو اب دیکھنا ہوگا کہ یہ حقوق فرائض و واجبات کے درجہ کے ہیں یا نوافل کے درجہ کے یا دونوں مجتمع ہیں۔ اگر تمام وصایا برابر درجہ کے فرائض ہیں تو جس فریضہ سے موصی نے ابتدا کی ہو اسی کے نفاذ سے ابتدا کی جائے گی۔ اس سلسلہ میں بعض فروعی مسائل میں ائمہ احناف کا اختلاف بھی مذکور ہے ، مثلاً حج اور زکوٰۃ میں کس کو مقدم کیا جائے چنانچہ امام ابو یوسف کی ایک روایت کے مطابق حج کو مقدم کیا جائے گا اور دوسری روایت کے مطابق زکوٰۃ کو۔ اس کے برخلاف امام محمد کے نزدیک زکوٰۃ کو مقدم کیا جائے گا ، وغیرہ وغیرہ۔ راقم الحروف کے نزدیک امام محمد کا نقطہ نظر کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کو حج پر مقدم کیا جائے گا ، زیادہ صحیح اور قابل ترجیح ہے کیونکہ حج ایک ایسا فریضہ ہے جس کا براہ راست تعلق موصی اور اللہ تعالیٰ سے ہے جب کہ زکوٰۃ کی ادائیگی (جو واجب الادا ہے) بیکوقت حق اللہ اور حق العباد ہے ، جو قرآن کے الفاظ میں ”حق للسانل والمحرور“ بھی ہے اس لیے اس کی ادائیگی حج پر مقدم ہونی چاہئے۔

حقوق اللہ در حقیقت حقوق النفس ہیں کیونکہ اگر تعمیل نہ کی تو خدا کا کیا ضرر! نفس ہی کا ضرر ہے اور اس کی خدائے تعالیٰ سے قوی امید ہے ، کہ وہ معاف فرما دے البتہ حقوق العباد پر اس لیے زیادہ زور دیا گیا ہے کہ ان میں ضرر دوسرے کو پہنچتا ہے۔ بہر کیف اصول یہ ہے کہ فرائض واجبات سے مقدم ہوں گے اور واجبات نوافل سے۔

لیکن اگر وصیتیں حقوق العباد سے تعلق رکھتی ہیں ، تو اگر ایک تہائی میں یہ تمام وصیتیں پوری پوری ادا ہو جاتی ہیں تو تقدم و تاخر کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اور اگر ایک تہائی مال تمام موصی لہم کو پورا پورا ادا کرنے کے لئے کافی نہ ہو ، مثلاً موصی نے ایک شخص کے لیے تہائی مال کی دوسرے کے لیے چوتہائی کی اور تیسرے کے لیے چھٹے حصہ کی وصیت کی ہو ، تو اس صورت میں ایک تہائی کو ان لوگوں کے حصص کے بقدر کمی بیشی کے ساتھ تقسیم

کر دیا جائے گا ، چنانچہ ایک تہائی مال وصیت کی تہائی اول کو چوتھائی دوسرے کو اور چھٹا حصہ تیسرے موسیٰ لہ کو دیا جائے گا - (۹)

اگر موسیٰ بہ عین مال ہے تو موسیٰ لہ اس مال کا مالک ہو جائے گا - اور وہ اس سے تمام قسم کے مالکانہ تصرفات کرنے کا مجاز ہوگا ، خواہ وہ اس مال سے انتفاع کی شکل میں ہوں یا عقد بیع و ہبہ و صدقہ و وقف کی شکل میں ہوں ، نیز اس مال کے تمام متصلہ و منفصلہ زائدات موسیٰ لہ کی ملکیت ہوں گے جو موسیٰ کی موت کے بعد پیدا شدہ ہوں ، خواہ موسیٰ لہ کے قبول سے پہلے پیدا ہوئے ہوں یا بعد میں ، لیکن شرط یہ ہے کہ یہ زائدات ایک تہائی کی حد کے اندر قائم رہیں - یعنی اصل موسیٰ بہ سے مل کر ایک تہائی سے زائد مقدار میں نہ ہونے چاہئیں - ۱۰

اگر اصل موسیٰ بہ مع زوائد ایک تہائی کی حد تک ہیں تو کل (موسیٰ بہ مع زوائد) موسیٰ لہ کا حق ہوگا۔ لیکن اگر زوائد اور اصل موسیٰ بہ ایک تہائی سے زائد کی مقدار میں ہیں تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اولاً اصل کو ایک تہائی کی حد تک دیا جائے گا اور زوائد وصیت سے خارج ہو جائیں گے۔ اور اگر اصل ایک تہائی سے کم ہو تو زوائد کے ذریعہ ایک تہائی کو پورا کر دیا جائے گا۔ اس کے برخلاف صاحبین کے نزدیک اصل و زوائد دونوں کو ملا کر ایک تہائی میں وصیت جاری ہوگی - ۱۱

اگر موسیٰ بہ عین مال نہیں ہے بلکہ مال سے جو منفعت مقصود ہوتی ہے اس کی وصیت کی گئی ہے ، (مثلاً مکان کی سکونت) تو ایسی صورت میں اگر وصیت موقتہ ہے تو مقربہ مدبت تک موسیٰ لہ انتفاع کا مالک ہوگا اور وقت ختم ہونے پر مال کی منفعت موسیٰ کے ورثاء کا حق ہوگا اور اگر منفعت کی پہلی وصیت کے ختم ہونے پر منفعت کی وصیت کسی دوسرے شخص کے حق میں ہو تو یہ منفعت اس دوسرے موسیٰ لہ کی ملکیت ہوگی اور اگر وصیت منفعت بلا قید وقت (مطلقہ)

(۹) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۲۴۱-۲۴۲

(۱۰) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۸۵

(۱۱) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۸۵

ہے تو موصیٰ لہ اپنی موت کے وقت تک اس منفعت کا مالک ہوگا۔ موصیٰ لہ کی موت کے بعد یہ منفعت موصیٰ کی وراثہ کی طرف یا اگر ان کے بعد کوئی دوسرا موصیٰ لہ قرار دیا گیا ہے تو اس کی جانب رجوع کر جائے گی۔^{۱۲}

اور اگر موصیٰ بہ ایسا حق ہے جو موصیٰ کے مال سے تعلق رکھتا ہے، مثلاً کسی کے لئے نفقہ کی وصیت کرنا یا امور خیرہ جو تقرب الی اللہ کا ذریعہ ہوتے ہیں ان پر صرف کرنے کی وصیت کرنا، تو یہ تمام وصیتیں ترکہ کی ایک تہائی سے پوری کی جائیں گی اور ان کا پورا کرنا واجب ہوگا۔

جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے، کہ اگر موصیٰ کے انتقال کے بعد وراثہ تہائی سے زائد کی نسبت اجازت دیں تو یہ اجازت معتبر ہوگی بشرطیکہ وراثہ عاقل و بالغ ہوں۔ اگر انہوں نے موصیٰ کی زندگی میں اجازت دی تو اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا کیونکہ موصیٰ کی زندگی میں ان کا حق مستحق اور ثابت نہ ہوا تھا۔ چنانچہ اگر انہوں نے زندگی میں اجازت دی ہو تو ان کو یہ حق ہوگا کہ موصیٰ کی موت کے بعد اس اجازت یا منظوری سے رجوع کر لیں لیکن اگر موصیٰ کی وفات کے بعد اجازت دے دی تو اس میں رجوع کا حق نہ ہوگا۔^{۱۳} یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جو وصیت وارث کی اجازت سے جائز ہوتی ہے اس کی نوعیت کیا ہے؟ - حنفیہ کے نزدیک موصیٰ لہ کو اس کی ملکیت موصیٰ کی جانب سے حاصل ہوتی ہے یعنی اصل ملک موصیٰ کی جانب سے ہے اور وارثوں کی اجازت صرف شرط ہے۔ امام شافعی کے نزدیک موصیٰ لہ کو ملکیت وارث ہی کی جانب سے حاصل ہوتی ہے۔^{۱۴} وہ اس کو وراثہ کی جانب سے ایک عمل احسان تصور کرتے ہیں۔ اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حنفیہ وصیت ہی کو سبب ملک تصور کرتے ہیں اس کے برخلاف امام شافعی وراثہ کی اجازت کو موصیٰ لہ کی ملکیت کا سبب قرار دیتے ہیں۔^{۱۵}

اگر وصیت کو باطل قرار دے کر وراثہ کی رضامندی سے موصیٰ لہ کو موصیٰ

(۱۲) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۸۶۔

(۱۳) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۷۰۔

(۱۴) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۷۰۔

(۱۵) ایٹن انٹرنس ان محمڈن لاء، کابلہ طیب جی، مطبوعہ لندن، ۱۹۳۹ع، ص ۸۷۔

بہ میں استحقاق پیدا ہو رہا ہو تو زائد کی وصیت کے باطل ہونے کی بنا پر وراثہ کی اجازت کا فعل ان کی طرف سے من ابتدا ہبہ تصور کیا جائے گا اور اس لئے ایجاب و قبول ہبہ اور قبضہ کی دیگر شرائط کا لحاظ رکھنا ہوگا، لیکن اگر عقد وصیت کو منعقد تسلیم کیا جائے تو اس بنا پر وراثہ کی اجازت موسیٰ کے فعل کے اجراء کی اجازت ہوگی اور محض اجازت سے وصیت جاری اور نافذ ہو جائے گی، فوری قبضہ ضروری نہ ہوگا۔

ان ہر دو صورتوں میں فرق یہ ہے کہ امام شافعی کے نظریہ کے مطابق ایک تہائی سے زائد کو وارث کی جانب سے ایک عمل احسان تصور کیا جائے گا، چنانچہ جب تک قبضہ نہ دیا جائے گا اس وقت تک موسیٰ لہ کا اس شے میں کوئی حق نہ پیدا ہوگا۔ اس کے برخلاف حنفی نقطہ نظر کے بموجب اگر اس کو موسیٰ کی طرف سے تصور کیا جائے تو وراثہ کے اجازت دیتے ہی موسیٰ لہ کا استحقاق ملکیت پیدا ہو گیا اور وہ اس شے کا قبضہ حاصل کرنے کے لئے وراثہ کے خلاف قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے اور ان کو قبضہ دینے کے لئے مجبور کر سکتا ہے۔^{۱۱}

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک بھی ایک تہائی ترکے سے زائد کی وصیت جائز نہیں۔ اگر ایک تہائی سے زائد کی وصیت کی گئی تو زائد حصے میں وصیت کا نفاذ وراثہ کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر اجازت دے دیں تو یہ وراثہ کی جانب سے عطیہ ہوگا۔

ایک تہائی (اور ایک تہائی سے زائد) مقدار کا تعین وصیت جاری کرنے کا وقت قرار پانے کا اور موسیٰ کی موت کے وقت کا اعتبار نہ ہوگا۔ امام مالک کے نزدیک ایک تہائی کی مقدار سے زائد وصیت کسی حالت میں جائز نہیں خواہ وارث موجود ہوں یا نہ ہوں۔ (۱۷)

(۱۶) لینڈ انٹرسٹس ان محکمہ لاہ، کالج طبیب جی، لندن، ۱۹۴۹ء، ص ۸۷۔

(۱۷) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ھ،

ج ۲، ص ۳۱۸۔

زرقانی، شرح موطا، محمد بن عبدالباقی بن یوسف، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۷۷۔

بدایۃ الحجید ابن رشد مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۳۹۔

شافعی مسلک :

شافعی فقہاء کے نزدیک اگر وصیت حقوق العباد یا حقوق اللہ کے زمرہ میں آئی ہو تو پھر ایک تہائی کا اعتبار نہ لیا جائے گا مثلاً حج یا زکوٰۃ کی ادائیگیوں کی صورت میں اگر ان کی وصیت نہ بھی کی گئی ہو تب بھی ان کی ادائیگی بطور "دین" (debt) کے میت کے تر لہ پر لازم ہوگی۔ ان کی دوسری دلیل یہ ہے کہ ایک تہائی سے زائد کی مساعمت اس لیے ہے کہ وراثہ کا حق متاثر نہ ہو لیکن جب میت پر دین ہو تو وراثہ کا میت کے مال سے تا ادائیگی دین کوئی حق متعلق نہیں ہوتا لہذا ایک تہائی کا اعتبار نہ کیا جائے گا البتہ ان کے نزدیک اگر موصی نے ان حقوق کی وصیت میں اپنے مال کی ایک تہائی کی صراحت کر دی ہو کہ یہ حقوق ایک تہائی مال سے پورے کئے جائیں تو ایسی صورت میں ایک تہائی کی حد تک پورے کئے جائیں گے کیونکہ اس صراحت سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ موصی کا وراثہ کو ان کا پورا پورا حق دینا مقصود تھا۔ (۱۸) راقم الحروف کے نزدیک امام شافعی کے اس قول میں تناقض پایا جاتا ہے کیونکہ اگر زکوٰۃ دین ہے تو پھر وصیت کے ذریعہ ایک تہائی کی حد مقرر کرنا اس وقت بے معنی اور غیر لازم ہو جاتا ہے جبکہ زکوٰۃ ترکہ کی ایک تہائی سے زائد ہو۔

بہر کیف، شافعی فقہ کی رو سے بھی وصیت مال کی ایک تہائی کی حد تک ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اگر ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت کی گئی اور موصی کے وراثہ موجود نہ تھے تو زائد مقدار میں وصیت باطل ہوگی، کیونکہ یہ زائد مال دیگر مسلمانوں کا حق ہے، اور عام مسلمانوں کی جانب سے زائد مقدار میں اجازت دینے کا حق کسی شخص کو حاصل نہیں ہے۔ لامحالہ وصیت باطل قرار پائے گی۔ لیکن اگر موصی کے وراثہ موجود ہوں تو اس صورت میں فقہاء شافعیہ کے دو قول ملتے ہیں۔ ایک یہ کہ ایک تہائی سے زائد مقدار کی وصیت باطل ہوگی، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کرنے سے منع فرمادیا تھا،

(۱۸) العہد، الفیروزآبادی السیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۶۰۔

اور یہ ضمانت چاہتی ہے کہ زائد کی وصیت باطل ہو۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وارث کی اجازت پر موقوف رہ کر زائد مقدار میں صحیح ہوگی، اگر وارث نے اجازت دی تو جاری کردی جائے گی اور اجازت نہ دی تو باطل ہو جائے گی۔ لہذا اول قول یعنی زائد کی وصیت کے باطل ہونے کی بناء پر ورثہ کی اجازت ان کی طرف سے مستقل ابتدائی ہبہ تصور کیا جائے گا اور اس لئے ایجاب و قبول ارکان ہبہ اور قبضہ تمام امور کا لحاظ کرنا ہوگا لیکن دوسرے قول یعنی وصیت کے صحیح ہونے کی بناء پر ورثہ کی اجازت موصی کے فعل کے اجراء کی اجازت ہوگی اور اجازت کے لفظ سے ہی اجراء وصیت ہو جائے گا۔ چنانچہ اگر موصی نے غلام کے آزاد کرنے کی وصیت کی ہو تو اول قول میں غلام ورثہ کی طرف سے آزاد شدہ تصور ہوگا اور دوسرے قول کے مطابق موصی کی جانب سے آزاد کردہ تصور ہوگا، غلام کی ولا موصی کی تصور ہوگی۔ ۱۹ فقہ شافعی کی اکثر کتب کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ترجیح پہلے قول کو حاصل ہے یعنی اجازت منجانب ورثہ ایک جدید ملکیت کا اثبات ہے جو انکی طرف سے ہبہ ہے۔

جیسا کہ سطور بالا میں اشارہ کیا جا چکا ہے ایک تہائی کی مقدار مقرر کرنے کے وقت میں علماء شافعیہ کا اختلاف ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ وصیت کے وقت جتنا مال موجود تھا اس کی ایک تہائی لی جائے گی، اس لئے کہ یہ وصیت ایک عقد ہے جو مال کے اندازے کا مقتضی ہے لہذا وہی مال معتبر ہوگا جو عقد کے وقت موجود ہوگا۔ اس قول کی بناء پر اگر وصیت کے وقت موصی کا مال ایک ہزار روپیہ اور موت کے وقت دو ہزار روپیہ ہو گیا تو اس زائد (دو ہزار روپیہ) کی تہائی مراد نہ ہوگی بلکہ ایک ہزار کی تہائی لی جائے گی۔ یا اگر وصیت کے وقت کوئی مال موجود نہ تھا مثلاً ایک ہزار کی وصیت کی اور مال کچھ موجود نہ تھا۔ لیکن وصیت کے بعد وفات کے وقت مال حاصل ہو چکا تھا تو اس مال سے وصیت کا کوئی تعلق نہ ہوگا، یا وصیت کے وقت مال تھا مگر موت کے وقت ضائع ہو چکا تھا تو وصیت باطل ہو جائے گی۔ دوسری جماعت کا قول، جو صحیح و مفتی بہ ہے، یہ ہے کہ اس مال کی تہائی لی جائے گی جو موصی

(۱۹) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۰۵۔

المہذب، الفيروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۵۷۔

کی موت کے وقت موجود ہوگا ، کیونکہ وصیت کے استحقاق اور لازم ہونے کا بھی وقت ہوتا ہے۔ ۲۰

اگر موصی بہ امور خیرہ میں سے کوئی امر ہے ، مثلاً ہبہ کی وصیت یا صدقہ کی یا بیع میں معاہدات کی وصیت کی تو یہ بھی ایک تہائی کی حد تک نافذ ہوسکے گی ، خواہ یہ صحت کی حالت کی وصیت ہو یا حالت مرض کی ہو ، یا بعض وصیتیں حالت صحت اور بعض حالت مرض کی ہوں ، کیونکہ یہ تمام وصیتیں موت کے بعد ہی لازم ہوا کرتی ہیں۔

اور موصی جو خیری امور اپنی زندگی ہی میں نافذ کر دے ، اگر وہ صحت کی حالت کے ہوں تو کل مال میں نافذ ہوں گے اس وقت کسی کا کوئی حق اس کے مال سے متعلق نہیں ہوتا۔ اور اگر مرض کی حالت کے ہوں لیکن مرض موت نہ ہو تو یہ بھی صحت کی حالت کے حکم میں ہوں گے ، البتہ اگر مرض موت لاحق ہونے کی حالت کے ہوں اور موت کے وقت تک یہ مرض لاحق رہا ہو تو ایک تہائی کی حد تک وصیت کا اجراء ہوگا۔ اس کی دلیل وہی حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے اپنے مرنے کے وقت چھ غلاموں کو جو اس کا کل مال تھا آزاد کردیا تھا اور آنحضرت صلعم نے قرعہ اندازی کے بعد محض دو غلام کی آزادی کا حکم دیا تھا ، اور چار کو بدستور غلام قرار دیا تھا۔ مرض موت میں زندگی کی حالت موت ہی کا درجہ رکھتی ہے لیکن اگر یہ شخص اس مرض سے اچھا ہو گیا تو اب ایک تہائی کی حد کا اعتبار نہ رہے گا۔ اس وقت یہ ظاہر ہوجائے گا کہ اس کے مال سے کسی کا حق متعلق نہ تھا ، اگر ایک شخص نے صحت کی حالت میں ہبہ کیا اور اس کی موت کے بعد قبضہ لینے کا عمل ہوا تو محض ترکہ کی ایک تہائی کی مقدار تک یہ ہبہ و قبضہ جائز ہوسکے گا۔

حنبلی مسلک

حنبلی مسلک کے تحت بھی موصی بہ کی مقدار ایک تہائی سے زائد جائز

(۲۰) المنہب، الفروزی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۵۸۔
کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۹۱ (ماخوذ)۔

نہ ہوگی الا یہ کہ وراثہ اجازت دیں۔ لیکن جس صورت میں وراثہ موجود نہ ہوں تو کل مال کی وصیت کی جاسکتی ہے، وراثہ موجود ہونے کی صورت میں مستحب یہ ہے کہ مال کے پانچویں حصہ کی وصیت کی جائے۔^{۱۱}

حنبلی فقہاء کے نزدیک میت پر جو حقوق واجبہ ہوں جیسے دین یا حج یا کفارہ وغیرہ تو یہ کل ترکے سے ادا کئے جائیں گے ان کے بعد نفلی امور کی ادائیگی کی جائے گی اگر میت کا مال تمام واجب حقوق کے لئے کافی نہ ہو تو پھر حسب درجات اندازہ کیا جائے گا۔ ان حقوق کی ادائیگی میت کا وصی یا وارث اور اسکے بعد حاکم کر سکتے گا، لیکن اگر کسی ایسے شخص نے یہ حقوق ادا کیے جس کو ولایت حاصل نہ تھی تب بھی جائز ہوگا۔ اسکا ایسا کرنا یہ تصور ہوگا کہ حاکم کی اجازت سے اس نے ایسا کیا، اگر موسیٰ نے اس طرح وصیت کی ہو کہ سیرے سال کی ایک تہائی میں سے واجبات کو ادا کر دیا جائے اور ایک تہائی ان کے لئے کافی نہ ہو تو اصل سال سے اس مقدار میں اضافہ کر کے حقوق پورے کیے جائیں گے، اب اگر ان واجبات کے ساتھ بعض وصیت تبرعاتی امور کی ہو اور حقوق واجبہ کی ادائیگی سے مال فاضل رہتا ہو تو اس کو پورا کیا جائے گا، بصورت دیگر تبرعاتی وصیت باطل ہوجائے گی۔^{۱۲}

شیعی نقطہ نظر :

شیعی فقہاء کے نزدیک اگر وصیت ایک تہائی سے زائد مال کے لئے ہو اور کوئی وارث نہ ہو تو زائد مقدار میں وصیت باطل ہوگی۔ کیونکہ یہ زائد مال دیگر مسلمانوں کا حق ہے اور عام مسلمانوں کی جانب سے اس زائد مقدار میں اجازت دینے کا حق کسی شخص کو حاصل نہیں ہے لیکن اگر وصیت ایک تہائی سے زائد مال کی نسبت کی جائے اور وراثہ موجود ہوں تو اس سلسلہ میں شیعی فقہاء کے دو اقوال ملتے ہیں :-

(۲۱) مختصر الخرقی، عمر ابن العسین، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۱۱۱۔

الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، صص ۳۸-۳۹۔

(۲۲) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، جلد ۳، ص ۵۶۔

المحرر فی الفقہ، ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۱۔

(۱) ایک قول یہ ہے کہ ایک تہائی سے زائد کی وصیت باطل قرار پائے گی ، کیونکہ رسول اللہ صلعم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کو ایک تہائی سے زائد مقدار میں وصیت کرنے کے لیے فرمایا تھا

(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ اگر ورثاء اجازت دیدین تو زائد مقدار میں جائز ہوگی ورنہ نہیں۔

وصیت محض ایک تہائی کی حد تک ہو ، اس سے زائد نہ ہو البتہ کم ہو سکتی ہے ، اگر ایک تہائی سے زائد کی وصیت کی گئی ہو تو زائد مقدار میں وصیت باطل ہوگی ، مگر جب کہ زائد میں ورثاء اجازت دے دیں۔ اگر ورثاء میں بعض نے زائد مقدار میں اجازت دی اور بعض نے نہ دی ، تو اس صورت میں محض اجازت دینے والے ورثاء کے حصوں میں وصیت کا نفاذ ہو سکے گا۔

وارث کی وہ اجازت معتبر ہوگی جو موصی کی وفات کے بعد دی جائے لیکن اگر اس کی زندگی میں دی گئی ہو تو اس صورت کے متعلق دو روایتیں ہیں ، مشہور روایت کے مطابق وارث پر اس کا پورا کرنا لازم ہوگا ، لیکن یہ ابتدائی ہبہ مستصور نہ ہوگا اسی بنا پر موصی لہ کا موصی بہ پر قبضہ اس کی صحت کے لیے ضروری نہیں ہوگا۔

وصیت میں موصی کی شرائط اگر غیر مشروع نہ ہوں تو ان پر عمل کرنا واجب ہوگا۔ ایک تہائی مقدار ترکہ کا اعتبار وفات کے وقت سے ہوگا ، وصیت کے وقت سے نہ ہوگا ، چنانچہ اگر ایک شخص وصیت کے وقت مالدار تھا لیکن وفات کے وقت غریب ہو گیا تھا تو اس کی مالداری کا اعتبار نہ ہوگا ، اسی طرح برعکس حالت میں فقر کا اعتبار نہ ہوگا۔

اگر موصی نے اسور واجبہ اور غیر واجبہ دونوں کی وصیت کی ہو ، تو اگر ترکے کی ایک تہائی دونوں کے لیے کافی ہوتو دونوں کو پورا کیا جائے گا ، لیکن اگر یہ تہائی کم ہو اور ورثاء سے اجازت نہ دی ہو تو اصل ترکے سے اولاً واجب کو ادا کیا جائے گا ، اور پھر تہائی کے باقی سے یکے بعد دیگرے اس وقت تک ادا کیا جاتا رہے گا جس وقت تک ایک تہائی کی مقدار پوری ہو۔ (۲۳)

(۲۳) شرائع الاسلام، العلیٰ مطبوعہ بیروت، ص ۶۰-۲۵۹۔

ظاہر بہ مسلک :

ظاہری فقہ کے امام ابو محمد بن حزم نے اپنی کتاب المحلی میں لکھا ہے کہ ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت جائز نہیں ، خواہ موسیٰ کا وارث موجود ہو یا نہ ہو ، خواہ ورثاء اجازت دیں یا نہ دیں ۔ کیوں کہ (حضرت سعدی) صحیح حدیث میں صراحت سے ایک تہائی وصیت سے زائد مقدار کو ممنوع قرار دیا گیا ہے نیز اس حدیث میں بھی صراحت موجود ہے جس میں آنحضرت صلعم نے غلاموں میں سے قرعہ اندازی کے ساتھ محض دو غلام آزاد قرار دیے ، اور باقی چار کو ترکہ قرار دیا ۔

ایک تہائی کی مقدار کے سلسلہ میں امام ابن حزم لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے ایک تہائی سے زائد مال کی وصیت کی اس کے بعد اس کے موجود مال میں اضافہ ہو گیا تو وصیت اصل مال کی ایک تہائی کی حد تک جاری ہوگی (اضافہ کا کوئی لحاظ نہ ہوگا) اس (زائد) میں وصیت کے عقد کا کوئی اثر سرتب نہ ہوگا البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ (زائد مال آجانے کی صورت میں) موسیٰ دوبارہ (جدید) وصیت کر دے۔

اگر ایک شخص نے اپنے معلوم مال کی ایک تہائی سے زائد کی وصیت کی اور اس کے پاس ایسا مال بھی تھا جس کا اس کو علم نہ تھا (اس مال کی مقدار معلوم مال کے ساتھ ملانے سے یہ وصیت کل مال کی ایک تہائی قرار دی جاسکتی ہے) تو اس صورت میں صرف مال معلوم کی مقدار کی ایک تہائی میں وصیت جاری ہوگی ، کیونکہ اس سے جو زائد ہوگی اس میں عقد باطل ہوگا ، البتہ اگر ایسے الفاظ سے وصیت کی ہے جو ہر قسم کے مال پر حاوی ہوں مثلاً اس طرح کہا ہو کہ جو مال اللہ تعالیٰ مجھے دے گا اس میں سے میں اتنے مال کی وصیت کرتا ہوں ، یا اپنے مرنے کے بعد جتنا مال چھوڑوں اس میں اتنے کی وصیت کرتا ہوں تو اب مرنے کے بعد جتنا مال ہوگا کل مال کی تہائی میں وصیت جاری ہوگی خواہ مال معلوم اور نامعلوم دونوں سے ملا جلا ہی کیوں نہ ہو ۔ ۲۳

قوانین ممالک اسلامیہ

عراق کا قانون

دفعہ ۲۰۰۔ وصیت ایک تہائی سے زائد کی جائز نہیں، الا یہ کہ وراثہ اجازت دیں اور جس کا کوئی وارث نہ ہو سملکت اس کی وارث ہوگی (۲۵)

تونس کا قانون

دفعہ ۱۸۷۔ غیر وارث کے حق میں وصیت ایک تہائی سال کی حد تک وراثہ کی بغیر اجازت نافذ ہوگی۔

دفعہ ۱۹۰۔ مال سے کسی مخصوص و محدود مقدار کی وصیت ترکے کی کی تہائی سے زائد میں نہ ہوگی مگر یہ کہ وراثہ اجازت دیں۔ (۲۶)

عدالتی نقطہ نظر:

برصغیر ہند و پاکستان کی عدالتوں کا بھی شروع سے یہی نقطہ نظر رہا ہے کہ وصیت کی حد ایک تہائی ترکہ ہے جو اخراجات تجہیز و تکفین اور ادائیگی قرض کے بعد بچ رہے۔ چنانچہ ایک مسلمان تجہیز و تکفین اور دین کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ کی ایک تہائی سے زائد کیلئے وصیت نہیں کر سکتا (۲۷ الف)

ایک اجنبی کے حق میں ایک تہائی ترکہ سے زائد وصیت جائز نہ ہوگی۔ (۲۷ ب)

ایک تہائی سے زائد کی وصیت موثر نہ ہوگی الا یہ کہ وراثہ وصی کی وفات کے بعد اس کے لئے رضامند ہوں۔ (۲۷ ج)

اگر ایک تہائی سے زائد کے لیے کسی اجنبی کے حق میں وصیت کی گئی

(۲۵) قانون الوصیت، عراق ۱۹۵۹ ع۔

(۲۶) قانون الوصیت، تونس، ۱۹۵۷ ع۔

(۲۷ الف) بی ایل ڈی ۱۹۶۷ ع سہریم کورٹ ۲۰۰۔ بی ایل ڈی ۱۹۵۶ ع لاہور ۷۸۶۔

(۲۷ ب) بی ایل ڈی ۱۹۵۸ ع، کراچی، ص ۳۲۰۔

(۲۷ ج) بی ایل ڈی ۱۹۶۶ ع پشاور، ۱۳۷۔

لے آئی آر، ۱۹۲۷، الہ آباد، ۳۳۰۔

لے آئی آر ۱۹۶۳ کیرالہ ۲۰۰۔

تو وصیت بلا رضامندی ورثاء ایک تنہائی کی حد تک نافذ ہوگی البتہ ایک تنہائی سے زائد (حصہ سین) وصیت اس وقت نافذ ہوگی جب کہ ورثاء نے اس پر رضامندی کا اظہار کر دیا ہو۔ یہ رضامندی ان شرائط کی پابند ہوگی جن کا اطلاق اس صورت میں کیا جاتا ہے، جب کہ وصیت کسی وارث کے حق میں کی گئی ہو اور دیگر ورثاء رضامند ہوں۔ (۲۲۷ ب)

یہاں یہ نکتہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ اعتراض کا حق ایک مسلمان وارث کو ہوتا ہے جب کہ کوئی وارث موجود نہ ہو تو موصیٰ لہ کل ترکہ (وصی بہ) کا مستحق ہوتا ہے۔ (۲۲۷ ج)

۲۲۷ - جس شخص پر کچھ دین لہ ہو اور اس کا کوئی وارث بھی موجود نہ ہو، اس کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اپنے کل مال کے بارے میں جس کے حق میں چاہے، وصیت کرے۔

وارث نہ ہونے کی صورت میں کل مال کی وصیت

تشریح

وصیت کے لیے ایک تنہائی کی مقدار مقرر کرنے میں یہ شرعی مصلحت پنہاں ہے کہ ورثاء کی حق تلفی نہ ہو۔ چنانچہ اگر موصیٰ کا کوئی وارث بوقت مرگ موجود نہیں تو زائد از ثلث (تنہائی) بلکہ کل مال کے لیے بھی وصیت صحیح ہوگی، یہ مسلک حنفیہ کا ہے۔

لیکن اگر کل مال کی وصیت نہ کی گئی ہو تو قرض کی ادائیگی اور وصیت کی تکمیل کے بعد جو مال بچ رہے گا، وہ بیت المال کی ملکیت ہوگا۔ (۲۸)
مالکیہ (۲۹)، شافعیہ (۳۰) اور حنبلیہ (۳۱) بہر صورت ایک تنہائی سے

(۲۲۷ ب) بی ایل ڈی، ۱۹۵۸ ع کراچی، ۲۰، اے آئی آر ۱۹۲۱، سندھ، ۱۷۷، اے آئی آر ۱۹۱۸ ع
پریوی کونسل ص ۱۳۷۔

(۲۲۷ ج) بی ایل ڈی ۱۹۶۳ ع سہرم کورٹ، ۵۵۳۔

(۲۸) احکام الشرعیۃ، قدری پاشا، مطبوعہ مصر، ۱۸۹۵، دفعہ ۵۳۴۔

(۲۹) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۸۔

(۳۰) المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۵۷۔

(۳۱) جواہر الاکلیل مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۸۔

زائد وصیت کے مخالف ہیں ان کے نزدیک باقی دوتہائی ترکہ وارث نہ ہونے کی صورت میں بیت المال کا حق ہوگا۔

تونس کا قانون

دفعہ ۱۸۸ - جس شخص پر کوئی دین نہ ہو اور نہ اس کا کوئی وارث ہو تو اس کی وصیت اس کے کل مال میں نافذ ہوگی، بیت المال اس کا وارث نہ ہوگا۔ (۲۲)

۲۲۸ - منافع کی وصیت علی الدوام یا ایک معین وقت کے لئے جائز ہوگی۔

منافع کی وصیت

تشریح

بالمعوم وصیت کے ذریعہ کسی شے کا مالک بنانا مقصود ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی وصیت محض اس شے سے منفعت اٹھانے کی حد تک کی جاتی ہے۔

حنفیہ :

حنفی فقہ کی رو سے جس طرح وصیت کسی عین شے کی صحیح ہوتی ہے اسی طرح اشیاء کے منافع کی وصیت بھی صحیح ہوتی ہے۔ اس لیے موصی بہ خواہ کوئی معین شے ہو یا کسی شے کی منفعت ہو، دونوں طرح صحیح ہوگی (۲۳) اس کی بنیاد اس قاعدہ پر ہے کہ جس طرح قائم بالذات اشیاء مال ہوتی ہیں اسی طرح ان کی منفعت بھی مال سمجھی جاتی ہے (۲۴)

حصول منفعت کے لیے وصیت بلا تعین وقت یعنی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے بھی کی جاسکتی ہے اور کسی معین عرصہ کے لیے بھی مثلاً ایک شخص اس طرح وصیت کرے کہ فلان شخص ایک سال یا ایک ماہ تک میرے مکان میں سکونت رکھے گا۔ (۲۵) چنانچہ اگر منفعت کی وصیت بلا تعین وقت ہو تو وہ موصی لہ کی زندگی تک کیلئے

(۲۲) قانون الوصیت، تیونس۔

(۲۳) شرح الاحکام الشرعیۃ زید الایمانی مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۲۶۶، ۲۷۴۔

(۲۴) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۲۔

(۲۵) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۲۔

سجھی جائیگی۔ اس کے بعد موسیٰ کے ورثاء کی ملکیت ہوگی الا یہ کہ بعد ازاں کسی دوسرے شخص کے حق میں کی گئی ہو۔

مالکیہ:

فقہاء مالکیہ بھی منافع کی وصیت میں دیگر ائمہ سے متفق ہیں۔ (۳۱)

شافعیہ:

شافعیہ بھی منافع کی وصیت میں احناف سے متفق ہیں چنانچہ درختوں کے پھلوں وغیرہ کی وصیت صحیح ہوگی۔ (۳۲)

حنبلہ:

حنبلہ کے نزدیک بھی منافع کی وصیت صحیح ہوتی ہے۔ (۳۸) جیسا کہ خود تعریف وصیت سے ظاہر ہے۔

امامیہ:

امامیہ کے نزدیک منافع کی وصیت صحیح ہوتی ہے۔ (۳۹)

ظاہریہ

ظاہریہ کے نزدیک منافع مثلاً سکونت مکان وغیرہ کی وصیت صحیح نہیں ہوتی۔ (۴۰)

تفصیلی احکام — حنفی نقطہ نظر:

چنانچہ اگر کوئی شخص اپنے مکان وغیرہ کی سکونت یا اس کی آمدنی کی دوام کی صراحت کے ساتھ یا مطلقاً بغیر کسی وقت کی تقید کے کسی کے لیے

(۳۶) المدونۃ الكبرى، امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۶۶۔

جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۱۷۔

(۳۷) المسند، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۳۹۔

(۳۸) الاقتاع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۶۳۔

المحرر، مجدالدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۶۔

(۳۹) شرائع الاسلام، الحلّی، مطبوعہ بیروت القسم الثانی، ص ۲۵۸۔

(۴۰) المحلّی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۹۳-۳۹۹۔

وصیت کرے تو موصیٰ لہ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ تا حیات خود مکان کی سکونت یا آمدنی سے استفادہ کرتا رہے لیکن موصیٰ لہ کی وفات کے بعد مکان کا حق سکونت و آمدنی موصیٰ کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گا اور اگر معینہ مدت تک کے لیے وصیت کی گئی ہو تو اس صورت میں اس معینہ مدت تک استفادہ کا حق حاصل ہوگا اور اگر سالوں کے لفظ کو استعمال کر کے وصیت کی گئی ہو تو اس سے تین سال مراد ہوں گے (۳۱) اگر استفادہ کی کوئی مدت مقرر کر دی گئی ہو اور مدت مذکورہ ختم ہونے سے قبل موصیٰ لہ کا انتقال ہو جائے تو استفادہ کا حق موصیٰ لہ کے ورثاء کی طرف بطریق خلافت منتقل ہو جائے گا جو بعد انقضاء مدت معینہ ختم متصور ہوگا۔ لیکن اگر ہمیشگی کی صراحت ہو مثلاً ایک شخص اس طرح وصیت کرے کہ میں اس مکان کی سکونت یا اپنی فلان زمین کی آمدنی فلان شخص کے حق میں وصیت کرتا ہوں جس سے وہ ابداً استفادہ کرتا رہے گا۔ اس صورت میں موصیٰ لہ اپنی حیات تک موصیٰ بہ سے استفادہ کرے گا وفات کے بعد یہ منافع موصیٰ کے ورثاء کی جانب منتقل ہو جائیں گے اگر مدت معینہ نہیں ہے ”چند سال“ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو تین سال تک کے لیے موصیٰ لہ کو استفادہ کا حق ہوگا البتہ اگر مدت کے بارے میں کوئی صراحت موجود نہیں تو پھر موصیٰ لہ اپنی زندگی تک استفادہ کا مستحق ہوگا۔ (۳۲)

اس ضمن میں یہ صراحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ جس شخص کے لیے سکونت کی وصیت کی گئی ہو اس کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ وہ مکان کو کرایہ پر دے سکے۔ اسی طرح جس شخص کے حق میں مکان کی آمدنی کی وصیت کی گئی ہو اس کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ بذات خود اس مکان میں سکونت پذیر رہے (۳۳ الف) یعنی جس موصیٰ لہ کے حق میں سکونت کی وصیت کی گئی ہو وہ سکونت ہی اختیار کرے اور جس کے حق میں آمدنی کی وصیت کی گئی ہو وہ آمدنی ہی سے انتفاع کرے تو کسی شخص کو ان کے اس استفادہ پر کسی قسم کی مزاحمت کا اختیار نہ ہوگا، لیکن اگر

(۳۱) الاحکام الشرعیۃ، قدری پاشا، مطبوعہ مصر، دفعہ ۵۵۳ مع شرح، زبد الایمانی، ج ۲، ص ۳۰۹۔

(۳۲) شرح الاحکام الشرعیۃ، زبد الایمانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۰۸۔

(۳۳ الف) الاحکام الشرعیۃ، قدری پاشا، مطبوعہ مصر، دفعہ ۵۵۵، زبد الایمانی، ج ۲، ص ۳۱۱۔

سکونت کے موسیٰ لہ نے آمدنی کے ذریعہ او آمدنی کے موسیٰ لہ نے سکونت کے ذریعہ استفادہ چاہا تو ان لوگوں کو یہ حق حاصل نہ ہوگا۔ یہ مسلک احناف کا ہے۔ امام شافعی کے نزدیک جب سکونت کے موسیٰ لہ کو سکونت کے ذریعہ منفعت اٹھانے کا حق دیا گیا ہو تو اس کو یہ حق بھی پہنچتا ہے کہ دوسروں کو اس منفعت کا مالک بنادے خواہ اس کا معاوضہ لے کر ایسا کرے یا کوئی معاوضہ نہ لے۔ راقم الحروف کی رائے میں شافعی مسلک مصالح عامہ سے قریب تر نظر آتا ہے۔

رہی یہ صورت کہ جس کے حق میں آمدنی کی وصیت کی گئی ہو اور وہ اس مکان میں سکونت اختیار کرنا چاہے تو راقم کے نزدیک ایسا کرنا اس کے لئے جائز قرار دیا جانا چاہئے۔ منافع کی قیمت کا درجہ منافع کی ذات کا درجہ ہے کیوں کہ مقصد کے حصول میں دونوں برابر ہیں۔ اگر موسیٰ لہ خود اس مکان میں سکونت رکھنا چاہئے تو اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آتی۔

جب کسی شخص کے لئے زمین کی آمدنی کی وصیت کی گئی ہو تو موسیٰ بہ وہ آمدنی قرار پائے گی جو موسیٰ کی موت کے وقت موجود ہو اور اس کے بعد آئندہ حاصل ہوگی خواہ وصیت وقت سے مطلق (آزاد) ہو یا اس کے ابدی ہونے کی صراحت کر دی گئی ہو (۳۳)

اگر موسیٰ نے اپنے باغ یا زمین کے پھلوں کی مطلق وصیت کی ہو تو جو پھل پہلے سے موسیٰ کی وفات کے وقت موجود ہوں گے وہ موسیٰ کی ملکیت ہوں گے اور وہ پھل جو آئندہ پیدا ہوں گے ان سے موسیٰ لہ کا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ لیکن اگر موسیٰ نے ابدیت کی صراحت کر دی ہے تو موجودہ اور آئندہ تمام پھل موسیٰ بہ قرار پائیں گے اور موسیٰ لہ ان کا مالک ہوگا۔ یہی حکم اس وقت ہوگا جب کہ وفات کے وقت پھل بالکل موجود نہ ہوں۔ (۳۴)

جب کہ موسیٰ بہ منافع ہوں یہ ضروری ہوگا کہ جس شے کے یہ منافع ہیں عین ترکہ کی ایک تہائی سے زائد مقدار میں نہ ہو۔ ترکہ کی ایک

(۳۳) احکام الشریعۃ، قدری پاشا، مطبوعہ مصر، دفعہ ۵۵۶ مع شرح، زید الا بیانی، مطبوعہ مصر ۱۹۲۰ء، ج ۲، ص ۳۱۳۔

(۳۴) احکام الشریعۃ، قدری پاشا، مطبوعہ مصر، دفعہ ۵۵۷ مع شرح، زید الا بیانی، مطبوعہ مصر ۱۹۲۰ء، ج ۲، ص ۳۱۳۔

تہائی کی مقدار تک شئی سے منفعت حاصل کرنے کا موصیٰ لہ حقدار ہوگا۔ اس لیے کہ وصیت کرنے والے موصیٰ کو ایک تہائی سے زائد مال (یا اس کی منفعت کی) وصیت کا حق حاصل نہیں ہے۔ اور تا انتفاع یہ شئی وراثہ کی ملکیت میں داخل نہ ہوگی۔ کیونکہ منفعت کی وصیت کر کے موصیٰ نے شئی کی منفعت کو وراثہ کی ملکیت میں جانے سے روک دیا ہے۔ اب اگر وہ شئی جس کی منفعت کی وصیت کی گئی ہے مجموعی طور پر تر کے کا ایک تہائی قرار پاتی ہے تو اس بڑی شے سے موصیٰ لہ منفعت حاصل کر سکتے گا۔ (۳۳)

لیکن باغ کے درختوں کے پھلوں میں وہ پھل وصیت میں داخل ہوں گے جو موصیٰ کی وفات کے وقت درخت میں موجود ہوں۔ اور اگر موصیٰ نے وصیت میں ابدیت کی صراحت کر دی ہو تو موجودہ اور آئندہ (موت کے بعد) پیدا ہونے والے تمام پھل موصیٰ بہ قرار پائیں گے لیکن استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر ابدیت کی صراحت نہ کی گئی ہو اور پھل موصیٰ کی موت کے وقت موجود ہوں یا اس کے بعد پیدا ہوں تو دونوں مال وصیت میں شامل ہوں گے۔ (۳۴)

اگر ایک شخص نے کسی کے لیے اپنے باغ کی وصیت کی اور کہا کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرا باغ فلاں کا ہوگا۔ لیکن وصیت کے وقت باغ موجود نہ تھا اس کے بعد خریدا اور پھر موصیٰ فوت ہو گیا تو وصیت صحیح ہو گی۔ اور اگر یہ کہا کہ میرے باغ کی آمدنی فلاں شخص کو دی جائے وصیت کے وقت باغ موجود نہ تھا اس کے بعد خریدا پھر موصیٰ فوت ہو گیا تو امام کرخی رحمہ اللہ علیہ کے نزدیک وصیت صحیح ہوگی، اگرچہ اصل (المبسوط) میں اس کو غیر صحیح کہا گیا ہے لیکن اس کے مقابلے میں امام کرخی رحمہ اللہ علیہ کا قول صحیح ہے، کیونکہ وصیت کے ذریعہ کسی شخص کو موت کے بعد مال کا مالک بنانا مقصود ہوتا ہے، لہذا اسی وقت مال کا وجود قابل اعتبار ہوگا۔ اس سے قبل وقت کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ (۳۵)

(۳۵) بدائع الصنائع، امام کسان، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۳۔

(۳۶) بدائع الصنائع، امام کسان، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۴-۳۵۵۔

(۳۷) بدائع الصنائع، امام کسان، مطبوعہ مصر، ج ۷، ص ۳۵۵۔

شیعی نقطہ نظر:

جسطرح منافع مکان کی سکونت ، باغیچہ کے پھل وغیرہ کی وصیت جائز ہوتی ہے اسی طرح درخت کی بار آوری کی وصیت صحیح ہوتی ہے ، خواہ دائمی طریقہ کے طور پر کی گئی ہو یا وقت معین کر دیا گیا ہو ، لیکن اس منفعت وغیرہ کی قیمت معین کی جائے گی اگر ایک تہائی کے درجہ تک پہنچ جائے تو کل مال میں وصیت نافذ ہوگی اور اگر زائد ہو تو صرف ایک تہائی کے درجہ تک نافذ ہو سکے گی - (۳۸)

ظاہریہ مسلک :

ظاہریہ کے نزدیک منافع کی وصیت جائز نہیں مثلاً کسی کو نفقہ دینے کی وصیت یا مکان کی سکونت کی وصیت ، کیونکہ موسیٰ کی موت کے بعد اصل اشیاء وراثہ کی ملکیت کی طرف منتقل ہوجاتی ہیں ، اور دوسرے کی ملکیت کی وصیت صحیح نہیں ہوا کرتی - (۳۹)

اسلامی ممالک میں رائج الوقت قوانین**مصر کا قانون :**

مصر میں قانون الوصیت ۱۹۴۶ء کے تحت منافع کی وصیت سے متعلق قانونی احکام حسب ذیل ہیں :

دفعہ ۵ - اگر وصیت کسی معینہ مدت کے لئے کی گئی ہو جس کی ابتداء و انتہاء بیان کی گئی ہو ، تو موسیٰ لہ اسی مدت تک اس منفعت کا مستحق ہوگا - اگر یہ مدت موسیٰ کی وفات سے قبل ہی ختم ہو گئی ہو تو یہ تصور کیا جائیگا کہ سرے سے وصیت ہی نہ تھی ، لیکن اگر مدت کا کچھ حصہ گذر چکا ہو ، تو بقیہ مدت میں موسیٰ لہ منفعت حاصل کرسکے گا ، اور اگر مدت کی ابتدا معلوم نہ ہو صرف انتہاء کا علم ہو تو منفعت کی ابتدا موسیٰ کی موت سے شمار ہوگی -

(۳۸) شرائع الاسلام، العلیٰ مطبوعہ بیروت القسم الثانی، ص ۲۶۱ -

(۳۹) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۹۳-۳۹۹ -

دفعہ ۵۱ - اگر موصی کے ورثاء میں سے کسی وارث نے ، موصیٰ لہ کو کل مدت معینہ یا بعض مدت معینہ میں انتفاع سے روک رکھا ، تو یہ وارث اس منفعت کے معاوضہ کا ضامن ہوگا ، جب کہ دیگر وارث آئندہ اس مدت کے معاوضہ میں انتفاع کی اجازت پر راضی ہوں -

اور اگر یہ روک دینا تمام ورثاء کی جانب سے واقع ہوا ہو ، تو موصیٰ لہ کو اختیار ہوگا کہ وہ اس معینہ مدت کے بالعوض اسی قدر مدت میں اس شئی معین سے انتفاع حاصل کرے یا منفعت کی ضمان ورثاء سے لے لے -

اور اگر یہ ممانعت موصیٰ کی جانب سے واقع ہوئی یا موصیٰ لہ کے لئے منفعت کے حصول سے اس کی اپنی ذات سے کوئی عذر پیدا ہو گیا تو اس مانع کے زائل ہونے کے بعد سے موصیٰ لہ کے لئے دوسری مدت کا تعین کیا جائے گا -

دفعہ ۵۲ - اگر کسی ایسی جماعت کے لئے منفعت کی وصیت کی گئی جس کے سلسلہ کے انقطاع کا گمان نہ تھا یا کسی ایسی خیری جہت کے لئے کی گئی تھی اور یہ وصیت ابدی تھی یا مطلقہ تھی ، تو موصیٰ لہم اپنے سلسلہ کے منقضی ہونے تک حصول منفعت کے مستحق ہوں گے -

اور جب وصیت ابدی یا مطلقہ ایک ایسی غیر محدود جماعت کے لئے ہو جن کے انقطاع کا گمان نہ ہو سکتا ہو تب بھی موصیٰ لہم اپنے سلسلے کے منقطع ہونے تک انتفاع حاصل کرتے رہیں گے -

اور جب وصیت کسی ایسی مدت تک کی گئی ہو جس کی ابتداء و انتہاء معلوم ہو ، یا اس کا اندازہ بغیر تعین ابتداء و انتہاء متعین ہو تو اس حالت میں سابقہ دو دفعات کے احکام کی رعایت ملحوظ ہوگی -

دفعہ ۵۳ - جب کہ منفعت کی وصیت ایک معینہ مدت تک کے لئے محدود جماعت کے حق میں کی گئی ہو ، پھر ان کے بعد ایسے لوگوں کے حق میں جن کے انقطاع کا گمان نہ ہو ، یا ایسی ہی خیری جہت کے حق میں ، اور موصیٰ کی وفات سے منفعت کی مدت معینہ ۳۳ سال کی مدت تک کوئی فرد اس محدود

جماعت کا نہ پایا جائے ، یا اس مدت کے درمیان موجود رہے لیکن مدت پوری ہونے سے قبل سلسلہ منقطع ہو جائے تو اس پوری یا بعض مدت میں جیسی کہ صورت ہو ، یہ منفعۃ اس خیری جہت کے لئے متصور ہوگی جس کا نفع عام ہوگا ۔

دفعہ ۵۳ - جس شئی کی منفعۃ کی وصیت کی گئی ہو ، اگر اس عین شئے سے اس کی منفعۃ کا حصول بھی ہو سکتا ہو اور اس کی آمدنی کے ذریعہ بھی استفادہ کیا جاسکتا ہو ، تو اس صورت میں وصی لہ کو مذکورہ استفادہ کا حق حاصل ہوگا ، اگرچہ یہ وصیت کے طریقے کے خلاف ہی نظر آتا ہو ، مگر یہ لازم ہوگا کہ عین شئی کو کسی قسم کا نقصان نہ پہنچتا ہو ۔

دفعہ ۵۴ - جب کہ آمدنی کی یا درختوں کے پھلوں کی وصیت کی گئی ہو ، تو وصی لہ کو اس آمدنی یا پھلوں کا استحقاق بھی ہوگا جو وصی کی موت کے وقت موجود ہوں ، اور ان کا بھی جو اس کے بعد آئندہ حاصل ہوں ، جب تک کے اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو ۔

دفعہ ۵۶ - جب وصیت وصی لہ کے لئے کسی معین شئی کے فروخت کردینے کی کسی مخصوص قیمت پر کی گئی ہو یا اس کو ایک خاص مدت تک ایک مخصوص کرائے کی رقم پر کرایہ پر دینے کی کی گئی ہو اور (اول حالت میں) قیمت اور (دوسری حالت میں) کرایے کی معینہ رقم مثلی (قیمت یا کرائے) سے بہت کم ہو (یعنی زیادہ نقصان کے ساتھ ہو) تو ایک تھائی مقدار کا اندازہ برقرار رکھا جائے گا یا معمولی سی رعایت ہو تو وصیت نافذ ہوگی ۔

زیادہ کمی کی صورت میں اگر کمی کی مقدار ایک تھائی کے درجہ میں نہ آسکتی ہو تو زیادتی ورنہ کی رضامندی پر ساقوف رہے گی ، اگر اجازت دے دیں تو وصیت نافذ ہو جائے گی ورنہ وصیت نافذ نہ ہو سکے گی ، الا یہ کہ وصی لہ زیادتی کو (ورنہ کے حق میں) چھوڑ دے ۔

دفعہ ۵۷ - آمدنی پیداوار سے ، آمدنی اور پھلوں کی تقسیم سے وصی لہ اور ورنہ ، وصی کے درمیان استفادہ کیا جاسکے گا اور ہر فریق کو اپنے مخصوص حصہ

باعتبار امان و مکان کے اپنی باری، یا عین شئی اگر قابل تقسیم ہو تو اس کی تقسیم کے بعد اپنے حصہ سے استفادہ کا حق حاصل ہوگا۔

دفعہ ۵۸۔ اگر ایک معین شخص کے لئے کسی شئی کی منفعت کی وصیت کی گئی ہو، اور دوسرے شخص کے لئے اسی عین شئی کی ذات کی، تو شئی موصیٰ بہ کے حالات کی اصلاح و درستی اور جو کچھ منفعت کے استفادے سے متعلق اخراجات ہوں گے وہ اس موصیٰ لہ پر عائد ہوں گے جس کے حق میں منفعت کی وصیت کی گئی ہو۔

دفعہ ۵۹۔ حسب ذیل امور سے منفعت کی وصیت باطل ہو جائے گی۔

(۱) جب کہ منفعت کے حصول سے پہلے موصیٰ لہ کا انتقال ہو گیا ہو، خواہ کل منفعت سے یا بعض منفعت کے حصول سے۔

(۲) جبکہ موصیٰ لہ نے اس شئی کو جس کی منفعت کی وصیت کی گئی تھی خرید لیا ہو۔

(۳) جب کہ موصیٰ لہ نے موصیٰ کے ورثاء کے حق میں، بعض یا بلا عوض اپنا حق ساقط کر دینا منظور کر لیا ہو۔

(۴) جب کہ شئی موصیٰ بہ پر کسی نے اپنا حق ثابت کر دیا ہو یا کسی کا حق ثابت ہو گیا ہو۔

دفعہ ۶۰۔ موصیٰ کے ورثاء کو شئی موصیٰ بہ میں اپنا حصہ بغیر اجازت موصیٰ لہ بالمنفعت کے، فروخت کر دینے کا حق حاصل ہوگا۔

دفعہ ۶۱۔ جب کہ کسی معینہ شئی کی منفعت کی وصیت ابدی صورت پر ہو یا تاحیات موصیٰ لہ ہو یا مطلق ہو، تو موصیٰ لہ اپنی تاحیات اس منفعت کو حاصل کر سکے گا، بشرطے کہ اس منفعت کے حصول کا حق موصیٰ کی موت کے بعد ۳۲ سال کے اندر پیدا ہوا ہو۔

دفعہ ۶۲۔ جب کہ وصیت کسی شئی کے کل یا بعض منافع کی ابدی یا مطلقہ (بلا قید وقت) موصیٰ لہ کی تاحیات کی گئی ہو، یا دس سال سے زیادہ کی

مدت مقرر کی گئی ہو تو (ترکہ کی ایک تہائی کا اندازہ قائم کرنے کے لئے) عین موسیٰ بہ کی قیمت کا تعین کر کے ایک تہائی کا اندازہ کیا جائے گا۔

اور اگر مدت دس سال سے زائد مقرر نہیں، تو اس حالت میں وصیت کے دوران مدت میں موسیٰ بہ کی منفعت کی قیمت کا اندازہ کیا جائے گا۔

دفعہ ۶۳ - جب کہ حقوق میں سے کسی حق کی وصیت کی گئی ہو تو (ترکہ کی تہائی کے اندازے کے لئے) اولاً اس حق کی قیمت مع منفعت کے دیکھنا ہوگی اور بعدہ اس حق کی اس منفعت کے بغیر قیمت کا اندازہ کرنا ہوگا۔ (۱۰۰)

شام کا قانون :

دفعہ ۲۳۶ (۱) - کسی منفعت کی وصیت کے لئے اگر کوئی ایسی مدت مقرر کی گئی ہو جس کی ابتداء و انتہاء معین ہو تو موسیٰ بہ اس مقررہ مدت تک منفعت کا مستحق ہوگا یہ کل مدت اگر موسیٰ بہ کی حیات میں ختم ہو تو وصیت باطل ہو جائے گی اور اگر مدت کا کچھ حصہ گذرا ہو تو بقیہ حصہ میں انتفاع کا حق رہے گا۔

(۲) جب کہ مدت مقرر ہو لیکن اس کی ابتداء کی صراحت نہ کی گئی ہو تو موسیٰ بہ کی وفات کے وقت سے مدت کی ابتدا ہوگی مگر دفعہ ۲۳۷ کی متابعت لازمی ہوگی۔

دفعہ ۲۳۷ (۱) - اگر وراثہ میں سے کوئی فرد موسیٰ بہ کو شئی کی اس منفعت کے حاصل کرنے سے روک دے، جس کی وصیت کی گئی ہو تو وہ وارث اس منفعت کا تاوان ادا کریگا۔

(۲) جب وراثہ کی جانب سے منفعت کے حصول میں رکاوٹ پیدا کی جائے تو موسیٰ بہ کو اختیار ہوگا کہ یا تو وہ کسی دوسرے وقت میں منفعت حاصل کرنے پر اظہار رضامندی کر دے یا یہ کہ منفعت کا معاوضہ لے لے۔

جب کہ موسیٰ بہ کی جانب سے یا کسی دیگر جبری عذر کی وجہ سے حصول

(۵۰) قانون الوصیت، مصر ۱۹۴۶ ع، فصل تیسری، منافع کی وصیت۔

منفعت کا مانع پیدا ہو کر موصیٰ لہ اور انتفاع کے درمیان حائل ہو گیا ہو تو زوال مانع کے بعد سے موصیٰ لہ کے حق میں اسی قدر جدید مدت کا تعین کر دیا جائے گا۔

دفعہ ۲۳۸ - جس شئی کی منفعت کی وصیت کی گئی ہو اگر وہ شئی انتفاع اور آمدنی دونوں کا ذریعہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہو تو موصیٰ لہ کو دو میں سے کسی ایک کے حاصل کرنے کا حق حاصل ہوگا، خواہ منفعت سے استفادہ کرے یا کرایہ پر دے کر معاوضہ حاصل کر لے لیکن یہ شرط ہوگی کہ شئی کی ذات کو نقصان نہ پہنچتا ہو۔

دفعہ ۲۳۹ - جب کہ درخت کے پھلوں کی وصیت کی گئی ہو تو موصیٰ لہ کا حق ان تمام پھلوں سے متعلق ہوگا جو موصیٰ کی موت کے وقت موجود ہوں یا اس کے بعد پیدا ہوں، جب کہ اس کے خلاف کوئی قرینہ موجود نہ ہو۔

دفعہ ۲۵۰ - جب کہ منفعت کے ایک حصہ کی وصیت کی گئی ہو تو حصہ موصیٰ بہ سے استفادہ یا تو بصورت تقسیم آمدنی یا پھل ہوگا جو موصیٰ لہ اور موصیٰ کے ورثاء کے درمیان بحصہ رسدی تقسیم کئے جائیں گے یا زمان و مکان کے اعتبار سے نوبت بنوٹ استفادہ کی صورت اختیار کی جائے گی، اگر عین شئی قابل تقسیم ہے اور تقسیم سے ضرر لاحق ہونے کا اندیشہ نہیں ہے تو بذریعہ تقسیم استفادہ کا حق ہوگا۔ اختلاف کی صورت میں محکمہ مجاز کو مذکورہ طریقوں سے کسی ایک طریقہ کے اختیار کرنے کی اجازت کا حق دینے کا حق حاصل ہوگا۔

دفعہ ۲۵۱ (۱) - جس صورت میں منفعت کی وصیت ایک کے حق میں ہو اور عین شئی کی وصیت دوسرے کے حق میں ہو تو دونوں وصیتیں صحیح ہوں گی اور عین شئی کے حقوق کی ادائیگی اور انتفاعی نفقات موصیٰ لہ بالمنفعت کے ذمہ ہوں گے (یعنی جس کے حق میں منفعت کی وصیت کی گئی ہو)۔

(۲) جس شئی کی منفعت کی وصیت کی گئی ہو ورثاء کو اس عین شئی کی بیع کا بغیر اجازت موصیٰ لہ بالمنفعت حق حاصل ہوگا۔

دفعہ ۲۵۲ - بحالات ذیل منفعت کی وصیت ساقط متصور ہوگی :

(الف) جب کہ منفعت کے کل یا بعض استفادہ سے قبل موسیٰ لہ کا انتقال ہو جائے۔

(ب) جب کہ موسیٰ لہ بالمنفعت اس شئی کی ذات کا خود مالک ہو جائے۔

(ج) جب کہ موسیٰ لہ موسیٰ کے ورثاء کے حق میں بلا عوض یا بعوض دست بردار ہو جائے۔

(د) جب کہ شئی پر کسی کا حق ثابت ہو جائے۔

دفعہ ۲۵۳ - نافع اور حقوق کی وصیت کی صورت میں ایک تہائی ترکہ کے اندازہ کرنے کا طریقہ حسب ذیل ہوگا۔

(الف) جب کہ منافع کی وصیت دائمی ، یا مطلقہ ، یا تاحیات موسیٰ لہ ہو یا دس سال سے زائد کے تقرر کے ساتھ ہو ، شئی کے کل منافع کی وصیت کی صورت میں ، منافع کو عین شئی کی قیمت کے مساوی تصور کیا جائے گا۔ اور منفعت کے کسی ایک حصہ ' وصیت کی صورت میں عین شئی کی قیمت کے حصہ کا مقابلہ ملحوظ ہوگا۔

(ب) اور جب دس سال سے کم مدت حصول منافع کی ہو تو اس مدت منفعت کی جو قیمت ہو اس کا اعتبار ہوگا۔

(ج) جب کہ حقوق میں سے کسی حق کی وصیت ہو تو تقسیم میں عین شئی مع حق موسیٰ بہ کی قیمت اور عین شئی بغیر حق موسیٰ بہ کی قیمت کا فرق معلوم کر کے اندازہ کیا جائے گا۔ ۵۱

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۸۲ - منافع کی وصیت محض اول طبقہ کی حد تک نافذ ہوسکے گی اور اس طبقہ کے اختتام پر منفعت موسیٰ کے ورثاء کا حق ہوجائے گی۔

(۵۱) قانون الوصیت شام، تیسری فصل، منافع کی وصیت۔

دفعہ ۱۸۹ - کسی شئی معین کی منفعت کی وصیت اس مدت تک نافذ رہے گی جو اس کے لئے مقرر کی گئی ہو اور بصورت عدم تعین مدت موصیٰ لہ کو تا حیات خود انتفاع کا حق حاصل ہوگا بشرطیکہ وصیت میں اس کے خلاف کوئی امر موجود نہ ہو۔ ۵۲

۲۲۹ - ترکہ کی آمدنی سے وظیفہ دینے جانے کی وصیت جائز ہوگی۔

وظیفہ کی وصیت

تشریح

وصیت کبھی تو عین شے سے متعلق ہوتی ہے مثلاً فلاں باغ، فلاں شخص کو دے دیا جائے۔ کبھی شے کی منفعت سے متعلق ہوتی ہے مثلاً فلاں باغ کی پیداوار فلاں شخص کا حق ہوگی اور کبھی آمدنی سے وظیفہ دئے جانے کی وصیت کی جاتی ہے کہ فلاں باغ سے جو آمدنی ہو اس میں سے اس قدر رقم بطور وظیفہ موصیٰ لہ کو ادا کی جاتی رہے۔ آمدنی سے وظیفہ دینے جانے کی صورت میں کبھی تو وہ آمدنی ایک معین شے سے وابستہ ہوتی ہے اور کبھی کسی معین شے کا ذکر نہیں ہوتا بلکہ اسے آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں کتب فقہ میں جو احکام پائے جاتے ہیں وہ زیادہ تر جزئیات پر مشتمل ہیں اختصار کی خاطر اس موضوع سے متعلق رائج الوقت مصری قانون کا اقتباس درج ذیل ہے۔ اس قسم کی وصیت کو اصطلاحاً ”وصیت مرتبہ“ کہا جاتا ہے۔

مصری قانون :

دفعہ ۴۴ - اصل مال (ترکے سے) نقد رقم دئے جانے کی ایک معین مدت تک وصیت صحیح ہوگی، اور موصیٰ کے مال سے آمدنی کا اتنا حصہ محفوظ رکھا جائے گا جس سے یہ مقررہ وظیفہ دیا جاسکے، بشرطیکہ ورثہ کو ضرر لاحق نہ ہو۔

جس صورت میں کہ وہ مقدار جو وصیت کے لئے محفوظ کی گئی ہے کل آمدنی کی ایک تہائی سے زائد ہو اور ورثہ زیادتی کے (محفوظ کرنے کے حق میں

نہ ہوں تو ایک تہائی کی حد تک محفوظ رکھا جائے گا ، اور اس ایک تہائی اور (آئندہ) آمدنی سے ایک تہائی کی حد تک وصیت اس وقت تک نافذ کی جاتی رہے گی جب تک موسیٰ لہ حیات رہے ، یا مقرر کردہ مدت ختم ہو ، یا موسیٰ لہ وفات پا جائے ۔

دفعہ ۶۵ - جب کہ ترکے کی آمدنی سے وظیفہ مقرر کیا گیا ہو یا ترکے کی کسی معین شئی کی آمدنی سے وظیفہ مقرر کیا گیا ہو اور جو مدت وظیفہ کی معین کی گئی ہو اس میں کبھی موسیٰ بہ نے اس وظیفے کو برداشت کیا اور کبھی نہ کیا ہو ، اور دونوں حالتوں میں (موسیٰ بہ) کی قیمت کا درجانی اندازہ موسیٰ بہ وظیفہ کی مقدار کے مطابق رہا ہو ۔ اگر یہ اندازہ آمدنی کی ایک تہائی کے درجہ کا ہے تو وصیت نافذ کی جائے گی ، اور اگر زائد ہو ، اور وراثہ زائد کی اجازت نہ دیں تو ایک تہائی کی حد تک وصیت کا نفاذ ہوگا ، اور وظیفہ سے زائد مقدار اور ترکہ کی دوسری آمدنی یا عین شئی موسیٰ بہ وراثہ کا حق ہوگی۔

دفعہ ۶۶ - جب کسی معین موسیٰ لہ کے حق میں وظیفہ مقرر ہونے کی اصل مال سے یا آمدنی سے مطلق یا مقید یا تاحیات موسیٰ لہ وصیت کی گئی ہو تو اطباء زمانہ سے حیات موسیٰ لہ کے سلسلہ میں رجوع کیا جائے گا ۔ ان کے اندازے کے بموجب اصل مال سے یا اس کی آمدنی سے جیسی کہ صورت ہو وظیفہ موسیٰ بہ دفعہ ۶۴ کے بیان کردہ طریقے پر اس اندازہ کے مطابق محفوظ کر لیا جائے گا جس سے مقررہ وظیفہ جاری کیا جاسکتا ہو ، اور آمدنی کی وصیت کی صورت میں دفعہ ۶۵ کے بموجب عمل ہوگا ۔

اگر موسیٰ لہ اطباء کی مقرر کردہ مدت سے قبل فوت ہو جائے تو وصیت کا باقی ماندہ مال موسیٰ لہ کے وراثہ کا حق ہوگا ، یا اس شخص کا جس کے لئے موسیٰ لہ اول کے بعد وصیت کی گئی ہو ، لیکن اگر وصیت کے لئے حصہ محفوظ ختم ہو گیا ہو ، یا موسیٰ لہ اطباء کی مقررہ مدت سے زیادہ زندہ رہا ، تو اب موسیٰ لہ کو وراثہ سے لینے کا حق حاصل نہ ہوگا ۔

دفعہ ۶۷ - اگر ترکے کی محفوظ شدہ آمدنی کا حصہ مقررہ وظیفہ کی مقدار کے لئے ناکافی ہو تو اصل مال سے مقررہ مقدار کو پورا کرنے کے لئے کچھ مال

یا کوئی شئی فروخت کر کے مقررہ وظیفہ قابل ادائیگی ہوگا اور اگر فروخت شدہ شئی کی قیمت زائد ہوگی تو یہ وراثہ کا حق قرار پائے گی۔

اور مقررہ وظیفہ (موصی بہ) سے زائد آمدنی میں محفوظ رہے گا، تاوقتیکہ انتفاع کی مدت پوری ہو۔ جب کہ کسی سال میں ترکہ میں آمدنی اتنی حاصل نہ ہو جو مقررہ وظیفہ کو پورا کرسکے تو اس زائد آمدنی سے اس مقررہ وظیفہ کو پورا کیا جائے گا۔ یہ اس صورت میں ہوگا جب کہ موصی کے ترکے سے کسی معین شے کی آمدنی کی وصیت ہو۔

اور جب وصیت میں یہ امر منصوص ہو کہ مقررہ وظیفہ سالانہ دیا جانا کرے، یا اس امر پر کوئی قرینہ موجود ہو تو سالانہ آمدنی میں جتنی مقدار زائد (از وصیت) ہوگی وہ موصی کے وراثہ کا حق ہوگی۔

دفعہ ۶۸ - جب وصیت میں کسی ایسی جہت کے لئے وظیفہ مقرر کیا گیا ہو جو دائمی ہو، یا مطلقہ ہو، تو موصی کے مال سے اتنی مقدار جو اس مقررہ وظیفہ کو کفایت کرتی ہو محفوظ کرلی جائے گی، لیکن یہ مقدار ایک تہائی سے زائد نہ ہوگی، الا یہ کہ وراثہ اجازت دے دیں۔

اگر مقرر شدہ حصہ کی آمدنی اس مقدار سے زائد ہو جو اس جہت کے لئے مقرر کی گئی تھی، تو یہ زیادتی اسی جہت میں صرف ہوگی، اور اگر اس مقدار سے کم حاصل ہوئی تو یہ جہت (موصی لہا) اپنی مقدار کی تکمیل میں وراثہ کی جانب رجوع نہ کرسکے گی (جب کہ کسی معین جائداد یا اسی قسم کی آمدنی سے دیے جانے کی وصیت کی گئی ہو)۔

دفعہ ۶۹ - دفعات ۶۳ تا ۶۷ کے بیان کردہ احکام کو پیش نظر رکھتے ہوئے موصی کے وراثہ کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ محفوظ حصہ یا مقررہ مقدار کو وصیت کے نفاذ کے لئے اپنے اختیار و قبضہ میں رکھیں یا اس میں تصرف کریں بشرطیکہ ایسی جہت میں ودیعت ہو جس پر موصی لہ نے رضامندی کا اظہار کردیا ہو یا حاکم نے تمام نقد مقررہ وظائف کی تعیین کردی ہو، یا نقد رقم کو تنفیذ وصیت کے لئے حاکم نے مخصوص کردیا ہو، اب موصی لہ کی وفات

کے بعد رقم مذکور کے ختم ہونے سے قبل جو باقی رہے گا ، موسیٰ کے ورثاء کو دے دیا جائے گا۔

اور ودیعت یا حاکم کے مخصوص کردینے کے بعد (باقی) ترکے سے موسیٰ لہ کا حق متعلق نہ رہے گا۔

دفعہ ۷۰۔ - جب کہ موسیٰ لہم کے دو طبقے ہوں اور موسیٰ کی موت کے وقت ان دو طبقوں سے کوئی یا چند افراد موجود نہ ہوں تو مقررہ وظیفہ کی وصیت اصل ترکے سے یا اس کی آمدنی سے ان غیر موجود موسیٰ لہم کے حق میں صحیح نہ ہوگی ، اور جو موجود ہوں ان کی حیات کا اندزہ کرنے میں اطباء کا قول ملحوظ ہوگا۔ ان کے درمیان وصیت کے نفاذ میں معین موسیٰ لہم کے حق میں بیان کردہ احکام کی رعایت کی جائے گی۔ ۵۳

۲۳۰۔ کسی ایسی شے کی وصیت جو بوقت وصیت موجود نہ ہو مگر بوقت مرگ موسیٰ وجود میں آ چکی ہو جائز ہوگی۔

تشریح

شے معدوم کی وصیت کے مسئلہ میں ائمہ اربعہ اور فقہاء امامیہ میں فی الجملہ اتفاق پایا جاتا ہے کہ ایک ایسی شے کی وصیت جو وصیت کے وقت موجود نہ ہو مگر موسیٰ کے انتقال کے وقت موجود ہو ، جائز ہوگی۔

حنفیہ :

احناف نے ایسی اشیاء کی وصیت کو جن کا وجود نہ ہو یا نہ رہے حسب ذیل طریقہ پر تقسیم کیا ہے :

- ۱۔ وہ اشیاء جن کا وصیت کے وقت وجود ہو لیکن موت کے وقت نہ ہو۔
- ۲۔ وہ اشیاء جن کا وصیت کے وقت وجود نہ ہو مگر وصیت کے بعد موت کے وقت وجود میں آجائیں۔

(۵۳) قانون الوصیت، معر، چوتھی فصل، آمدنی سے وظیفہ دئے جانے کی وصیت (وصیت مرتبہ)۔

جو اشیاء وصیت کے وقت تو موجود ہوں لیکن موصی کی موت کے وقت معدوم ہوجائیں ان کی وصیت اسی وقت قائم رہے گی جب کہ وہ موصی کی موت کے بعد دوبارہ موجود ہوجائیں۔ معدوم رہنے کی صورت میں ان کی وصیت باطل ہو جائے گی۔

ان اشیاء کی وصیت جن کا وجود وصیت کے وقت نہ تھا مگر بعد از وصیت پیدا ہوں جیسے کسی جانور کا بچہ ، ان کی وصیت استحساناً صحیح ہوگی ، اور جب وجود میں آئیں گی تو وصیت کا مال متصور ہوں گی۔ لیکن باغ کے درختوں کے وہ پھل جو موصی کی موت کے بعد درختوں میں پیدا ہوں یا موجود ہوں ، اس صورت میں وصیت میں داخل ہوں گے جب کہ موصی نے ان کے بارے میں ہمیشہ کے لئے صراحت کردی ہو۔ یہ قیاس کا مقتضی ہے۔ لیکن استحساناً اگر ابدی ہونے کی صراحت نہ بھی کی ہو تب بھی سابق حکم ہی ہوگا۔ یہی قول معمول بہ رہا ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے دوسرے کے لئے اپنے باغ کی وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد میرا باغ فلاں شخص کو دیا جائے اور باغ وصیت کے وقت موجود نہ تھا بلکہ اس کے بعد خریدا گیا اور پھر موصی فوت ہو گیا تو باغ کی وصیت صحیح ہوگی۔ اور اگر صورت مذکورہ ہی میں باغ کی آمدنی کی وصیت کی ہو تو بقول امام سرخسی وصیت صحیح نہ ہوگی لیکن امام کرخی رحمہ اللہ علیہ کے قول کے مطابق صحیح ہوگی کیونکہ وصیت میں مال موصی بہ وہ ہوتا ہے جو موصی کی موت کے بعد موجود ہو اور مذکورہ صورت میں باغ موجود ہے اور اس کی آمدنی حاصل ہوسکتی ہے۔ یہی قول صحیح ہے۔ ۵۴

ائمہ ثلاثہ کا نقطہ نظر :

امام شافعی ، مالک اور احمد ابن حنبل معدوم ممکن الوجود اشیاء یا ان کے منافع کی وصیت کے مسئلے میں حنفیہ سے متفق ہیں۔ ۵۵

(۵۴) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۵۵-۵۴

(۵۵) المسدب، الفيروز آبادی الشیرازی، ج ۱، ص ۳۵۹ (فقہ شافعی)

المدونة الكبرى امام سحنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۶۶ (فقہ مالکی)

الافتاح، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۶۷-۶۶

وصیت کی صحت میں موصی بہ کا سکنا ہونا شرط ہے لیکن جو چیز ممکن الوجود ہو اگرچہ موجود نہ ہو لیکن اس کے سپرد کرنے پر قدرت حاصل ہو، اس کی وصیت صحیح ہوگی، جیسا کہ ہوا میں اڑنے والا پرندہ، رحم میں قرار پایا ہوا حمل، جانور کے تھنوں میں دودھ، یا ایسی معدوم شے جس کے وجود کی امید ہو، درخت جب پھل لائیں ان کے پھلون کی وصیت، خواہ ابدی طور پر کی گئی ہو یا کسی وقت معینہ تک کے اٹنے کی گئی ہو۔ جب یہ اشیا وجود میں آئیں گی موصی لہ کا حق ہوں گی، بصورت دیگر وصیت باطل ہو جائے گی۔ ۵۶

موصی کے ہرمال (موجود و معدوم) وغیرہ میں جو بعد کو حاصل ہو، وصیت نافذ ہوگی، مثلاً ایک شخص نے اپنے تہائی مال کی وصیت کی اور اس کے بعد مال کی مقدار میں مزید اضافہ ہو گیا، یا جال لگایا تھا وصیت کے بعد اس میں شکار آہنسا یہ وصیت کے مال میں شامل ہوگا۔ ۵۷

امامیہ :

امامیہ حضرات اس مسئلے میں فقہاء اہل سنت سے متفق ہیں۔ ۵۸

ظاہریہ :

ظاہریہ منافع کی وصیت کو جائز نہیں سمجھتے چنانچہ نفقہ دینے یا مکان کی سکونت کی وصیت کرنا ان کے نزدیک باطل ہے۔ اس سے اس مسئلے کا استخراج بھی ہوتا ہے کہ جو چیز وصیت کے وقت موجود نہ ہو بلکہ موصی کی موت کے بعد وجود میں آئے ان کے نزدیک اس کی وصیت صحیح نہ ہوگی۔ اسی طرح ان کے نزدیک آئندہ جو کچھ باغ میں پیدا ہوگا یا مکان کا کرایہ آئے گا نیز جو اسور اس کے مشابہ ہوں ان کی وصیت صحیح نہیں ہوگی۔ ۵۹

۲۳۱ - موصی کا اپنے کسی عضو کی کسی معین انسان یا ادارہ کے حق میں بغرض التفاع (مثلاً پیولڈ کاری کی غرض سے) وصیت کرنا جائز نہ ہوگا۔

اعضاء انسانی کی وصیت

(۵۶) الاتعاق، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۶۴

المحرر، مجد الدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۸۶

(۵۷) الاتعاق، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۶۷ اور ۷۰

(۵۸) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۱

(۵۹) المحلی، ابن حزم، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۳۹۳

تشریح

تاریخ عالم شاہد ہے کہ ہر نیا دور اپنے ساتھ زندگی کے نئے مسائل لے کر آتا ہے۔ ہمارا یہ صنعتی عہد بھی زندگی کے ہر گوشے میں نئے مسائل سے دوچار ہے۔ چنانچہ منجملہ دیگر جدید تحقیقات کے فن طب و جراثیم میں حیرت انگیز تحقیقات نے انسانی جسم و جان کی بقا و حفاظت کے سلسلے میں ترقی کرتے ہوئے نئے نئے طریقے ایجاد کئے ہیں۔ ان نو بہ نو ایجادات کے ساتھ ہی شریعت اسلامیہ کے احکام حلال و حرام کا مرتب ہونا ایک لابدی امر ہو گیا ہے۔ چنانچہ آج فن جراثیم ترقی کر کے اس مرحلہ میں داخل ہو چکا ہے کہ اگر کسی انسان کے جسم کا کوئی ظاہری یا اندرونی عضو ناکارہ ہو جائے اور اپنا قدرتی عمل انجام دینا چھوڑ دے تو کسی دوسرے انسان کے تازہ مردہ جسم سے اس جیسے عضو کو نکال کر پہلے شخص کے ناکارہ عضو کی جگہ لگا دیا جاتا ہے تاکہ یہ ایک زندہ انسان کی بقا و حیات کا ذریعہ بن سکے۔ اس صورت حال کی موجودگی میں کچھ افراد بنی نوع انسان سے ہمدردی اور حسن سلوک کی خاطر اپنے جسم سے بعد الموت نفع پہنچانے کے پیش نظر کسی متعلقہ ادارہ یا ہسپتال کے حق میں اپنے کسی عضو مثلاً آنکھیں یا دل وغیرہ کی وصیت کر جاتے ہیں کہ یہ عضو ان کی وفات کے بعد کسی ایسے شخص کے لئے جو اس کا ضرورت مند ہو اور اس کی صحت و حیات کا ذریعہ ہو، ان کے جسم سے علیحدہ کر کے اس ضرورت مند کے کام میں لے آیا جائے۔ چنانچہ اس شخص کی وفات کی ڈاکٹری تصدیق کے بعد اس عضو کو جس کی وصیت کی گئی ہے بیت کے جسم سے علیحدہ کر کے اور ضرورت مند مریض کے ناکارہ عضو کو نکال کر اس کی جگہ یہ عضو لگادیا جاتا ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موصی کا یہ فعل جائز ہو گا یا ناجائز، اور وصیت قابل نفاذ ہوگی یا نہیں؟ بالفاظ دیگر ایسی وصیت ایک امر جائز کی وصیت قرار پا کر صحیح ہوگی یا امر ناجائز کی وصیت کے درجہ میں باطل ہوگی؟ آیا انسانی اعضاء ایسے موصی بہ میں شامل تصور کئے جائیں گے جن کی وصیت شرعاً جائز و صحیح ہوتی ہے یا ایسے موصی بہ میں شمار ہوں گے جن کی وصیت ناجائز و باطل ہوتی ہے!

سطور بالا میں جو صورت بیان کی گئی ہے وہ ”ہبہ بالوصیت“ کی ہے۔ بحث کے ضمن میں بیع کی وہ صورت بھی آسکتی ہے جس میں شے بیعہ کا قبضہ و حوالگی کو کسی آئندہ زمانے یا کسی معین واقعہ کے وقوع پذیر ہونے پر مشروط و مقید کیا جا سکتا ہے جس میں ایک صورت ”بعدالموت“ ہے۔

انسانی اعضاء کی پیوند کاری کی صورت عام ہو جانے پر اس دور میں جس میں انسانیت مادیت کے چنگل میں بری طرح پھنسی ہوئی ہے یہ امر خارج از اسکان قرار نہیں دیا جا سکتا کہ درپردہ انسانی اعضاء کی خرید و فروخت شروع ہو جائے۔ ”خون“ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ بقائے حیات انسانی کے پر خلوص نظریہ کے تحت خون جمع کرنے کے کام کا آغاز کیا گیا۔ جگہ جگہ ”بلڈ بینک“ قائم ہوئے۔ آغاز کار میں لوگوں نے رضا کارانہ طور پر اپنا خون دیا، تاکہ مریضوں کے کام آسکے۔ لیکن آج یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ گزشتہ جنگ عظیم کے دوران نادار و مفلس اور بے کار نوجوانوں نے بیٹ کی آگ بجھانے کی خاطر بار بار اپنا خون بیچا تاکہ انہیں کھانے کے دو لقمے نصیب ہو سکیں، اور اب تو یہ ایک باقاعدہ کاروبار بن چکا ہے۔ اس مثال سے راقم کا مقصود صرف یہ ہے کہ انسانی اعضاء کی وصیت اور پیوند کاری کے مسئلے پر غور کرتے ہوئے ان کی خرید و فروخت کے اسکان کو نظروں سے اوجھل نہ ہونے دیا جائے۔ اب ہم اصل مسئلے کی طرف آتے ہیں۔

انسانی اعضاء کی وصیت :

انسانی اعضاء کے ”ہبہ بالوصیت“ کے مسئلہ کا جائزہ لینے کے لیے ذہن میں چند سوالات پیدا ہوتے ہیں :-

- (۱) یہ کہ انسان کائنات کی دیگر تمام اشیاء (مخلوقات) کے مقابلہ میں اپنے اعزاز و اکرام میں کیا درجہ رکھتا ہے ؟
- (۲) کیا شریعت اسلامیہ نے انسانی جسم و جان کو دیگر اشیاء کی مانند فطرتاً (خلقی طور پر) مال مقوم (قیمتی مال) قرار دیا ہے ؟
- (۳) کیا انسان اپنی ذات و نفس (جسم و جان) کا اسی طرح مالک ہے جس طرح کائنات کی دیگر اشیاء کا مالک ہوتا ہے اور اسی

طرح اپنی ذات میں تصرف کر سکتا ہے جس طرح اپنی مملوکہ اشیاء میں ؟

ان سوالات کے جواب کے لئے ہم ظاہری بینی ، قیاس آرائی اور خواہش کی غلامی کو ترک کر کے سب سے پہلے کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں گے ، تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ خود انسان کے پیدا کرنے والے نے بلحاظ حقیقت (نفس الامری) انسان کو کس مقام پر فائز کیا ہے۔

ہدایات قرآنی :

قرآن پاک میں کوئی ایسی آیت موجود نہیں ہے جو انسانی اعضاء کی وصیت یا کسی انسان (زندہ یا مردہ) کا کوئی عضو کسی دوسرے انسان کے لگانے جانے کے سلسلے میں نص ہو، لیکن انسان کی عظمت و تکریم کے سلسلے میں جو آیتیں قرآن پاک میں جگہ بہ جگہ ملتی ہیں ان کے پیش نظر انسان کی دیگر مخلوقات کے مقابلہ میں افضلیت اور اشرفیت واضح ہے جس سے انسان کے اعزاز و اکرام کا اندازہ بہ سانی لگایا جا سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے :-

- ۱ - ”و اذ قال ربک للملائکة انی جاعل فی الارض خلیفۃ“ (اور جس وقت آپ کے پروردگار نے ملائکہ سے فرمایا : میں زمین پر خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں) - ۶۰ اس آیت میں انسان کا اللہ کا نائب ہونا انسانی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ایک اور آیت میں ”یا داؤد انا جعلناک خلیفۃ فی الارض“ ، کہا گیا ہے۔ ۶۱ اللہ تعالیٰ نے اس خلافت و نیابت کو محض حضرت آدم ہی پر محدود نہیں فرمایا بلکہ آدم کی تمام ذریعات اس نیابت میں شامل ہے جیسا کہ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے۔
- ۲ - ”ولقد کرّمنا بنی آدم“ (اور تحقیق ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا کی - ۶۲

(۶۰) سورة البقرہ، آیت ۲

(۶۱) سورة ص آیت ۳۸

(۶۲) سورة بنی اسرائیل، آیت ۷۰

نیز ملاحظہ ہو ”لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم“ (سورة التین) ۴

۳ - ” وصورکم فاحسن صورکم “ (تم کو صورت بخشی تو بہترین صورت عطا کی ۔۔۔ انسان اللہ تعالیٰ کی بہترین صورت کشی ہے جس کی تعظیم و تکریم ملائکہ تک سے کرائی گئی۔ اس کی بقا احترام تا بقائے انسان اللہ تعالیٰ کو مقصود ہے۔

۴ - ” هوالذی خلق لکم ماوالارض جمیعاً، اللہ تعالیٰ کی وہ ذات ہے جس نے سب کا سب جو زمین میں ہے تمہارے لیے پیدا کیا ہے یعنی زمین کی تمام کائنات کو انسان کے لیے پیدا کیا ہے۔“

۵ - ” الم تر ان اللہ سخر لکم ماوالارض “ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ زمین میں ہے اس کو تمہارے لیے سسخر کر دیا ہے یعنی تمہارے تابع اور فرمانبردار بنا دیا ہے۔ ۶۵

۶ - اسی مضمون کو ایک اور جگہ یوں بیان فرمایا ہے ” وسخر لکم ماوالسموات وماوالارض جمیعاً منہ “، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب کا سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے لئے کام میں لگا دیا ہے۔ ۶۶

۷ - بالآخر اللہ تعالیٰ نے انسان کو مسجود ملائکہ بنا کر انسانی عظمت و فضیلت کی آخری سند عطا فرمادی ۔

مذکورہ بالا آیات کے مطالعہ سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات ارضی و سماوی کو انسان کے تابع و فرمانبردار قرار دیا ہے۔ چنانچہ ایک انسان، ماسوائے انسان کے، دیگر تمام انواع و جزئیات مخلوقات کا متصرف قرار پاتا ہے یعنی انسان کو تمام مخلوقات میں تصرف کا حق حاصل ہے۔ لیکن خود ایک انسان دوسرے انسان کا بلعاط حقیقت نفس الاسری متصرف نہیں۔ انسان کائنات کی دیگر اشیا کی ملکیت ذات و انتفاع کی

(۶۳) سورة التناہی، آیت ۳

(۶۴) سورة البقرة، آیت ۲۹

(۶۵) سورة الحج، آیت ۶۵

(۶۶) سورة جاثیہ، آیت ۱۳

صلاحیت رکھتا ہے لیکن خود انسان انسان کی ذات کی ملکیت کی صلاحیت نہیں رکھتا، ماسوائے انتفاع کی بعض صورتوں کے، جن کی شرع نے اجازت دی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں انسان خود اپنے جسم و جان اور اعضا و جوارح کا باین طور مالک نہیں کہ اس میں آزادانہ تصرف کر سکے۔ دراصل انسان کے جسم و جان کا حقیقی متصرف خود اللہ تعالیٰ ہے۔ (۶۷) یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے انسان کو تخلیقی اعتبار سے مال غیر متقوم قرار دیا ہے۔ چنانچہ امام سرخسی نے المبسوط میں لکھا ہے۔ کہ ”ایک آزاد شخص (حر) کو فروخت نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ عقد بیع میں کسی شے کے داخل ہونے کی بنیاد اس شے کا مال متقوم ہونا ہے اور ایک آزاد انسان میں یہ امر موجود نہیں ہے۔“ (۶۸) امام محمد الشیبانی نے السیر الکبیر میں فرمایا ہے کہ ”اس سے ہم یہ حکم مستنبط کرتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان (کسی غیر مسلم کے ہاتھوں) گرفتار ہو جائے تو وہ اپنی حالت (اصلی) پر آزاد ہی رہے گا اور جو کوئی شخص اس کو دشمن سے خریدے گا، اس کا مالک نہیں ہو سکتا، پس اس سے کیوں کر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔“ (۶۸ الف) لہذا جس طرح ایک انسان اپنی زندگی میں اپنے جسم و جان پر آزادانہ تصرف کا حق نہ رکھتا تھا اسی طرح یہ حق بھی نہیں رکھتا کہ اپنے مرنے کے بعد کسی دوسرے کو اپنے جسم یا اس کے کسی جزو پر تصرف کا حق دے جائے بالخصوص جبکہ وہ خود بھی اپنے جسم و اعضا جسم سے لا تعلق ہو چکا ہو۔

رہا بنی نوع انسان کو فیض پہنچانے کا خیال، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کے لئے اپنے جسم و جان میں تصرف کرنا حرام

(۶۷) البتہ بعض صورتوں میں جب کہ انسان خدا کی الوہیت اور وحدانیت پر یقین رکھنے والوں کے ساتھ باین طور مقابلہ و مجادلہ کرتا ہے کہ اہل حق کی جان و مال اور ان کے اہل و عیال کی ہلاکت و تباہی کے درپے ہوتا ہے تو حکم خداوندی کے بموجب بطور سزا مرتبہ خلافت سے معزول ہو کر غلامانہ حیثیت میں کائنات کی ان اشیاء میں داخل ہو جاتا ہے جو مال متقوم میں داخل ہوں، لیکن یہ تصرف بہ حکم خداوندی ہوتا ہے جب کہ انسان بحیثیت نائب کے انجام دیتا ہے۔ چنانچہ جب بھی انسان سے مذکورہ علت کا ازالہ ہوگا اپنے فطری مرتبہ کی طرف رجوع کر جائے گا۔ (مؤلف)۔

(۶۸) المبسوط، امام سرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۱۳، ص ۲

(۶۸ الف) شرح السیر الکبیر، محمد بن جہل السرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۰۵

قرار دیا ہے اور یہ حرمت مطلق ہے۔ انسان کی اپنی نیت اس حرام کو حلال میں تبدیل نہیں کر سکتی۔ بطور مثال خمر (شراب) کی خرید و فروخت حرام ہے۔ اب اگر کوئی شخص اس غرض سے خمر کی تجارت کرے کہ اس سے جو نفع حاصل ہوگا اسے مسلم فقراء و مساکین پر صرف کرے گا تو اس کی اس غرض یا نیت سے وہ کاروبار حلال نہ ہوگا، یا اسی نیت کے تحت سود کا این دین یا رشوت لینا اس کو حرام سے حلال کے درجہ میں نہیں لا سکتا۔

احادیث نبوی :

انسانی جسم و جان کی عظمت اور حق و تصرف کے سلسلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے متعدد احادیث مروی ہیں جن سے اس مسئلہ کے استخراج میں مدد لی جا سکتی ہے۔

یہ اسر تمام ادیان و مذاہب میں مسلم ہے کہ خود کشی حرام ہے۔ یعنی ایک انسان کو ہرگز یہ حق نہیں کہ وہ اپنی جان کا خود خاتمہ کر دے۔ اسلام خود کشی کے معاملہ میں نہایت سخت گیر واقع ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا ارشاد ہے کہ ”جس شخص نے پہاڑی کی بلندی سے اپنے آپ کو گرا کر جان دی وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ پہاڑ کی بلندی سے گرا کر اپنی جان دیتا رہے گا اور جس نے زہر کھا کر جان دی وہ جہنم کی آگ میں دائمی طور پر اپنے ہاتھ میں زہر کا پیالہ لئے زہر پیتا رہے گا اور جس نے ٹوٹے کے کسی ہتیار کو استعمال کر کے جان دی وہ دائماً جہنم کی آگ میں اسی ہتیار سے اپنی جان دیتا رہے گا۔ (۲۶۸)

ایک دوسری روایت میں منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ” ایک شخص زخمی ہو گیا تھا۔ (زخموں کی تاب نہ لا کر) اس نے اپنے آپ کو قتل کر دیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ” میرے بندے نے

(۲۶۸) تفسیر الخازن، علامہ علامہ الدین بن علی المشہور بہ الخازن (م ۵۷۲ھ) مطبوعہ مصر

سیرے مقابلے میں جان دینے کی جلدی کی لہذا میں نے اس پر جنت کو حرام کر دیا۔ (۶۹)

چنانچہ جب انسان کے لیے زندگی میں اپنے جسم و جان سے غیر مشروع طور پر تصرف جائز نہیں تو مرنے کے بعد کے وقت کی طرف نسبت کر کے کسی کو اس میں تصرف کا اختیار دینا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔

عبد اللہ بن یزید سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مثلہ یعنی انسانی میت کی قطع و برید (ناک کان وغیرہ کاٹنے) سے منع فرمایا ہے۔ (۷۰)

اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ انسان کا احترام جس طرح زندگی میں مطلوب ہے اسی طرح موت کے بعد بھی اس کے احترام کو باقی رکھا جائے۔ لہذا یہ امر جائز نہیں ہے کہ مرنے کے بعد اس کے جسم کا کوئی حصہ قطع کیا جائے جس سے اس کی ہیبت کا فساد لازم آتا ہو۔

مرقات شرح مشکوٰۃ میں ابن ابی شیبہ سے بروایت عبداللہ ابن مسعود نصاً وارد ہوا ہے کہ مومن کو اس کی موت کے بعد اذیت دینا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کو اس کی زندگی میں اذیت دی جائے۔ (۷۰ الف) حتیٰ کہ کتب احادیث میں قبروں کا احترام کرنے کے بارے میں جو روایتیں مذکور ہیں وہ خود احترام کی واضح دلیل ہیں۔

اسی بناء پر حضور صلعم السلام نے انسانی میت کے ہاتھ 'پاؤں، ناک، کان وغیرہ کاٹنے کی سخت معانعت فرمائی ہے اور یہ حکم بلا تخصیص مذہب و

(۶۹) "عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من تردی من جبل فقتل نفسه فهو فی نار جہنم یرتدی فیہا خالدًا مخلدًا فیہا ابدًا و من تحسی سماً فقتل نفسه فسمہ فی بدہ بتحساہ

فی نار جہنم خالدًا مخلدًا فیہا ابدًا و من قتل نفسه بعدیدۃ فعدیدہ تہ فی بدہ بتوجاہہ

بہا فی بطنہ فی نار جہنم خالدًا مخلدًا فیہا ابدًا۔"

"عن جندب عن رسول اللہ (صلعم) کان یرجل جراح فقتل نفسه فقال تبارک و تعالیٰ

بدرنی عیدی بنفسہ حرمت علیہ الجنة تفسیر خازن، ج ۱، ص ۵۱۳

(۷۰) ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نہی عن النهیۃ والمثلۃ" مشکوٰۃ مطبوعہ کارخانہ تجارت کتب

کراچی، ص ۲۵۵

(۷۰ الف) "اذی المومن فی موته کذاہ فی حیاتہ"، مشکوٰۃ محمولہ بالا باب دفن العیت ص ۱۲۹، حاشیہ

۹، بحوالہ مرقات

ملت تمام انسانوں کے لیے ہے۔ (۷۰ ب) ایک حدیث میں میت کا احترام کرنے پر حضور علیہ الصلوٰۃ نے زور دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ مردہ جسم کے ساتھ اپنی دلہنوں کی طرح معاملہ کرو۔ (۷۱) ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ میت کی ہڈی کا توڑنا زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے کی مانند ہے۔ (۷۲) ان احادیث کے ذریعہ میت کا احترام کرنے کی ہدایات واضح طور پر موجود ہیں۔

فقہاء کرام کی آراء :

اس مسئلہ میں فقہاء کرام نے بھی اپنے زمانہ میں پیش آنے والی صورتوں کے پیش نظر اظہار خیال کیا ہے۔ اگرچہ یہ آراء مردہ اعضا کی وصیت سے متعلق نہیں ہیں۔ لیکن ان مثالوں سے پیوند کاری کے مسئلے پر جو روشنی پڑتی ہے اس سے وصیت کے مسئلہ میں بھی استخراج کیا جاسکتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم مختلف مذاہب فقہ کے نقطہ ہائے نظر پیش کریں گے۔

حنفیہ مکتب فکر :

ہدایہ کے مصنف برہان الدین مرغینانی نے لکھا ہے کہ اعضاء انسانی سے انتفاع کی ممانعت انسان کے احترام کی وجہ سے ہے۔ (۷۳)

ہدایہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ انسان کے بالوں کی بیع جائز نہیں اور نہ ان سے انتفاع ہی جائز ہے کیوں کہ آدمی مکرم ہے نہ کہ قابل تذلیل۔ لہذا یہ جائز نہ ہوگا کہ اس کے اجزا میں سے کسی جزو کی بھی اہانت یا تذلیل کی جائے۔ (۷۴)

ہدایہ کے شارح اور العنایہ کے مصنف اکمل الدین محمود نے اس مسئلہ میں

(۷۰ ب) شرح سیر الکبیر، محمد بن سہل السرخسی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۰۵

(۷۱) "اصنعوا بموتاکم کما تصنعون بموتاکم"

المنفی، ابن قدامہ المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۵۳۱

(۷۲) کسر عظیم العیت ککسر عظیم العی، المنفی، ابن قدامہ المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۵۵۱

(۷۳) ہدایہ، مرغینانی، مطبوعہ قرآن محل کراچی، ج ۱، ص ۳۱ (حرمة الانتفاع باجزاء الآدمی

اکرامتہ... ولنا ان عدم الانتفاع و البیع لکرامتہ)

(۷۴) الہدایہ، مرغینانی، مطبوعہ قرآن محل، کراچی، ج ۲، ص ۵۵

صاحب ہدایہ کے قول کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ سماعت اس لیے ہے کہ انسان کو اللہ نے مکرم بنایا ہے، مبادا لوگ انسان کے مردہ جسم کے اجزاء کی بے حرستی پر جری ہو جائیں۔ (۷۵)

مشہور حنفی فقیہ ابن عابدین نے ردالمحتار میں لکھا ہے کہ انسان کے بالوں کا فروخت کرنا (یا) استعمال میں لانا جائز نہیں ہے، کیونکہ انسان (بحیث انسان) مکرم ہے خواہ وہ کافر ہی کیوں نہ ہو۔ دیگر جمادات میں اس کو شامل کرنا اس طرح کہ اسے محل تصرف سمجھا جائے، اس کی تذلیل ہے، اور یہ جائز نہیں ہے۔ آدمی کا جزء اس کے کل کے حکم میں ہے۔ (۷۶)

فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ فقہاء نے انسانی علاج کے لیے جانوروں کی ہڈیوں کا استعمال جائز قرار دیا ہے ماسوا خنزیر کے۔ لیکن انسانی ہڈیوں کا استعمال قطعاً ممنوع قرار دیا ہے۔ (۷۷)

ایک اور جگہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ ایک مضطر شخص جس کو کھانے کے لیے مردہ جانور کا گوشت بھی میسر نہیں اور اس کو اپنی ہلاکت کا خوف ہے اس سے ایک شخص کہتا ہے کہ میرا ہاتھ کاٹ لے اور اسے کھا لے یا یہ کہتا ہے کہ میرے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ لے اور اس کو کھالے۔ اس شخص کو ایسا کرنے کی رخصت (اجازت) نہیں دی جائے گی اور کہنے والے کا اس فعل کے ساتھ حکم دینا بھی صحیح نہ ہوگا۔ جسطرح کہ شخص مضطر کے لیے گنجائش نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کا کوئی حصہ کاٹ لے اور کھالے، اسی طرح وہ کسی دوسرے شخص کے جسم کا کوئی حصہ کاٹ کر نہیں کھا سکتا۔ (۷۸) خواہ اس کا ایسا کرنا دوسرے شخص کی رضامندی ہی سے کیوں نہ ہو۔

(۷۵) "..... لثلا يتجا سر الناس على من كرمه الله با بتذال اجزائه"

العناية، اكل الدين محمد ابن محمود البيا برتي، بر حاشیہ فتح القدیر، مطبوعہ مصر، ج ۱

ص ۱۶۵

(۷۶) رد المحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۴۵

(۷۷) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۱۱۱ (باب التداوی)

(۷۸) فتاویٰ عالمگیری، کتاب الحظرو الا باحة مطبوعہ دیوبند باب ۱۱، کراہة فی الاکل ج ۴، ص ۱۰۳

شرح السیر الکبیر میں لکھا ہے کہ ” جانور کی بوسیدہ ہڈی سے معالجہ جائز ہے، کیوں کہ ہمارے (حنفی) اصول کے مطابق جانور کے مرجانے سے اس کی ہڈی ناپاک نہیں ہوجاتی، اس بنیاد پر کہ اس میں حیات ہی موجود نہ تھی لیکن انسانی ہڈی یا خنزیر کی ہڈی کے ذریعہ معالجہ حرام ہے۔ خنزیر کی ہڈی سے معالجہ کی حرمت کا سبب یہ ہے کہ اس کی ہڈی بھی اصلاً نجس و ناپاک ہے جس طرح کہ اس کا گوشت اصلاً حرام ہے۔ اس سے کسی بھی حالت میں انتفاع جائز نہیں ہے، اور انسان کی ہڈی سے معالجہ کے حرام ہونے کا سبب یہ ہے کہ انسان اپنی موت کے بعد بھی اسی طرح محترم ہے جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں تھا۔ لہذا جس طرح ایک زندہ آدمی کے کسی جزء (جسمانی) سے اس کی تکریم کے سبب علاج جائز نہیں، اسی طرح میت کی ہڈی کے ذریعہ بھی معالجہ جائز نہیں ہو سکتا۔ (۷۹)

اس امر پر اجماع ہے کہ اگر کسی شخص کا ایک دانت اپنی جگہ سے علیحدہ ہو گیا، تو یہ اس حرام ہوگا کہ میت کا دانت لے کر اسے اس جگہ جما دیا جائے۔ اسی طرح امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہ اس بھی حرام ہے کہ اس گڑے ہوئے دانت کو دوبارہ اپنی جگہ پر لگا دیا جائے، لیکن کسی ایسی بکری کا دانت جسے ذبح کیا گیا ہو اس جگہ لگایا جاسکتا ہے۔ البتہ امام ابو یوسف کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں کہ اس کا خود اپنا دانت اس جگہ دوبارہ لگا دیا جائے۔ تاہم امام ابو یوسف کے نزدیک بھی کسی میت کا دانت دوسرے شخص کے لگانا حرام ہے۔ (۸۰) حنفی اصول فقہ کی رو سے طرفین یعنی امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا قول مفتی بہ قرار پاتا ہے۔ طرفین کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح کل انسانی جسم کا مردہ ہوجانے کے بعد دفن کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے۔ اسی طرح اس کا ہر جز جسم سے علیحدہ ہونے کے بعد دفن کئے جانے

(۷۹) شرح السیر الکبیر، ابی بکر محمد بن ابی سہل السرخسی، مطبوعہ جامع قاہرہ مصر ۱۹۵۸ ع

ج ۱، ص ۳۰۳

(۸۰) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۵، ص ۱۳۲

فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ کلکتہ، ج ۵، ص ۳۷۲

البحر الرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ج ۸، ص ۱۱۳ اور ۱۳۳۔

کا محل ہوگا ، اور دوسرے کسی مصرف میں نہ لایا جائے گا لہذا اس علیحدہ شدہ دانت کو کسی مصرف میں لانا جائز نہیں ۔

شافعی نقطہ نظر :

اس مسئلہ پر امام شافعی نے بھی اپنی مشہور کتاب ” الام ” میں بحث کی ہے ۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں : ” اگر کسی عورت (۸۱) کی ہڈی ٹوٹ کر علاحدہ ہو جائے تو جائز نہیں ہے کہ اس کی پیوند کاری (اسی ہڈی سے) کی جائے۔ البتہ یہ جائز ہوگا کہ اس کی پیوند کاری کسی ایسے جانور کی ہڈی سے کی جائے جس کا گوشت ذبح کے بعد کھانا جائز ہو ۔ اسی طرح اگر کسی شخص کا دانت ٹوٹ کر علیحدہ ہو جائے تو وہ دانت مردار (میتہ) ہو گیا ۔ (۸۲) لہذا یہ اسر جائز نہیں ہے کہ اس کو دوبارہ اسی جگہ لگادیا جائے جب کہ وہ علاحدہ ہو گیا ہو ۔ (۸۳)

امام ابوحنیفہ ، امام محمد اور امام شافعی کا یہ نقطہ نظر کہ خود انسان کا اپنا دانت اگر علیحدہ ہو جائے تو پھر اس کو اس جگہ نہیں لگایا جاسکتا ، محل نظر ہے ۔ راقم الحروف کے نزدیک ایسی صورت میں امام ابو یوسف کے قول کی بنیاد پر اس کے جواز کا حکم دیا جاسکتا ہے جب کہ خود اس کا اپنا

(۸۱) یہی حکم مرد کی ہڈی کا بھی ہے ۔

(۸۲) ” میتہ “ کے لغوی معنی اس شے کے ہیں جس میں سکون پیدا ہو چکا ہو ۔ چونکہ موت حالت سکون کی ایک کیفیت کا نام ہے اس لئے ہر اس جاندار شے یا اسکے جزء پر لفظ ” میتہ “ کا اطلاق کیا جاسکتا ہے جس میں سے یا تو مجموعی طور پر جان (حرکت) نکل چکی ہو یا وہ خود تو حرکت میں ہو لیکن اسکے کسی جزو کو علیحدہ کر دیا جائے جو بسبب علیحدگی اپنی حرکت اصلی کو کھو کر ساکت و ساکن ہو گیا ہو ۔ مثلاً انسان کا ہاتھ جو حرکت کرتا ہے ، علیحدہ ہو جانے پر میتہ کے حکم میں ہوگا ، اگر چہ وہ انسان زندہ ہے اور دوسرے اعضاء و جوارح حرکت (زندگی) سے بہرہ مند ہیں ۔ اسی بنا پر اہل لغت سے منقول ہے کہ ، ” کل ما انفصل من الحي ميت “ یعنی ہر وہ چیز جو کسی زندہ سے جدا ہو جائے (یا کی جائے) وہ میتہ ہے ۔ (ماخوذ از تاج العروس) بالفاظ دیگر امام شافعی کی مندرجہ بالا عبارت کی رو سے موت کے بعد اسکا ہر ہر جزو ” میتہ “ قرار پاتا ہے ۔ اس پر بحث آگے آ رہی ہے ۔ (مولف)

(۸۳) کتاب الام ، امام شافعی ، مطبوعہ مصر ، ج ۱ ، ص ۵۳

(دانت یا) ہاتھ اس کے بازو میں لگایا جائے لیکن کسی میت یا دوسرے انسان کا ہاتھ (یا گوشت) زندہ انسان کے لگانے کی گنجائش ان کے یہاں بھی موجود نہیں۔

امام ابو یوسف نے انسان کے اپنے جزو اور کسی دوسرے انسان کے جزو (انسانی) کے درمیان وجہ فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انسان کا اپنا دانت (علیحدہ شدہ) خود اسی کی ذات کا جزو ہوتا ہے جو فی الحال علیحدہ ہو گیا ہے لیکن یہ احتمال ہے کہ اگر اس کو اس مقام پر لگا دیا جائے تو وہ آئندہ زمانہ میں اس مقام پر قرار پکڑ لے اور پہلی حالت کی طرف لوٹ جائے۔

کسی کٹے ہوئے اپنے جزو کو اس کے مقام پر اس لئے لگا دینا کہ وہ مقام مندمل ہو جائے جائز ہوگا، جیسا کہ ایک شخص اپنے کسی عضو کو کاٹے اور پھر اس کو اس کی جگہ پر لگا دے تو اس کا ایسا کرنا جائز ہوگا، لیکن دوسرے کا دانت اس کا احتمال نہیں رکھتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ کسی دوسرے انسان کے علیحدہ شدہ جزو کا استعمال اپنائے آدم میں سے اس دوسرے انسان کی اہانت کا سبب ہوگا اور آدمی اپنے تمام اجزاء (جسم) کے ساتھ مکرم ہے، لیکن اپنے کسی جزو کو اس کے مقام پر واپس لے جانا، آدمیت کی تذلیل میں شمار نہیں ہوتا۔ یہ حکم استحسان کی بنیاد پر ہے۔

بہر کیف، امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس آدمی کے کسی حیوان کا دانت نہ لگایا جائے گا سوائے اس حیوان کے دانت کے، جس کو ذبح کیا گیا ہو اور جس کا گوشت کھانا جائز ہو۔ اور اگر کسی شخص کی ہڈی میں کسی مردار کی ہڈی کا پیوند لگایا گیا یا کسی ایسے جانور کی ہڈی کا پیوند لگایا گیا جس کا گوشت کھانا جائز نہ ہو یا کسی انسان کی ہڈی کا پیوند لگایا گیا تو انسان کی ہڈی مردار کی مانند ہے۔ لہذا اس شخص پر واجب ہے کہ وہ ایسی ہڈی اکھڑوادے اور اس حالت میں جو نمازیں اس نے پڑھی ہوں ان کا اعادہ کرے۔ اگر وہ شخص اس مردار کی ہڈی کو علیحدہ نہیں کرائے گا تو حاکم اس شخص پر اس ہڈی کے نکالنے کے لئے جبر کرے گا اور اگر اس شخص نے ہڈی کو نہ نکلویا حتیٰ کہ وہ مر گیا تو اس کی موت کے بعد وہ ہڈی نہ نکالی جائے، اس لئے کہ وہ شخص کلیہً "میتہ" (مردار) ہو چکا۔ اور اللہ تعالیٰ ہی اس سے حساب

لینے والا ہے۔ اور یہی صورت اس دانت کی ہے جو گر جائے (علیحدہ ہو جائے) الا یہ کہ ہلا تھا پھر اس کو اس کی جگہ پر جما دیا تو اس میں مضائقہ نہیں، کیوں کہ وہ جب تک علیحدہ نہ ہو جائے میتہ (سردار) نہیں ہوتا۔“ (الف ۸۳) یعنی اپنی جگہ سے علیحدہ ہو کر سردار قرار پاتا ہے۔ امام شافعی کے اس نقطہ نظر سے کہ خود اس کا اپنا دانت بھی اس جگہ نہیں لگایا جاسکتا، راقم الحروف کو اختلاف ہے۔ امام شافعی اسی صفحہ پر چند سطور کے بعد فرماتے ہیں کہ ”انسان کے بالوں سے کسی حال میں دوسرے انسانوں کے لئے استفادہ جائز نہیں جیسا کہ چوپایوں کے بالوں سے کیا جاسکتا ہے کیوں کہ یہ بال مذبوہہ جانوروں کے بالوں سے مختلف ہوتے ہیں۔ یہ نقطہ نظر حنفیہ کے نزدیک بھی مسلم ہے۔“

خلاصہ بحث :

مندرجہ بالا قضی نقطہ ہائے نظر سے جو امور واضح طور پر ہمارے سامنے آتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں :-

- ۱ - اللہ تعالیٰ نے انسان کو ”اشرف المخلوقات“ بنایا ہے اور دیگر جملہ مخلوقات کو اس کے تابع، خادم اور لایق تسخیر قرار دیا ہے۔
- ۲ - اسی بناء پر انسانی عظمت و تکریم کے تحفظ کی غرض سے انسانی اعضاء کی خرید و فروخت، قطع و برید اور تراش و خراش یا خودکشی ممنوع ہے۔ یہ بات صرف شرع اسلام ہی میں نہیں بلکہ عیسائی دنیا بھی اس کی قائل ہے۔ چنانچہ باہمی رضامندی سے ایک انسان اپنے کسی عضو کو دوسرے کے حق میں ہبہ نہیں کر سکتا۔ خواہ بالاعوض ہو یا بلاعوض۔ زندہ انسان بذاتہ نجس نہیں ہوتا لیکن مرنے کے بعد میتہ (سردار) ہو گیا تو اس کے تمام اعضاء میتہ (سردار) ہو گئے اور اس کا کوئی بھی عضو دوسرے انسان کے تصرف میں نہیں لایا جاسکتا۔ بالخصوص پیوند کاری کے ذریعہ مردہ کا کوئی عضو کسی زندہ انسان کے نہیں لگایا جاسکتا، کیوں کہ یہ فعل پیوندی کاری پاک اور ناپاک (سردار) کا اختلاط ہوگا، جو حرام ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کی ایک عبارت سے یہ بھی مستخرج ہوتا ہے کہ انسانی اعضاء سے انتفاع کو

بعض فقہاء کے نزدیک نجاست کے سبب حرام قرار دیا گیا ہے۔ مگر یہ قول غیر مختار ہے چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کا دانت گھبوں میں شامل ہو کر پس جائے تو اس آئے کا استعمال جائز نہیں ہے۔

۳ - انسان اپنی ذات میں اس حد تک متصرف ہے کہ وہ خدا کے بتائے ہوئے قاعدوں کے مطابق اپنے اعضاء وجوارح کو استعمال میں لائے۔

۴ - احناف کے نزدیک اضطرار^{۸۳} کی صورت میں (شرعی طور) پر ایسے سردار جانور کھالینے کی اجازت ہے لیکن وہ خود اپنا یا کسی دوسرے انسان کا کوئی عضو نہیں کھا سکتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعضاء انسانی خود انسان کی اس طرح ملکیت نہیں جس طرح کہ دیگر مملوکہ اشیاء۔ البتہ بعض شافعی اور حنبلی فقہاء نیز شیعہ اصحاب بحالت اضطرار انسانی اعضاء کھالینے کے جواز کے قائل ہیں۔ لیکن پیوند کاری ان کے بہان بھی ثابت نہیں۔

اضطراری حالت میں انسانی اعضاء کا استعمال :

یہ بحث تشنہ رہ جائے گی اگر اس مسئلے سے متعلق ”حالت اضطرار“ میں انسانی اعضاء کے استعمال کا ذکر نہ کیا جائے۔ اس بارے میں اصولی طور پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ خون، خنزیر، شراب یا سردار حرام ہیں، لیکن انتہائی ضرورت (مخمصہ) کی حالت میں قرآن پاک نے حقیقی ضرورت کے بقدر اجازت دی ہے۔ اسی طرح فقہاء نے علاج کے لیے خون، پیشاب اور مردار کا استعمال جائز قرار دیا ہے جب کہ طیب حاذق کے نزدیک مریض کی شفاء ان اشیاء ہی کے استعمال میں مضمر ہو اور مباح ادویات میں سے کوئی دوا اس کے قائم مقام نہ ہو۔ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ اس قاعدہ کی بنیاد پر انسانی اعضاء کے استعمال کی حرمت کے باوجود

(۸۳) اضطرار اس حالت کو کہتے ہیں جس میں انسان کو اپنی ہلاکت کا بقیں حاصل ہو جائے فقہا کے نزدیک ظن غالب بھی بعض حالات میں بقیں کا درجہ رکھتا ہے لیکن جن حالتوں میں ہلاکت کا بقیں یا ظن غالب نہ پیدا ہو بلکہ انسان اپنی زندگی بغیر خطرہ ہلاکت کے گذار سکتا ہو وہ اضطراری حالت نہ کہلانے کی۔ (ماخوذ از الاشیاء و النظائر، ابن نجیم مطبوعہ مصر ۱۹۶۸ع، ص ۵۹)

بہالت ضرورت ان کے استعمال کی اجازت دی جانی چاہئے۔ اس سلسلہ میں مختلف قسمی نقطہ ہائے نظر حسب ذیل ہیں جن سے متعلقہ مسئلہ کے استخراج میں مدد لی جا سکتی ہے۔

حنفی مسلک :

انسانی اعضاء کی حرمت اور غیر انسانی اشیاء کی حرمت کی علت میں فرق ہے۔ غیر انسانی اشیاء کی حرمت یا تو ان کے اصلاً نجس ہونے کی بناء پر ہے یا انسان کے حق میں تکریم روح کی بناء پر منجانب اللہ مضر ہونے کے سبب ہے۔ اس کے برخلاف انسانی اجزاء کے استعمال کی ممانعت احترام آدمیت کی بناء پر ہے۔ علت کے اس اختلاف کے سبب زندہ اور مردہ میں کوئی تخصیص نہیں رکھی گئی اور دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ مر جانے کے بعد اگرچہ انسان بھی ایک اعتبار سے میتہ (مردار) کے درجہ میں آجاتا ہے۔ لیکن تکریم و تعظیم کے سبب اضطراری حالت کے باوجود، اس کا استعمال ممنوع ہے۔ اس لیے انسان کی مردہ لاش کے گوشت کے کھانے کی اجازت نہ ہوگی۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ خون، شراب خنزیر کا تعلق ان اشیاء سے ہے جو ذات انسان سے خارج اور کسی نہ کسی طرح اسکی مملوکہ و مستعملہ ہو سکتی ہیں، بخلاف خود ذات انسان کے کہ وہ ایک دوسرے کے حق میں مملوک و مستعمل نہیں۔ یہ نظریہ حنفی فقہاء کا ہے البتہ بعض شافعی اور حنبلی فقہاء کا نقطہ نظر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بہالت اضطرار مردہ انسان کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔ لیکن راقم الحروف کے نزدیک امام شافعی کے مذکورہ بالا نقطہ نظر کے پیش نظر بعض متأخرین شافعیہ کا یہ قول ناقابل فہم و استدلال نظر آتا ہے۔

مالکی مسلک :

اس مسئلہ میں زیر مطالعہ مالکی کتب میں کوئی صریح قول نہ مل سکا۔

شافعی نقطہ نظر :

فقہ شافعی کی مشہور کتاب المہذب میں ایسی روایت موجود ہے جس سے اضطرار کی حالت میں خود اپنا گوشت بھی کاٹ کر کھالینے کا جواز

ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ مذکورہ کتاب میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مضطر کسی مردہ انسان کے علاوہ اپنی زندگی بچانے کے لئے کچھ نہیں پاتا تو اس مضطر کے لئے اس مردار انسان کا گوشت (بقدر ضرورت جو اسے ہلاکت سے بچائے) کھا لینا جائز ہوگا۔ اور اگر یہ مضطر کسی ایسے شخص کو پاتا ہے جس نے اسلام کو چھوڑ کر کفر اختیار کر لیا ہے یا وہ زنا کی حد میں واجب القتل قرار دیا جا چکا ہے، تو اس کو قتل کر کے اس کے گوشت سے اپنی بھوک مٹا سکتا ہے، کیوں کہ وہ دونوں قتل کے مستحق ہو چکے تھے۔ اور اگر اضطرار کی حالت پیدا ہوگئی اور سوائے اپنا گوشت کھا لینے کے کوئی صورت نظر نہ آئی تو کیا یہ جائز ہوگا کہ خود اپنے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ کر کھالے اور اس طرح اپنی زندگی بچائے۔ اس مسئلہ میں دو قول ہیں۔ ابو اسحق کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے کیوں کہ ایک عضو کے ذریعہ پوری جان کی حفاظت ہوگی، جیسا کہ کسی عضو میں آکلہ زخم پیدا ہوجائے تو اس عضو کا کاٹ دینا جائز ہوتا ہے۔ البتہ بعض شافعی اصحاب نے فرمایا ہے کہ ایسا کرنا جائز نہ ہوگا۔ کیوں کہ جب عضو کاٹنے کا تو اس سے اس کی جان کے لیے زیادہ خطرہ پیدا ہو جائے گا۔^{۸۵}

حنبلی مکتب فکر:

حنبلی فقہاء کے نزدیک مضطر کے لئے ایسے آدمی کو قتل کر کے جس کا خون مباح ہو چکا ہے اس کا گوشت کھا لینا جائز ہوگا جیسے کہ حری کافر یا زانی محصن۔ یہ روایت المحرر فی الفقہ میں درج ہے۔^{۸۶}

شیعی فقہاء کی رائے:

شیعی فقہاء کے نزدیک بھی حالت اضطرار میں انسانی میت کا گوشت کھالینا جائز ہے۔ چنانچہ محقق الحلی نے اپنی کتاب شرائع الاسلام میں لکھا ہے کہ اگر مضطر سوائے مردہ آدمی کے کچھ نہ پائے تو اس کے لئے اس مردہ آدمی کا بقدر ضرورت گوشت کھا لینا حلال ہوجائے گا لیکن اگر انسان زندہ اور معصوم ہے تو حلال نہ ہوگا البتہ اگر کسی انسان کا قتل شرعاً حلال کر دیا گیا ہو تو اس

(۸۵) المنہذ الفیروز آدی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۲۵۸۔

(۸۶) المحرر فی الفقہ، مجد الدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۱۹۰۔

انسان سے اتنی مقدار حلال ہو گی جو کسی سردار سے حلال ہوتی ہے اور اگر کسی مضطر کو سوائے اس کے اپنے نفس (ذات) کے کچھ سیر نہ آسکے تو بعض علما نے کہا ہے کہ اسکے جسم کے جن مقادیر پر گوشت ہوتا ہے ان میں سے کسی مقام سے رقی برابر گوشت کاٹ کر کھا لینا جائز ہے، لیکن یہ قول قابل اعتبار نہیں۔^{۸۷}

تجزیہ :

استخراجاً، بعض شافعی و حنبلی فقہاء اور حضرات شیعہ کے نقطہ نظر کے تحت اگر ایسی صورت ہو کہ موصی لہ کی جان کے ہلاک ہونے کا شدید خطرہ لاحق ہو اور موصی بہ کے عمل پیوند کاری کے ماسوا موصی لہ کی جان بچنے کا کوئی اور اسکا ہی ذریعہ نہ ہو تو اس صورت میں اضطرار کی شرائط کا لحاظ کرتے ہوئے جب کہ ایک مردہ لاش سے انتفاع جائز ہو گا تو (استخراجاً) وصیت کی صورت میں بدرجہ اولی وصیت کے نفاذ کی اجازت ہونی چاہیے۔

انسانی اعضا کے کھا لینے کے مسئلے میں بعض شافعی اور حنبلی فقہاء کا نقطہ نظر جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے ”الضرورات تبیح المحظورات“ (ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں) کے قاعدے کی تحت ہے۔ لہذا اس قاعدہ کے بموجب پیوند کاری بھی جائز ہو سکتی ہے، کیوں کہ مردہ انسان کے احترام کے مقابلہ میں زندہ انسان کا احترام بہت زیادہ ہے جیسا کہ فقہ شافعی کی کتاب المہذب^{۸۸} میں بیان کیا گیا ہے البتہ اس صورت میں ”اضطرار“ کی تمام شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا، امام شافعی نے ہڈی ٹوٹنے یا دانت ٹوٹ جانے پر دوسرے انسان کی ہڈی یا دانت کے استعمال کو جو ممنوع قرار دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہڈی یا دانت ٹوٹ جانے سے اس شخص کی حالت اضطراری نہیں کہلاتی۔

جب ان تک احترام آدمیت اور انسانی عظمت و بزرگی کا تعلق ہے، عام حالت میں اس کا پورا پورا لحاظ ضروری ہے۔ اسی طرح حضور علیہ الصوٰۃ

(۸۷) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، ج ۲، ص ۱۳۹

(۸۸) المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۲۵۸

والسلام کے ارشادات جو میت کے احترام کے بارے میں محفوظ ہیں ان کا لحاظ بھی شرعاً واجب ہے لیکن صورت موحودہ میں مذکور بالا ائمہ کے نزدیک جو حکم دیا جا رہا ہے وہ ”اضطرار“ کی حالت میں ہے۔ ہرگز ہرگز میت کی بے حرستی یا مثلہ کرنا مقصود نہیں۔ مثال کے طور پر ایک کنوئیں میں ایک آدمی گر جائے اور آبادی کے لیے کنوئیں کے پانی کی فوری اور شدید ضرورت ہے ورنہ ہلاکت کا خطرہ ہے اور اس آدمی کو کنوئیں میں سے نکالا جانا اس کے سوا ممکن نہ ہو کہ اس کا مثلہ کیا جائے تو ایسا کرنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ بشرطیکہ کہ اس کے سوائے چارہ نہ ہو، کیوں کہ میت کا مثلہ کرنے کا ضرر ادنیٰ ہے اس کے مقابلہ میں کہ اس آبادی کو پیاسا مار دیا جائے۔ یہاں کسی ناواقف شخص کو یہ اعتراض لاحق ہو سکتا ہے کہ مثلہ کرنے سے کنوئیں کا پانی بھی تو نجس ہو جائے گا، اس کا استعمال کیوں کر جائز ہوگا؟ دراصل لاش اگر کنوئیں میں گر کر پھول جائے تو وہ پانی بغیر مثلہ کے ہی نجس ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر مثلہ کرنے سے نجس ہوگا تو اس کا استعمال بوجہ اضطرار جائز ہوگا جب کہ آبادی کو ہلاکت کا فوری خطرہ لاحق ہو اور پانی نصیب نہ ہو بلکہ ایسی صورت میں تو پیشاب اور نجاست کا استعمال بھی شرعاً جائز ہوگا جبکہ ایسا پانی نیز مثلہ کے بعد کنواں کا پانی شرعی مقدار کی حد تک نکال کر پاک ہو سکتا ہے۔

اسی طرح اگر کوئی مضطر انسان سوائے کفن میت کے اپنی ستر پوشی کے لیے کپڑا نہ پائے تو اس کو میت کا کفن دے دیا جائے گا، کیوں کہ ایک زندہ انسان کی حرمت اور ستر پوشی ایک مردہ کی حرمت کے مقابلے میں اولیٰ ہے یا اسی طرح اگر ایک حاملہ عورت سرجائے جب کہ جنین زندہ ہو تو مردہ عورت کا پیٹ چاک کر کے جنین کو نکالا جاسکتا ہے بشرطے کہ اس کے زندہ رہنے کا یقین ہو۔ (یہ صورتیں ابن قدامہ مقدسی نے اپنی کتاب المغنی مصر ۱۳۷۶ ہجری، ج ۲، صص ۳۱-۵۴ اور ۵۵ پر بیان کی ہیں) ان تمام صورتوں میں انسانی جان کو بچانے کا نظریہ کار فرما نظر آتا ہے۔ البتہ یہاں اس قدر وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یہ استثنا صرف اضطرار کی حالت میں جائز ہوگا جس میں جان کی ہلاکت کا فوری اور شدید خطرہ لاحق ہو اور اس

کا یقینی علم حاصل کر لیا گیا ہو کہ جان بچ جائے گی۔ دوسری جن صورتوں میں مضطر کی ہلاکت کا خوف نہ ہو۔ پیوند کاری ائمہ مذکور کے نزدیک بھی ناجائز ہوگی اور موسیٰ کی وصیت بنی برنٹائے معصیت ناجائز ہوگی، مثلاً دوسرے کی بیٹائی کی غرض سے آنکھوں کے عطیہ کی وصیت، کیونکہ موسیٰ لہ کی حالت اضطراری نہیں قرار پاتی۔

بعض شافعی، حنبلی اور شیعہ فقہاء کے اس نقطہ نظر کے تحت، کہ مردہ انسان کا بحالت اضطرار کہا لینا جائز ہے یہ حکم مستنبط کیا جاسکتا ہے کہ جب کہا لینا جائز ہے تو بحالت اضطرار مردہ سے پیوند کاری بھی جائز قرار دی جانی چاہئے۔ البتہ یہاں یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ عضو کی پیوند کاری سے پاک اور مردار کا اختلاط لازم آتا ہے جس کے سبب امام شافعی نے دانت کے نکلوانے اور نماز تک لوٹانے کا حکم دیا ہے لیکن امام شافعی نے جو صورت بیان کی ہے وہ عام حالات سے متعلق ہے جب کہ اضطراری حالت ایک استثنائی صورت ہے۔ چنانچہ بعض شافعی و حنبلی اور شیعہ اصحاب کے اقوال کی بنیاد پر استخراج کرتے ہوئے بحالت اضطرار پیوند کاری جائز ہوگی اور اگر اس کے لئے وصیت کی گئی تو اس وقت تو ایسی وصیت جائز کے حکم میں ہو کر بسبب اضطرار قابل نفاذ ہو جائے گی۔ لیکن ائمہ مذکورہ کے اقوال پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل نہیں ملتی۔ راقم الحروف کے خیال میں بعض شافعی اور حنبلی فقہاء اور شیعہ حضرات نے اضطرار کی حالت میں مردہ انسان کا گوشت کھا لینے کے جواز کا جو حکم دیا ہے وہ اس بنیاد پر معلوم ہوتا ہے ۸۸ الف کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حالت اضطرار میں میتہ کے کھا لینے کی اجازت دی ہے جب کہ جان کی ہلاکت کا فوری اور شدید خطرہ لاحق ہو اور سوئے میتہ کے (یا دوسری ممنوع اشیاء کے) جان بچانے کا کوئی دوسرا سبب اور ذریعہ میسر نہ ہو۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض موقعوں پر احترام انسانیت سے صرف نظر کیا جا سکتا ہے۔

راقم الحروف کے خیال میں ان فقہاء نے میتہ کے لفظ میں مردہ انسان اور

جانور دونوں کو شامل کیا ہے۔ ایسا کرنا اگرچہ لغوی اعتبار سے صحیح ہوگا لیکن شرعی اصطلاح کے اعتبار سے غلط معلوم ہوتا ہے۔ اس مقام پر ”میتہ“ کے لفظ کا اطلاق مردہ انسان پر نہیں کیا جانا چاہئے، کیوں کہ قرآن کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث انسان کی عظمت اور بزرگی پر نہ صرف حالت حیات میں بلکہ موت کے بعد بھی دلالت کرتی ہیں۔ چنانچہ مردہ انسان کے (خواہ وہ بعالت اضطرار ہی کیوں نہ ہو) کہا لینے سے احترام آدمیت کی نفی لازم آتی ہے۔ اس کے علاوہ قرآن پاک میں حالت اضطرار میں مردار کہا لینے کے حکم میں میتہ کا لفظ جس سیاق و سباق میں آتا ہے اس سے صرف وہ مردار جانور مراد ہیں جن کو اہل عرب اپنے مطعومات (کھانے پینے کی چیزوں) میں شامل کئے ہوئے تھے اور اپنی معروف اصطلاح میں ایسے ہی مردہ جانور پر جو ان کے مطعومات میں شامل تھے میتہ کا لفظ استعمال کرتے تھے، انسان کی مردہ لاش پر عرب میں میتہ کا لفظ مستعمل نہ تھا بلکہ اس کے لئے ”میت“ کا لفظ معروف و مروج تھا چنانچہ اس بنیاد پر قرآن کریم نے مردہ انسان کے حق میں میت یا میت کا لفظ یا اس لفظ کی جمع کا صیغہ استعمال فرمایا ہے اور کسی ایک آیت میں بھی مردہ انسان کے لئے ”میتہ“ کا لفظ استعمال نہیں کیا گیا ہے، جو اس امر کی صریح دلیل ہے کہ ”میتہ“ کے لفظ میں مردہ انسان شامل نہیں ہے۔ کیونکہ مردہ انسان عرب کے مطعومات میں شامل نہ تھا اور نہ عرب اس لفظ کا اطلاق مردہ انسان پر کرتے تھے۔ ظاہر ہے کہ قرآن عرب کے معروف و مصطلح الفاظ میں نازل ہوا ہے۔ لہذا ”میتہ“ کے لفظ میں انسان کی مردہ لاش کو شامل کرنا منشاء قرآن و اصطلاح عرب دونوں کے مخالف ہوگا، اور اس کے متعلق علماء احناف کا نقطہ نظر ہی قوی، مرجح اور قابل قبول ہوگا کہ انسان کے کل یا جزء سے حالت اضطرار میں بھی انتفاع جائز نہیں بلکہ حرام ہے۔

راقم الحروف کے اس نظریہ کی تائیدی شہادت خود قرآن پاک میں موجود ہے۔ قرآن پاک میں ”موت“ کے ضمن میں تین لفظ ملتے ہیں۔ ایک میت، دو-ارمیت تیسرا میتہ۔ لغوی اعتبار سے یہ تینوں لفظ ہم معنی ہیں اور انسان، حیوان، جمادات و نباتات سب پر بولے جاسکتے ہیں، لیکن شرعی اعتبار سے ان کے معنی و محل

استعمال مختلف نظر آتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک انسان کے لئے لفظ ”میت“ اور میت کا استعمال کرتا ہے۔ اور ”میتہ“ کی اصطلاح اپنے شرعی معنی میں ان جانوروں کے لئے استعمال کرتا ہے جو شرعی طور پر ذبح کئے بغیر مرجائیں نیز جمادات کے لئے ”میت“ اور ”میت“ کے علاوہ ”میتہ“ کی اصطلاح بھی استعمال کرتا ہے۔ نباتات کے لئے صرف ”میت“ اور ”میت“ کا لفظ آیا ہے۔

چنانچہ قرآن پاک میں ”میت“ کا لفظ پانچ آیتوں میں نازل ہوا ہے۔^{۸۹} اسی طرح لفظ ”میت“ قرآن پاک میں بارہ جگہ آیا ہے۔^{۹۰} اور لفظ ”میتہ“، قرآن پاک میں چھ جگہ آیا ہے۔^{۹۱} جس میں آخری آیت میں جمادات

- (۸۹) ۱ - (میت) ”او من كان ميتا فاحيينا و جعلنا له نورا يمشی به فی الناس“ (انعام، ۱۲۲)
 ۲ - ”والحي به بلدة ميتا“ (الفرقان، ۳۹)
 ۳ - ”والذی نزل من السماء ماء بقدر فأنشرا به بلدة ميتا“ (زخرف، ۱۱)
 ۴ - ايحب احدكم ان ياكل لحم اخيه ميتا فكرهتموه“ (الحجرات، ۱۲)
 ۵ - ”واحيانا به بلدة ميتا“ (ق، ۱۱)
- (۹۰) ۱ - (میت) ”نخرج الحي من الميت“ (آل عمران، ۴۷)
 ۲ - ”ونخرج الميت من الحي“ (آل عمران، ۴۷)
 ۳ - ”ان الله فائق الحب والنوى يخرج الحي من الميت“ (انعام، ۹۵)
 ۴ - ”ويخرج الميت من الحي“ (انعام، ۹۵)
 ۵ - ”ومخرج الميت من الحي ذالكم الله“ (انعام، ۹۵)
 ۶ - ”حتى اذا اقلت سحاباً ثقالا سقاه لبلد ميت“ (اعراف، ۵۷)
 ۷ - ”امن يملك السمع والا بصر ومن يخرج الحي من الميت“ (يونس، ۳۱)
 ۸ - ”و يخرج الميت من الحي ومن يدبر الامر فسيقولون الله“ (يونس، ۳۱)
 ۹ - ”ويا بنه الموت من كل مكان وما هو بميت“ (ابراهيم، ۱۷)
- ۱۰ - ”يخرج الحي من الميت“ (روم، ۱۹)
 ۱۱ - ”و يخرج الميت من الحي و يحيى الارض بعد موتها“ (روم، ۱۹)
 ۱۲ - ”فسقاه الى بلد ميت فاحيينا به الارض بعد موتها“ (ناظر، ۹)
- (۹۱) ”ميتته“ :- ۱ - ”انما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير“ (بقرہ، ۱۷۳)
 ۲ - ”حرمت عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به“ (مائده، ۳)
 ۳ - ”وان يكن ميتة فهم فيه شركاء“ (انعام، ۱۳۵)
 ۴ - ”الا ان يكون ميتة اودماً مسفوفاً اولعم خنزير“ (انعام، ۱۳۵)
 ۵ - ”انما حرم عليكم الميتة والدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به“ (النحل، ۱۱۵)
 ۶ - ”واية لهم الارض الميتة احييناها واخر جنا منها حياً“ (يسين، ۳۳)

کے لئے اور باقی پانچ جگہ صرف مردار جانور کے لئے وارد ہوا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ میں ہم خود کو حنفی نقطہ نظر سے متفق ہاتے ہیں کہ ایک انسان کے اپنے جسم یا اس کے حصہ سے دوسرے انسان کے لیے انتفاع بصورت علاج (مثلاً بیوندکاری) یا غذا خواہ وہ مردہ ہو یا زندہ کسی حالت میں جائز نہیں خواہ اضطراری حالت ہی کیوں نہ ہو۔ ایسا کرنا تعلیمات قرآنی اور ارشادات نبوی کے خلاف ہو گا۔

شکوۃ المصابیح کی کتاب اللباس باب الخاتم مطبوعہ اصح المطایح ص ۳۷۹ پر ایک حدیث میں آتا ہے ”کہ ایک صحابی حضرت عرفجہ ابن سعد کی ناک جنگ کلاب میں کٹ گئی تھی۔ انہوں نے چاندی کی ناک بنوا کر اس جگہ لگوائی۔ جس میں بدبو پیدا ہوجاتی تھی۔ آنحضرت نے ان کو حکم دیا کہ تم چاندی کی ناک کے بدلے سونے کی ناک لگوا لو اگرچہ سونے کا استعمال مرد کے لئے ممنوع ہے لیکن ”الضرورات تبیح المحظورات“ کے قاعدہ کے تحت صحیح تھا۔ اس حدیث سے یہ امر مستنبط کیا جاسکتا ہے کہ اگر انسانی ناک لگانا شرعاً جائز ہوتا تو آنحضرت فرما سکتے تھے کہ آئینہ جب کوئی مسلمان (یا غیر مسلم) مر جائے یا جنگ میں قتل ہوجائے تو تم اس کی ناک کاٹ کر لٹا لینا لیکن انسان اور اس کی میت نعش کی حرمت تکریم انسانیت کے سبب ہے اس لئے اس کی اجازت نہ دی۔ یہاں شاید کسی کو یہ گمان ہو کہ اس وقت فن جراحی اس قدر ترقی یافتہ نہ تھا کہ انسانی اعضاء سے بیوندکاری ممکن ہوتی لیکن آنحضرت کے زمانہ میں فن جراحی اور ناک کے لگانے کا ثبوت ملتا ہے۔ دراصل شریعت کے احکام کی بنیاد ممکنات اور غیر ممکنات پر نہیں ہے بلکہ وہ کلمے اور ضابطے متعین کرتی ہے جو ممکن وغیر ممکن کے انسانی پیمانوں سے متمیز اور ماوراء ہیں اگر شریعت کے احکام کی بنیاد سائنسی اختراعات اور طبی تجربات پر ہوتی تو ہر صدی کے بعد ان احکام میں تغیر و تبدل لاری تھا، اور خبر نہیں کہ بالآخر ان احکام شریعت کی کیا صورت بن جاتی، کیونکہ ہر آنے والے زمانہ میں نمود سائنسی ایجادات اور نظریات بھی ترقی پذیر اور تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔

اسلام انکار و عقائد اور افعال و اعمال میں پاک و ناپاک اور حلال و حرام کی جو تفریق اور درجہ بندی قائم کرتا ہے اور اس پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کا جس طرح حکم دیتا ہے وہ دوسرے نظام ہائے قوانین میں مفقود ہے اسی کے ساتھ مذہب اسلام انسان کو عظمت و بزرگی کے جس بلند مقام پر فائز کرتا ہے دیگر مذاہب میں اسکا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس پس منظر میں، قرآنی تعلیمات، ارشادات نبوی اور استدلالات فقہاء، کی روشنی میں ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ کسی مسلمان کا اپنی آنکھوں یا کسی دوسرے عضو کے بارے میں وصیت کرنا کہ فلاں شخص یا ادارہ کو دے دیا جائے ناجائز ہو گا۔ اس فعل سے ایک ایسے موصیٰ بہ میں تصرف کرنا لازم آئے گا جس کا وہ باین طور مالک و مجاز نہیں۔ مزید برآں یہ کہ وہ ایک ایسے مطلوب (استعمال اعضاء) کے لئے وصیت کرتا ہے جو شرعاً ممنوع ہے۔ لہذا اس کی یہ وصیت ناجائز اور شرعاً ناقابل نفاذ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

۲۳۲ - موصیٰ بہ میں اضافہ جو اس سے متصل ہو وصیت میں شمار ہوگا۔

تشریح

مصر کے مشہور عالم شیخ ابو زہرہ نے اپنی کتاب شرح قانون الوصیہ میں لکھا ہے ”ملکیت وفات کے وقت سے ثابت ہوتی ہے لہذا اگر مال موصیٰ بہ میں زیادتی ہو تو وہ بھی وقت وفات سے موصیٰ بہ کی ملکیت ہوگی۔ اسی طرح اگر موصیٰ بہ میں نشو و نما ہو تو اس کے اخراجات وقت وفات سے موصیٰ بہ کے ذمہ ہوں گے، کیونکہ یہ زیادتی اسکی ملکیت میں ہوگی۔ خواہ اخراجات اس کی حفاظت کے لئے ہوں یا اصلاح کے لئے یا موصیٰ بہ کے قائم رکھنے کے سلسلے میں ہوئے ہوں۔“ ۹۲

ظاہر ہے کہ ان اخراجات کی ذمہ داری ملکیت کے سبب ہے۔ پس جو مالک ہو گا وہی ان اخراجات کا بھی متحمل ہوگا۔

مصر کا قانون :

موصی بہ کی زیادتی کے احکام سے متعلق مصر میں حسب ذیل قانون رائج ہے:-

دفعہ ۷۱ - اگر موصی نے موصی بہ (مکان) میں کوئی ایسا تغیر کیا جو مرمت کا درجہ رکھتا ہو اور اصلاحی متصور ہوتا ہو تو موصی بہ بدستور موصی بہ متصور ہوگا یعنی وصیت برقرار رہے گی۔

لیکن اگر کوئی ایسی زیادتی کی جو بذاتہ ایک مستقل امر ہو، جیسے درخت لگا دینا یا کسی قسم کی تعمیر کا اضافہ کر دینا، تو اب موصی بہ اس مکان موصی بہ میں مع اس زیادتی کے قیمتاً موصی کے ورثاء کا شریک سمجھا جائے گا۔

دفعہ ۷۲ - جب کہ موصی، موصی بہ (عمارت) کو منہدم کر کے اور پھر پھلی حالت پر دوبارہ تعمیر کر کے اور بعض اصلاحی جیسے امور میں تغیر و تبدل کرے تب بھی اس کی وصیت اپنی جگہ قائم رہے گی۔ لیکن اگر انہدام کے بعد کسی جدید طرز پر تعمیر کی ہو تو اب وصیت میں موصی بہ، موصی کے ورثاء کا پوری عمارت میں شریک متصور ہوگا۔

دفعہ ۷۳ - اگر موصی نے موصی بہ کی تعمیر کو منہدم کر کے اپنی ذاتی زمین کے ساتھ شامل کر لیا اور دونوں زمینوں پر عمارت تعمیر کی تب بھی موصی بہ پوری زمین اور عمارت میں ورثاء کا شریک ہوگا۔

دفعہ ۷۴ - دفعہ ۷۳ و دفعات ۷۱ و ۷۲ کے فقرہ ثانیہ سے یہ صورت مستثنیٰ ہوگی جب کہ موصی نے کوئی کمی یا زیادتی ایسی کی ہو جس میں چشم پوشی اختیار کرنا معروف و مروج ہو۔ ایسی زیادتی وصیت میں شامل متصور ہوگی۔ اسی طرح وہ زیادتی بھی شامل وصیت ہوگی جس کے متعلق چشم پوشی اختیار نہیں کی جاتی، لیکن اس پر ایسی دلیل موجود ہو، کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ موصی نے اصل موصی بہ کے ساتھ الحاق پیش نظر رکھا ہے۔

دفعہ ۷۵ - جب کہ موصی، موصی بہ (عمارت مکان وغیرہ) کو اپنے ذاتی

مکان کے ساتھ اس طرح شامل کر لے کہ موصی بہ کا علیحدہ کر کے موصیٰ له کو سپرد کرنا ممکن نہ رہے، تو اس حالت میں موصیٰ له موصیٰ بہ کی قیمت کے اندازے پر وراثہ کا شریک متصور ہو گا۔ ۹۳

تونس کا قانون :

دفعہ ۱۸۱ - موصیٰ له مال موصیٰ بہ کا مع اس کی زیادتی کے موصیٰ کی وفات کے بعد مستحق ہو گا۔ ۹۴

دفعہ ۲۵۳ - (۱) جب کہ موصیٰ نے شئے موصیٰ بہ میں کسی غیر مستقل شئے کا اضافہ کر دیا ہو تو یہ اضافہ وصیت میں شامل متصور ہو گا۔

(۲) اگر زیادتی مستقل بذاتہ ہو تو اس زیادتی کی قیمت کے مقابلے میں موصیٰ کے وراثہ موصیٰ له کے شریک متصور ہوں گے۔

(۳) جب کہ زیادتی عادتاً نظر انداز کئے جانے والے امور میں سے ہو، یا ایسی کوئی دلیل پائی جائے جو اس امر پر دلالت کرتی ہو کہ موصیٰ نے اس زیادتی کو وصیت میں شامل کرنے کا قصد کیا تھا، تو ایسی زیادتی وصیت میں شامل متصور ہو گی۔

دفعہ ۲۵۶ - جب کہ موصیٰ نے موصیٰ بہ کی عمارت میں کوئی ایسی جدید تعمیر کی جس کی علیحدگی موصیٰ بہ سے ممکن نہ رہی اور اس کے بغیر موصیٰ له کو موصیٰ بہ کا سپرد کرنا ممکن نہ رہا تو موصیٰ له موصیٰ بہ میں موصیٰ کے وراثہ کا اپنے حق کے بقدر قیمت میں شریک متصور ہو گا۔ ۹۵

۲۳۳ - جب موصیٰ کی وصیت کے الفاظ میں کوئی اس قسم کا ابہام پایا جائے جس کا ازالہ ممکن ہو تو وصیت جائز اور نافذ العمل ہوگی، خواہ یہ ابہام کسی وجہ سے موصیٰ بہ کی مقدار میں ہو۔

یہ پابندی احکام قانون ہذا اگر وصیت سے اس کے برخلاف منشاء نہ پایا جائے، جالداد موصیٰ بہ کا حلیہ وہی سمجھا جائے گا اور وہی جالداد وصیت میں شامل سمجھی جائے گی جو موصیٰ کی وفات کے وقت موجود تھی۔

موصیٰ بہ کا ابہام

(۹۳) قانون الوصیۃ، مصر، پانچویں فصل، (موصیٰ بہ کی زیادتی کے احکام)۔

(۹۴) قانون الوصیۃ، تونس، ۱۹۵۷ع -

(۹۵) قانون الوصیت شام، چوتھی فصل، (موصیٰ بہ میں زیادتی کے احکام)۔

تشریح

اگر موصی بہ مجہول و سبہم ہو، لیکن اس کی جہالت و ابہام کا موصی یا اس کے ورثاء کی جانب سے ازالہ ممکن ہو تو وصیت صحیح ہوگی، لیکن موصی بہ کے مجہول و سبہم ہونے کی صورت میں دو صورتیں وجود میں آتی ہیں، اول یہ کہ جس حصہ کی وصیت کی گئی ہے اس کی مقدار میں ابہام ہو، دوم یہ کہ اس مقدار کے حسابی اعتبار سے ابہام (جہالت) ہو۔ مثلاً موصی ایک شخص کے لئے ان الفاظ سے وصیت کرے کہ ”میرے مال کا ایک جزء یا میرے مال کا ایک حصہ، یا میرے مال سے کچھ“، چنانچہ ایسے حالات میں اگر موصی نے کسی بعد کے زمانے میں اس کی وضاحت کر دی تو وہی موصی بہ قرار پائے گا اور اگر نہ بیان کی تو اب اس کی موت کے بعد اس کے ورثاء کی مرضی پر موقوف ہو گا جتنا چاہیں بطور وصیت دے دیں۔^{۹۶}

(فروعی مسائل اصل کتاب محولہ ذیل میں ملاحظہ ہوں)۔

اگر دو شخصوں کے حق میں ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کی گئی ہو اور دونوں موصی لہ استحقاق میں مساوی ہوں اور ورثاء زائد میں وصیت کے نفاذ کی اجازت نہ دیں تو دونوں موصی لہ مساوی طور پر ایک تہائی میں شریک ہوں گے لیکن اگر دونوں درجہ استحقاق میں مساوی نہ ہوں بلکہ ایک کے حق میں تہائی کی وصیت ہو اور دوسرے کے حق میں تہائی سے زائد مقدار کی، تب بھی ایک تہائی دونوں کے درمیان مساوی تقسیم کیا جائے گا۔ ۹۶ الف

یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔ صاحبین کے نزدیک وصیت ایک تہائی سے زائد ہونے کی صورت میں ہر ایک کے حصہ کے بقدر تناسب ایک تہائی مال تقسیم کیا جائے گا، چنانچہ اگر ایک شخص کے حق میں ایک تہائی اور دوسرے کے حق میں دو تہائی کی وصیت کی ہے تو ایک تہائی مال کے تین حصے کر کے ایک حصہ ایک تہائی والے کو اور دو حصے دو تہائی والے کو دینے جائیں گے۔

(۹۶) بدائع الصنائع، امام کاسانی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۵۶۔

(۹۶ الف) دفعہ ۵۳۸ الاحکام الشرعیہ، قذری پاشا، مطبوعہ مصر ۱۹۶۵۔

راقم الحروف کے نزدیک صاحبین کا نقطہ نظر ممکنہ حد تک موصی کی منشا کو پورا کرنے کی غرض سے قرین صواب معلوم ہوتا ہے

اگر کسی شخص نے پابین الفاظ وصیت کی کہ میرے بیٹے یا بیٹی کا حصہ فلاں کو دے دیا جائے ، ایسی صورت میں اگر موصی کا بیٹا یا بیٹی موجود ہے تو (مذکورہ الفاظ سے) وصیت باطل ہوگی کیونکہ بیٹے ، بیٹی کا حصہ قرآن سے ان کے لیے مخصوص و متعین ہوچکا ہے۔ ان کو اس سے محروم کر کے ان کا حصہ کسی شخص کو نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن اگر مذکورہ عبارت میں مثل کے لفظ کا اضافہ کر دیا اور اس طرح کہا کہ میرے بیٹے یا بیٹی کے حصے کی مثل دیا جائے ، تو اب وصیت صحیح ہوگی ، کیوں کہ مثل کے لفظ کے اضافہ سے بیٹے یا بیٹی کا اصل حصہ دینا مقصود نہ رہا ، بلکہ ان کے حصہ کی مقدار کے مطابق ترکے سے دیا جانا مقصود ہوگا ، اور اس صورت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ موصی کا اگر ایک ہی بیٹا ہو تو موصی لہ کو نصف دیا جائے گا اور اس نصف میں جتنی مقدار ایک تہائی سے زائد ہوگی اس میں وصیت کا نفاذ بیٹے کی اجازت پر موقوف ہوگا ، اگر اجازت دی تو پورا نصف موصی لہ کو دے دیا جائے گا اور اجازت نہ دی تو صرف ایک تہائی کی مقدار تک دیا جائے گا اور اگر موصی کے دو بیٹے ہوں تو اب موصی لہ کو ایک تہائی ملے گا ، کیونکہ موصی نے موصی لہ کے لیے اپنے بیٹے کے مثل حصہ کی وصیت کی ہے۔ چنانچہ مال کی تقسیم تین حصوں میں ہوگی ایک ایک حصہ ہر فرد کے حق میں متعین ہوگا اور اس صورت میں اجازت کی کوئی ضرورت نہ ہوگی اور اگر موصی نے بیٹے کی جگہ بیٹی کا لفظ استعمال کیا ہو تب بھی مفصلہ بالا صورت کے احکام کے مطابق حکم دیا جائے گا۔ (۹۷)

خلاصہ یہ کہ موصی کی وصیت کے الفاظ میں کسی ایسی قسم کا ابہام ہو جس کا ازالہ کسی طرح ممکن ہو تو وصیت جائز ہوگی۔

مالکی فقہ :

موصی بہ کے ابہام کی صورت میں ایک تہائی کی حد تک وصیتیں جاری

کی جائیں اور اگر ایک تہائی مال ان تمام وصیتوں کو کافی نہ ہو تو ان وصایا کے پورا کرنے میں حسب ذیل ترتیب اختیار کی جائے گی :-

(۱) کفار کے ہاتھوں سے مسلم قیدی کا آزاد کرانا ، (۲) پھر زوجہ کے سپہ کی ادائیگی جس کے ہمراہ سریش نے مرض موت میں مبتلا ہوتے ہوئے عقد کر لیا ہو ، اور صحبت بھی کر لی ہو پھر فوت ہو گیا ہو (۳) اس مال کی زکوٰۃ جو اس نے ادا نہ کی ہو ایک تہائی سے ادا کی جائے گی ، لیکن اگر موت کے وقت ایک سال پورا ہو رہا ہو اور موسیٰ اس کی ادائیگی کے وصیت کرے تو یہ کل مال سے ادا کی جائے گی - (۴) اس کے بعد صدقہ فطر کا درجہ ۵ (۵) اس کے بعد کفارہ ، ظہار اور کفارہ قتل کا درجہ ہوگا ، پھر کفارہ قسم کا ، (۶) رمضان کے روزے کا ، پھر نذر کا اور اس کے بعد حج کا - ۹۸

اگر کسی شخص کے لیے اس طرح وصیت کی کہ موسیٰ کے بیٹے کا حصہ فلاں کو دیا جائے یا کہا ” بیٹے کے حصہ کے مثل دیا جائے ، اگر موسیٰ کا ایک ہی بیٹا تھا اور اس نے وصیت کو جائز رکھا تو کل مال موسیٰ بہ میں وصیت کا نفاذ ہوگا ، اور اگر دو بیٹے تھے اور ان دونوں نے اجازت دے دی تو نصف مال میں وصیت کا نفاذ ہوگا - لیکن اگر ایک یا دو بیٹوں نے اجازت نہ دی تو ہر دو صورتوں میں محض ایک تہائی میں وصیت جاری ہو سکے گی ، اور اگر موسیٰ کے تین بیٹے ہیں تو اس صورت میں ایک تہائی میں وصیت جاری ہوگی اور اجراء وصیت اجازت پر موقوف نہ ہوگا

اور اگر موسیٰ نے اس طرح وصیت کی کہ فلاں کو بیٹے کے ساتھ وارث بنادینا یا کہا وارث بیٹے کے ہمراہ شامل کردینا ، تو اس صورت میں موسیٰ بہ (موسیٰ) کے بیٹوں کی تعداد میں ایک بیٹے کی مثل اضافہ تصور ہوگا - ایک بیٹے کی حالت میں موسیٰ بہ دوسرا بیٹا ، دو کی صورت میں تیسرا اور تین کی صورت میں چوتھا بیٹا قرار دیا جائے گا ، اور اگر موسیٰ نے کہا کہ میرے بیٹے کے حصہ کا دوگنا دیا جائے - اس صورت مسئلہ میں مالکی فقہاء کا

(۹۸) جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع 'الابی' مطبوعہ 'مصر' ج ۲، ص ۲۲۲-۲۳

اختلاف ہے، قوی قول یہ ہے کہ بیٹے کے حصہ کا دوگنا دیا جائے گا۔ (۹۹)
بشرطکہ وہ کل مال کی ایک تہائی سے زائد نہ ہو۔

شالعی فقہ:

اگر کسی شخص نے چند امور خیر کی وصیت کی ہو، اور اس کے مال کی ایک تہائی ان تمام امور کے لیے کافی نہ ہو، تو اس وقت یہ دیکھنا ہوگا کہ یہ امور ایسے تبرعات (نفلی) ہیں جن کو مرض کی حالت میں ہی نافذ (جاری) کر دیا گیا تھا، اگر ایسے ہیں اور تمام مساوی ہیں تو مال کی ایک تہائی کو ان پرساویانہ طریقے پر تقسیم کر دیا جائے گا، اور اگر ان میں بعض کو بعض پر افضلیت حاصل ہے تو اس افضلیت کا ایک تہائی مقدار میں بھی لحاظ رکھنا ہوگا، لیکن اگر یہ امور مرض کی حالت میں پیدا شدہ نہ ہوں بلکہ وصیت کے درجہ میں ہوں، اور ایک تہائی تر کے کی ان سب کو کفایت نہ کرتی ہو تو اس صورت میں تقدیم و تاخیر کا کوئی لحاظ نہ ہوگا، کیونکہ یہ سب امور ایک ہی وقت میں لازم ہونے ہیں جو سوسی کی موت کے بعد کا وقت ہے۔ لہذا اگر کل امور ہبہ بالوصیت کی صورت کے ہیں یا چھوٹ دینے کی شکل کے ہیں یا بعض اول قسم کے اور بعض دوسری قسم کے ہیں، اگر ان کی مقداروں میں تفاوت ہے تو ایک تہائی کو اس تفاوت کے لحاظ سے ان پر تقسیم کر دیا جائے گا اور اگر سب مساوی ہیں تو مساوی تقسیم ہوگی۔

اگر کسی شخص نے ایک تہائی مال سے حج کیے جانے کی یا اس کے دین ادا کئے جانے کی وصیت کی ہو اور اس کے ساتھ دیگر خیری امور کی وصیت بھی کی ہو تو ایک قول یہ ہے کہ ان سب پر ایک تہائی کو مساوی طور پر تقسیم کر دیا جائے گا۔ اور اگر اس تہائی سے جتنا حصہ حج یا دین کے مقابلے میں آتا ہے، اس کی مقدار اس قابل نہ ہو کہ حج ادا کیا جاسکے یا دین ادا کیا جاسکے تو پھر اصل مال سے اس میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حج اور دین کو مقدم کر کے اگر کچھ باقی رہے گا تو وہ دیگر امور پر صرف کیا جائے گا۔^{۱۰۰}

(۹۹) جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل، ص ۱۰۱ عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۲۲۳۔

(۱۰۰) المنہب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۶۱۔

راقم الحروف کے نزدیک دین کی ادائیگی سب سے مقدم ہونی چاہیے جس کی صراحت خود قرآن پاک میں موجود ہے، 'الف' قطع نظر اس امر کے کہ اس کی ادائیگی کی وصیت کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ اس کے بعد حج کی وصیت پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

اگر حصہ یا جزء یا قسط کے لفظ سے وصیت کی گئی ہو، تو اس حالت میں وارث کو اختیار ہوگا، جتنی تھوڑی یا زیادہ مقدار وہ مناسب خیال کرے اس میں وصیت جاری کرے، کیونکہ یہ الفاظ عرف عام میں تھوڑے اور زیادہ دونوں مقداروں پر بولے جاتے ہیں۔

اگر یہ کہا کہ میں اپنے ورثہ میں سے کسی ایک وارث کے حصہ کی مثل وصیت کرتا ہوں، تو ان ورثہ میں جس وارث کا حصہ سب سے کم ہوگا اس مقدار میں وصیت جاری ہوگی، کیونکہ وہ اس کے ورثہ میں سے کوئی ایک ہی ہے، اور اگر اپنے بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیت کی ہو تو یہ مال کے نصف حصہ کی وصیت متصور ہوگی، بشرطے کہ ایک ہی بیٹا ہو، اور اگر دو بیٹے ہیں اور وصیت میں کہا ہے کہ دونوں میں سے ایک کے حصہ کی مثل دیا جائے، تو موسیٰ لہ کو ایک تہائی ترکہ دیا جائے گا، اور اگر وصیت میں اس طرح کہا کہ "میری اولاد میں سے کسی ایک کے حصہ کا دوگنا وصیت میں دیا جائے تو موسیٰ لہ کو کسی ایک بیٹے کے حصہ کے مقابل دوگنا دیا جائے گا۔" (۱۰۱) ایک تہائی کی حد بہر حال ملحوظ رہے گی۔

حنبلی فقہ

اگر جزء یا قسط یا حصہ کے الفاظ سے وصیت کی ہو تو ایسی صورت میں وارث کو اختیار ہوگا کہ میت کے مال سے جو اندازہ مناسب خیال کرے موسیٰ لہ کو دے دے۔ لہٰذا اگر سهم کا لفظ استعمال کیا ہے تو اس صورت میں چھٹا حصہ دینا ہوگا۔ (۱۰۲) سالک عرب میں عموماً سهم کا لفظ ۱/۲ پر مستعمل ہوتا ہے

(۱۰۰) الف) من بعد وصیة تو عمر بن بھا او دین (النساء: ۱۱)۔

(۱۰۱) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۲۹۰-۲۹۱۔

(۱۰۲) الاقناع، شرف الدین القفلسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۳۰۔

لیکن ہند و پاکستان میں یہ لفظ عام ہے، اس لئے راقم الحروف کے خیال میں اس لفظ سہم کا بھی وہی معنی ہوگا جو اول صوت کا ہوگا، یعنی وارث کے اختیار پر موقوف ہوگا۔

اگر موصی نے اپنے کسی معین وارث کے مثل حصہ کی وصیت کی یا وارث کے حصہ کی وصیت کی اگر موصی کے دو بیٹے ہیں تو اس صورت میں موصی لہ کو ایک تہائی مال دیا جائے گا اور اگر تین ہیں تو چوتھائی مال دیا جائے گا علیٰ ہذا لقیاس وراثہ کے حصوں کی نسبت کا اعتبار ہوگا، اور اگر کسی ایسے معین وارث کے حصہ کے مثل کی وصیت کی جس کا حصہ میراث شرعاً ساقط ہو گیا ہو، تو ایسی صورت میں موصی لہ کو کچھ نہ ملے گا اور وصیت باطل ہوگی۔

شیعہ جعفریہ :

اگر موصی بہ مبہم ہو مثلاً ایک شخص اپنے مال کے ایک حصے کی وصیت کرے جس کی مقدار معین نہ کی ہو، اس صورت کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ترکے کے دسویں حصہ میں نافذ ہوگی اور دوسری یہ کہ ایک تہائی کے $\frac{1}{2}$ میں جاری کی جائے گی، اگر حصہ کے لفظ سے کی ہو تو مال کا آٹھواں حصہ مقرر ہوگا اور اگر کسی شے کی گئی ہو تو اس کا $\frac{1}{2}$ مقرر ہوگا، اور اگر چند امور کے متعلق وصیت کی ہو اور وصی کسی امر کو بھول گیا ہو تو اب اس امر سے امر خیر مراد ہوگا، ایک ضعیف قول یہ ہے کہ اس صورت میں مال ترکہ قرار پائے گا۔^{۱۰۳} یہ تمام اقوال دراصل عرف کے محتاج ہیں اور اسی کے مطابق عملدرآمد ہونا چاہیے۔

اگر کسی ایسے مجمل لفظ سے وصیت کی ہو جس کی تفسیر شارع کی طرف سے منقول نہیں، تو ایسی وصیت میں وارث کی تفسیر کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ مثلاً کہا ہو: میرے مال کا ایک حصہ، یا ایک قسط، یا قلیل، یا کثیر، یا جلیل، (بڑا) یا جزیل (لمبا)۔ ایک وصیت کے بعد اگر دوسری وصیت پہلی کے خلاف کی گئی تو دوسری وصیت قابل عمل ہوگی^{۱۰۳}۔ یعنی موصی کا یہ فعل پہلی وصیت سے رجوع متصور ہو گا، بشرطے کہ دوسری وصیت کے مندرجات، آثار و قرآن سے بھی یہ بات ثابت ہوگئی ہے۔^{۱۰۳} الف

(۱۰۳) شرائع الاسلام، العلیٰ مطبوعہ مصر، بیروت، ص ۲۶۰۔

(۱۰۴) شرائع الاسلام، العلیٰ مطبوعہ بیروت، ص ۲۶۱۔

(۱۰۵) الف، مزید ملاحظہ ہو تشریح دفعہ ۲۰۸۔

فقہ ظاہریہ :

جو شخص متعدد امور کی وصیت کرے اور اس کے مال کی ایک تہائی تمام وصایا کے پورا کرنے کے لئے کافی نہ ہو تو اس وصیت کو اولاً پورا کیا جائے گا جس سے موسیٰ نے ابتدا کی ہو، حتیٰ کہ ایک تہائی کی مقدار پوری ہو جائے، اس کے بعد باقی وصیتیں باطل ہو جائیں گی، اور اگر مجمل چھوڑ دیا ہو تو پھر وصیتوں کا باہم مقابلہ کیا جائے گا۔ اس مقابلے کے موقع پر وصیتوں میں ترجیح دینے میں علما کا باہم اختلاف ہے۔ ظاہریہ کے نزدیک جو وصیت درجہ میں اعلیٰ ہو ایک تہائی کی حد تک پوری کی جائے۔ ۱۰۵

مصر کا قانون :

دفعہ ۳۰۔ اگر موسیٰ نے کسی معین وارث کے حصہ کی مانند مقدار کی وصیت کی ہو، تو جائز ہوگا کہ موسیٰ لہ ورثا میں اس حصہ دار وارث کی مثل موسیٰ بہ لیلے، جس کا تقسیمی حسابات میں اضافہ کیا جائے گا۔

دفعہ ۳۱۔ جس صورت میں کہ موسیٰ کے ورثا میں سے غیر معین طور پر کسی وارث کے حصہ کی وصیت کی گئی ہو تو اس صورت میں کسی ایک وارث کے حصہ کا مستحق ہوگا، جس کو ورثاء کے معین حصص کی تقسیم کے بعد اصل مسئلہ پر اضافہ کیا جائے گا۔ لیکن یہ اس وقت ہوگا جب کہ موسیٰ کے ورثاء مساوی الحصاص ہوں، اور اگر ورثاء کے فرائض (حصص) میں باہم تفاضل (کمی و بیشی) ہے تو جس وارث کا حصہ کم ہو گا اس کے مطابق موسیٰ لہ موسیٰ بہ کا مستحق ہوگا، اور یہ حصہ اصل مسئلہ پر اضافہ کیا جائے گا۔ ۱۰۶

عدالتی نقطہ نظر :

بمقدمہ زب النساء بنام عطا شبیر جسٹس سجاد احمد اور شا کر اللہ جان نے قرار دیا کہ یہ مقدمہ ایک ایسی مرکب (Composite) وصیت کا ہے جس میں موسیٰ نے اپنی تمام جائداد کے بارے میں ورثاء اور غیر ورثاء کے لئے وصیت کی ہے جب کہ دوسرے

(۱۰۵) المحلیٰ ابن حزم مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۶۰۶ (مسئلہ نمبر ۱۷۶)

(۱۰۶) قانون الوصیۃ مصر۔

ورثہ نے اس کی منظوری نہیں دی ہے لہذا وصیت کلیہً باطل قرار دی جائے گی۔ یہ اصول کہ جس موصیٰ لہ کا نام پہلے دیا گیا ہو وہ ایک تہائی کی حد تک اپنا منقسمہ حصہ لے لے گا اس صورت میں اطلاق پذیر ہوگا جہاں وصیت ایک سے زائد اشخاص کے حق میں کی جائے اور موصیٰ بہ ایک تہائی سے تجاوز کر جائے اور موصیٰ لہم کے حصے جدا جدا مذکور ہوں۔ موجودہ مقدمے میں وصیت بلا صراحت حصص تمام جائداد پر حاوی ہے۔ کسی دستاویز کی تعبیر میں، بشمول وصیت، دستاویز لکھنے والے کی نیت خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اس وصیت نامہ میں موصیٰ کی نیت ہرگز یہ نہیں ہو سکتی کہ کوئی ایک موصیٰ لہ دوسروں کو محروم کر کے کسی مخصوص حصہ کو حاصل کر لے۔ دوسرے الفاظ میں یہ ایک ایسی صورت ہے جس میں موصیٰ لہم کے حق میں مجموعی طور پر وصیت کی جارہی ہے۔ وصیت کی یہ کلیت (Integrity) توڑی نہیں جاسکتی، اس طرح کہ ایک تہائی پہلے مذکور موصیٰ لہم کو دے دی جائے۔ اگر وصیت ایک تہائی کی حد تک جائز قرار دی جائے تو موصیٰ لہم اس میں برابر کے شریک ہوں گے، لیکن بدقسمتی سے وصیت پوری کی پوری باطل ہے کیوں کہ موصیٰ نے اپنی قانونی حدود سے تجاوز کیا ہے۔ اس لئے وصیت کو قانونی طور پر نافذ نہیں کیا جاسکتا۔^{۱۰۴} (اس مقدمہ میں موصیٰ شیعہ فرقہ سے تعلق رکھتا تھا)

تزامم وصایا

۲۳۳ - (۱) وصیتوں میں التزام کے وقت، بصورت انکار وراثہ موصیٰ لہم کے درمیان موصیٰ کے تجویز کردہ حصوں کے تناسب سے موصیٰ بہ کی تقسیم عمل میں لائی جائے گی۔

(۲) امور خیر سے متعلق وصیت میں درجہ کا لحاظ کیا جائے گا۔ اور فرض کو واجب پر اور سنت کو نفل پر فوقیت دی جائے گی۔ ہم درجہ ہونے کی صورت میں مساوی تقسیم عمل میں آئے گی۔

(۳) معین اشخاص اور امور خیر دونوں کے حق میں التزام کی صورت میں واجب الادا زکوٰۃ کی ادائیگی کو معین اشخاص کے حق میں وصیت پر ترجیح دی جائے گی۔

(۱) بی ایل ڈی ۱۹۶۶ء، ج ۱، ص ۱۳۷۔

تشریح

وصیتوں کے تراجم کے معنی یہ ہیں کہ موسیٰ لہم متعدد ہوں اور ایک تہائی سب موسیٰ لہم کے لئے کافی نہ ہو۔ اگر وراثہ نے اجازت نہ دی ہو، یا اجازت دی ہو اور ترکہ ان سب کے نافذ کرنے کی وسعت نہیں رکھتا اس وقت وصایا میں تراجم متصور ہوگا کیوں کہ تمام وصیتوں کا نافذ کرنا ممکن نہ ہوگا لیکن اگر ایک تہائی تمام وصیتوں کے لئے کافی یا یہ کہ کل ترکہ ان سب کے لئے کافی ہے اور وراثہ نے اجازت دے دی ہے، یا کوئی وارث ہی موجود نہیں ہے تو ایسی حالت میں تمام وصایا نافذ کردی جائیں گی اور تراجم کی صورت پیدا نہ ہوگی۔

وصیت اختیاری کی بالعموم تین حالتیں ہوتی ہیں :

- ۱ - یہ کہ کل وصیتیں بندوں کے لئے ہوں، فی سبیل اللہ کی کوئی وصیت نہ ہو۔
- ۲ - یہ کہ کل وصیتیں فی سبیل اللہ کے سلسلہ کی ہوں۔
- ۳ - یہ کہ بعض وصیتیں بندوں کے لئے ہوں اور بعض فی سبیل اللہ۔

پہلی حالت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ وراثہ نے اس کی اجازت دی ہے یا نہیں اگر اجازت نہ دی ہو اور ایک تہائی تمام وصیتوں کے لئے کافی نہ ہو تو ایک تہائی کو موسیٰ لہم کے درمیان موسیٰ کے تجویز کردہ حصوں کے تناسب سے تقسیم کیا جائے گا۔ مثلاً ایک موسیٰ لہ $\frac{1}{3}$ کا ہے اور دوسرا $\frac{1}{3}$ کا اور تیسرا $\frac{1}{3}$ کا تو کل ترکہ کا ایک تہائی کسر نکال کر بقدر تناسب ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا۔

اگر وراثہ نے تمام وصیتوں کے اجراء کی اجازت دے دی مگر ترکہ ان کے نافذ کرنے کے لئے ناکافی ہے تو ایسی صورت میں بھی ترکہ موسیٰ لہم کے حق میں موسیٰ کے تجویز کردہ حصوں کے تناسب سے ان کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، یہ طریقہ تقسیم صاحبین کے نزدیک ہے، خواہ موسیٰ بہ ترکہ کی ایک تہائی کے اندر ہو یا زائد۔ لیکن امام ابوحنیفہ کے نزدیک اگر ایک تہائی

میں تزامم ہوتا ہے تو جتنی وصایا آپس میں متزامم ہیں اور ایک تہائی سے زائد نہیں ہیں تو ان میں وہی طریقہ جاری ہو گا جو صاحبین نے اختیار کیا ہے اور اگر وصیت $\frac{1}{4}$ سے زائد ہے اس کے بارے میں یہ تصور کیا جائے گا کہ وہ محض ایک تہائی ہی کی تھی اور پھر باقی وصیتوں کے مقابلوں میں اس کو متزامم قرار دیا جائے گا۔ مثلاً کسی شخص نے ایک شخص کے لئے نصف کی اور ایک شخص کے لئے ایک تہائی کی وصیت کی مگر وراثہ نے اجازت نہ دی، تو ایک تہائی کو ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔ کیوں کہ جو وصیت ایک تہائی سے زائد کی ہو وہ متزامم کے وقت $\frac{1}{4}$ کی قرار دے دی گئی، لہذا دونوں وصیتوں کو $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{4}$ کی وصیت قرار دیا جائے گا اور اس طرح ہر ایک کو $\frac{1}{4}$ $\frac{1}{4}$ ملے گا۔

ان احکام کا اس وقت اطلاق ہو گا جب کہ تمام وصایا بندوں کے لئے ہوں۔ اگر وصایا حقوق اللہ سے متعلق ہوں تو اس صورت میں درجات کا لحاظ کیا جائے گا اور فرض کو واجب پر اور واجب کو سنت پر اور سنت کو نفل پر ترجیح دی جائیگی لیکن اگر تزامم ایک ہی نوع کے درمیان پایا جائے تو بخصہ مساوی تقسیم عمل میں آئیگی۔

البتہ صاحب ہدایہ نے امام طحاوی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ زکوٰۃ اور حج دونوں کی وصیت فرضیت میں یکساں ہے لیکن زکوٰۃ سے بندوں کا حق بھی متعلق ہے لہذا زکوٰۃ کا حج پر مقدم کرنا اولیٰ ہوگا، صاحب ہدایہ نے مزید لکھا ہے کہ امام ابو یوسف کا بھی ایک قول زکوٰۃ کی تقدیم کے بارے میں منقول ہے، لیکن حقیقت میں یہ قول امام محمد کا ہے، جیسا کہ شرح المختصر القدوری، الکرخی و صاحب کفایہ و صاحب تحفہ اور شیخ ابن نصر نے شرح اقطع میں بیان کیا ہے۔ یہ تقدیم و فوقیت کی بحث دیگر فرائض و واجبات کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے۔ طحاوی میں معین اشخاص کے مقابلہ میں زکوٰۃ یا حج کی تقدیم کا ذکر نہیں ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک اگر وصیت معین شخص کے علاوہ موصی کے ذمہ واجب الاداء زکوٰۃ کی ادائیگی کی بھی ہو تو معین شخص کے مقابلے میں واجب

الاداء زکوٰۃ کی ادائیگی کو مقدم کیا جانا چائے کیونکہ زکوٰۃ بیک وقت حق اللہ کے ساتھ حق للسائل والمحروم، بھی ہے۔ البتہ دیگر امور خیر (خواہ وہ فرض ہی کے درجہ میں ہی کیوں نہ ہوں اور شخص معین کے درمیان تزامم کی صورت میں حسب حصہ رسدی تقسیم عمل میں لائی جائے گی جبکہ دونوں کے حصوں کا تعین خود وصیت میں موجود ہو۔ حصص کے عدم تعین کی صورت میں دونوں جہتوں میں مال وصیت کو مساوی تقسیم کیا جائیگا۔

مصر کے مشہور عالم شیخ ابو زہرہ نے لکھا ہے کہ اگر بعض وصایا بندوں کے لئے ہوں اور بعض حقوق اللہ کے لئے تو تزامم کی صورت میں حصوں کے معین ہونے کی حالت میں ان حصوں کے اندازے کے مطابق ایک تہائی میں وصایا نافذ ہو جائیگی، لیکن اگر حصوں کی کوئی حد معین نہیں کی گئی اور مال ایک تہائی سے زائد ہوا تو اس صورت میں موصیٰ بہ برابر تقسیم کیا جائے گا۔^{۱۰۸}

اگر موصیٰ نے وصیت کسی معین شخص کے لئے بھی کی اور حقوق اللہ میں سے کسی حق کے لئے بھی کی تو تزامم کی صورت میں ائمہ احناف صاحبین کے نقطہ نظر کے بموجب عام قاعدے پر عمل کرتے ہیں، یعنی ایک تہائی سے زائد ہونے اور ورثاء کی عدم اجازت کی صورت میں معین اشخاص اور امور خیر کے درمیان حسب حصہ رسدی مجوزہ حصص کے تناسب سے کسری تقسیم کے ذریعہ وصیت کا اجراء کرتے ہیں، شخص معین اور امر خیر کے درمیان کوئی تفریق روا نہیں رکھتے۔ جبکہ فقہاء شافعیہ حقوق اللہ کی وصیت کو شخص معین کی وصیت پر فوقیت دیتے ہیں۔

شافعیہ مسلک :

شافعیہ کے نزدیک اگر موصیٰ بہ ترکہ کی تعداد کے $\frac{1}{3}$ سے زائد ہو تو ایک موصیٰ لہ کو دوسرے موصیٰ لہ پر ترجیح نہیں دی جائے گی، بلکہ مال وصیت سب میں برابر تقسیم ہوگا۔ البتہ اگر واہب نے بعالت مرض موت ہبہ نافذ کر دیا تھا تو اس صورت میں اس ہبہ کو دیگر وصایا پر مقدم کرتے ہوئے اس پر احکام وصیت کا اطلاق کیا جائے گا۔^{۱۰۹}

(۱۰۸) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو شرح قانون الوصیۃ، ابو زہرہ، مطبوعہ مصر ص ۲۰-۲۳۹

(۱۰۹) المہذب، الفيروزآبادی السیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۶۱

مصری قانون :

مصری قانون الوصیت کے تحت وصیت واجبہ کو تمام دیگر وصایا پر فوقیت حاصل ہے۔ اس موضوع پر قانون الوصیت مجریہ، ۱۹۴۶ء میں حسب ذیل دفعات ملتی ہیں۔

دفعہ (۸۰) جب وصیتیں ترکہ کی ایک تہائی سے زائد ہوں اور ورثاء نے ان کی اجازت دے دی ہو مگر ترکہ تمام وصیتوں کے لئے پورا نہ ہو سکتا ہو یا ورثاء نے اجازت نہ دی ہو اور ایک تہائی ان وصیتوں کے لئے کافی نہ ہو تو ترکہ کی $\frac{1}{3}$ مقدار وصیتوں کے حالات کے مطابق اندازہ کر کے تقسیم کی جائے گی، لیکن اس کے ساتھ یہ اسرملحوظ رکھنا ہو گا کہ اگر موصی لہ کے لئے کسی معین شئے کا کچھ حصہ معین ہے تو اس کو معین شئے سے وہ حصہ مل سکے۔

دفعہ ۸۱۔ جب کہ وصیت خیری اسور کی ہو اور مقدار وصیت اس کو پورا نہ کر سکتی ہو تو اگر یہ اسور وصیت متحد ہیں تو استحقاق میں مساوی درجہ میں ادا کئے جائیں گے۔ مختلف درجوں کے ہونے کی صورت میں فرائض کو واجبات پر اور واجبات کو نوافل پر مقدم کیا جائے گا۔

دفعہ ۸۲۔ جب کہ سرتبہ وصیتیں آپس میں ایک دوسرے کے سزاخام ہوں اور بعض موصی لہم فوت ہو جائیں یا کوئی جہت منقطع ہو جائے تو اس وصیت کا حصہ موصی کے ورثاء کا حق ہوگا۔

شام کا قانون :

شام کے قانون میں اس مسئلہ پر مصر کی مندرجہ بالا پہلی دو دفعات کے مطابق قانون سازی کی گئی ہے جو حسب ذیل ہیں :-

دفعہ ۲۵۸۔ جب کہ وصیت خیری اسور کی ہو اور مقدار وصیت اس کو نہ پورا کر سکتی ہو تو اگر اسور وصیت متحد ہیں تو استحقاق میں مساوی درجہ میں ادا کئے جائیں گے اور اگر مختلف درجوں کے ہوں گے تو فرائض کو واجبات پر اور واجبات کو نوافل پر مقدم کیا جائے گا۔

دفعہ ۲۵۹۔ جب کہ سرتبہ وصیتیں آپس میں ایک دوسرے کے سزاخام ہوں

اور بعض وصی اہم فوت ہو جائیں یا گوئی جہت منقطع ہو جائے تو اس وصیت کا حصہ وصی کے ورثاء کا حق ہوگا۔

تونس کا قانون :

تونس کے قانون میں اس مسئلے سے متعلق کتاب الوصیہ میں کوئی تذکرہ نہیں پایا جاتا۔

پاکستانی عدالتی فیصلے :

بمقدمہ احسان الہی بنام حکم جان سپریم کورٹ پاکستان نے قرار دیا کہ وصیت نامہ کی تعبیر کے لئے لازمی ہے کہ پوری وصیت کی اس طرح تعبیر کے جائے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے سے مطابقت رکھ سکے، جہاں تک کہ اس کے الفاظ اجازت دیں۔ ۱۱۰

تیسواں باب احکامِ وصی

۲۳۵ - وصی کو وصی کے تقرر کا حق حاصل ہوگا۔

وصی کا تقرر

تشریح

وصی عموماً اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو وصی اپنے فوت ہونے کے بعد وصیت کے تحت اپنے ترکہ میں تصرفات کا حق عطا کر دے۔ اگر وصی نے کوئی وصی (Executor) مقرر نہ کیا ہو تو عدالت کو اس امر کا اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی جانب سے ترکہ کے انتظام و انصرام کے لئے کسی موزوں شخص کو وصی مقرر کر دے۔ اصطلاحاً وصی کا مقرر کردہ شخص ”وصی اصلی“ یا ”وصی موصی“ اور عدالت کا مقرر کردہ وصی ”وصی قاضی“ کہلاتا ہے۔^۲

وصی کا تقرر یا تو مطلق ہو گا یا مقید۔ اگر وصی کو عام طور پر یعنی بصورت اطلاق وصی مقرر کیا گیا ہو مثلاً کہا گیا ہو کہ میں نے فلاں شخص کو، یا تم کو اپنے ہر قسم کے ترکہ میں ہر قسم کے تصرف کرنے کا وصی بنایا ہے یا بنا دیا یا تم کو وصی قائم کیا یا تم میرے وصی ہو، ایسی صورت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ وصی ہر قسم کے تصرف کا مالک ہوگا۔ اور اگر وصی کے تصرفات کو مقید کر دیا گیا، مثلاً ترکے کے مخصوص مال میں تصرف کا حق دیا گیا یا ترکے کے مال کو صرف اجارے پر دینے یا زراعت پر دینے یا تجارت میں لگانے کے ساتھ مخصوص کر دیا گیا ہو تو اس حالت میں یہ غور کرنا ہوگا کہ وصی کا تقرر کرنے والا کون ہے، حاکم عدالت ہے یا خود موصی۔

(۱) البحر الرائق، ابن نجیم ج ۸ ص ۵۸-۵۷ (ماخوذ)

(۲) البحر الرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ج ۸ ص ۳۵۸۔

اگر عدالت نے یہ تقرر کیا ہے تو ایسی صورت میں جن مخصوص امور یا اسواں میں اس کو تصرف کا حق دیا گیا ہے، علماء احناف کا اس پر اجماع ہے کہ وصی ان مخصوص امور یا اسواں ہی میں تصرف کا حق رکھے گا۔ وصی کو اس سے تجاوز کرنے کا حق نہ ہوگا، لیکن اگر وصی نے مذکورہ طریقے پر وصی مقرر کیا ہے تو یہ وصی امام ابوحنیفہ کے نزدیک عام تصرفات کا مالک ہوگا اور مذکورہ امور میں سے کسی اس کے ساتھ مقید نہ ہوگا۔ لیکن امام محمد کے نزدیک اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو حاکم وقت کے وصی کا ہے یعنی اس کے تصرفات بھی مخصوص اور مقید ہوں گے۔ امام ابوحنیفہ کے قول کی بنیاد پر فقہاء نے تفریق کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ حاکم کا وصی مقرر کرنا ایسے شخص کا وصی مقرر کرنا ہے جس کی ولایت قضا خود مقید ہو سکتی ہے (یا ہوتی ہے) لہذا اس کے مقرر کئے ہوئے شخص کا تصرف بھی اسی قدر درجہ کا ہوگا۔ بخلاف وصی موصی کے، کیونکہ وہ موصی کا قائم مقام ہوتا ہے۔ لہذا جس طرح موصی اپنی حیات میں آزاد تھا اسی طرح اس کا وصی بھی ہر تصرف میں آزاد ہوگا۔ بالفاظ دیگر حاکم کا مقرر کردہ وصی وکیل کی مثل ہوتا ہے جب کہ موصی کا مقرر کردہ وصی (Executor) اصیل کے درجہ میں ہوتا ہے۔ کتب فقہ میں امام ابوحنیفہ کے قول کو مستقی بہ قرار دیا گیا ہے ۳ راقم الحروف کے نزدیک صاحبین کا قول مرجح ہونا چاہیے کیونکہ موصی کے عطا کردہ اختیارات (مفوضہ) کے بموجب ہی وصی کو وصیت میں تصرف کا حق حاصل ہو رہا ہے۔

وصی کے تقرر میں بعض قیود معتبر قرار دی گئی ہیں مثلاً ایک شخص یہ وصیت کرے کہ فلاں شخص کے واپس آنے تک فلاں شخص میرا وصی رہے گا، تو ظاہر الروایت (۳ الف) کے مطابق اس شخص کے آنے پر موجود وصی معزول ہو جائے

(۳) البحر الرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ج ۸، ص ۶۳-۶۵ (ماخوذ)۔

فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۸، ص ۲۴۹۔

جامع الفصولین، قاضی سماوی، مطبوعہ مصر، ۱۳۰۱ھ، ج ۲، ص ۲۔

(الف) اصول افتاء کے تحت امام عبد الشیبانی کی چھ تصنیفات (الجامع الصغیر، الجامع الکبیر، السیر الصغیر، السیر الکبیر، المیسوط، الزیادات) کو عرف فقہاء میں ظاہر الروایت کہا جاتا ہے۔ اختلاف اقوال کی صورت میں، حنفی فقہاء کے نزدیک، فتویٰ ظاہر الروایت پر دیا جائے گا الا یہ کہ مرجعین فقہاء نے کسی دوسرے قول کو اختیار کیا ہو جس کی بنیاد قوی استدلال پر مبنی ہو۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الرسائل، ابن عابدین۔

کا اور آنے والا اس کی جگہ وصی قرار پانے کا کیوں کہ وصی بنانا یا تو وکیل بنانا ہے یا نائب مقرر کرنا اور یہ دونوں اس مطلق یا مقید ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اگر ایک شخص اپنے نابالغ بچے کے حق میں یہ کہے کہ بالغ ہونے کے بعد میرا وصی ہو گا اور اس وقت تک فلاں شخص وصی رہے گا تو بچے کے بالغ ہونے کے بعد اول شخص معزول ہو جائے گا اور یہ شرط معتبر ہو گی۔^۴

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک بھی اگر مطلق الفاظ کے ساتھ وصی کا تقرر کیا گیا تو ایسی صورت میں وصی کو تمام تصرفات کا حق حاصل ہو گا۔ لیکن اگر وصایت کو مقید کر دیا ہے تو پھر اس کے ساتھ مقید ہو گا۔

مالکیہ بھی وصیت کو کسی شرط پر معلق کر دینے میں حنفیہ سے متفق ہیں چنانچہ المدونۃ الكبرى میں لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے اس طرح وصیت کی کہ فلاں شخص اس وقت تک میرا وصی ہو گا جب تک فلاں نہ آجائے لیکن جب وہ آجائے گا تو وصی ہو گا، یہ جائز ہے اور دوسرے شخص کے آنے پر یہ دوسرا شخص وصی ہو گا۔^۵

شافعیہ :

شافعیہ کے نزدیک اگر کسی مخصوص اس میں وصی بنایا گیا ہو تو اس کا یہ منصب وصایت اسی اس کے ساتھ مخصوص ہو گا، دوسرے امور میں اس کو تصرف کا حق حاصل نہ ہو گا۔ یا اگر اس کے منصب وصایت کی مدت متعین کر دی ہو تو اس مدت کے ختم ہونے پر وصی نہ رہے گا، کیونکہ اس کا تصرف وصی کی اجازت پر مبنی تھا، لہذا اجازت کی انتہا پر اس کا تصرف بھی ختم ہو جائے گا۔ کسی شرط کے ساتھ مقید کر دینا شافعیہ کے نزدیک بھی صحیح ہے۔^۶

(۴) البحر الرائق، ج ۸، ص ۳۵۷۔

(۵) المدونۃ الكبرى، امام سنون، ج ۱۵، ص ۱۵۔

جواہر الاکلیل، صالح عبد السمیع الآبی مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۵۔

(۶) المہذب، الفيروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۱۔

حنبلہ :

حنبلہ کے نزدیک بھی منصب وصایت کو کسی آئندہ زمانے کے ساتھ یا کسی مخصوص مدت کے ساتھ یا اس منصب کو کسی دیگر شرط کے ساتھ معلق کر دینا جائز ہے ۔

شیعی فقہ :

شرائع الاسلام کی عبارتوں سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اگر موصی نے وصی مقرر نہ کیا ہو تو خود حاکم اس کے ترکہ کا نگران قرار پائے گا ۔ الف ۲۳۶ - مرد یا عورت دونوں کو وصی مقرر کیا جا سکتا ہے خواہ میت سے رشتہ رکھتے ہوں یا نہ ، اور یہ صحیح ہوگا کہ کسی وصی کے موجود ہوتے ہوئے اولاد پر ماں یا دادی ، نانی کو نگران مقرر کر دیا جائے ۔

نگران کا تقرر

تشریح

انسان کو اپنی حیات میں اپنے مال میں جس طرح تصرف کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے اسی طرح یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ یہ حق اپنی وفات کے بعد کسی دوسرے کو منتقل کر دے، خواہ یہ دوسرا شخص اجنبی ہو یا موصی سے کسی قسم کا رشتہ رکھتا ہو ، مرد ہو یا عورت ، بشرطے کہ وہ ان صفات سے متصف ہو جو شرعاً وصی میں موجود ہونی چاہئیں ۔ چنانچہ ایک شخص اپنی اولاد کے حق میں اپنی زوجہ کو وصی بنا سکتا ہے، اسی طرح ماں دادی نانی کسی کو بھی وصی مقرر کر سکتا ہے۔ وصی مقرر کرنے میں وارث ہونے یا نہ ہونے کی کوئی قید نہیں ہے۔ چنانچہ اگر ایک شخص کا بیٹا اور حقیقی بھائی یا علاقہ بھائی موجود ہو اور یہ شخص بیٹے کو چھوڑ کر بھائی کو وصی مقرر کر دے تو یہ تقرر صحیح ہوگا۔ اسی طرح مذکورہ صورت میں اگر بیٹے کی جگہ بیٹی ہو تب بھی بھائی کو وصی مقرر کرنا صحیح ہوگا۔ یا اگر ایک شخص کی

(۱) الاتعاق، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۴۹-۴۷۔

(۲) المحرر، مجد الدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۲۶۔

(۳) الف (۴) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۵۔

اولاد میں کچھ بالغ اور کچھ نابالغ ہوں اور بالغ افراد میں سے کسی ایک کو وصی مقرر کردے تو یہ مقرر صحیح ہوگا۔ اگر موصی کی جانب سے وصی کے تصرفات پر کوئی نگران مقرر نہ کیا گیا ہو تو وصی کو آزادانہ تصرف کا حق حاصل ہوگا۔ البتہ اس سے حاکم وقت مستثنیٰ ہوگا۔ کیونکہ اس کو بہر حال نگرانی کا حق حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اگر موصی نے وصی پر کسی کو نگران مقرر کر دیا ہے تو ایسی حالت میں اس نگران کو وصی کے تصرفات پر نگرانی کا حق حاصل ہوگا۔^۸

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک بھی عورت وصی مقرر کی جاسکتی ہے۔ مرد و عورت اور وارث و غیر وارث میں کوئی تفریق نہ ہوگی۔^۹

شافعیہ :

شافعیہ بھی اس مسئلے میں احناف و مالکیہ سے متفق ہیں۔^{۱۰}

حنبلہ :

حنبلہ بھی اس مسئلے میں دیگر مذکورہ ائمہ سے متفق ہیں۔^{۱۱}

شیعہ جعفریہ :

شیعہ جعفریہ بھی اس مسئلہ میں ائمہ اہل سنت سے متفق ہیں۔^{۱۲}

۲۳۷ - (۱) صغیر سن بچوں کے باپ کے وصی کو دادا پر لوہیت حاصل ہوگی۔ اگر موصی نے اپنے بچے کے لئے اس کی ماں یا کسی دوسری عورت کو

وصی کا حق فائق

(۸) احکام الشرعیہ، زید الایمانی، مطبوعہ مصر، ۱۹۲۰ ع، ج ۲، ص ۳۱۔

(۹) جواہر الاکلیل، صالح عبد السمیع الابی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۶۔

(۱۰) المسئب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۰۔

الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۱۲۔

(۱۱) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۵۔

(۱۲) المنی، ابن قدامہ المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۶، ص ۵۶۶۔

وصی مقرر کیا ہو تو دادا کو ان بچوں کے مال میں ولایت کا حق حاصل نہ ہوگا :

البتہ اگر بچوں کے باپ کا بغیر وصی مقرر کئے انتقال ہو گیا اور دادا تصرف پر قادر اور امین موجود ہو تو اس کو تصرفات مالی کا حق حاصل ہوگا۔

تشریح

اگر موصی نے کسی شخص کو مطلق وصی مقرر کیا ہو تو یہ وصی دوسرے ہر صاحب حق کے مقابلے میں ہر قسم کے تصرف کا مالک ہوگا اور کسی دوسرے وارث یا غیر وارث کو اس کے تصرف میں مزاحمت کا حق حاصل نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اگر اس وصی کے ساتھ بچوں کا دادا بھی بقید حیات ہو تو وصی کے تصرفات میں دادا کو بھی مداخلت کا حق حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ بچوں کے باپ کے وصی کے مقابلے میں دادا کو مال میں ولایت حاصل نہیں ہوتی، البتہ اگر بچوں کے باپ نے کسی کو وصی مقرر نہ کیا ہو تو دادا کو بچوں پر ولایت حاصل ہوگی اور ترکے، میں بچوں کی ضروریات پوری کرنے کے سلسلہ میں تصرف کا حق حاصل ہوگا، بشرطے کہ دادا میں وہ تمام شرائط موجود ہوں جو وصی کے لئے شرعاً مقرر کی گئی ہیں۔ اب دادا کے مقابلے میں کسی دوسرے ولی کو مزاحمت کا حق نہ ہوگا، ماسوائے حاکم وقت کے، کیونکہ اس کی ولایت عام ہے۔

احناف کے نزدیک نابالغ بچوں کی مالی ولایت میں باپ کا پہلا درجہ ہے اس کے بعد اس کے وصی کا پھر اس وصی کے وصی کا، جہاں تک نیچے سلسلہ قائم رہے۔ اس سلسلے کے منقطع ہونے کے بعد دادا کا پھر اس کے وصی کا، پھر اس وصی کے وصی کا، جتنے نیچے تک سلسلہ چلے، اس کے بعد حاکم وقت اور اس کے مقرر کردہ وصی کا۔^{۱۳}

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک بھی باپ اور باپ کا وصی دیگر اولیاء و اوصیاء پر تصرف

(۱۳) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۵۲۔

ردالمحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۷ھ، ج ۵، ص ۵۰۴۔

میں مقدم ہوگا، المدونۃ الکبریٰ میں کہا گیا ہے کہ اگر یتاسی کے حق میں باپ کا کوئی وصی موجود نہ ہو۔ دادا موجود ہو، لیکن اس کو وصی مقرر نہ کیا گیا ہو یعنی باپ نے اپنے بچوں کا وصی دادا کو نہ بنایا ہو اور باپ فوت ہو گیا ہو تو دادا بذات خود بچوں کی پرورش کے سلسلے کے تصرفات کرسکے گا، البتہ اسے یتاسی کے حق میں وصی کے تقرر کا حاصل نہ ہوگا۔^{۱۴}

شافعیہ :

امام شافعی کے نزدیک دادا کے موجود ہوتے ہوئے، باپ کا بچوں پر کسی اجنبی شخص کو وصی مقرر کرنا جائز نہ ہوگا بشرطے کہ دادا میں وہ تمام اوصاف موجود ہوں جو وصی کے لئے مقرر کیے گئے ہیں، بحلاف دوسرے فقہاء کے، وہ کسی اجنبی کو وصی مقرر کرنا جائز خیال کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کے نزدیک باپ کا وصی دادا پر مقدم ہوگا۔^{۱۵}

شیعہ جعفریہ :

اسکیہ دادا کے مسئلہ میں امام شافعی سے متفق ہیں۔ البتہ ایک جدید قول ان حضرات کا یہ بھی ہے کہ جب دادا موجود ہو اور موصی نے کسی اجنبی کو وصی بنایا ہو تو یہ وصی صرف ایک تہائی کی حد تک تصرف کا مالک ہوگا، باقی تصرفات دادا کرے گا۔^{۱۶}

۲۳۸ - (۱) اگر وصی نے موصی کی زندگی میں اپنے منصب وصایت کو قبول کرلیا تو اس کو موصی کی موت کے بعد اس سے رجوع یا رد کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا، الا یہ کہ موصی نے وصی مقرر کرتے وقت یہ صراحت کر دی ہو کہ جس وقت وصی چاہے گا، اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے علیحدہ کرسکے گا۔
(۲) وصی کے لئے اپنے منصب وصایت کا رد کرنا موصی کی حیات میں اس کے علم میں لائے ہوئے صحیح ہوگا۔ وصی کے علم میں لائے بغیر رد کرنا صحیح نہ ہوگا۔

وصی کا قبول یا رد کرنا

(۱۴) جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل، صالح عبدالسمیع الآبی مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۵ - المدونۃ الکبریٰ، امام سنون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۱۷ -
(۱۵) معنی المحتاج، مطبوعہ مصر، ۱۹۵۸ع، ج ۳، ص ۷۶ -
المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۵۶ -
(۱۶) شرائع الاسلام، ابو جعفر الحلّی، مطبوعہ بیروت، ج ۲، ص ۲۶۵ -

(۳) اگر وصی نے وصی کی حیات میں منصب وصایت کو بشرط علم وصی رد کر دیا تو وصی کی موت کے بعد اس کا وصایت قبول کرنا قابل اعتبار نہ ہوگا۔

(۴) اگر وصی وصی کی زندگی میں خاموشی اختیار کئے رہا حتی کہ وصی کی موت واقع ہوگئی تو اسے موت کے بعد قبول یا رد کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔

تشریح

اسلامی قانون وصیت میں ”وصی“ بہت بڑی ذمہ داری کا حامل ہوتا ہے۔ وہ دراصل وصی کی جانب سے ان امور کا کنفل ہوتا ہے جن کی انجام دہی وصی اس کے ذمہ کر جاتا ہے۔ اس لئے شریعت نے وصی کے حق قبول و رد کے بارے میں خاصی احتیاط سے کام لیا ہے۔

حنفی مسلک :

جب کسی شخص کو وصی مقرر کیا گیا ہو اگر اس نے وصی کی حیات میں اس وصیت کو وصی کے علم میں لاکر قبول کر لیا اور وصی کی موت تک اپنے اس قبول پر قائم رہا تو اب اس کا وصی ہونا اس کے ذمہ لازم ہو جائے گا، اور وصی کی موت کے بعد اپنے آپ کو اس ذمہ داری سے سبکدوش نہ کرسکے گا، الا یہ کہ یا تو وصی نے وصایت کے وقت بذات خود یہ شرط عائد کر دی ہو کہ وصی اپنے آپ کو معزول اور وصیت کی ذمہ داری سے سبکدوش کرسکے گا، یا یہ کہ خود وصی نے قبول کے وقت اس شرط پر قبول کیا ہو، اور اگر وصی نے قبول کرنے کے بعد رد کیا تو اس کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں اول یہ کہ جس طرح وصی کے علم میں لاکر قبول کیا تھا اسی طرح علم میں لاکر رد کردے تو یہ رد کرنا صحیح ہوگا اور وہ وصی کی موت کے بعد بعیثت وصی کوئی تصرف نہ کرسکے گا۔ اور اگر وصی کے علم کے بغیر رد کیا، یہاں تک وصی کی موت واقع ہوگئی اور اس کو رد کا علم نہ ہوا تو ایسی صورت میں اس کا رد کرنا صحیح نہ ہوگا، اور اگر وصی نے وصی کی زندگی میں قبول کرنے یا رد کرنے سے سکوت اختیار کیا حتی کہ وصی کا انتقال ہو گیا تو وصی کی موت

کے بعد وصی کو قبول کرنے یا رد کرنے کا اختیار ہوگا۔ بصورت قبول اس پر منصب وصایت کی تمام ذمہ داریاں عائد ہوجائیں گی، ورنہ نہیں۔ لیکن رد کرنے کی صورت میں حکم حاکم کی ضرورت ہوگی، تاکہ میت کے ورثہ کو اس کے رد کرنے سے جو ضرر پہنچتا ہے اس کا ازالہ ہوجائے۔^{۱۷} مجمع الانہر میں لکھا ہے اگر وصی نے وصی کی حیات میں سکوت اختیار کیا حتیٰ کہ موصی کی موت واقع ہوگئی تو ایسی صورت میں وصی کو قبول یا رد کرنے کا اختیار حاصل ہوگا۔ اسی طرح فتاویٰ عالمگیری میں ہے^{۱۸}۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موصی کے لئے اپنی موت سے قبل یہ ممکن تھا کہ وہ اس ساکت وصی کے سکوت کی بناء پر اپنی وفات سے قبل وصی کو بلا کر استصواب کرلیتا اور قبول نہ کرنے پر کسی دوسرے کو وصی بنا دیتا یا قبول کرلینے پر اپنا اطمینان کرلیتا۔ جب یہ صورت نہ واقع ہوئی، تو معلوم ہوا کہ موصی کو وصی کے قبول کرلینے کی زیادہ اسید تھی۔

مالکیہ :

مالکیہ کے نزدیک وصی موصی کی حیات میں قبول یا رد کرسکتا ہے۔ لیکن موصی کی موت اور قبول کرلینے کے بعد رد نہیں کرسکتا۔ اگر موصی کی موت کے بعد قبول وصیت سے انکار کیا، پھر قبول کرنے پر آمادہ ہوا تو یہ صحیح و قابل اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر موصی کی زندگی میں خاموشی اختیار کی تو موصی کی موت کے بعد قبول کا اختیار نہ ہوگا۔^{۱۹}

شافعیہ :

شافعیہ کے نزدیک بھی وصی کے لئے وصایت کو قبول کرنا شرط ہے۔ لیکن قبول کرنے کے وقت کے بارے میں امام شافعی کے دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ موصی

(۱۷) فتاویٰ عالمگیری، ج ۴ مطبوعہ دیوبند، ص ۲۳۷۔

مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۷۱۹۔

(۱۸) مجمع الانہر، داماد آفندی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۷۱۹۔

البحر الرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، جلد ۸، ص ۳۵۷۔

فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۳۷۔

(۱۹) جواہر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۷۔

المدونۃ الكبرى، امام سخون، مطبوعہ مصر، ج ۱۵، ص ۱۸۔

کی حیات اور موت دونوں کی حالت میں قبول کرنا صحیح ہوگا، دوسرا یہ کہ وہ قبول معتبر ہوگا، جو موصی کی موت کے بعد کیا جائے، جس طرح کے موصی لہ قبول بھی وہی معتبر ہوتا ہے جو موصی کی موت کے بعد وقوع پذیر ہو۔^{۲۰}

حنبلیہ :

امام احمد کے قبول وصایت کے متعلق دو قول ہیں۔ اول یہ کہ وصایت کو موصی کی حیات اور موت دونوں حالتوں میں قبول کر سکتا ہے، اسی طرح رد بھی دونوں حالتوں میں کر سکتا ہے، مگر رد کی صورت میں حکم حاکم شرط ہوگا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اگر موصی کی زندگی میں اسکے علم میں لائے بغیر رد کرے گا تو یہ رد صحیح نہ ہوگا، موت کے بعد بطریق اولی صحیح نہ ہوگا۔^{۲۱}

شیعہ جعفریہ :

شیعہ حضرات کی فقہ میں قبول کے متعلق کوئی روایت نہ مل سکی، البتہ رد کے متعلق شرائع الاسلام میں لکھا ہے کہ اگر وصی نے موصی کی حیات میں اس کے علم میں لائے ہوئے وصایت کو رد کر دیا تو یہ رد کرنا صحیح ہوگا۔ لیکن اگر موصی رد کرنے سے پہلے یا بعد میں فوت ہو گیا اور رد کرنا اس کے علم میں نہ آیا تو یہ رد صحیح نہ ہوگا اور وصایت اپنی جگہ قائم رہے گی۔^{۲۲}

دلالة قبول

۲۳۹ - (۱) وصی کے تقرر کے لئے کسی خاص لفظ یا عبارت کی ضرورت نہیں، البتہ لازم ہوگا کہ اس قول یا عبارت سے وصیت کا انتظام اور انصرام وصی کے سپرد کرنے کی نیت و منشا صاف طور پر ہائی جاتی ہو۔

(۲) وصی کا دلالت قبول کر لینا صراحت قبول کر لینے کی مانند متصور ہوگا۔ چنانچہ وصی کا میت کے ترکے سے کسی چیز کو ورثا کے حق میں منفعت بخش سمجھتے ہوئے فروخت کر دینا یا ترکے سے خرید لینا، یا میت کے دین کو ادا کر دینا، یا دین کا وصول کر لینا، منسب وصایت کا قبول سمجھا جائے گا۔

(۲۰) المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۷۱۔

(۲۱) المحرر فی الفقہ، مجد الدین ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۹۲۔

(۲۲) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۴۔

تشریح

کسی کو وصی مقرر کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی خاص لفظ کے ذریعہ وصی بنایا جائے بلکہ ہر ایسے لفظ سے وصی مقرر کرنا صحیح ہوگا جس سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ اس کو موصی نے اپنی وفات کے بعد اپنے ترکے میں تصرف کا اور اپنی اولاد و اقارب کے حقوق ادا کرنے کے لئے وصی مقرر کیا ہے مثلاً یہ کہے کہ میری موت کے بعد تم میرے وکیل ہو۔ یا میں نے اپنی اولاد کی نگرانی اپنے فوت ہونے کے بعد آپ کے سپرد کر دی، آپ میرے وصی ہوں گے، میرے سرنے کے بعد میری اولاد کی آپ حفاظت و نگرانی کریں اور ان کے لوازمات زندگی کا سہیا کرنا آپ کے سپرد ہوگا۔

جس طرح وصی بنانا کسی مخصوص لفظ کے ساتھ مطلوب نہیں ہے اسی طرح یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وصی صراحت کے ساتھ ہی قبول کرے بلکہ جس طرح صراحت قبول کیا جاتا ہے اسی طرح دلالت قبول کرنا بھی صحیح و جائز ہوگا۔ مثلاً ایک شخص دوسرے کو وصی مقرر کر دے اور وصی سکوت اختیار کئے رہا مگر موصی کی موت کے بعد اس کے ترکے سے کسی چیز کو فروخت کیا، یا ورثہ کی ضروریات کے لئے کوئی چیز خریدی یا میت کے ترکے سے میت کا دین ادا کیا، یا میت کا کسی پر دین تھا اس کو وصول کیا یا مطالبہ کیا۔ یہ تمام تصرفات اس کے قبول کرنے کی دلیل ہوں گے اور یہ اسی طرح اثر انداز ہوں گے جس طرح وہ کہتا کہ میں نے قبول کیا۔ عقود میں معانی اور مقاصد کا اعتبار ہوتا ہے الفاظ کا اعتبار نہیں ہوا کرتا۔^{۲۲} الف چنانچہ ان تصرفات کے بعد اس کا رد کرنا صحیح نہ ہوگا اور ان تصرفات کے وقت یہ بھی ضروری نہ ہوگا کہ اس کو اپنے وصی مقرر کئے جانے کا علم ہو اور یہ تصرفات کرے۔ اگر علم نہ ہو لیکن موصی نے اس کی جانب وصایت سپرد کی ہو اور تصرفات مذکورہ میں سے کوئی تصرف کرے تب بھی وہ وصی اصلی ہوگا۔^{۲۳}

(۲۲) الف) الاعتبار للمقاصد والمعانی لا للفاظ والمبانی (المجلد الاحکام العبدیہ ج ۱)

(۲۳) مجمع الانہر، داساد آندی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۱۹۷۔

البحر الرائق، ابن نجیم، مطبوعہ مصر، ج ۸، ص ۳۵۷۔

فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۳، ص ۲۳۷۔

۲۴۰۔ وصی کا مسلم، عاقل، بالغ اور امین ہونا شرط ہوگا، لیکن یہ کہ معاملات سے بغویہ واقف ہو۔ اگر میت نے کسی ایسے شخص کو وصی مقرر کیا جو مذکورہ صفات سے متصف نہ ہو، تو حاکم عدالت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس کو معزول کر کے کسی ایسے شخص کو وصی مقرر کر دے جو مذکورہ بالا صفات کا حامل ہو۔

تشریح

وصایت کا اہل اس شخص کو قرار دیا جائے گا جس میں مندرجہ ذیل پانچ شرطیں موجود ہوں :-

(۱)۔ مسلم ہو (۲) عاقل ہو (۳) بالغ ہو (۴) امین ہو (۵) تصرفات کا تجربہ رکھتا ہو۔

کسی دوسرے کو وصیت کے ذریعہ اپنے متروکہ میں تصرفات سپرد کر دینے کا یہ مقصد ہوتا ہے کہ یہ وصی موصی اور اس کی اولاد کے حق میں ایسے تمام امور کا کنفیل ہو جو ان کے حق میں نفع بخش ہوں اور ضرر رسان نہ ہوں اور ان کو پورے طور پر انجام دے سکے۔ لہذا جس شخص میں مذکورہ پانچ صفات نہ ہوں وہ مکمل طور پر وصیت کے فرائض انجام نہ دے سکے گا۔

کسی غیر مسلم کو وصی مقرر کرنا نص قرآنی کی واضح طور پر خلاف ورزی ہے۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے: ”ولن يجعل الله للكافرين على المؤمنين سبيلا،“^{۲۳} اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مومنین پر تصرف کا حق نہیں دیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ کسی کافر کو وصی بنادینا تصرفات کا مالک اور متولی بنادینا ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی غیر عاقل شخص کو وصی مقرر کر دینا وراثہ کے حق میں مضر ہوگا۔ جو وصیت کے مقصد کے خلاف ہے۔ اسی طرح نابالغ کے وصی ہونے کی صورت میں بھی وراثہ کے حقوق صحیح طور پر ادا نہ ہونے کا خطرہ موجود رہے گا، کیونکہ نابالغ نافع اور غیر نافع تصرف میں تجربہ نہ ہونے کی بناء پر وراثہ کے حق کی پوری حفاظت نہ کر سکے گا، اور جو شخص غیر امین خائن یا دیناوی

معاملات کا تجربہ نہ رکھتا ہو، ظاہر ہے کہ وہ کسی طرح بھی وصی مقرر کئے جانے کا اہل نہیں ہو سکتا، جس کی علت خود واضح ہے۔

لہذا معلوم ہوا کہ وصی کا مجموعی طور پر ان تمام اوصاف سے متصف ہونا لازمی ہے۔ اگر ان میں سے کوئی وصف بھی معدوم ہو تو حاکم عدالت پر لازم ہوگا کہ اس کو اس منصب سے علیحدہ کر کے کسی ایسے شخص کو مقرر کر دے جو ورثہ کے حق میں مکمل طور پر بہتری کا ذریعہ ہو سکتا ہو، کیونکہ حاکم کو مصالح عامہ کا نگران مقرر کیا گیا ہے۔ البتہ اگر حاکم کے معزول کرنے سے قبل وہ سوانح دور ہو گئے جن کی وجہ سے تبدیلی کی ضرورت درپیش تھی اور وصی مذکورہ صفات سے متصف ہو گیا تو اب حاکم کو کسی تبدیلی کا اقدام کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔

اگر ایسے وصی نے حاکم کی تبدیلی سے قبل کوئی تصرف کیا تو حاکم ایسے تصرف کو باطل قرار نہ دے گا بلکہ وہ تصرف نافذ متصور ہوگا، الا یہ کہ وہ تصرف ورثہ کے حق میں انتہائی نقصان کا باعث اور سراسر مضر ہو۔ حاکم کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ اگر وہ یہ محسوس کرے کہ وصی مذکورہ اوصاف سے تو متصف ہے لیکن اپنے ضعف (جسمانی) کی بنا پر وصیت کے امور کو پورے طور پر انجام نہیں دے سکتا تو وہ اس وصی کے ساتھ معاون کے طور پر کسی ایک شخص کا اپنی جانب سے اضافہ کر سکتا ہے۔

اگر وصی ان تمام صفات شرعی کا جامع ہے تو محض ورثہ کی شکایت پر حاکم اس کو معزول نہ کر سکے گا جب تک کہ اس کی خیانت ظاہر و ثابت نہ ہو جائے۔ حنفیہ کے نزدیک مذکورہ اوصاف کا وصی میں از اول تا آخر موجود رہنا ضروری ہے۔ اگر درمیانی عرصہ میں کوئی صفت معدوم ہو کر پھر واپس آجائے تو وصی بدستور وصی رہ سکتا ہے۔ ۲۵ حنفیہ کے نزدیک نابینا اور عورت کو بھی وصی مقرر کیا جاسکتا ہے راقم الحروف کے نزدیک نابینا شخص کو وصی مقرر کرنے کے بارے میں احناف کا نقطہ نظر قرین صواب نہیں کیونکہ اس نقص جسمانی

(۲۵) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴ ص ۲۳۷ اور ۲۳۸ (ماخوذ)۔

مجمع الانہر، داماد آندی، مطبوعہ مصر، ج ۲ ص ۷۱۹، ۷۲۰ (ماخوذ)۔

کے سبب وصی مکمل طور پر تمام تصرفات سے بوجہ احسن عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ عورت کے وصی مقرر کئے جانے میں بظاہر کوئی شرعی قباحت نہیں ہے لیکن کسی عورت کا دنیاوی معاملات میں تجربہ کار نہ ہونا عام طور پر اس کے فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ بن سکتا ہے۔

مالکیہ :

مالکیہ مذکورہ تمام امور میں احناف سے متفق ہیں۔^{۲۶}

شافعیہ :

شافعیہ نے مذکورہ صفات میں احناف سے اتفاق کیا ہے۔ عورت کے تقرر میں بھی شافعیہ نے احناف سے اتفاق کیا ہے۔ البتہ نابینا کے متعلق دو قول منقول ہیں۔ ایک قول میں وصی مقرر کرنا جائز ہے اور دوسرے قول میں جائز نہیں ہے، اس لئے کہ بعض امور ایسے ہوتے ہیں جن کو نابینا شخص کے لئے انجام دینا مشکل بلکہ متعذر ہوتا ہے۔^{۲۷} راقم الحروف کے نزدیک نابینا کے سلسلہ میں شافعیہ کا دوسرا قول قرین صواب ہے۔

حنبلہ :

فقہاء حنبلیہ نے مذکورہ صفات کو شرط قرار دیتے ہوئے ایسے شخص کے تقرر کو بھی جائز کہا ہے جو مستور الحال ہو (یعنی اس کے حالات پوشیدہ رہے ہوں)۔ ان کے نزدیک وصی اصلی کی موجودگی میں حاکم کی نگرانی بے معنی ہوگی جب کہ وصی وصیت کے امور کو پورے طور پر انجام دے رہا ہو۔^{۲۸}

شیعہ جعفریہ :

اسامیہ کے نزدیک وصی کا مسلم، عاقل و بالغ ہونا شرط ہے البتہ ان کے

(۲۶) جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۶۔

(۲۷) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۱۲۰۔

المہذب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۰۔

مغنی المحتاج، شرح المنہاج، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۷۴۔

(۲۸) الاقتناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۷۹-۷۷۔

بعضہ، از مختصر الخرقی، ص ۱۱۵۔

المحرر فی الفقہ، ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۹۲۔

نزدیک عادل ہونے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ شرط ہے اور دوسرا یہ کہ شرط نہیں۔ ان حضرات کے نزدیک نابالغ بچے کو اس حالت میں وصی بنانا صحیح ہوگا جب کہ اس کی معاونت میں کسی اہل شخص بالغ کو بھی مقرر کیا گیا ہو، ورنہ نابالغ کو وصی مقرر کرنا صحیح نہ ہوگا۔

اگر دو افراد کو وصی بنایا گیا ہو، اور ان میں ایک بالغ اور دوسرا نابالغ ہو تو ایسی صورت میں بالغ وصی منفرداً اس وقت تک تصرف کرتا رہے گا جب تک کہ دوسرا بالغ ہو، دوسرے کے بالغ ہوجانے پر اسے تنہا تصرف کرنے کا حق نہ ہوگا۔ لیکن اگر یہ نابالغ فوت ہو گیا یا فساد عقل (یا دیوانگی) کی حالت میں بالغ ہوا تو وہ بدستور انفرادی طور پر تصرف کرتا رہے گا۔ حاکم کو ایسی صورت میں کسی مداخلت کا حق حاصل نہ ہوگا کیونکہ موصی کا مقرر کردہ وصی موجود ہوگا اور جب نابالغ وصی بلوغ کو پہنچ جائے گا تو اس کو بالغ وصی کے سابقہ تصرفات کے باطل کرنے کا کوئی حق نہ ہوگا۔

عورت کا وصی مقرر کرنا شیعہ حضرات کے نزدیک بھی جائز ہے جب کہ وہ مذکورہ صفات سے متصف ہو۔ ۲۹

۲۴۱۔ موصی کو اختیار ہوگا کہ اپنے مقرر کردہ وصی کو کسی بھی وقت منسب وصایت سے معزول کر دے۔

وصی کی معزولی

تشریح

وصی کو تصرفات کی ولایت موصی کی جانب سے حاصل ہوتی ہے اس لئے موصی کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ جس وقت چاہے اپنے مقرر کردہ وصی کو وصایت سے معزول کر دے، خواہ اس وصی نے قبول کیا ہو یا نہ کیا ہو، وصی حاضر ہو یا غائب ہو۔ امام ابوحنیفہ کے قول کے بموجب خواہ وصی کو معزول ہونے کا علم بھی نہ ہوا ہو۔ لیکن امام ابویوسف نے فرمایا کہ لاعلمی کی صورت میں معزول نہ ہوگا اور اس حالت میں اس کے تصرفات نافذ ہوں گے۔ چنانچہ اگر موصی نے وصی کو معزول کر دیا اور فوت

ہو گیا لیکن وصی کو اپنی معزولی کا علم نہ ہو سکا اس وجہ سے اس نے بحیثیت وصی تصرفات کئے تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ تصرفات نافذ ہوں گے اور امام اعظم کے نزدیک نافذ نہ ہوں گے (۳۰)۔

راقم الحروف کی رائے میں امام ابو یوسف کا قول زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ امام صاحب کے قول پر عمل کرنے کی صورت میں اگر وصی کو اس کے علم کے بغیر ہی معزول قرار دے دیا گیا اور تصرفات کو باطل قرار دیا گیا تو اس سے وصی کی ذات کو اور ان تمام لوگوں کو جن کے ساتھ وصی نے معاملہ کیا ہوگا ضرر پہنچے گا کیونکہ وصی اپنے آپ کو وصی تصور کرتے ہوئے تصرف کرے گا اور جن کے ساتھ وہ معاملہ کرے گا وہ بھی اس کے ساتھ اس کو وصی تصور کر کے معاملہ کریں گے اس طرح یہ ضرر وصی کی ذات سے متجاوز ہو کر دوسرے لوگوں تک متعدی ہو جائے گا، جب کہ امام ابو یوسف کے قول کی بنا پر ایسا کوئی ضرر لاحق نہ ہوگا۔

ائمہ ثلاثہ کی رائے:

مالکی و شافعی فقہ کے مسائل جزیئہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ موصی کو اپنی حیات میں وصی کے معزول کرنے کا ہر وقت اختیار حاصل ہے۔ احناف کی طرح فقہ مالکی و شافعی کی زیر مطالعہ کتب میں کوئی صریح عبارت نہ مل سکی، البتہ فقہ حنبلی کی کتاب ”الاقناع“ میں اس کی صراحت پائی جاتی ہے۔^۱

۲۴۲ (۱) موصی کا مقرر کردہ وصی جب عادل ہو اور نفاذ وصیت پر قادر ہو تو عدالت کو اس کے معزول کرنے کا حق حاصل نہ ہوگا، البتہ وصی کے بعض امور کی انجام دہی سے جزیئہ عجز کی بناء پر عدالت کو یہ حق حاصل ہوگا کہ اس کے ہمراہ ایک اور شخص کا اضافہ کر دے۔

عدالت کا اختیار
معزول

(۲) اگر عدالت کو یہ یقین ہو جائے کہ وصی وصیت کے اجراء سے حقیقتاً مکمل طور پر عاجز ہے تو وہ اس کی جگہ دوسرا شخص مقرر کر سکتا ہے، لیکن اگر کسی آئندہ وقت میں معزول شدہ وصی اجراء وصیت پر قادر ہو گیا تو عدالت کے لئے اس کو بحال کرنا ضروری ہوگا۔

(۳۰) الدرالمختار بر حاشیہ رد المحتار، حصکفی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۷ھ، ج ۵، ص ۳۹۵۔

(۳۱) الاقناع، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۷۹۔

(۲)۔ وصی خیالت کی وجہ سے معزول کیا جا سکے گا۔

تشریح

احکام :

وصی باعتبار وصف تین اقسام پر منقسم کئے جاسکتے ہیں۔ اول ”عادل“ جو منصب وصایت کے تمام امور انجام دینے پر قدرت رکھتا ہو۔ دوم ”عادل ناکافی“ جو پورے طور پر منصب وصایت کے امور انجام نہ دے سکتا ہو اور سوم ”فاسق“ جس سے مالی سلسلے کے تصرفات میں خطرہ لاحق ہو۔ اگر اول درجہ کا وصی ہے تو حاکم وقت اس کو بغیر کسی وجہ شرعی کے معزول نہ کر سکے گا۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر حاکم وقت نے معزول کیا تو کیا معزول ہو جائے گا؟ اس سلسلے میں علما احناف کے دو قول ہیں۔ بعض کے نزدیک معزول ہو جائے گا اگرچہ حاکم کا یہ فعل ظلم کہلانے کا۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ معزول نہ ہوگا کیونکہ جب وہ ان تمام صفات کا جامع ہے جو اسکے منصب وصایت کی غرض کو پورے کرتے ہوں اور اہل حقوق کے حقوق پورے ہو سکتے ہوں یعنی موصی لہم اور ورثہ دونوں کے حق کی نگرانی و اصلاح متصور ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ معزول ہو۔ مذکورہ دو قول ہیں سے کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے میں اختلاف ہے۔ قاضی کو چونکہ ولایت عامہ حاصل ہے اس لئے راقم الحروف کے نزدیک اس کے وصی کو بغرض اصلاح معزول کرنے سے وصی معزول ہو جائے گا۔

لیکن اگر وصی دوسری قسم کا ہے کہ عادل ہونے کے باوجود وہ وصیت کے تمام امور کو اس طرح انجام نہیں دے سکتا جس سے وصیت کی غرض پوری ہو سکے تو ایسی صورت میں حاکم وقت اس کو معزول نہ کرے گا بلکہ ان امور کی تکمیل کے لئے اپنی جانب سے ایک اور شخص امین کا اضافہ کر دے گا جو اس کمی کو پورا کر دے۔ اس طرح دونوں حقوق کی رعایت ہو جائے گی۔ لیکن اگر وصی عادل ہو مگر وصایت کے امور انجام دینے سے بالکل ہی قاصر ہو، تو ایسی حالت میں حاکم کو اس کی تبدیلی کا حق حاصل ہوگا۔ کیونکہ مصلحت اسی عمل

میں ہوگی۔ لیکن اگر کسی آئندہ زمانے میں اس وصی میں ضروری صلاحیت پیدا ہو جائے تو بدستور سابق اس کو وصی مقرر کیا جائے گا۔

اور اگر وصی تیسری قسم کا ہے یعنی فاسق ہے جس سے میت کے مال کے حق میں خطرہ لاحق ہے تو ایسی صورت میں حاکم کے لئے ضروری ہوگا کہ اس کو معزول کرے کسی عادل امین شخص کو اس کی جگہ مقرر کر دے، کیونکہ میت خود اس کو معزول کر کے دوسرے کو اس کا قائم مقام مقرر کرنے سے عاجز ہے لہذا حاکم کو اس تبدیلی کا حق حاصل ہوگا۔

جب تک وصی اپنے عدالت اور وصایت کے امور کی انجام دہی پر قادر رہے گا اس وقت تک اس کی معزولی کا حق حاکم کو حاصل نہ ہوگا، البتہ اگر وصی سے خیانت ظاہر ہو اور حاکم کو باضابطہ اس خیانت کا ثبوت بہم پہنچ جائے تو اس وقت اس کو معزول کر کے دوسرے امین عادل شخص کو اس کی جگہ مقرر کرنا اس کا فرض ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں موصی کا وصی مقرر کرنے سے جو مقصد تھا وہ فوت ہو گیا (یا کم از کم معرض خطر میں پڑ گیا) اگر خود موصی بقدر حیات ہوتا تو وہ بذات خود معزول کر کے دوسرے شخص کا تقرر کر دیتا۔ لہذا اب اس کی وفات کے بعد یہ حق حاکم کی جانب منتقل ہو جائے گا۔

۳۲-۳۱

ائمہ ثلاثہ :

امام مالک و امام شافعی و امام احمد ابن حنبل کے نزدیک بھی اس مسئلہ میں وہی حکم ہے جو احناف کا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ ان ائمہ کی کتب فقہ کی عبارتوں سے ظاہراً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وصی میں مذکورہ صفات معدوم ہونے یا خیانت ثابت ہونے کی حالت میں خود بخود معزول ہو جائے گا۔ اور

(۳۲) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۳۸۔

مجمع الانہر، داماد آندی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۷۱۹۔

ہدایہ، مطبوعہ قرآن محل کراچی، ج ۴، ص ۴۹۶۔

الدر المختار بر حاشیہ رد المحتار، حصکفی، مطبوعہ مصر، ج ۵، ص ۴۹۶۔

حاکم اس کے جگہ دوسرے کو وصی مقرر کرے گا۔ ۳۳ لیکن راقم الحروف کے نزدیک احناف کا نقطہ نظر انسب ہے۔ وصی حاکم کے معزول کرنے سے معزول ہوگا یعنی جب تک وہ معزول نہ کیا جائے اس وقت تک وصی رہے گا۔ اور جن لوگوں نے یہ نیک نیتی معاملات کئے ہوں گے وہ خطرے سے محفوظ رہیں گے۔

شیعہ جعفریہ :

شیعہ جعفریہ بھی ان مسائل میں ائمہ اہل سنت سے متفق ہیں۔ ۳۴

۴۴۳۔ جب کسی میت کا وصی مختار موجود نہ ہو اور میت پر یا میت کا لوگوں پر دین ہو یا اس کی کوئی وصیت موجود ہو، لیکن اس کے نافذ کرنے کے لئے کوئی وارث موجود نہ ہو جو اس کے دین کو ادا کرے یا وصول کرے، یا وصیت کو جاری کرے، یا وارث نابالغ ہو تو عدالت کو یہ اختیار حاصل ہوگا کہ وہ اپنی جانب سے کسی اہل شخص کو وصی مقرر کر دے۔

عدالت کا اختیار
تقرر

تشریح

اگر کسی شخص کا ایسی حالت میں انتقال ہو جائے کہ اس نے کسی شخص کو اپنا وصی مقرر نہ کیا ہو، تو اگر میت کا باپ یعنی میت کے بچوں کا دادا موجود ہو اور اس میں مذکورہ بالا صفات موجود ہوں تو دادا کو تصرفات اور یتامی کی ولایت حاصل ہوگی اور اگر دادا موجود نہ ہو یا موجود ہو لیکن مذکورہ صفات سے متصف نہ ہو تو اب میت کے مال میں تصرف اور اس کی اولاد کی نگرانی و پرورش کی ولایت قاضی (حاکم) وقت کی جانب منتقل ہو جائے گی، خواہ وہ بذات خود اس امر کو انجام دے یا کسی عادل امین کو اپنی جانب سے وصی مقرر کر دے۔

(۳۳) جواہر الاکلیل صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۶ (فقہ مالکی)۔

کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۱۲۰، (فقہ شافعی)۔

المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۰، (فقہ شافعی)۔

الاتقان، شرف الدین الخفسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۷۷-۷۸، (فقہ حنبلی)۔

مختصر الغرئی، ص ۱۱۵، (فقہ حنبلی)۔

المحرر فی الفقہ، ابو البرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۹۲۔

(۳۴) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۴۔

چونکہ قاضی ضرورت کے پیش نظر وصی مقرر کرتا ہے اس لئے جب تک مصلحت و حاجت نہ ہو اس وقت تک حاکم کو وصی مقرر کرنے کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ وہ صرف اسی وقت اپنے وصی کا تقرر کرسکے گا جب کہ اس کی حاجت پیش آئے اور اس کے تقرر میں مصلحت بھی ہو۔ لہذا ذیل کے مسائل میں قاضی کا اپنی جانب سے وصی مقرر کردینا صحیح ہوگا :-

۱ - جب کہ میت پر دین ہو اور کوئی ایسا وارث موجود نہ ہو جو میت کی جانب سے دائن کے مقابلے میں جواب دہی کرسکے، اس لئے اگر قاضی ایسے موقعہ پر وصی مقرر نہ کرے گا تو دائن (قرض خواہ) کو نقصان پہونچے گا۔

۲ - میت کا کسی پر دین ہو اور مقروض سے اس کا مطالبہ اس لئے نہ کیا جاسکتا ہو کہ میت کا کوئی وارث موجود نہیں۔

۳ - یہ کہ میت نے کسی معین شخص کے لئے کچھ مال کی وصیت کی ہو اور میت کا کوئی وارث اور وصی موجود نہ ہو، تاکہ وصی لہ اس کی موجودگی میں وصی بہ مال حاصل کرسکے تو قاضی کو وصی مقرر کرنا ہوگا تاکہ اس کی موجودگی میں وصی بہ پر قبضہ کرسکے۔

۴ - جب کہ میت کے کچھ ورثہ نابالغ ہوں تو ان کا وصی مقرر کیا جائے گا تاکہ وہ ان نابالغوں کی نگہداشت کرسکے اور اگر کل ورثہ نابالغ ہیں تو ظاہر ہے کہ وصی کا تقرر واجب ہو جائے گا۔

۵ - جب کہ نابالغ بچہ نے اپنی ماں کی وراثت میں مال حاصل کیا ہو، اگرچہ بچہ کا باپ زندہ ہو لیکن ولایت کا اہل نہ ہو سرف ہو، بچے کے مال کو خرد برد کردینے والا ہو۔ ایسی صورت میں قاضی کسی اہل شخص کو وصی مقرر کرے گا، تاکہ بچے کے اسوا ضائع ہونے سے محفوظ رہ سکیں۔

۶ - جب کہ نابالغ بچوں کا باپ مفقود الخبر ہو گیا ہو، جس کی زندگی اور موت کی کوئی اطلاع نہ مل سکے ان بچوں کے حقوق کی حفاظت

اور اسوال کی نگرانی کی ضرورت درپیش ہو تو وصی کا تقرر عدالت کی جانب سے لابدی ہوگا۔

۷۔ جب کہ ترکے پر لوگوں کے دین ہوں اور میت کے اہل وراثہ کو ان دیون کے ادا کرنے سے پہلو تہی کی ہو، تو قاضی کو دائنوں کی حقوق کی ادائیگی کے لئے وصی مقرر کرنا ہوگا۔^{۳۵}

ائمہ ثلاثہ :

ہر سہ ائمہ امام مالک و امام شافعی اور امام احمد ابن حنبل قاضی کے وصی مقرر کرنے میں مذکورہ بالا مسائل میں حنفیہ سے مستفق ہیں۔^{۳۶}

شیعہ امامیہ

شیعہ جعفریہ امامیہ کا بھی اس سلسلے میں ائمہ اہل سنت سے اتفاق ہے۔^{۳۷}

۲۴۴۔ جب کہ میت یا کسی عدالت مجاز نے دو شخصوں کو وصی مقرر کیا ہو تو ان میں سے ہر ایک کے لئے علیحدہ علیحدہ مستقلاً تصرف کرنا جائز نہ ہوگا۔ اگر ایک نے کوئی تصرف کیا تو وہ تصرف نافذ نہ ہوگا، الا یہ کہ دوسرا وصی بھی اس کی اجازت دے دے۔ اس سے حسب ذیل امور مستثنیٰ ہوں گے :-

ایک سے زائد وصیوں کے تقرر کی صورت میں تصرفات کی نوعیت

(۱) میت کی تجہیز و تکفین

(۲) جو حقوق میت کے دوسروں پر واجب ہوں ان کے متعلق خصوصت (چارہ جوئی)۔

(۳) میت کے دیون کا مطالبہ بغیر قبضہ کرنے کے۔

(۴) میت پر ثابت شدہ دیون کی ادائیگی ترکے کے اس مال سے جو دین کا ہم جنس ہو۔

(۳۵) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴ ص ۵۲-۲۵۰۔

رد المحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ج ۵ ص ۹۶-۹۵۔

بعضہ، از جامع الفصولین فصل ۲۷، مطبوعہ مصر، ۱۳۰۱ھ ج ۲ ص ۱۲۔

(۳۶) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴ ص ۱۲۰ (ماخوذ)۔

المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱ ص ۴۰۔

المعنی، ابن قدامہ، ج ۶ ص ۵۷۲۔

(۳۷) شرائع الاسلام، الحلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۴۔

- (۵) معین شے کی وصیت کا کسی معین موسیٰ لہ کے حق میں نافذ کرنا۔
 (۶) موسیٰ کے نابالغ بچوں کی ضروریات زندگی کا سہا کرنا۔
 (۷) موسیٰ کے نابالغ بچوں کے حق میں ہبہ قبول کرنا۔
 (۸) موسیٰ کے نابالغ بچوں کو کسی غیر مضر کام سے لگانا۔
 (۹) موسیٰ کے نابالغ بچوں کے اسواں کو کرایہ پر اٹھانا۔
 (۱۰) عاریت اور ودیعتوں کو واپس کرنا اور میت نے جو مال غصب کیا ہو یا بیع فاسد کے ذریعہ خریدا ہو، اس کو واپس کرنا۔
 (۱۱) موسیٰ کے شریک سے قابل تقسیم اشیاء کی تقسیم کرانا اور جن چیزوں کے خراب و فاسد ہو جانے کا خطرہ ہو ان کو فروخت کرنا۔
 (۱۲) ضائع ہونے والے متفرق اموال کا جمع کرنا۔

مگر شرط یہ ہے کہ اگر موسیٰ نے کسی قسم کے تصرفات میں منفرداً یا مجتمعاً عمل کرنے کی تصریح کی ہو تو اس کا اتباع تا حد امکان لازم ہوگا، الا یہ کہ ضرورت وقت اس کے خلاف مقتضی ہو۔

تشریح

اگر موسیٰ نے دو شخصوں کو وصی مقرر کیا ہو یا موسیٰ کا کوئی وصی نہ ہونے کی صورت میں قاضی نے دو شخصوں کو وصی مقرر کیا ہو، اس کی ایک صورت یہ ہے کہ موسیٰ دونوں کو مستقلاً و منفرداً تصرف کا حق واضح عبارت سے دے دیے مثلاً یہ کہہ دے کہ میں نے تم دونوں کو اپنا وصی بنایا اور تم دونوں کو تصرف کرنے کا منفرداً و مستقلاً تصرف کا حق حاصل ہوگا۔ اس صورت میں ہر وصی کو دوسرے وصی کی رائے کی احتیاج نہ ہوگی بلکہ ہر وصی انفرادی طور پر تصرف کر سکے گا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ موسیٰ دونوں کے مجتمع ہو کر تصرف کرنے کی صراحت کر دے مثلاً یہ کہہ ہو کہ میں نے تم دونوں کو اپنا وصی بنایا تم دونوں مل کر تصرف کرنا، انفرادی طور پر تصرف نہ کرنا اس صورت میں جو کہا گیا ہے وصی اسی پر عمل کریں گے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ محض اتنا کہدے کہ میں نے تم دونوں کو اپنا وصی مقرر کیا اور کسی قسم کی صراحت نہ کرے۔ اس صورت میں امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ہر وصی تصرف میں مستقل و منفرد ہوگا اور امام ابوحنیفہ و محمد فرماتے ہیں کہ ہر وصی کو منفرداً تصرف کا حق نہ ہوگا، یعنی ہر وصی علیحدہ علیحدہ تصرف نہ کر سکے گا۔

چنانچہ اس اختلاف کی بنیاد پر اگر ایک وصی نے دوسرے کے مشورے کے بغیر کوئی تصرف کیا تو امام ابو یوسف کے نزدیک یہ تصرف نافذ ہوگا اور طرفین (امام ابوحنیفہ و محمد) کے نزدیک موقوف رہے گا۔ اگر دوسرے وصی نے اجازت دے دی تو نافذ ہو جائے گا اور اگر رد کر دیا تو باطل ہو جائے گا، خواہ موصی نے یہ تقرر ایک عقد سے کیا ہو یا یکے بعد دیگرے کیا ہو۔ امام ابو یوسف اپنے قول کی دلیل میں فرماتے ہیں کہ وصی مقرر کرنا ولایت کے حق کو دوسرے کی جانب منتقل کرنا ہوتا ہے۔ لہذا جب اس کو دو شخصوں کی جانب منتقل کیا گیا تو ہر شخص کامل ولایت حاصل کرے گا جیسا کہ نکاح کے مسئلے میں دو بھائی اپنی بہن کا نکاح کرنے میں انفرادی طور پر مستقل ولی ہوتے ہیں، اور اس مسئلہ میں سب کا اتفاق ہے۔ اس کی وجہ صاف ظاہر ہے کسی کو وصی مقرر کرنا ان تصرفات میں اپنا قائم مقام مقرر کرنا ہوتا ہے، جن کا موصی خود مالک ہو۔ چونکہ موصی مستقل و منفرداً تصرفات کا مالک تھا لہذا اس کا وصی بھی مکمل طور پر تصرفات کا مستقل و منفرداً مالک ہو گا۔

امام ابوحنیفہ و محمد فرماتے ہیں کہ یہ ولایت موصی کی موت کے بعد ثابت ہوتی ہے، لہذا اس حالت کا اعتبار کرنا لازمی ہو گا۔ اور اس کی صورت یہی ہے کہ دونوں وصی اجتماعی شکل میں تصرف کریں، خصوصاً جب کہ یہ اجتماعیت کی شرط مفید بھی ہوتی ہے، کیونکہ ایک شخص کی رائے کا وہ درجہ نہیں ہوتا جو دو شخصوں کی رائے کا ہوا کرتا ہے۔ موصی نے دو شخصوں کو وصی مقرر کر کے ان دونوں کی مجموعی ذات پر اپنی رضامندی کا اظہار کیا ہے، نہ کہ صرف ایک پر۔ لہذا ہر ایک وصی موصی کی منشاہ کو پورا کرنے کی علت کا ایک جزو ہو گا۔ اور علت کے ایک جزو کے وجود

سے معلوم وجود میں نہیں آیا کرتا، بخلاف مسئلہ نکاح کے، کہ وہاں چونکہ دونوں بھائیوں کی قرابت بنفسہ، اپنی بہن سے کامل قرابت ہوتی ہے، اس لئے ہر بھائی نکاح کے تصرف میں دوسرے سے بے نیاز ہو گا۔ راقم الحروف کی رائے میں طرفین (امام ابوحنیفہ و امام محمد) کے دلائل قوی معلوم ہوتے ہیں۔

تاہم، امام ابوحنیفہ و امام محمد نے اپنے اس مذکورہ بالا قول سے کہ ہر ایک وصی کا تصرف منفرداً بغیر دوسرے کی رائے اور اجازت کے جائز نہ ہو گا، متعدد مسائل کو مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ ان مسائل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ استثناء دو اصول پر مبنی ہے۔ اول یہ کہ تصرف میں تاخیر کرنے سے وراثہ یا موصی لہم کے مفادات کو ضرر و نقصان کا اندیشہ لاحق ہو۔ دوم یہ کہ وہ ایسے معاملات ہوں کہ ان میں رائے لینے کی ضرورت پیش نہ آتی ہو۔ لہذا ایسے حالات میں ہر وصی منفرداً تصرف کر سکے گا اور اس کا یہ تصرف صحیح ہو گا۔ چنانچہ حسب ذیل مسائل میں احناف کے تمام ائمہ کے نزدیک وصی کے انفرادی تصرفات صحیح ہوں گے۔

۱۔ میت کی تجہیز و تکفین میں ہر وصی تصرف کرنے کا منفرداً مجاز ہو گا۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے جو ولایت کا محتاج ہو،۔ اسی وجہ سے شرعاً میت کے ہمسایے یا رفقاء سفر کا اس عمل کو انجام دے دینا صحیح و جائز رکھا گیا ہے۔

۲۔ میت کے وہ حقوق جو دوسروں پر واجب ہوں، عدالت میں کسی ایک وصی کا حاضر ہو کر اس کے متعلق خصوصت (مقدمہ کی پیروی کرنا) صحیح ہو گا۔

۳۔ جب کہ میت کا کسی پر دین ہو تو اس دین کا مطالبہ منفرداً ہر ایک وصی کر سکے گا۔ لیکن اس دین پر انفرادی قبضہ کرنا جائز نہ ہو گا۔

۴۔ جو دیون موصی کے ذمہ ثابت ہو چکے ہوں اور وصی سے ان کا مطالبہ کیا گیا ہو وصی کا ایسے مال سے ادا کر دینا جو اس دین

کے ہم جنس ہو، صحیح ہو گا۔ لیکن غیر جنس کے مال سے صحیح نہ ہو گا، جب تک دونوں اجتماعی طور پر ادا نہ کریں۔

۵۔ جب کہ کسی معین شئی کی کسی معین شخص کے لئے وصیت کی گئی ہو۔ مثلاً، وصی نے کہا ہو کہ میرا یہ مکان میرے بعد فلاں معین شخص کو دے دیا جائے۔ اس صورت میں ہر ایک وصی تنہا وہ مکان وصی لہ کو سپرد کر سکے گا۔ کیونکہ ایسی صورت میں دونوں کی رائے اور مشورے کی ایک دوسرے کو ضرورت لاحق نہ ہو گی۔

۶۔ جو اشیاء وصی کے بچوں کی ضروریات زندگی میں شامل ہوں ان کی فراہمی منفرداً جائز ہوگی کیونکہ ان امور میں تاخیر ضرر کا باعث ہوگی۔ علاوہ ازیں جو شخص وصی نہ ہو بلکہ وصی کے بچے اس کی زیر پرورش ہوں تو ایسی ضرورتوں کے پورا کرنے کا حق اس شخص کو بھی حاصل ہوتا ہے تو وصی کو بطریقہ اولیٰ حاصل ہو گا، کیونکہ اس کی جانب ولایت کو منتقل کر دیا گیا ہے، بخلاف اس شخص کے جس کی یہ بچے زیر پرورش ہوں۔

۷۔ وصی کا بچوں کے حق میں ہبہ کا قبول کر لینا، کیونکہ اس کے قبول کرنے میں تاخیر، مال، موہوب کے فوت ہو جانے کا سبب ہو سکتی ہے۔

۸۔ وصی کے مال کو کرایہ پر اٹھا دینا۔ یہ اگرچہ رائے کا محتاج ہوتا ہے لیکن بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی تاخیر سے کرایہ دار کے فوت ہونے اور ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے، کرایہ پر دے دینے سے جو خطرہ پیش آسکتا ہے اس کا دفعیہ اجارے کے نسخ سے کیا جاسکتا ہے لیکن فقہاء کی عبارت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں کی رائے کا اجتماع ضروری ہو گا کیونکہ یہ دونوں وصی اس معاملے میں وقف کے دو متولیوں کی مثل ہیں۔ اور متولیاں وقف کے لئے عقد اجارے میں اجتماعی طور پر اجارے کے عقد کو منعقد کرنا لازمی ہے۔ راقم الحروف کی رائے میں غیر منقولہ جائداد کو کرایہ پر

اٹھانے کے لئے عہد حاضر میں اجازہ کے فسخ پر متعدد پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں۔ بھر کیف دونوں وصیوں کا اجتماع ہی انسب ہو گا۔

۹۔ جو اشیاء بطور ودیعت ۳۷ الف یا عاریت موصی کے پاس رکھی گئی ہوں اور وہ معین اشیاء، مخصوص افراد کی ہوں تو ایسی صورت میں اگر موصی کے دو وصی ہوں تو ہر وصی کو منفرداً ان اشیاء کا ان کے مالکان کو واپس کرنے کا حق حاصل ہو گا۔ ایسی اشیاء میں ایک دوسرے سے رائے لینے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی، البتہ اگر ودیعت یا عاریت کی اشیاء غیر معین ہوں تو ایسی حالت میں چونکہ مشورے کی ضرورت ہو گی لہذا دونوں وصی کا اجتماع شرط ہو گا۔

۱۰۔ اگر موصی نے کسی شخص سے اس کی چیز کو غصب کر لیا ہو یعنی جبراً لے لیا ہو تو وہ مطلوبہ شے اس کے مالک کو ہر وصی منفرداً واپس کر سکے گا۔ یہی حکم اس شے کے بارے میں ہو گا جو بیع فاسد کے ذریعہ خریدی گئی ہو۔

۱۱۔ اگر موزونی و سکیلی اشیاء میں جو تول اور ناپ کر دیجاتی ہیں کسی شخص کے ساتھ موصی کی شرکت ہو تو ہر وصی کو بغیر دوسرے کی رائے کے شریک اور موصی کے ترکے کے درمیان تقسیم کرا لینے کا حق حاصل ہو گا۔ لیکن جو اشیاء مثلی نہ ہوں ان میں ایسا کرنا جائز نہ ہو گا۔

۱۲۔ ترکے کی جو اشیاء جلد خراب ہونے والی ہوں ان میں ہر وصی کو منفرداً تصرف کا حق حاصل ہو گا۔ کیونکہ ایسی چیزوں کے روک لینے سے بالعموم نقصان لا حق ہوتا ہو۔

۱۳۔ موصی کے جو اسواں ترکہ متفرق ہوں ان کے جمع کر لینے میں ہر وصی مستقلاً تصرف کا مجاز ہو گا کیونکہ ایسا نہ کرنے میں یہ خطرہ لاحق ہے کہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو پیر وہ اشیاء جہاں جہاں

(۳۷ الف) شرعی اصطلاح میں ودیعت میں ہر وہ امانت شامل ہے جو خواہ زر نقد پر مشتمل ہو یا جنس پر لیکن لفظ امانت صرف زر نقد پر بولا جاتا ہے (مؤلف)۔

اور جس جس کے قبضے میں متفرق ہوں گی وہ نا حق ان کے قبضہ میں رہیں گی۔ ۳۸

اصول یہ ہے کہ جب موصی نے وصیت میں ہر وصی کے لئے اجتماعی تصرف کی شرط کر دی ہو تو جن صورتوں میں باہمی رائے اور مشورے کی ضرورت پیش نہیں آتی یا جن صورتوں میں کہ اشیاء کے فاسد یا خراب ہو جانے کا اندیشہ لاحق ہوتا ہے، موصی کی شرط کا لحاظ نہ کیا جائے گا اور ہر ایک وصی کو منفرداً تصرف کا حق حاصل ہو گا۔ کیونکہ ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہوا کرتے ہیں۔ اور شرط پر اس وقت عمل کرنا ضروری ہوتا ہے جب کہ شرط پر عمل کرنا موصی اور اس کے اسوال کے حق میں مفید ہو اور اس کا لحاظ کرنا ممکن ہو۔

مالکیہ :

فتہاء مالکیہ کے نزدیک اگر دو شخصوں کو وصی مقرر کیا گیا ہو خواہ دو مستقل عقدوں کے ذریعہ یا ایک ہی سرتیہ میں، متعدد عبارتوں سے یا ایک عبارت سے، ہر حالت میں کسی ایک وصی کا منفرداً تصرف کرنا جائز نہ ہوگا الا یہ کہ ہر ایک وصی تصرف میں دوسرے وصی کو اپنا وکیل بنا دے، یہ اس صورت میں ہو گا جب کہ وصی مقرر کرنے کے وقت اجتماع یا انفراد کی کوئی صراحت نہ کی گئی ہو، (لیکن اگر صراحت کر دی گئی ہے تو پھر اس کی پابندی لازمی ہوگی) اگر ان دو وصیوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو عدالت کو یہ حق حاصل ہو گا کہ وہ فوت شدہ وصی کی جگہ کسی دوسرے کو وصی مقرر کر دے یا یہ کہ اسی ایک باقی ماندہ وصی کو اس کی رضامندی سے وصی کل مقرر کر دے۔ اگر دو وصی کے درمیان کسی امر میں اختلاف واقع ہو تو اس کے دور کرنے میں عدالت کا فیصلہ معتبر ہو گا۔ ان دو وصیوں میں سے کسی وصی کے لئے یہ جائز نہ ہو گا کہ وہ حالت صحت یا حالت مرض میں اپنی جانب سے کسی تیسرے شخص کو وصی مقرر کرے، نہ ان میں سے کوئی

(۳۸) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴ ص ۲۳۸۔

مجمع الانہر، داماد آندی، مطبوعہ مصر، ج ۲ ص ۴۲۲۔

بعضہ از جامع الفصولین، مطبوعہ مصر، ج ۲ ص ۲۶-۲۷۔

ایک یہ کر سکے گا کہ اگر موصی بہم متعدد ہیں تو تنہا مال کو ان میں تقسیم کرے بلکہ مجتمعاً عمل کرنا لازم ہوگا ۳۹

شافعیہ :

شافعیہ کے نزدیک جب کہ دو وصی مقرر کئے گئے ہوں اور دونوں کے مجتمع ہو کر اور منفرد ہو کر تصرف کی صراحت کر دی گئی ہو تو ایسی صورت میں مجتمعاً و منفرداً ہر طرح یہ وصی تصرف کر سکیں گے، لیکن اگر محض اجتماعی شکل سے تصرف کا حق دیا گیا ہو تو پھر کوئی وصی انفرادی طور پر تصرف نہ کر سکے گا۔ اگر دو وصی ہیں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو دوسرا وصی منفرداً تصرف کر سکتا ہے۔ اور فوت ہونے والے وصی کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ اپنی جگہ کسی تیسرے شخص کو وصی مقرر کر جائے۔ اسی طرح اگر دو وصی میں سے کوئی ایک کسی وجہ سے عاجز یا فاسق ہو جائے تو اس حالت میں عدالت کو یہ حق ہوگا کہ فوت شدہ یا فاسق یا عاجز وصی کی جگہ کسی دوسرے شخص کو وصی مقرر کر دے۔ عاجز ہونے کی صورت میں عدالت کا مقرر کردہ وصی موجود وصی کا معاون ہوگا، نہ کہ مستقل وصی۔ اور عدالت اگر یہ چاہے کہ فوت شدہ وصی کے بعد زندہ وصی کو ہی تمام و کمال تصرفات سپرد کر دے تو ایسا کرنا شافعیہ کے نزدیک جائز نہیں (جب کہ موصی نے دو وصی مقرر کئے ہوں)، بخلاف مالکی فقہاء کے جیسا کہ سابق میں ذکر کیا گیا۔ شافعیہ کے نزدیک ہر حالت میں دو کی تعداد کا ہونا لازمی ہے کیونکہ موصی نے ایک وصی پر اعتماد نہ کیا تھا (راقم الحرف کی رائے میں اس جزئیہ میں شافعی مسلک مالکی مذہب کے مقابلہ میں شرح نظر آتا ہے) البتہ اگر ہر دو کا انتقال ہو گیا تو حاکم کو اپنا وصی مقرر کرنے میں یہ اختیار ہوگا کہ دو مقرر کرے یا صرف ایک شخص کو مقرر کر دے۔ ۴۰

(۳۹) جواہر الاکلیل، شرح مختصر خلیل، صالح عبد السمیع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۶۔

(۴۰) کتاب الام، امام شافعی، مطبوعہ مصر، ج ۴، ص ۱۲۰ (ماخوذ)۔

المہذب، الفیروز آبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۴۷۰۔

حنبلہ :

موصی نے دو وصی مقرر کرنے کی صورت میں اگر ہر دو وصی کو منفرداً و مجتمعاً تصرف کی صراحت کر دی ہو تو حنبلہ کے نزدیک وہی حکم ہے جو احناف اور امام شافعی کے مسلک میں بیان کیا گیا ہے۔ حنبلہ کے نزدیک اس صورت میں یہ بھی ضروری نہیں کہ ایک وصی دوسرے کو تصرف میں اپنا وکیل بنا دے بلکہ ہر ایک وصی موصی کی جانب سے منفرداً تصرف کا حق رکھے گا۔

اسی طرح دو وصی میں سے کسی ایک کے فوت ہو جانے یا نا اہل قرار پانے کی صورت میں حنبلہ شافعیہ سے متفق ہیں، البتہ اتنا فرق ہے کہ جب موصی نے ہر ایک وصی کو منفرداً تصرف کا حق دیا ہو اور ان میں سے کوئی ایک فوت ہو جائے یا عاجز ہو جائے یا اہل نہ رہے تو حاکم محض ایک وصی پر کفایت کرے گا، دوسرے کے تقرر کی ضرورت نہ ہو گی، جو ایک باقی رہا ہو کافی ہو گا۔ ۴۱

شیعہ جعفریہ :

اسیہ کے نزدیک جب دو شخصوں کو وصی مقرر کیا گیا ہو، اگر مطلق ہو یا دونوں کے اجتماع کی شرط کر دی گئی ہو تو ہر ایک وصی کا منفرداً تصرف جائز نہ ہو گا۔ اگر ایسا کیا گیا تو کسی وصی کا انفرادی تصرف نافذ نہ ہو گا۔ الا یہ کہ تصرف موصی کے بچوں کے خور و نوش و ضروریات زندگی کے سلسلے کا ہو۔ حاکم پر لازم ہو گا کہ دونوں کو اجتماعی شکل میں تصرف کرنے پر مجبور کرے۔ اگر ان دونوں کا مجتمع ہو کر تصرف کرنا حاکم کو مشکل نظر آتا ہو تو ان دونوں کی تبدیلی حاکم کے لئے جائز ہو گی۔ اگر ان دونوں وصی میں سے کوئی ایک بیمار ہو جائے یا عاجز ہو جائے تو حاکم کے لئے جائز ہو گا کہ کسی کو معاون مقرر کر دے۔ لیکن اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک فوت ہو گیا یا فاسق ہو گیا تو موجود وصی تصرف کے لئے کافی ہو گا،

(۴۱) الاتقان، شرف الدین المقدسی، مطبوعہ مصر، ج ۳، ص ۲۹-۲۷۔

مختصر الخرقی، مطبوعہ مصر، ص ۱۱۵، (ماخوذ)۔

المحرر فی الفقہ، مجد الدین ابوالبرکات، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۹۲ (ماخوذ)۔

دوسرے کے تقرر کی ضرورت نہ ہو گی، کیونکہ اس دوسرے کا قائم مقام خود حاکم ہو گا۔ لیکن اس آخری قول میں تردد ہے ۲۔

۲۳۵ - وصی مختار کو اپنی وفات سے قبل دوسرے شخص کو موصی کے ترکہ کا وصی مقرر کرنے کا اختیار ہوگا بشرطیکہ موصی نے اس کو یہ اختیار دیا ہو۔

وصی کا اختیار
تقرر وصی

تشریح

مذہب اربعہ کے درمیان اس امر میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے کہ ایک وصی اپنی موت کے بعد کسی دوسرے شخص کو موصی کے ترکہ کے لئے وصی مقرر کر سکتا ہے یا نہیں! -

حنفی مسلک :

فقہ حنفی کی رو سے وصی میت کے تمام تصرفات کا مالک ہو گا، اور اس وقت تک مالک رہے گا جب تک وہ شرعاً منصب وصایت کا اہل رہے۔ لیکن اگر اس کا انتقال ہو جائے اور کسی کو اس نے اپنی قائم مقامی کی وصیت نہ کی ہو تو اب عدالت اس کی جگہ اپنی جانب سے وصی مقرر کرنے کی مجاز ہو گی، لیکن اگر اس نے کسی شخص کو اپنے بعد وصی بنا دیا ہو تو یہ وصی کا وصی دونوں ترکوں میں تصرف کا مجاز ہوگا یعنی اپنے موصی اور پچھلے موصی ہر دو کے ترکوں میں تصرف کر سکے گا۔ لیکن یہ حکم حنفیہ کے نزدیک تمام صورتوں میں نہیں ہے، بلکہ اس کا اطلاق بعض صورتوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ جب وصی کسی دوسرے شخص کو وصی مقرر کرے گا، یا تو اس طرح کہے گا کہ میں نے تم کو اپنا وصی مقرر کیا، یا یہ کہ میں نے تم کو دونوں ترکوں میں وصی بنایا، یا میں نے اپنے موصی کے ترکہ کا وصی مقرر کیا، یا میں نے اپنے ترکہ کا تم کو وصی بنایا۔ اگر وصی نے تقرر میں ابہام اختیار کیا یعنی اول عبارت استعمال کی یا یہ کہا کہ دونوں ترکوں کا وصی مقرر کیا تو دونوں صورتوں میں ان دونوں ترکوں میں یہ وصی تصرف کا حق رکھے گا۔ اس صورت میں احناف کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور اس پر بھی ائمہ حنفیہ کا اجماع ہے کہ اگر اپنے

موصی کے ترکے کی تخصیص کر دی تو پھر یہ تخصیص ہی متعبر ہو گی۔ لیکن اگر یہ کہا ہو کہ تم کو میں نے اپنے ترکہ میں وصی مقرر کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس وقت بھی دونوں ترکوں کا وصی ہو گا، کیونکہ وہ اپنے بعد جو کچھ چھوڑے گا وہ اس کا اس بنا پر ترکہ ہو گا کہ اس کو اس چھوڑے ہوئے مال میں تصرف کا حق حاصل تھا اور اس درجہ میں اس کا اپنا ذاتی مال اور موصی کا مال دونوں یکساں ہیں۔ مگر صاحبین (امام ابو یوسف و امام محمد) نے کہا ہے کہ وہ صرف اس وصی کے اپنے ذاتی مال کا وصی ہو گا۔ صاحبین کا قول ظاہر عبارت سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ مذکورہ عبارت سے ذہن کی جانب جو معنی منتقل ہوتا ہے وہ یہی ہے کہ وصی کے مال میں اس کو تصرف کا حق دیا گیا ہے۔ اور پچھلے موصی کے مال کو اس وصی کا ترکہ اس تصرف کی بنا پر نہیں قرار دیا جاسکتا جو موصی کے وصی کو حاصل تھا۔ کیونکہ اول وصی کی موت پر وہ حق ختم ہو چکا۔^{۴۳}

مالکی مسلک :

فقہاء مالکیہ کے نزدیک وصی کسی دوسرے کو وصی مقرر نہیں کر سکتا البتہ اگر دو وصی ہوں تو وہ آپس میں یہ کر سکتے ہیں کہ ایک دوسرے کو اپنا وصی بنا دیں لیکن کسی غیر شخص کو وصی نہیں مقرر کر سکتے۔^{۴۴}

شافعی مسلک :

امام شافعی کے نزدیک بھی وصی کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے کو موصی کے مال میں وصی مقرر کرے کیونکہ ان کے خیال میں وصی کو محض تصرف کی اجازت دی گئی ہے۔ اس کی مثال ایک وکیل کی ہے۔ لہذا وصی کو کسی دوسرے شخص کے وصی مقرر کرنے کا حق نہ ہو گا۔ البتہ اگر موصی نے یہ کہہ دیا تھا کہ اگر تمہارا انتقال ہو تو تم کو وصی مقرر کرنے کا اختیار ہے تو اس صورت میں اس کا وصی مقرر کرنا صحیح ہو گا۔^{۴۵}

(۴۳) ردالمحتار ابن عابدین، مطبوعہ مصر، جلد ۵، ص ۶۱۸۔

فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۵۰۔

(۴۴) جواهر الاکلیل شرح مختصر خلیل، صالح عبد السميع الآبی، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۳۲۶۔

(۴۵) المہذب، فقہ شافعی، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۱۔

مغنی المحتاج، مطبوعہ مصر، ۱۲۹۵ھ، ج ۳، ص ۷۶۔

حنبلئ مسلک :

اس مسئلہ میں فقہ حنبلی فقہ شافعی سے مستفق ہے۔

جعفری مسلک :

شیعہ امامیہ ، شافعیہ ، مالکیہ و حنبلیہ سے اس امر میں مستفق ہیں کہ موصی نے اگر وصی کو اپنی جانب سے وصی مقرر کرنے کے اختیار کی صراحت نہ کی ہو تو وہ وصی مقرر نہیں کر سکتا ، اگر صراحت کر دی ہو تو اس کا وصی مقرر کرنا جائز ہو گا۔^{۳۶}

راقم الحروف کے نزدیک حنفیہ میں صاحبین کا نقطہ نظر اور ائمہ ثلاثہ و شیعہ جعفریہ کا مسلک قرین صواب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر وصی کو اپنے بعد وصی مقرر کرنے کا اختیار موصی نے وصی بنانے کے وقت تفویض کیا تھا تو وہ اپنے بعد وصی مقرر کر سکتا ہے ورنہ نہیں۔ اسی نقطہ نظر کو دفعہ ہذا میں اختیار کیا گیا ہے۔

وصی کے تصرفات

۲۴۶ - میت کے ترکہ پر دین اور وصیت نہ ہونے کی صورت میں اگر میت کے تمام ورثاء نابالغ ہوں تو وصی کو منقولات کی بیع کا حق حاصل ہوگا اور یہ بھی کہ بعض مواقع پر معمولی نقصان کے ساتھ فروخت کر دے ، بشرطیکہ وصی کا ایسا کرنا ان یتیموں کی ضرورت کی تکمیل اور اموال کی حفاظت کا بہتر ذریعہ ہو۔ لیکن جائداد غیر منقولہ کی بیع کا حق حاصل نہ ہوگا ، الا یہ کہ —

(۱) ان کے فروخت کرنے میں یتیم کا تین فائدہ ہو مثلاً دو گنی قیمت کو فروخت ہو رہی ہو ، یا

(۲) میت پر دین ہو اور جائداد غیر منقولہ فروخت کرنے کے علاوہ اس کی

ادالی کی کوئی صورت نہ ہو تو بقدر دین فروخت کرے ، یا

(۳) ترکے میں فوری جاری کی جانے والی کوئی وصیت موجود ہو اور مال

منقولہ اور نقد رقم موجود نہ ہوتی کہ ان کے ذریعہ وصیت کو پورا

کیا جاسکے تو جائز ہوگا کہ بقدر اجراء وصیت جائداد غیر منقولہ

فروخت کرے وصیت نافذ کر دے ، یا

(۴) نابالغ اپنی ضروریات زندگی میں نقد رقم کا محتاج ہو تو جائز ہوگا کہ

مثل قیمت یا معدولی سے نقصان کے ساتھ فروخت کرے یتیم کی

ضروریات زندگی فراہم کر دے۔

(۳۶) شرائع الاسلام، العلیٰ مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۵۔

(۵) جائداد پر ٹیکس یا دیگر کوئی بار ایسا ہڑ رہا ہو کہ جائداد کی

آمدنی اس کو برداشت نہ کر سکے ، یا

(۶) جائداد (مکان ، دوکان ، آراضی وغیرہ) کے تباہ یا غیر آباد ہو جانے یا

اس پر کسی جابر کے قبضہ کر لینے کا خوف ہو ۔

مذکورہ بالا امور شرعیہ کے خلاف اگر وصی نے غیر منقولہ جائداد فروخت

کی تو اس کا یہ تصرف باطل قرار پائے گا ، اور نابالغ کا بلوغ کے بعد اس تصرف

کی اجازت دینا قابل اعتبار نہ ہوگا۔

تشریح

وصی کے تقرر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ وہ وصی کے بعد اس کے اسوا

اور بچوں کی نگرانی و حفاظت کرے۔ اسوا کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھے

اور جو اسوا ان کی منفعت اور مال کی حفاظت یا اضافہ کا ذریعہ ہوں ان کو اختیار

کرے۔ اس غرض کے پورا کرنے کے لئے لازم ہے کہ وصی وصی کے مال اور

اولاد کے حق میں جو تصرفات کرے وہ منفعت و مصلحت پر مبنی ہوں۔ اس

بناہ پر ضروری ہے کہ وصی کے بیع وغیرہ جیسے تصرفات کو مذکورہ غرض پر

محدود رکھا جائے۔ چنانچہ اسی کے پیش نظر فقہاء اسلام نے ترکے کی اقسام اور

اس کی نوعیت کا لحاظ کرتے ہوئے جو احکام مرتب کئے ہیں ان کا خلاصہ یہ

ہے کہ وصی کا ترکہ یا تو دین اور وصیت سے خالی ہوگا ، یا یہ کہ ترکے

میں دونوں یا ان دونوں میں سے کوئی ایک جہت موجود ہوگی ۔ ہر حالت میں

یا تو کل وراثہ نابالغ ہوں گے یا کل بالغ ہوں گے یا بعض نابالغ اور بعض بالغ

ہوں گے۔ پھر بالغ وراثہ یا تو حاضر ہوں گے یا غائب ہوں گے۔ ان مختلف حالات

کے تحت ان کے احکام ان پر مرتب ہوں گے۔ چنانچہ اگر ترکہ دین اور وصیت سے

خالی ہو اور تمام وراثہ نابالغ ہوں تو یہ دیکھنا ہوگا کہ جس چیز کو وصی

فروخت کرنا چاہتا ہے وہ منقولہ ہے یا غیر منقولہ۔ اگر منقولہ ہے تو وصی کا

برابر قیمت پر فروخت کر دینا صحیح ہوگا ، بشرطے کہ اس کے فروخت کر دینے

میں مصلحت ہو۔ خواہ اس چیز کی فروخت کے بعد بچوں کو اس نقد رقم کی

ضرورت ہو یا نہ ہو بلکہ قیمت کی نقد رقم کو جمع کر دینا مقصود ہو کیونکہ

بعض حالات میں اشیاء منقولہ کا ان کے قائم رکھنے کے مقابلہ میں فروخت کر کے قیمت کا محفوظ کر دینا ہی بہتر اور آسان ہوتا ہے۔ لہذا بچوں کے حق میں اس وقت مصلحت یہی قرار پائیگی کہ اس منقولہ شئی کو فروخت کر کے اس کی قیمت جمع کر دی جائے۔ لیکن یہ صرف اسی صورت میں صحیح ہو گا جب کہ اس چیز کو اس کی اصل قیمت پر فروخت کیا جائے اس سے کم قیمت پر فروخت نہ کیا جائے، رہا یہ سوال کہ قیمت کی کمی مطلقاً مانع ہو گی یا یہ کہ اس کمی کی بھی کوئی حد ہے جو فروخت سے مانع ہو۔ اس کے متعلق فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر کمی معمولی درجہ کی ہے جو مختلف قیمت لگانے والوں کی قیمت لگانے میں داخل کی جاسکتی ہے تو ایسی کمی بیع کے تصرف سے مانع نہ ہوگی بلکہ اتنی کمی جو جتنے قیمت لگانے والے لگائیں ان میں سے کوئی قیمت اتنے کم درجہ میں نہ لگائی جاسکے جس کو غبن فاحش (بہت نقصان) کہا جاتا ہے، یہ بیع کے تصرف سے مانع ہوگی۔ اسی طرح وصی کے بچوں کے لئے اشیاء کی خریداری میں بھی زیادہ قیمت کے ساتھ اسی زیادتی کے حد سے تجاوز کرنے اور نہ کرنے کا لحاظ ہو گا۔

غیر منقولہ اشیاء مثلاً مکان، دوکان، آراضی و غیرہ کی بیع میں یہ دیکھنا ہو گا کہ کیا کوئی ایسی وجہ ان کے فروخت کرنے کی پیش آگئی ہے جو لابدی ہو اور شرعاً اس کی اجازت دی جاسکتی ہو لیکن اگر شرعاً ایسی اجازت نہیں ہے تو وصی کو غیر منقولہ املاک کی فروخت کا حق نہ ہو گا۔ کیونکہ غیر منقولہ اشیاء بذات خود محفوظ ہوتی ہیں۔ جو امور غیر منقولہ املاک کی بیع کا سبب شرعاً ہو سکتے ہیں، ان میں دو معنی عموماً ملحوظ ہائے گئے ہیں۔ ایک بچوں کی منفعت اور دوسرے وصی کا اس کی بیع پر مجبور و مضطر ہو جانا کہ اس کے سوائے کوئی چارہ کار نہ ہو، مثلاً ذین کی ادائیگی۔ چنانچہ حسب ذیل امور کو فقہاء نے غیر منقولہ املاک کی بیع کا جائز سبب شمار کیا ہے:-

- ۱۔ جب کہ کوئی شخص بچوں کی جائداد کو اپنی کسی غرض کے لئے اس کی اصل قیمت سے دو گنی و سہ گنی قیمت پر خرید رہا ہو۔ اس صورت میں چونکہ بچے کی واضح طور پر منفعت ہے اس رقم سے

وصی بچوں کے لئے کوئی دوسری جائداد خرید سکتا ہے، لہذا فروخت کرنا جائز ہوگا۔

۲۔ یہ کہ میت (وصی) پر اتنا دین ہو کہ ترکے کی نقد رقم یا اس کی منقولہ اشیاء کو فروخت کر کے ادا نہیں ہو سکتا، لہذا بقدر ادائیگی دین غیر منقولہ جائداد کو فروخت کرنا جائز ہو جائے گا۔

۳۔ جب کہ ترکہ میں وصیت مطلقہ موجود ہو اور ترکے میں منقولہ سامان یا نقد رقم موجود نہ ہو کہ اس وصیت کو پورا کیا جاسکے (وصیت مطلقہ سے یہ مراد ہے کہ وصیت کے مال کی مقدار مثلاً تہائی، چوتھائی، بیان نہ کی گئی ہو بلکہ موصی نے وصیت کی ہو کہ میرے مال میں سے ایک ہزار روپے فلاں شخص کو دیا جائے۔ اب ایک ہزار روپیہ اس کے ترکے کی کیا مقدار ہو گی۔ یہ اسر سببم و مجہول ہے۔ اس کو وصیت مطلقہ یا سربلہ کیا جاتا ہے)۔ چنانچہ اس حالت میں جب کہ یہ مقدار ترکے کی ایک تہائی (یا اس سے کم) قرار پاتی ہو اور نقد رقم یا منقولہ سامان موجود نہ ہو تو وصی اس مقدار کے مطابق غیر منقولہ جائداد فروخت کر سکے گا۔ اس لئے کہ اس موقع پر وہ اس فعل پر مجبور ہو گا، بخلاف اس صورت کے جب کہ وصیت غیر منقولہ اشیاء کی ہو اور مقیدہ ہو ایسی صورت میں غیر منقولہ اشیاء کی بیع جائز نہ ہوگی بلکہ موصی لہ وراثہ کا شریک تصور ہوگا۔

۴۔ جب کہ یتیم اپنے نان و نفقہ کے لئے نقد رقم کا محتاج ہو اور ترکے میں نقد رقم یا منقولہ سامان فروخت کے لئے موجود نہ ہو اس حالت میں وصی مجبور و ناچار ہوگا کہ وہ غیر منقولہ سے اتنا روپیہ حاصل کرے جو یتیم کی پرورش و نفقہ کے لئے کافی ہو۔

۵۔ جب کہ ترکے کی جائداد کی آمدنی اس بار کو جو جائداد پر بصورت ٹیکس وغیرہ عائد ہوتا ہے، اٹھانے کے قابل نہ ہو اور باوجود کوشش ٹیکس میں کمی نہ ہو۔

۶۔ جب کہ جائداد غیر منقولہ (سکان دوکان یا زمین) کے متعلق ویران

بل برباد ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا ہو۔ اور ان کے محفوظ رکھنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی ہو مثلاً مکان کے منہدم ہو جانے یا خراب ہو جانے کی صورت میں بچوں کا اتنا مال موجود نہ ہو کہ دوبارہ اس کی تعمیر یا صحیح طور پر مرمت کی جا سکے۔

۷۔ جب کہ وصی کو بچوں کی جائداد پر کسی ظالم و جابر شخص کے قبضہ کر لینے اور پھر اس کے قبضے سے واپس لینے کی قدرت نہ ہونے کا خطرہ لاحق ہو اور وصی یہ سمجھتا ہو کہ میں جائداد کو واپس نہیں لے سکوں گا۔

مذکورہ بالا شرعی مجوزات کے مطالعہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وصی بیع کا تصرف محض ان حالات میں کر سکتا ہے جب کہ کسی شرعی جواز کی صورت وجود میں آگئی ہو۔ اگر ایسا نہ ہو گا تو وصی کی بیع باطل ہو گی۔ اگر یتیم نے بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت بھی دے دی تب بھی اس کی بیع صحت کی جانب رجوع نہ کرے گی کیونکہ باطل عمل پر اجازت کا اثر مرتب نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اجازت موقوف عقد میں سوئر ہو کر اس کے نافذ ہونے کا ذریعہ ہوا کرتی ہے ۳۶ الف

ائمہ ثلاثہ و شیعہ جعفریہ :

مذہب ثلاثہ و شیعہ جعفریہ کی فقہ میں اس نوعیت سے جس کو فقہ حنفی سے نقل کیا گیا ہے تفصیل نہ مل سکی البتہ بعض مختصر عبارتوں سے یہ مستخرج ہوتا ہے کہ ان ائمہ کے نزدیک بھی وصی کے تصرفات کی بنیاد موصی کے بچوں کی منفعت اور مال متروکہ کی حفاظت پر ہے، اس کے خلاف تصرف جائز نہ ہوگا۔

۲۳۷۔ جب ترکہ پر دین نہ ہو اور نہ کوئی وصیت ہو، اور میت کے ورثاء بالغ و موجود ہوں تو وصی کو ان ورثاء کی اجازت کے بغیر ترکے کی کسی شے کے بیع کرنے کا حق نہ ہوگا۔ البتہ وہ اس کا مجاز ہوگا کہ میت کے دیون کا مطالبہ کرے، اس کے حقوق پر قبضہ کرے اور انہیں ورثاء تک پہنچا دے۔ لیکن

ترکہ پر دین وصیت نہ ہونے اور ورثاء کے بالغ ہونے کی صورت میں وصی کے اختیارات

(۳۶ الف) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۵۱-۲۵۲۔

رد المحتار مع الدر المختار، مطبوعہ مصر، ج ۵، ص ۶۶۰-۶۶۲۔

اگر بالغ وراثہ حاضر نہ ہوں بلکہ غائب ہوں تو وصی اس کا مجاز ہوگا کہ منقولات فروخت کر کے ان کی قیمت محفوظ کر دے۔ غیر منقولہ جائداد میں کوئی تصرف نہ ہو سکے گا۔ اسی طرح جب بعض وراثہ موجود ہوں اور بعض غائب ہوں تو غائبین کے حق میں مذکورہ بالا تصرف کر سکے گا البتہ غیر منقولہ جائداد میں محض ادائیگی ذمہ کی خاطر ہی تصرف کیا جا سکے گا۔

تشریح

اس دفعہ کے تحت موصی کے وراثہ کی وہ حالت بیان کی گئی ہے جب کہ موصی کے ترکے پر دین اور وصیت کا وجود نہ ہو اور تمام وراثہ بالغ ہوں۔ اب اس صورت میں یا تو تمام بالغ وراثہ حاضر و موجود ہوں گے یا تمام غائب و غیر موجود یا بعض موجود اور بعض غائب۔ اگر تمام وراثہ بالغ و حاضر و موجود ہوں تو وصی کو ان کی اجازت کے بغیر ترکے کی کسی چیز کو بیع کر دینے کا حق حاصل نہ ہوگا کیونکہ اس حالت میں خود انہیں ذاتی ولایت مال حاصل ہے۔ چنانچہ اگر وہ اجازت دیدیں اور رضامندی کا اظہار کر دیں تو جن تصرفات کی اجازت دی ہو ان میں وصی کو حق حاصل ہوگا۔ اگر اجازت نہ دی ہو تو تصرف باطل ہوگا۔ اس کے بعد اب وصی کا صرف یہ کام ہوگا کہ وہ میت کے وہ دیون جو لوگوں پر واجب ہیں ان کو وصول کرے اور دیگر حقوق میت پر قبضہ کر کے وراثہ کو پہنچا دے۔ فقہاء حنفیہ کے بعض بیانات سے یہ بھی ظاہر ہوتا جاتا ہے کہ میت کے دیون اور دیگر حقوق کا مطالبہ اور ان پر قبضہ کرنا بھی ان وراثہ کی اجازت پر موقوف ہونا چاہئے۔ اگر وہ وصی کو اس امر سے بھی روک دیں تو پھر اس کو یہ حق بھی حاصل نہ ہوگا۔

اگر تمام وراثہ بالغ و غائب ہوں تو وصی کو منقولات فروخت کر کے ان کی قیمت کو محفوظ کر لینے کا حق حاصل ہوگا لیکن غیر منقولہ جائداد میں کسی قسم کے تصرف کا حق نہ ہوگا۔ جیسا کہ دفعہ سابقہ میں بیان کیا جا چکا ہے۔ وصی کا تقرر ترکے کی نگرانی و حفاظت کی غرض سے کیا جاتا ہے لہذا منقولہ اشیاء کے سلسلے میں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کے ضائع ہونے کے خطرے کے پیش نظر ان کی قیمت کا محفوظ کر لینا آسان اور حفاظت کا سبب

تھا، لیکن جائداد غیر منقولہ چونکہ بذات خود محفوظ ہوتی ہے، حتیٰ کہ لوگ اپنے نقد مال کو محفوظ کرنے کے لئے جائداد خرید لینے کا عمل اختیار کرتے ہیں اس لئے غیر منقولہ جائداد میں وصی بیع جیسا تصرف نہ کر سکے گا البتہ فقہاء نے یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی ایسی صورت پیش آجائے کہ غیر منقولہ جائداد کے باقی رکھنے میں بھی خطرہ یقینی ہو جائے تو ایسی صورت میں وصی کو بذریعہ بیع تصرف کا حق بھی حاصل ہو گا کیونکہ ایسی حالت میں حفاظت کا یہ طریقہ متعین ہو جائے گا۔

لیکن اگر بعض ورثاء حاضر اور بعض غائب ہوں تو ایسی صورت میں ان احکام کی پابندی لازم ہو گی جو کل ورثاء کے موجود ہونے اور کل ورثاء کے غائب ہونے کی حالت میں بیان کئے گئے ہیں، لہذا بعض حاضر ورثاء کے حق میں وہ حکم ہو گا جو کل حاضر ہونے کی حالت میں ہوتا ہے اور بعض غیر حاضر ورثاء کی صورت میں غیر حاضر ورثاء کی صورت کا حکم لاحق ہو گا۔^{۳۷} راقم الحروف کے نزدیک غیر حاضر ورثاء کی صورت میں عدالتی حکم حاصل کر لینا انسب ہو گا۔

مالکی مسلک :

مالکی فقہاء کے نزدیک اگر کسی موصی کے ورثاء میں بعض ورثاء نابالغ ہوں اور بعض بالغ ہوں تو وصی کے لئے ترکہ میں بیع کا تصرف محض اس وقت جائز ہو گا جب کہ بالغ ورثاء موجود ہوں اور اگر بالغ ورثاء موجود نہ ہوں تو پھر حاکم کی اطلاع اور اس کی جانب سے غائب ورثاء کے حق میں کسی کو نگران مقرر کرنے یا خود نگرانی کا فریضہ انجام دینے کے بعد ترکے کی بیع صحیح ہو گی بشرطے کہ ترکہ اشیاء منقولہ سے ہو۔^{۳۸}

شافعیہ و حنبلیہ :

فقہاء شافعیہ و حنبلیہ کے یہاں مذکورہ بالا تفصیل کے ساتھ مسائل نہیں بیان کئے گئے البتہ وصیت کی مختلف اباحت کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے

(۳۷) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۳، ص ۲۵۱۔

الدر المختار مع رد المحتار ج ۵، ص ۲۲۱-۲۲۔

(۳۸) جواهر الاکلیل، شرح مختصر الخلیل، صالح عبد السمیع الآبی، ج ۲، ص ۲۲۶۔

کہ وصی کے تصرفات جو موصی کے بچوں کے حق میں نافع ہوں، جن میں ضرر کا کوئی اندیشہ نہ ہو، نافذ ہوں گے لیکن وہ تصرفات جن میں منفعت کے ساتھ خطرات لاحق ہونے کا اندیشہ ہو ان کے نفاذ میں حاکم کی اجازت ہونا چاہئے۔

ترکہ پر دین یا وصیت ہونے کی صورت میں اختیارات

۲۴۸ - جبکہ ترکہ پر کوئی دین ہو یا کوئی وصیت قابل نفاذ ہو مگر ترکہ میں نقد رقم موجود نہ ہو، ورنہ نہ وصیت پوری کی ہو اور نہ بیت کا دین اپنے مال سے ادا کیا ہو تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ ترکہ کے دین میں مستغرق ہونے کی حالت میں ترکہ کی منقولہ اشیاء وغیر منقولہ جالداد کو فروخت کر کے دین ادا کر دے۔ اگر ترکہ دین میں مستغرق نہیں ہے لیکن ترکہ میں ادائیگی اور وصیت کے اجراء کے لئے نقد رقم موجود نہیں ہے تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ بقدر ادائیگی یا بقدر نفاذ وصیت ترکہ کو فروخت کر کے دین کی ادائیگی اور وصیت کا اجراء کر دے خواہ ورنہ راضی ہوں یا نہ ہوں۔

البتہ وصی کے لئے لازم ہوگا کہ ادائیگی دین و اجراء وصیت کے لئے اولاً منقولات کی قیمت سے ادائیگی کرے۔ اگر دین اور وصیت کے لئے ان کی قیمت کافی نہ ہو تو بقایا کی ادائیگی کے لئے جالداد غیر منقولہ کو فروخت کر دے، لیکن ادائیگی دین یا وصیت کی حد سے تجاوز کرنا جائز نہ ہوگا۔

تشریح

اگر ترکہ دین یا وصیت میں مشغول ہو اور موصی کے تمام ورنہ نابالغ ہوں اس صورت میں یہ دیکھنا ہوگا کہ پورا ترکہ دین میں گھرا ہوا ہے یا نہیں۔ اگر دین اتنا ہے کہ پورے ترکہ پر چھایا ہوا ہے تو وصی کو منقولہ و غیر منقولہ ہر قسم کی اشیاء کو فروخت کر کے دین ادا کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ خواہ یہ بیع پوری قیمت کے ساتھ ہو یا کچھ معمولی کمی کے ساتھ ہو۔ اس صورت میں علماء حنفیہ کا کوئی اختلاف منقول نہیں ہے۔ کیونکہ ترکہ پر دین کا وجود ان امور میں سے ہے جو شرعاً بیع کے جواز کا سبب ہوتے ہیں۔

اگر دین پورے ترکہ پر محیط نہیں ہے تو وصی اولاً اس کی ادائیگی میں منقولہ اشیاء کو فروخت کرے گا اگر دین کی ادائیگی کا کچھ حصہ باقی رہے تو غیر منقولہ اشیاء سے بعض بقدر ادائیگی دین بیع کا تصرف کر سکے گا، زائد نہیں۔ یہ مسلک

امام ابو یوسف و امام محمد کا ہے۔ کیونکہ غیر منقولہ اشیاء کی فروخت دفع حاجت کے پیش نظر ہے اور ضرورت سے زیادہ کے حق میں وجہ جواز موجود نہیں۔

جو حکم دین کی صورت میں دیا گیا ہے وہی حکم وصیت موجود ہونے کی صورت میں ہو گا چنانچہ اگر ترکے میں نقد رقم یا اشیاء منقولہ موجود نہیں ہیں تو غیر منقولہ جائداد کو وصیت کے نافذ کرنے کی حد تک فروخت کیا جا سکے گا۔ لیکن یہ اس صورت میں ہو گا جب کہ وصیت برسلسہ (مطلقہ) ہو، لیکن اگر وصیت مقیدہ ہے یعنی ایک تہائی زمین یا فلاں مکان کی ایک تہائی کی قید سے مقید ہو تو اگر یہ تہائی کل ترکے کی ایک تہائی کے درجہ میں قرار پاتی ہے تو وصی یہ تہائی موصیٰ لہ کے حوالے کر دے گا اور موصیٰ لہ وارث کا شریک تصور ہو گا۔

لیکن اگر بعض وراثہ نا بالغ اور بعض بالغ ہوں اور یہ بالغ حاضر نہ ہوں، یا کل وراثہ بالغ غیر حاضر ہوں تو اس صورت میں وہی حکم ہو گا جو منقولہ و غیر منقولہ جائداد کے متعلق سابق میں بیان کیا جا چکا ہے اور اگر تمام بالغ وراثہ موجود ہوں اور تمام صاحبان فہم و دانش ہیں تو اس صورت میں ادائیگی دین اور نفاذ وصیت ان کا حق ہو گا، وصی کا نہ ہو گا، اگر وہ اس فریضہ کو انجام دے دیں تو فیہا، بصورت دیگر وصی کو یہ حق ہو گا کہ وہ اس امر کو انجام دے۔ اور اگر بعض بالغ موجود اور بعض غائب ہوں تو موجودین کے حق میں موجود وراثہ کا اور غائبین کے حق میں غائب وراثہ کا حکم لا حق ہو گا۔ چونکہ یہ اس ثابت شدہ ہے کہ بچوں کے باپ کے فوت ہونے کے بعد اگر دادا موجود ہو تو اس کو اپنے پوتوں کی ولایت حاصل ہوتی ہے، اس مقام پر جب وصی بھی موجود ہو تو یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وصی کے مقابلے میں دادا کا کیا درجہ نہ ہوگا؟ اس مسئلہ میں فقہی مذاہب میں اختلاف منقول ہے:-

حنفیہ :

حنفی فقہ کی رو سے موصیٰ کے وصی کی موجودگی میں دادا کو ان تصرفات کا حق نہ ہوگا جن کا وصی کو حق حاصل ہو، کیونکہ باپ کا وصی منقولات

کی بیع کا اس صورت میں بھی حق رکھتا ہے جب کہ موصی کے بچوں کو منقولہ اشیاء کے فروخت کر کے نقد قیمت جمع رکھنے کی حاجت نہ ہو، خواہ بیت پر دین ہو یا نہ ہو۔ اور جب بیت پر دین ہو، یا یتامی کے ذمہ دین ہو تو اس صورت میں وصی کو غیر منقولہ جائداد کی فروخت کا بھی حق ہے۔ لیکن دادا کو میت کے دین کی ادائیگی کے لئے منقولہ یا غیر منقولہ اشیاء جائداد کو فروخت کرنے کا حق حاصل نہیں ہوتا۔ اس محل پر ایک یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر بیت پر کسی شخص کا دین ہو یا میت نے اپنے اسوال میں سے کسی خاص شخص کے حق میں کسی چیز کی وصیت کی ہو تو ایسی صورت میں دائن یا موصی لہ کو اپنا حق وصول کرنے میں کیا عمل اختیار کرنا ہو گا جب کہ دادا موجود ہو اور میت کی جانب سے کوئی وصی نہ ہو۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امام اعظم کے نزدیک ان لوگوں کو اپنا معاملہ حاکم (قاضی) کے سامنے پیش کرنا چاہئے۔ اور حاکم یا تو بذات خود بقدر ادائیگی دین یا وصیت جائداد بیع کرے گا یا یہ کہ کسی کو حکم دے گا کہ وہ دین و وصیت کی ادائیگی بقدر منقولہ یا غیر منقولہ جائداد فروخت کر کے ادائیگی کر دے۔ اور امام محمد کے نزدیک دادا باپ کا ان تمام تصرفات میں قائم مقام ہو گا جو باپ اپنی زندگی میں انجام دے سکتا تھا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ نے باپ کے وصی کو دادا سے بلند تر مرتبہ دیا ہے، دادا کا درجہ وصی سے کم ہے۔ امام محمد کے نزدیک دادا کا مرتبہ وصی سے زائد ہے۔ بعض متأخرین فقہاء نے امام اعظم کے قول کو مفتی بہ کہا ہے۔^{۴۹} اور یہی درست بھی ہے۔

مالکی مسلک :

امام مالک کا یہ قول کہ اگر کسی شخص نے صرف اس عبارت سے وصی مقرر کر دیا کہ فلاں میرا وصی ہے یا میں نے فلاں شخص کو اپنا وصی بنایا تو یہ وصی ہر قسم کے تصرفات کا مالک ہو گا حتی کہ موصی کی لڑکیوں کے عقد نکاح کر دینے کا بھی اس کو حق حاصل ہو گا۔ اس کے بعد امام مالک کا

(۴۹) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۲۵۲۔

مجمع الانہر، داداد آندی، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ھ، ج ۲، ص ۷۶۔

رد المحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ھ، ج ۵، ص ۶۲۵۔

یہ مسئلہ کہ وصی کی کنواری یا شوہر دیدہ لڑکی (ثیبہ) کا نکاح باوجود دوسرے اولیا کے موجود ہونے کے وصی کرائے گا اور تمام اولیا پر وصی کو تقدم حاصل ہوگا۔ اس سے مستخرج ہوتا ہے کہ میت کا وصی تمام دیگر اولیا پر مقدم ہے اور ہر قسم کے تصرف کا حق وصی ہی کو حاصل ہوگا۔^{۵۰}

شافعی مسلک :

امام شافعی کے نزدیک وصی پر دادا کو تقدم حاصل ہے۔ لیکن فقہ شافعی میں دادا کو محض میت کی لڑکیوں کے نکاح کرائے میں وصی پر مقدم ہونے کی صراحت کی گئی ہے۔^{۵۱} دیگر مالی تصرفات کے مسئلہ میں حق تقدیم سے متعلق کتب زیر مطالعہ میں صراحت نہ مل سکی۔

شیعہ جعفریہ :

شیعہ جعفریہ کے نزدیک دادا کے موجود ہونے پر کسی غیر شخص کا وصی مقرر کرنا صحیح نہیں، لہذا مقدم ہونے یا نہ ہونے کا سرے سے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔^{۵۲} چنانچہ اگر موصی نے دادا کے علاوہ کسی کو وصی مقرر کیا تو اس کا یہ فعل باطل قرار پائے گا۔

۲۴۹ - (۱) ماں کا وصی محض اس منقولہ ترکہ کی حد تک تصرف کر سکے گا جو نابالغ کو ماں کی جانب سے پہونچا ہو، لیکن جو ترکہ کسی دوسرے کی جانب سے پہونچا ہو خواہ منقولہ ہو یا غیر منقولہ، دین میں مشغول ہو یا نہ ہو، اس میں تصرف نہ کر سکے گا۔

(۲) وصی کو ماں کے ترکہ میں جب کہ بچے کا باپ یا جد صحیح موجود و حاضر ہو یا ان دونوں کا مقرر کردہ وصی حاضر ہو، تصرف کا حق حاصل نہ ہوگا۔

(۳) اگر مذکورہ اشخاص میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ماں کے وصی کو بچے کے اس ترکے میں جو ماں سے اس کو پہونچا ہے تصرف کرنے کا یہ اس طور حق ہوگا کہ وہ اشیاء منقولہ کو فروخت کر کے ان کی قیمت محفوظ کر لے

ماں کے وصی کے اختیارات

(۵۰) المدونۃ الکبریٰ، امام سخون، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۳ھ، ج ۱۵، ص ۱۵۔

(۵۱) السہب، الفیروزآبادی الشیرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۳۷۰۔

(۵۲) شرائع الاسلام، الحلّی، مطبوعہ بیروت، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۶۵۔

اور بچے کی ضروریات زندگی سپہا کرے۔ لیکن جالداد غیر منقولہ کی بیع اس وقت تک جائز نہ ہوگی جب تک اس پر دیون کی ادائیگی کا بار نہ ہو یا اس سے اجراء وصیت مقصود نہ ہو۔

(۴) اسی طرح جو شخص صرف بچے کا پرورش کنندہ ہوگا، کسی قسم کا تصرف نہ کر سکے گا بجز یہ کہ وہ تصرفات بچے کی ضروریات زندگی سپہا کرنے کے سلسلے میں ہوں۔

تشریح

اس دفعہ میں ماں کے وصی کے احکام کو بیان کیا گیا ہے، کیونکہ باپ کے وصی کے مقابلے میں ماں کا وصی محدود تصرفات کا مالک ہوتا ہے۔ وہ اس درجہ آزاد نہیں ہوتا جس درجہ میں باپ کا وصی ہوتا ہے۔ اس کی توضیح یہ ہے کہ نا بالغ بچے کا مال یا تو اس کو ماں کی وراثت سے ملا ہو گا، یا کسی دوسرے طریقے سے۔ ہر دو حالتوں میں بچے کا باپ یا دادا یا ان دونوں کی جانب سے وصی موجود ہوگا یا نہیں۔ ان میں سے ہر حالت کے لئے علاحدہ علاحدہ حکم ہے۔ اگر ماں کا انتقال ہو اور وہ اپنی جانب سے کسی کو وصی مقرر کر جائے تو اس وصی کو محض اس مال منقولہ میں تصرف کا حق حاصل ہوگا جو بچے کو ماں کی جانب سے وراثت میں پہنچا ہو یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ بچے کا باپ یا اس کا وصی، دادا یا اس کا وصی موجود نہ ہو لیکن اگر ان میں سے کوئی ہو تو تمام اسوال میں اسی ہی کو تصرف کا حق حاصل ہوگا، ماں کے وصی کو کسی قسم کے مال میں تصرف کا حق نہ ہوگا۔

اگر باپ یا دادا یا ان کا وصی موجود نہ ہو اور بچے کی ماں کا وصی موجود ہو اور بچے کی ماں کے علاوہ دیگر اسوال بچے کے سلوکہ موجود ہوں تو اس صورت میں ماں کے وصی کو ماں کے متروکہ کی اشیاء منقولہ میں تصرف کا حق ہوگا، غیر منقولہ میں نہیں ہوگا بلکہ اس غیر منقولہ اور دیگر سلوکہ میں حاکم وقت (عدالت) کو تصرف کا حق حاصل ہو گا خواہ وہ بذات خود تصرف کرے یا اپنی جانب سے کسی کو وصی مقرر کر دے۔

چنانچہ وہ اسوال جو بچے کو ماں کی وراثت سے پہنچے ہوں ان میں تصرف

کے لئے یہ دیکھنا ہو گا کہ آیا بچے کا باپ یا دادا یا ان کا وصی موجود ہے ؟ اگر ایسا ہے تو ماں کے وصی کو ان کے مقابلے میں تصرف کا حق حاصل نہ ہو گا۔ البتہ اگر ان میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو ماں کے وصی کو یہ حق ہو گا کہ بچے کے منقولہ مال کو فروخت کر کے نقد رقم اپنی حفاظت میں لے لے۔ جائداد غیر منقولہ کی بیع کے تصرف کا حق حاصل نہ ہوگا الا یہ کہ ماں کے ذمہ کسی کا دین ہو یا وہ کسی قسم کی وصیت کر گئی ہو اور ترکہ میں نقد رقم یا منقولہ سامان جس کو فروخت کر کے دین ادا کیا جائے یا وصیت پوری کی جائے، موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں بقدر ادائیگی دین یا نفاذ وصیت غیر منقولہ جائداد کی بیع جائز ہوگی۔ یہی حکم بچوں کی ضرورت کے لئے خریداری کا ہے۔ لیکن خریداری ایسی اشیاء کی جائز ہوگی جن پر بچوں کی زندگی اور پرورش کا مدار ہو۔ غیر ضروری اشیاء کی خریداری جائز نہ ہوگی۔ یہی حکم بھائی یا چچا وغیرہ اقارب کے وصی کا ہوگا بخلاف باپ یا دادا کے وصی کے۔

باپ اور ماں کے اوصیاء میں یہ فرق ہے کہ باپ اپنی حیات میں اپنی نابالغ اولاد کے ہر مال میں ہر قسم کے تصرف کا حق رکھتا ہے اور باپ کا وصی اس کا قائم مقام ہوتا ہے لہذا وہ بھی ان تمام تصرفات کا مالک ہوگا۔ لیکن ماں اپنی حیات میں اپنے بچوں کے مال میں کسی قسم کے تصرف کا کسی حالت میں حق نہیں رکھتی۔ لہذا اس کے وصی کا حکم بھی یہی ہوگا۔

اگر کسی کے مرنے کے بعد نہ اس کا کوئی وصی ہو اور نہ اس کے پس ماندہ بچوں کا کوئی شرعی ولی ہو، اور ان بچوں کو کوئی اجنبی شخص اپنی پرورش میں لے لیتا ہے تو ایسے شخص کو بچوں کے مال میں کسی قسم کے تصرف کا حق حاصل نہیں ہوا کرتا۔ وہ صرف اتنا عمل کر سکتا ہے کہ ان یتامی کے خورو نوش اور لباس کے انتظام کے لئے منقولی اشیاء میں سے کچھ فروخت کر کے سامان سہیا کر لے۔ ۵۳

مالکی مسلک :

امام مالک کے نزدیک بھی جب کہ ماں کے وصی کے ساتھ بچوں کا باپ

(۵۳) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴، ص ۵۲-۵۱-۲

رد المحتار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۳ھ، ج ۵، ص ۶۲۵-

موجود ہو تو ماں کے وصی کو تصرف کا حق حاصل نہ ہوگا البتہ اگر باپ موجود نہیں ہے تو محض ماں کے متروکہ موروثہ میں وصی تصرف کر سکتا ہے لیکن یہ بھی اس صورت میں جب کہ ماں کا ترکہ موروثہ قلیل مقدار میں ہو۔ اگر مقدار زیادہ ہے تو پھر حاکم کی نگرانی کو دخل ہوگا۔ ۵۳

شاعلی مسلک :

امام شاعلی کے نزدیک بچوں کے حق میں وصی مقرر کرنے کی یہ شرط ہے کہ جو شخص وصی بنا رہا ہے اس کو بذات خود بچوں کی شرعاً ابتدائی سے ولایت حاصل ہو۔ چونکہ ماں کو بچوں کی ابتدائی سے ولایت ذاتی و اصلی شرعاً حق حاصل نہیں بلکہ دوسروں کی جانب سے حاصل کی جاتی ہے یا کی جاسکتی ہے اس لئے اس کا وصی، وصی متصور نہ ہوگا۔ ۵۵

حنبلی مسلک :

فقہاء حنبلیہ اس مسئلے میں شاعلیہ سے متفق معلوم ہوتے ہیں۔ ۵۶

شیعہ جعفریہ :

شیعہ حضرات کے نزدیک اگر چہ ماں اپنے مال میں وصیت کر سکتی ہے لیکن بچوں کی نگرانی کے سلسلے میں وصیت نہیں کر سکتی۔ ۵۷

۲۵۰۔ وصی کے لئے جائز ہوگا کہ نابالغ کے مال میں اضافہ کی لیت سے اس کے مال سے تجارت کرے یا اور کوئی ایسا عمل کرے جو نابالغ کے حق میں بہتری کا ذریعہ اور سبب ہو۔ لیکن یہ جائز نہ ہوگا کہ نابالغ کے مال سے اپنی ذات کے لئے یا اپنی ذات کے ساتھ تجارت کرے۔

وصی کا اختیار
تجارت

(۵۳) المدونۃ الکبریٰ امام سحنون، محولہ بالا، ج ۱۵، ص ۱۷۱۶۔

جواہر الاکلیل، صالح عبد السمیع الآبی، محولہ بالا، ج ۲، ص ۳۲۵۔

(۵۵) مغنی المحتاج، مطبوعہ ۱۹۵۸ع/۱۳۷۷ھ، ج ۳، ص ۷۶۔

(۵۶) شرح الکبیر بر حاشیہ، المغنی، ابن قدامہ المقدسی، مطبوعہ مصر، ۱۳۳۷ھ، ج ۶، ص ۵۹۱۔

(۵۷) شرائع الاسلام، العلی، مطبوعہ بیروت، القسم الثانی، ص ۲۵۹۔

تیسری

چونکہ وصی کے تصرف کی بنیاد مصلحت پر مبنی ہوتی ہے، اس لئے نابالغ کے حق میں اس کے مال میں تجارت کرنا بھی بالعموم نابالغ کے لئے اصلاح و منفعت کا باعث ہوتا ہے۔ کیونکہ مال کو اس کی اپنی حد میں باقی رکھنا بغیر کسی اضافہ کے مفید نہیں ہوا کرتا۔ لہذا وصی کے لئے جائز ہوگا کہ بذات خود یا کسی دوسرے کو دیکر تجارت کرائے، خواہ مضاربت پر دے یا بطور شرکت کے کسی سے معاملہ کر لے۔ کیونکہ اس قسم کے تمام تصرفات نابالغ کے حق میں منفعت کا باعث ہوتے ہیں، اور وصی کی یہی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ نابالغ کے حق میں ہر قسم کی بہتری کے امور انجام دے۔ البتہ وصی یہ نہیں کر سکے گا کہ اپنی ذات سے یا جو افراد اس کے عیال میں داخل ہیں ان سے تجارت کا سلسلہ قائم کرے۔ وصی کے لئے یہ جائز نہیں ہوگا کہ یتیم کا مال بذات خود مضاربت کے طور پر لے کر اس سے تجارت کرے اور نفع حاصل کرے اگر ایسا کیا تو ایسے مال کا تاوان دینا پڑے گا۔^{۵۸} (خصوصاً اس عہد میں کسی طرح یہ امر مناسب نہ ہو گا)۔

مالکی مسلک :

امام مالک کے نزدیک وصی نابالغ کے مال کو مضاربت پر یا بطور قرض کسی نفع کے معین حصہ کے ساتھ یا بضاعت کے طور پر دے سکتا ہے یا اور کوئی ایسا عمل کر سکتا ہے، جو بچوں کے حق میں ان کے مال کے اضافہ یا بقا کا ذریعہ ہو۔ لیکن وصی کا اپنی ذات سے ان معاملات کا تعلق قائم کرنا ان کے نزدیک بھی جائز نہیں۔^{۵۹}

۲۵۱ - (۱) وصی کے لئے جائز ہوگا کہ وہ یتیم کے مال منقولہ کو کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جو وصی یا میت سے کوئی رشتہ نہ رکھتا ہو بشرطے کہ یہ بیع واجبی قیمت یا معمولی سی کمی کے ساتھ ہو، زیادہ نقصان

بیع کی شرائط

(۵۸) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۴ ص ۲۵۳۔

جامع الفصولین، مطبوعہ مصر، ۱۳۰۱ ہجری، ج ۲ ص ۱۳۔

(۵۹) جواہر الاکلیل، عبد السمیع الآبی، محولہ بالا، ج ۲ ص ۳۲۶۔

کی شکل میں جائز نہ ہوگا۔ یہی حکم نابالغ کے لئے کسی شے کی خریداری کا ہوگا۔

(۲) باپ کے وصی کے لئے یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ نابالغ کا مال کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جس کے حق میں وصی کی شہادت قبول نہ کی جاسکتی ہو، اور نہ میت کے کسی وارث کے ہاتھ، مگر یہ کہ نابالغ کے حق میں ایسا کرنا بہتری کا سبب ہو۔

(۳) حاکم کے مقرر کردہ وصی کے لئے بھی جائز نہ ہوگا کہ وہ ایسے شخص سے بیع کرے جس کے حق میں اس وصی کی شہادت مقبول نہیں ہوسکتی جس طرح کہ وہ اپنے حق میں بیع نہیں کر سکتا۔

تشریح

وصی کا نابالغ کے مال کو تجارت میں لگا دینا صحیح قرار دیا گیا ہے۔ اس مسئلے میں دو صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ وہ اجنبی لوگوں سے تجارت کا معاملہ کرے۔ دوم یہ کہ خود اپنی ذات سے یہ معاملہ کرے۔ ہر دو صورتوں میں یا تو منقولات کی بیع ہوگی یا غیر منقولہ جائداد کی۔ اور ان تمام صورتوں میں یہ اجنبی شخص یا تو وصی اور وصی دونوں سے اجنبی ہوگا یا اجنبی نہ ہوگا۔ وصی سے اجنبی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وصی کا وارث نہ ہو، غیر وارث ہو۔ اور وصی سے اجنبی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وصی کے حق میں اس کی شہادت مقبول نہ ہو سکتی ہو۔ نیز ان تمام حالات مذکورہ میں با تو وصی مختار ہوگا یا قاصی کا وصی ہوگا۔ وصی مختار (وصی کا وصی) اگر کسی ایسے شخص سے تجارت کرے اور بچے کا مال اس کے ہاتھ فروخت کرے جو وصی اور وصی دونوں سے اجنبی ہے اور مال منقولہ اشیاء میں سے ہو، تو باتفاق ائمہ حنفیہ یہ بیع پوری قیمت یا کچھ معمولی کمی کے ساتھ جائز ہوگی، کیونکہ تجارت کے معاملات میں کچھ نہ کچھ کمی و بیشی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن اگر قیمت کی کمی حد سے تجاوز کر گئی تو یہ بیع صحیح نہ ہوگی، کیونکہ وصی کی ولایت بہتری و منفعت کے پیش نظر ہوتی ہے اور حد سے متجاوز نقصان بہتری نہیں کہلاتا، اور اگر فروخت کردہ شے جائداد غیر منقولہ

ہے تو بیع صحیح نہ ہو گی الا یہ کہ شرع نے اس کی ان حالات میں اجازت دی ہو، جن کو پچھلے صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔

اگر وصی نے کسی ایسے شخص سے بیع کا معاملہ کیا جو وصی اور موصی سے اجنبی نہ تھا مثلاً اپنے باپ یا بیٹے سے بیع کی، یا موصی کے کسی وارث کے ہاتھ فروخت کیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک بیع اس حالت میں صحیح ہو سکے گی جب کہ نا بالغ کے حق میں منفعت بخش ہو، لیکن اگر مثل قیمت پر (یعنی جتنے کی چیز ہونا چاہئے اسی قیمت پر) فروخت کی تو بیع صحیح نہ ہو گی۔ امام ابو یوسف و محمد فرماتے ہیں کہ مثل قیمت پر بھی صحیح ہو گی۔ کیونکہ اس بیع سے ضمانت کی وجہ (رعایت وغیرہ) کا اتہام پیدا ہوتا ہے اور مثل قیمت کی صورت میں بھی یہ شبہ یا اتہام موجود نہیں ہوتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس موقع پر تینوں اماموں کے نزدیک معمولی کمی کے ساتھ فروخت کر دینا جائز نہ ہو گا۔ یہ وہ صورت ہے جب کہ کسی منقولہ چیز کی بیع کی گئی ہو، غیر منقولہ جائداد کا فروخت کرنا بغیر ان حالات کے جہاں شریعت نے اجازت دی ہے، جائز نہ ہو گا۔

جو احکام نابالغ کی اشیاء کی بیع کے سلسلے میں بیان کئے گئے ہیں وہی نابالغ کے لئے اشیاء خریدنے کے متعلق بھی لازم ہوں گے۔ چنانچہ اگر وصی نے بچے کے لئے کسی اجنبی سے کوئی شے مثل قیمت پر یا کچھ معمولی سی زیادتی کے ساتھ خریدی تو خریداری صحیح ہوگی، لیکن حد سے زیادہ قیمت میں اضافہ کے ساتھ صحیح نہ ہوگی۔ اور اگر کسی اجنبی سے خریدای کا معاملہ کیا تو اس میں امام اعظم اور صاحبین کا مذکورہ بالا اختلاف منقول ہے۔ معمولی کمی یا قیمت میں اضافے اور حد سے متجاوز کمی یا اضافے کے درمیان فرق یہ ہے کہ جو کمی، زیادتی قیمت لگانے والے یا اندازہ کرنے والے لوگوں کی قیمت سے بڑھ جائے، وہ حد سے متجاوز سمجھی جائے گی۔ یہ تمام احکام وصی مختار کے سلسلے میں ہیں۔ حاکم کے مقرر کردہ وصی کے لئے کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جائز نہ ہو گا جس کی شہادت موصی کے حق میں مقبول نہ ہوگی، کیونکہ وہ حاکم کی جانب سے وکیل ہوتا ہے اور وکیل کا حکم وہی ہوتا ہے جو سوکل کا ہوتا ہے، اور سوکل (حاکم) کا فیصلہ ایسے شخص کے لئے قابل

قبول نہیں ہوتا جس کی شہادت اس کے لئے مقبول نہ ہوتی ہو۔ یہی حکم اس وصی کی نابالغ کے لئے خریداری پر بھی منطبق ہوگا۔^{۶۰}

۲۵۲ - باپ کے وصی کے لئے یہ جائز ہوگا کہ اپنا مال نابالغ کو فروخت کر دے یا نابالغ کا مال خود خریدے بشرطے کہ یہ معاملہ نابالغ کے حق میں نفع بخش ہو۔ نفع بخش ہونے کی صورتیں حسب ذیل ہیں :-

(الف) غیر منقولہ جائداد جب کہ دوگنی قیمت پر خریدے اور فروخت جب کہ دو تہائی قیمت پر کی جائے۔

(ب) منقولہ اشیاء کی صورت میں کل قیمت کا ایک تہائی کے فرق کے ساتھ معاہدہ جائز ہوگی۔ بشرطیکہ اس معاہدہ کا یتیم کے حق میں نافع ہونا بالکل واضح ہو۔ لیکن حاکم کے وصی کے لئے کسی حالت میں اپنی ذات کے لئے خریدنا یا اپنی ذات سے نابالغ کے حق میں فروخت کرنا صحیح نہ ہوگا۔

تشریح

اگر وصی مختار کسی چیز کو یتیم کے مال سے اپنی ذات کے لئے فروخت کرے تو یہ بیع امام ابوحنیفہ کے نزدیک بشرط منفعت صحیح ہوگی۔ اگر وہ شے غیر منقولہ ہو تو دوگنی قیمت منفعت بخش متصور ہوگی مثلاً پچاس روپیہ کی چیز سو روپے میں خریدے۔ اور اگر شے منقولہ ہے تو کل قیمت کی ایک تہائی کا اضافہ منفعت بخش متصور ہوگا۔ اس کے بغیر بیع صحیح نہ ہوگی۔

بعض فقہاء نے یتیم کے حق میں بہتر اور منفعت بخش ہونے کی یہ تعریف کی ہے کہ وصی نے جو قیمت اس مال کی ادا کی ہو اس کا نافع ہونا ہر شخص کے نزدیک واضح ہو۔ ایک تہائی یا دو تہائی کی کوئی تفصیل ضروری نہیں۔ بظاہر یہ قول زیادہ قرین صواب ہے۔ کیونکہ اپنی ذات کے لئے نابالغ کی کسی مال کی بیع کا جائز نہ ہونا شبہ اور تہمت کی بنا پر ہے اور جب اس بیع

(۶۰) ردالمختار، ابن عابدین، مطبوعہ مصر، ۱۳۲۸ھ، ج ۵، ص ۲۲-۲۳۔

ماخوذ از جامع الفصولین، محولہ بالا، فصل ۲۷، ص ۱۲-۲۳۔

میں واضح طور پر نابالغ کا فائدہ نظر آرہا ہو تو ناجائز ہونے کی کوئی وجہ قائم نہیں ہوتی۔

لیکن اگر قاضی (حاکم) کا مقرر کردہ وصی ہے تو اس کا اپنی ذات کے لئے خرید لینا یا اپنی کسی چیز کو نابالغ کے ہاتھ فروخت کر دینا خواہ وہ بہتر ہی کیوں نہ ہو، جائز نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حاکم کا مقرر کردہ وصی حاکم کے حکم میں ہے اور حاکم چونکہ خود ایسا کرنے کا مجاز نہیں لہذا اس کا وکیل (مقرر کردہ وصی) بھی نہیں کر سکتا۔^{۶۱}

۲۵۳ - وصی کے لئے جائز ہوگا کہ کسی اجنبی شخص سے بیعادی ادائیگی پر بیع کا معاملہ کرے بشرطے کہ ادائیگی کی مدت بہت زیادہ نہ مقرر کی گئی ہو، اور یہ کہ خریدار سے مدت ختم ہونے پر رقم کی عدم وصولی کا خطرہ لاحق نہ ہو۔

بیعادی ادائیگی پر
بیع

تشریح

وصی کے لئے بیع کے جواز کے بعد یہ سوال باقی رہتا ہے کہ کیا وصی کو یہ حق بھی حاصل ہے کہ وہ نابالغ کی کسی شے کو ادھار فروخت کر دے۔ دفعہ ۲۵۳ اسی جزئیہ سے متعلق ہے۔ اگر وصی کسی اجنبی شخص کے ہاتھ نابالغ کا مال نابالغ کے حق میں بہتر خیال کرتے ہوئے ادھار پر فروخت کر دے، بشرطے کہ ادائیگی کی مدت حد سے متجاوز نہ ہو اور عدم وصولی کا خطرہ نہ ہو تو یہ بیع جائز ہوگی۔ اس لئے کہ خرید و فروخت کے معاملہ میں نقد و ادھار کے لین دین سے بچنا ممکن نہیں ہوا کرتا۔ البتہ اس امر کا لحاظ رکھنا ضروری ہوگا کہ معاملہ نابالغ کے حق میں کسی خطرے کا باعث نہ ہو۔ اسی لئے مدت کی کسی اور عدم وصولی کے خطرہ نہ ہونے کی شرط رکھی گئی ہے۔^{۶۲}

شافعی مسلک :

شافعی مسلک کی زیر مطالعہ کتب میں صراحتاً بیعاری ادائیگی پر بیع کے

(۶۱) رحمہ العتار، ابن عابدین، معولہ بالا، ج ۵، ص ۶۲۰۔

جامع الفصولین، مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۱۵۔

(۶۲) فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، ج ۳، ص ۲۵۲۔

ہارے میں کوئی قول نہ مل سکا لیکن اصولی طور پر شافیہ کے نزدیک مذکورہ تصرفات جب کہ نابالغ کے حق میں مضرت رسان نہ ہوں اور اس کے لئے کسی بہتری کا ذریعہ ہوں جائز ہوں گے۔ ۶۳

۲۵۴ - وصی کے لئے جائز نہ ہوگا کہ وہ نابالغ کے مال سے اپنا دین ادا کرے یا قرض لے یا کسی کو قرض دے دیا اپنا مال نابالغ کے پاس رہن رکھے یا نابالغ کا مال اپنے پاس رہن رکھے البتہ یہ جائز ہوگا کہ اگر کسی اجنبی شخص کا نابالغ پر دین ہے یا میت پر دین ہے تو نابالغ کی جائداد کو رہن رکھ دے یا اگر نابالغ کا مال کسی دین میں مطلوب ہے تو اس کے عوض میں رہن رکھ دے یا کفالت قبول کرے -

وصی کا اختیار رہن

تشریح

وصی کے لئے یہ اسر جائز نہیں ہے کہ اپنے ذاتی دین کو نابالغ کے مال سے ادا کرے۔ اگر اس نے ایسا کیا تو وہ اس مال کا ضامن ہوگا۔ اسی طرح کسی کو نابالغ کا مال بطور قرض دینا بھی جائز نہیں۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں صورتوں میں نابالغ کے مال کو ایسے معاملات میں صرف کر دینے سے روک دینا لازم آئے گا، جو نابالغ کے حق میں اس کے مال کے اضافہ کا ذریعہ ہوتے، جب کہ وصی کو اس اسر پر مامور کیا گیا ہے کہ اس کے تصرفات نابالغ کے حق میں اس کے مال کے اضافے یا منفعت کا سبب ہوں۔

اگرچہ نابالغ کا مال قرض دینے سے وصی کو روک دیا گیا ہے لیکن اگر وصی نے (اتفاقاً) قرض دے دیا تو فقہاء نے اس عمل کو اس کی معزولی کا سبب قرار نہیں دیا ہے، یعنی وہ اس عمل کی وجہ سے منصب وصایت سے معزول نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرض کا دینا لامحالہ کسی انتہائی ضرورت مند کے حق میں ہوگا، اور قرض وہی شخص طلب کرے گا جو اپنی ضروریات میں محتاج کی حد تک پہنچ چکا ہو۔ شارع نے محتاجوں اور ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے پر متعدد مقامات پر تاکید فرمائی ہے اور اس کے لئے بڑے اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لئے فقہاء نے وصی کا اتفاقاً قرض دینا اس کی معزولی کا

(۶۳) المہذب، الفيروز آبادی الشرازی، مطبوعہ مصر، ج ۱، ص ۲۶۹-۲۳۵۔

سبب قرار نہیں دیا، البتہ اس قدر مال کا وہ یتیم کے حق میں ضامن قرار پائے گا۔

اس کے برخلاف، حاکم (قاضی) کے لئے یہ تصرف جائز ہوگا کیونکہ اس کو مال کی وصولی پر کاسل قدرت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن حاکم (قاضی) کے حق میں یہی اس کی اجازت آزادانہ طور پر نہیں ہے، بلکہ جب حکم یہ خیال کرتا ہو کہ یتیم کا وہ مال جس کو قرض دیا جا رہا ہے کسی اضافے کے طریقوں میں صرف کر کے اضافہ نہیں کیا جاسکے گا اور مال اسی طرح پڑا رہے گا تب وہ کسی حاجت مند کی ضرورت پوری ہونے کے خیال سے وقت معین کے لئے قرض دے سکتا ہے۔

وصی کے لئے جو حکم، نابالغ کے مال کو قرض پر دینے کا بیان کیا گیا ہے وہی حکم نابالغ کے لئے قرض لینے کا بھی ہے۔ جس طرح قرض دینا جائز نہیں اسی طرح بلا ضرورت قرض لینا بھی جائز نہیں۔ اگر وصی نے بچے کے لئے قرض لیا تو اس قدر مال کا خود وصی ضامن ہوگا۔ لیکن امام محمد نے فرمایا ہے کہ اگر قرض کی ادائیگی پر وصی کو قدرت حاصل ہے تو اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

اگر نابالغ کا خود وصی پر دین ہو (مثلاً وصی نے نابالغ کے مال سے کوئی شے اپنی ذات کے لئے خریدی ہو اور اس خریداری میں نابالغ کا فائدہ تھا یا نابالغ کی کسی شے کے ضائع کر دینے کے سبب اس پر ضمان عائد ہو گیا ہو) تو وصی کے لئے جائز نہ ہوگا کہ اس دین کے بدلے یا ضائع کر دینے کے عوض اپنے ذاتی مال میں سے کسی شے کو نابالغ کے پاس (یعنی اپنے ہی قبضے میں) بطور رهن رکھ دے۔ اگر ایسا کیا گیا اور رهن رکھی ہوئی شے (سرہونہ) ضائع ہوگئی تو وصی پر نابالغ کا دین بدستور واجب الاداء رہے گا، اور اس کے مال کا وصی سے مطالبہ کیا جائے گا۔

اسی طرح اگر نابالغ پر وصی کا دین ہو (مثلاً وصی نے اپنی مملوکہ اشیاء سے کسی شے کو یتیم کے ہاتھ فروخت کیا، اور اس کی قیمت یتیم کے مال سے ابھی وصول نہ کی، یا یتیم کے لئے کسی دوسرے سے کوئی مال خرید کر قیمت

اپنے ذاتی مال سے ادا کر دی جو یتیم کے مال سے وصول نہیں کی) تو وصی کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ اپنے اس دین کے عوض یتیم کی کسی چیز کو اپنے پاس رہن رکھ لے۔ البتہ بیچے کا باپ اس حکم سے مستثنیٰ ہوگا۔ باپ کے لئے دونوں اسر جائز ہیں یعنی وہ اپنے بیٹے کا مال اپنے پاس رہن رکھ سکتا ہے۔ اور اپنا مال بھی بیٹے کے حق میں رہن رکھ سکتا ہے۔ اس فرق کی وجہ فقہاء نے یہ بیان کی ہے کہ، رہن کے معاملے میں ایک فرد دونوں جانب سے متولی نہیں ہو سکتا، یعنی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک فرد راہن بھی ہو اور سرتہن بھی ہو، لیکن اس اصول کو فقہاء نے باپ کے حق میں مستثنیٰ قرار دیا ہے، اور اس کی ایک ذات کو دو ذاتیں اور اس کے ایک کلام کو دو کلام تصور کیا ہے، جس کی وجہ باپ کی اپنی اولاد کے حق میں انتہائی شفقت ہے۔ بخلاف وصی کے، کیونکہ اس کی شفقت باپ کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا، نابالغ کے مال کو وصی کے پاس رہن رکھنے کی معانت اس لئے ہے کہ وصی بیک وقت راہن اور سرتہن نہیں ہو سکتا، لہذا اگر وصی کسی ایسے اجنبی شخص کے پاس نابالغ کا مال رہن رکھدے جس کا نابالغ پر یا اس کے باپ پر قرض تھا تو وصی کا یہ عمل جائز ہوگا۔

اگر وصی نے نابالغ کی جانب سے اس کے مال سے دوسروں کے ساتھ تجارت کی ہو اور اس کے تجارتی عمل سے نابالغ کے ذمہ دین لازم ہو گیا ہو یا وصی نے نابالغ کی کسی ضرورت کے لئے کوئی چیز خریدی ہو جس کی قیمت ادا نہ کی ہو تو ان حالات میں یہ دین نابالغ کے ذمہ لازم ہوگا اور ان حالات میں اس کے لئے یہ جائز ہوگا کہ دائن کے پاس نابالغ کے مال سے کچھ حصہ رہن رکھ دے، کیونکہ تجارت کا معاملہ نابالغ کے حق میں بالعموم حصول منفعت کے لئے ہوتا ہے جس کا حق وصی کو دیا گیا ہے۔ تجارت کے لین دین کا سلسلہ مسلسل جاری رہتا ہے جس میں رہن رکھنے اور رہن دینے کی ضرورت بھی پیش آتی رہتی ہے، اس سے بچنا ممکن نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ اگر وصی نابالغ کے خورو نوش یا لباس کے لئے کچھ اشیاء قرض خریدے اور قیمت کے عوض کچھ مال رہن رکھ دے تو یہ جائز ہوگا، کیونکہ ضرورت پوری کرنے کے لئے ایسا کرنا جائز ہوتا

ہے۔ رهن رکھدینا گویا دوسرے کے حق کا ایفاء کرنا ہے جو شرعاً جائز بلکہ مستحسن امر ہے۔

جس طرح وصی میت یا نابالغ کے دین کے عوض نابالغ کے مال کو رهن رکھ سکتا ہے، اسی طرح وہ نابالغ کے دین کی وصولی کے لئے دوسرے کا مال اپنے پاس رهن بھی رکھ سکتا ہے، اور کفالت کا مطالبہ بھی کر سکتا ہے، کیونکہ مذکورہ ہر دو فعل سے یتیم کا فائدہ مقصود ہوگا، جس کا وصی کو پورا حق حاصل ہے۔^{۶۴}

شافعی مسلک

شافعیہ کے نزدیک نابالغ کے مال میں اگر رهن یا قرض وغیرہ جیسے تصرفات اس کے حق میں مفید ہوں تو جائز ہوں گے، ورنہ جائز نہ ہوں گے۔^{۶۵}

۲۵۵ - وصی کے لئے اپنے جانب سے اپنے استحقاقی تصرفات میں کسی شخص کو وکیل مقرر کر دینا جائز ہوگا۔ یہ وکیل وصی یا نابالغ کی موت سے خود بخود معزول ہو جائے گا۔

وصی کا وکیل
مقرر کرنا

تشریح

چونکہ وصی کو یتیم کے اموال پر تصرف کا حق حاصل ہوتا ہے، اس بنا پر اس کے لئے جائز ہوگا کہ وہ بذات خود تصرفات کرے یا کسی دوسرے کو ان امور کی تکمیل کے لئے اپنا وکیل مقرر کرے۔ توکیل کے معنی کسی ایسے شخص کی جانب سے جو خود ان تصرفات کا مالک ہے کسی شخص کو اپنی ذات کے لئے اپنے استحقاقی تصرفات میں نائب بنانا ہے اس لئے یہ وکیل اپنے موکل کا نائب ہو کر وہ تصرفات انجام دے گا جو اس کو تفویض کئے گئے ہوں۔ وکیل موکل کی موت کے بعد خود بخود معزول ہو جائے گا، اسی طرح

(۶۴) جامع الفصولین، مطبوعہ مصر، معولہ بالا، ج ۲، ص ۱۴ (ماخوذ)۔

فتاویٰ عالمگیری، مطبوعہ دیوبند، معولہ بالا، ج ۴، ص ۲۵۳ (ماخوذ)۔

(۶۵) المسئب، القموزی، الشیرازی، معولہ بالا، ج ۱، ص ۳۶-۳۵۔

جب کہ بچے کا انتقال ہو جائے، کیونکہ وکیل درحقیقت نابالغ کی ملک میں تصرف کرتا ہے۔^{۶۶}

شافعی مسلک :

امام شافعی کے نزدیک جن امور کو وصی بذات خود (حقیقی طور پر) انجام نہیں دے سکتا ان میں اس کی کسی دوسرے شخص کو وکیل بنا دینا جائز ہے۔^{۶۷}

مالکیہ مسلک :

مالکی فقہ کی مشہور کتاب جواہر الاکلیل میں وصی کے وکیل مقرر کرنے کے سلسلے میں کوئی صریح قول نظر سے نہیں گذرا، البتہ ایک قول یہ ضرور ملتا ہے کہ وکیل ایسے امور کی انجام دہی کے لئے کسی دوسرے شخص کو وکیل مقرر کر سکتا ہے جن کو وہ خود انجام نہ دے سکتا ہو یا کثرت کار کے سبب انجام دینے سے قاصر ہو۔ اس مسئلہ سے یہ امر استخراج کیا جا سکتا ہے کہ جب معذور ہونے کی صورت میں وکیل کسی دوسرے شخص کو اپنا نائب بنا سکتا ہے تو ایک وصی بدرجہ اولیٰ اس کا مستحق ہوگا۔

حنبلہ مسلک :

حنبلہ فقہ میں امام احمد بن حنبل کے دو قول منقول ہیں۔ ایک یہ کہ وصی اور حاکم کو ایسے امور میں وکیل مقرر کرنا جائز ہوگا جن کو وہ بذات خود انجام نہ دے سکتا ہو یا کثرت کار کی بنا پر انجام نہ دے سکے دوسرا قول یہ ہے کہ مقرر نہیں کر سکتا۔ (۶۹) المقنع میں دوسرے قول کو، "قول فی المذہب،" قرار دیا گیا ہے۔ (۶۹ الف) جبکہ المحرر کے طرز بیان سے پہلا قول قوی نظر آتا ہے۔

(۶۶) جامع الفصولین، محولہ بالا، ج ۲، ص ۲۰۔

فناوی عالمگیری، محولہ بالا، ج ۴، ص ۲۵۳۔

(۶۷) المہذب، الفیروزآبادی، الشیرازی، محولہ بالا، ج ۱، ص ۳۷۱۔

(۶۸) جواہر الاکلیل، صالح عبد السمیع الآبی، محولہ بالا، ج ۲، ص ۱۲۸۔

(۶۹) المحرر فی الفقہ، مجد الدین ابو البرکات، ج ۱، ص ۳۳۹-۵۰۔

(۶۹ الف) المقنع، محولہ بالا، ج ۲، ص ۱۵۰۔

۲۵۶ - (۱) اگر میت یا نابلغ کا کسی پر دین ہو ، اور اس دین کو ثابت کرنے کے لئے وصیت یا نابلغ کی جانب سے شہادت موجود نہ ہو اور مدیون دین سے انکاری ہو تو وصی کے لئے جائز ہوگا کہ فریق مقابل (مدیون) سے ، جس مقدار پر مناسب ہو ، صلح کر لے ، لیکن اگر میت یا نابلغ کی جانب سے دین کے ثبوت کے لئے شہادت عادلہ موجود ہو ، یا مدیون دین کا اقراری ہو یا یہ کہ حاکم کی عدالت سے وجوب دین فیصل شدہ ہو تو ایسی صورت میں وصی کے لئے حق سے کم مقدار پر صلح کرنا جائز نہ ہوگا ۔

(۲) اگر میت یا نابلغ پر کسی معین شئی کا دعویٰ کیا گیا ہو اور مدعی کے پاس دعویٰ کے ثبوت میں شہادت موجود ہو ، یا اس کا دعویٰ عدالت سے فیصلہ شدہ ہو تو وصی سے لئے جائز ہوگا کہ شئی مندعوہ کے بقدر قیمت پر صلح کر لے ۔

(۳) وصی کا میت کے ذمہ دین یا اسکے ذمہ کسی معین شئی کے واجب ہونے یا وصیت موجود ہونے کا اقرار کرنا صحیح نہ ہوگا ۔ البتہ اگر میت کا کوئی وارث میت کے ذمہ دین کا اقرار کرے تو اس مقر کے حصہ کی حد تک اقرار صحیح متصور ہوگا ، لیکن دوسرے غیر مقر وراثت کے حق میں یہ اقرار غیر موثر ہوگا ۔ اور مقر لہ معض اس وارث مقر کے حصہ کے بقدر اپنا حق پالے گا ۔ یہی حکم اس وقت ہوگا جب کہ کسی وارث نے میت کے ترکہ میں ایک تہائی کی وصیت موجود ہونے کا اقرار کیا ہو ، تو یہ اقرار بھی اس کے حصہ کے بقدر معتبر ہوگا ۔

تشریح

جب کہ وصی یا نابلغ کا کسی پر دین ہو یا وصی یا نابلغ پر کسی دوسرے شخص کا دین ہو اور وصی اس دین سے صلح کرنا چاہے تو اس صلح کی بنیاد بھی یتیم کے حق میں اس کی منفعت پر ہوگی۔ اگر یہ صلح یتیم کے حق میں بہتری اور منفعت کا سبب نہ قرار پاتی ہو تو صحیح نہ ہوگی۔ چنانچہ دین سے صلح کرنے کی متعدد حالتیں وجود میں آسکتی ہیں۔ اول یہ کہ وصی یا نابلغ کا کسی دوسرے شخص یا اشخاص پر دین ہو۔ تو یہ دیکھنا ہوگا کہ کیا اس دین کا ثبوت مدیون کے ذمہ ممکن و سہل ہے یا نہیں۔ اگر دین کا ثبوت ممکن ہے مثلاً شہادت عادلہ دین کے ثبوت کے لئے موجود ہے یا یہ کہ

خود مدیون دین کا اقراری ہے، یا یہ کہ عدالت کے فیصلے سے دین مدیون کے ذمہ ثابت شدہ ہے۔ اور وصی اس دین کے مقابلے میں بجائے دین کی وصولی کے صلح کرنا چاہتا ہے تو یہ دیکھنا ہو گا کہ وصی نے کسی ایسی چیز پر صلح کی ہے جو موصی یا نابالغ کے دین کی ہم جنس ہے یا یہ کہ کسی غیر جنس پر صلح کی ہے۔ اگر دین ہی کی ہم جنس پر صلح کی مثلاً ہزار روپے کے دین کے مقابلے میں ۹۰۰ روپے پر صلح کر لی تو یہ صلح ناجائز ہوگی، کیونکہ اس صورت میں ظاہر ہے کہ وہ موصی کے دین کا کچھ حصہ چھوڑ رہا ہے، جس کا اسے حق نہیں پہنچتا۔ اور اگر غیر جنس کے عوض صلح کی ہے مثلاً ہزار روپے کے دین کے عوض موصی کے مدیون سے اس کا کوئی مکان خرید لیا۔ یہ مکان یا تو اسی قیمت کا ہوگا یا اس سے زائد قیمت کا یا کم قیمت کا اگر اول یا دوسری حالت ہے تو صلح بلا شبہ جائز ہوگی لیکن تیسری حالت میں جائز نہ ہوگی، جب کہ مکان کی قیمت بہت زیادہ کم ہو۔ البتہ اگر معمولی کمی ہے تو صلح جائز ہوگی۔ ایسی معمولی کمی نظر انداز کر دی جائے گی جس سے بچنا عام طور پر ممکن نہیں ہوا کرتا۔

اگر میت کے دین کے ثابت کرنے کے لئے ایسے دلائل یا ثبوت موجود نہیں جن کے ذریعہ مدیون پر دین ثابت کیا جا سکے، تو ایسی صورت میں وصی کے لئے ہر طرح صلح کر لینا جائز ہوگا۔ برابری یا کسی کمی کا کوئی لحاظ نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ ایسی حالت میں نابالغ کے حق میں یہی بہتر ہوگا کہ جس طرح اور جتنا ممکن ہو مال وصول ہو جائے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا گیا تو کل دین ضائع ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے۔

وصی کو یہ حق حاصل نہ ہوگا کہ میت کے کسی پر واجب دین کا کچھ حصہ معاف کر دے، یا اس سے بری الذمہ کر دے، یا اس کے مدت ادائیگی مقرر کر دے جبکہ یہ دین میت کے اپنے عمل سے واجب شدہ ہو۔ لیکن اگر وصی کے اپنے تصرفات کی بناء پر کسی پر دین واجب ہوا ہو تو پھر امام اعظم و امام محمد کے نزدیک وصی کا مذکورہ عمل جائز ہوگا اور وصی یتیم کے حق میں ضامن ہوگا اور اس کا ہار خود وصی کی ذات پر ڈالا جائے گا۔ لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک وصی ضامن نہ ہوگا۔

یہ وہ صورتیں تھیں جہاں موصی یا نابالغ کا دین کسی پر واجب ہو۔ لیکن جن صورتوں میں کہ میت (موصی) یا نابالغ کے ذمہ لوگوں کا دین ہو۔ اور دائن نے وصی سے اپنے دین یا ضائع شدہ چیز کی قیمت کا مطالبہ کیا ہو، تو اگر یہ دعویٰ ثابت شدہ نہیں ہے تو وصی کے لئے صلح کر لینا جائز نہ ہوگا، کیونکہ اس صلح سے نابالغ کا نقصان ہوگا۔ اور اگر مدعی کا دعویٰ ثابت شدہ ہے تو اس حالت میں صلح کر لینا جائز ہوگا۔

ثبوت کے طریقے :

چنانچہ میت (موصی) یا نابالغ کا اگر کسی پر دین ہو تو اس کے ثبوت کے تین طریقے ہیں :-

(۱) شہادت (۲) عدالت کا فیصلہ ، (۳) مدیون کا اقرار

اور اگر میت یا نابالغ پر کسی کا دین ہو تو اس کے ثبوت کے لئے مخص دو طریقے ہو سکتے ہیں :-

(۱) شہادت ، اور (۲) عدالت کا فیصلہ

اقرار سے میت یا نابالغ کے ذمہ دین ثابت نہ ہو سکے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اقرار کسی امر کے ثبوت کے حق میں کمزور حجت ہوا کرتا ہے۔ اقرار کرنے والے کی ذات ہی پر اس کا اثر مرتب ہو سکتا ہے۔ دوسرے کی ذات تک متعدی نہیں ہوا کرتا۔ لہذا جب کہ میت کا یا نابالغ کا دین کسی کے ذمہ ہو اور مدیون اقرار کرے تو چونکہ مدیون کا تعلق ان افراد سے ہے جو اقرار کرنے کے اہل ہیں۔ اس لئے اس کا اقرار اس کی ذات کے حق میں قابل اعتبار ہوگا۔ لیکن دوسری صورت میں چونکہ مدیون میت ہے جو اقرار کی اہل نہ رہی، یا نابالغ یتیم ہے جس کا اقرار عدم بلوغ کی بناء پر قابل لحاظ نہیں اور وصی اگرچہ میت کا نائب ہے اور نابالغ کے مال پر اس کو ولایت حاصل ہے، لیکن وصی کا اقرار میت یا یتیم کے خلاف اثر انداز نہ ہوگا، یعنی وصی کے اقرار سے ان کے ذمہ دین لازم نہ ہوگا۔

چنانچہ اگر وصی نے تر کے کی کسی چیز کے متعلق یہ اقرار کیا کہ یہ

موصی کی نہیں بلکہ فلاں کی ہے، خواہ یہ رقم کسی قدر ہو یا کوئی شئی منقولہ یا غیر منقولہ ہو، تو یہ اقرار ناقابل اعتبار ہوگا۔ ۴۰

۲۵۷ - اگر وصی نے میت کا کوئی ایسا دین ادا کر دیا جس پر مدعی کے پاس شہادت نہ تھی اور نہ اس کے متعلق حاکم عدالت کا فیصلہ موجود تھا، اور نہ وصی کے پاس اس دین کے ثبوت کے لئے شہادت موجود تھی اور نہ وراثہ نے دین کی تصدیق کی تھی بلکہ حلفاً لاعلمی ظاہر کی تھی تو وصی وراثہ کے حق میں اس روا کردہ رقم کی واپسی کا ذمہ دار ہوگا۔

تشریح

ان تمام امور واجبہ میں جو موصی کے کسی پر ہوں یا موصی پر کسی کے ہوں وصی موصی کا قائم مقام ہوتا ہے، لہذا جس طرح موصی سے حقوق کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے اسی طرح یہ مطالبات وصی سے بھی کئے جاسکتے ہیں، چنانچہ اگر کسی شخص نے موصی کی موت کے بعد اس پر اپنے دین کا دعویٰ کیا تو اب اس کا مخالف (مدعا علیہ) وصی ہوگا، اور بشرط ثبوت وصی کو میت کے مال سے دین ادا کرنے کا حق حاصل ہوگا اور جو کچھ ادا کیا جائے گا اس پر اس کی ضمانت عائد نہ ہوگی۔

جیسا کہ اوپر بیان کیا جاچکا ہے دین ثابت شدہ ہونے کے تین طریقے ہیں

(۱) اول یہ کہ حاکم کی عدالت میں دین کے اثبات میں شہادت عادلہ

پیش کر کے ثبوت بہم پہنچایا گیا ہو اور حاکم نے دین کے

ثبوت کا فیصلہ کر کے حکم دے دیا ہو کہ دین ادا کیا جائے

(۲) دوم یہ کہ موصی کی حیات میں اس پر باضابطہ دین کا فیصلہ ہو

چکا تھا لیکن قبل ادا دین موصی کا انتقال ہو گیا تھا۔

(۳) سوم یہ کہ دین مدعی کے دعوے کے میت کے اہل وراثہ

اقراری ہوں۔

(۷۰) فتاویٰ عالمگیری، معولہ بالا، ج ۳، ص ۲۵۳۔

جامع الفصولین، معولہ بالا، ج ۲، ص ۱۷۔

چنانچہ ان حالات میں جب وصی دین ادا کر دے تو اس پر اس کے ذاتی مال سے تاوان عائد نہ ہوگا بلکہ اس دین کا بار میت کے ترکہ پر ڈالا جائے گا۔

لیکن اگر دین ان تین طریقوں میں سے کسی طریقے پر ثابت شدہ نہیں ہے۔ اب اگر وصی کو اس دین کا یقینی علم ہے مثلاً موسیٰ نے وصی کے سامنے اقرار کیا تھا، کہ فلان شخص کا میرے ذمہ اتنا اتنا دین ہے، یا وصی نے موسیٰ کو دیکھا تھا کہ اس نے کسی شخص کی کوئی چیز ضائع کر دی تھی اور اس کا معاوضہ ادا نہ کیا تھا، اور انتقال کر گیا۔ اس صورت میں بعض فقہاء کے نزدیک وصی دین ادا کر سکتا ہے، جب کہ بعض فقہاء کے نزدیک ادا نہیں کر سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختلاف قضاہ ہے دیانہ۔ وصی کو یہ حق ہوگا کہ میت کے اس دین کو بھی ادا کر دے۔ چنانچہ وہ فقہاء جو وصی کے اس اختیار کے قائل ہیں ان کے نزدیک اگر وصی نے برائے دیانت دائن مدعی کے حاکم کی عدالت میں دعویٰ پیش کئے بغیر موسیٰ کے ذمہ جو دین تھا ایسے ادا کر دیا تو وصی پر یہ تاوان نہ ڈالا جائے گا۔ کیونکہ اس نے موسیٰ کو اس ذمہ داری سے سبکدوش کیا ہے جو وہ خود اپنی زندگی میں پوری نہ کر سکا تھا۔ لیکن اگر یہ معاملہ قاضی کی عدالت تک پہنچ گیا تو اس صورت میں حاکم یہی فیصلہ کرے گا کہ وصی اپنے مال سے بقدر ادائیگی دین رقم ترے میں شامل کرے۔ لیکن اگر وصی اس ادا کردہ دین کے ثبوت پر شہادت پیش کرنے پر تیار ہو تو یہ موقع اس کو دیا جائے گا۔ کیونکہ اس طرح وہ اپنی ذات سے ضمان کا دفع کرنے والا ہوگا، جس کا حق شرعاً اس کو حاصل ہے، لیکن اگر وصی نے شہادت قائم نہیں کی اور میت کے ایسے ورثا موجود ہوئے جو موسیٰ کے ذمہ دین کی تصدیق کی اہلیت رکھتے ہیں تو قاضی ان سے اس کے متعلق معلوم کرے گا۔ اگر وہ اقرار کریں تو فیہا، ورنہ بعد حلف وصی کے ذمہ ضمان عائد کر دیا جائے گا۔^{۴۱}

(۷۱) فتاویٰ عالمگیری، محولہ بالا، ج ۴، ص ۲۵۵۔

جامع الفصولین، محولہ بالا، ج ۵، ص ۱۷، ۲۳، ۲۶، ۲۷۔

رد المحتار، ابن عابدین، محولہ بالا، ج ۲، ص ۶۲۹۔

۲۵۸ - بشرط طلب ، وصی ، اپنے منصب وصایت اور کارکردگی کا معاوضہ ہائے کا مستحق ہوگا ، جو اجر مثل (واقعی اجر) کی حد تک دیا جا سکے گا ۔

تشریح

وصی میت کے بعد اس کے یتیم بچوں کا نگران ہوتا ہے اور اس کو اپنے ذاتی معاشی اسباب و وسائل مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ ان یتیم بچوں کے معاشی امور کی نگرانی بھی کرنا ہوتی ہے جو ان بچوں کے سن رشد کو پہنچنے تک قائم رہتی ہے۔ اس لئے اگر وصی کے لئے اس کی خدمات کا معاوضہ دینا ممنوع قرار دے دیا جائے تو عین مسکن ہے کہ وہ مفوضہ خدمات کو دل چسپی سے انجام نہ دے۔ لہذا عام فقہاء کے نزدیک اس کا معاوضہ لینا جائز ہوگا۔ البتہ اس مسئلہ میں یہ صراحت پائی جاتی ہے کہ اگر وصی ضرورت مند ہے تو ایسی صورت میں خدمات کا معاوضہ لینا بالاتفاق صحیح ہوگا۔ لیکن اگر وصی ضرورت مند نہیں ہے تو ایک گروہ کے نزدیک معاوضہ لینا درست نہ ہوگا کیونکہ قرآن کریم میں فرمایا گیا ہے ”من کان غنيا فليستعفف ومن كان فقيراً فليأكل بالحروف“ (۱) الف) دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ ہر دو حالتوں میں معاوضہ لے سکتا ہے۔ کیونکہ جب وصی معاوضہ کا طلب گار ہو تو ظاہر ہے کہ بغیر معاوضہ کے اس سے بچوں کی خدمات کا جبری مطالبہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ اپنے خدمات میں بچوں کے ساتھ ایک محسن کا درجہ رکھتا ہے اور ظاہر ہے کہ محسن پر اس کے احسان کرنے پر جبر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ جہاں تک اجرت کی مقدار کے اندازہ کا تعلق ہے اس کا مدار خدمات کی نوعیت پر ہوگا ۲، راقم الحروف کے نزدیک بھی آخری نقطہ نظر انطباق ہے۔ اسی بناء پر دفعہ ۲۵۸ میں ”بشرط طلب“ کی صراحت کر دی گئی ہے۔

۲۵۹ - موصی کے لاپالغ بچوں کو بعد بلوغ وصی سے اپنی ذات از صرف کئے جانے والے اخراجات کے معاسبہ کا حق حاصل ہوگا۔

حساب انہی

(۱) الف) سورہ نساء، آیت ۶ - (جو شخص غنی ہو اس کو چاہئے کہ عفت اختیار کرے اور جو

شخص حاجت مند ہو وہ عرف کے مطابق کھالے)

(۲) الدر المختار، (مع رد المحتار) حصکتی، معولہ بالا، ج ۵ ص ۶۳۴ -

فتاویٰ عالمگیری، معولہ بالا، ج ۴ ص ۲۵۵ -

تشریح

چونکہ نابالغوں کے اسواں وصی کی محافظت میں ہوتے ہیں اور وہ اس امر کا سگف ہوتا ہے کہ ان بچوں پر ان کی ضروریات زندگی کے مطابق صرف کر کے ان کی پرورش کرتا رہے، اور یہ کام اس وقت تک جاری رکھے جب تک کہ بچے حد بلوغ کو پہنچ کر حسن تصرف کے اهل نہ ہوجائیں، اور جب اس درجہ کو پہنچ جائیں تو وصی پر لازم ہوگا کہ وہ ان کا بقیہ تمام مال ان کے سپرد کر دے، اور جو کچھ ان کی نابالغی کے زمانے میں ان پر صرف کیا ہے، تفصیل کے ساتھ مکمل حسابات پیش کر دے۔^{۴۳}

۲۶۰۔ اگر حساب کی افہام و تفہیم سے قبل وصی کا انتقال ہو گیا تو وصی کے ورثاء سے حساب فہمی کا حق نہ ہوگا، الا یہ کہ وصی نے اپنی حیات میں یتیم کے اسواں کی تفصیلات بیان کر دی ہوں اور بوقت وفات وصی وہ اسواں موجود ہوں یا وہ اسواں یا ان کا کچھ حصہ وصی کی وفات کے بعد ضائع ہوا ہو۔

وصی کی ذمہ داری
کی نوعیت

تشریح

اصول یہ ہے کہ اگر یتیم نابالغ کے مال کی تفصیل بیان کرنے سے قبل وصی کا انتقال ہو گیا تو اس کی ضمان وصی کے ترکے سے وصول نہ کی جائے گی اور اگر اس نے اپنی حیات میں تفصیل بیان کر دی ہو اور وہ بیان کردہ مال موجود ہو تو نابالغ اس کا مالک ہوگا اور اگر بغینہ موجود نہ ہو مثلاً ضائع ہو گیا ہو تو نابالغ کو وصی کے ترکے سے وصول کر لینے کا حق حاصل ہوگا۔

(۷۳) فتاویٰ عالمگیری، محولہ بالا، ج ۴، ص ۲۵۷ (ماخوذ)۔

بعضہ از جامع الفصولین، محولہ بالا، ج ۲، ص ۲۶۔

رد المحتار مع در المختار، ابن عابدین، محولہ بالا، ج ۵، ص ۶۳۴۔

چنانچہ حساب فہمی سے قبل وصی کا انتقال ہو گیا تو اگر اس نے مال کی تفصیل بیان کر دی ہے کہ اتنا مال نقد ہے اور اتنی اتنی فلان فلان اشیاء ہیں اور اگر یہ سب اشیاء و نقدی موجود ہوں تو یتیم ان تمام اسواں کا مالک ہوگا اور اگر ان مفصلہ اشیاء میں سے کوئی چیز موجود نہ ہو تو یتیم وصی کے ترکہ سے لے لینے کا مستحق ہوگا۔ لیکن اگر وصی نے کوئی تفصیل بیان نہ کی ہو تو جو اشیاء اسواں نابالغ کے واضح طور پر موجود و متعین ہوں وہ یتیم کی ملکیت ہوں گی اور جو موجود نہ ہوں ان کو وصی کے ترکے سے وصول نہ کیا جا سکے گا۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فقہاء کے نزدیک وصی امین کا درجہ رکھتا ہے، اور امین پر امانت و ودیعت کے مال کی ضمانت عائد ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص نے کسی دوسرے شخص کے پاس اپنی کوئی چیز ودیعت رکھی اور جس کے پاس ودیعت رکھی اس شخص کا انتقال ہو گیا۔ اور اس نے ودیعت کے متعلق کچھ بیان نہ کیا اور نہ وہ اس کے متروکہ میں موجود پائی گئی یا کسی شخص نے کسی دوسرے سے کوئی چیز کرایہ پر لی تھی یا عاریتاً لی تھی اور لینے والے کا بغیر بیان کئے انتقال ہو گیا اور یہ اشیاء جو کرایہ پر یا عاریت پر لی تھیں متروکہ میں موجود نہ پائی گئیں تو اس اجارے پر یا عاریت پر لینے والوں کے ترکے سے ان اشیاء کی قیمت مالکوں کو ادا کرنا ہوگی۔ لیکن وصی کی صورت میں اگر وصی بغیر تفصیل بیان کئے انتقال کر جائے تو جو چیز اس کی موجود نہ ہو اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ وصی کے ترکے سے وصول نہ کی جائے گی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ وصی امین بھی ہوتا ہے لیکن وصی اور امین میں ایک فرق یہ ہے کہ وصی ایسا امین ہوتا ہے جس کو یتیم نابالغ کے مال میں ان تمام تصرفات کا حق حاصل ہوتا ہے جو اس کے حق میں نافع ہوں

اسی بناء پر وصی کے ساتھ ایسی قانونی رعایتیں ملحوظ رکھی گئی ہیں جو امین محض کے ساتھ نہیں کی جاتیں، بخلاف اس شخص کے جس کے پاس ودیعت رکھی گئی ہو یا اس نے کرایہ پر کوئی چیز لی ہو یا عاریتاً لی ہو، ان کو کسی قسم کے دیگر تصرفات کا حق نہیں ہوا کرتا۔“

بحمد اللہ جلد چہارم ختم ہوئی۔

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو جلد پنجم ”قانون وارثت“۔



فہرست کتب حوالہ

قرآن (حکیم):

سورۃ آل عمران، الانعام، الاعراف، ابراہیم، البقرہ، بنی اسرائیل، تغابن، التین، الجاثیہ، الحج، الحجرات، الروم، الزخرف، ص، الفاطر، الفرقان، ق، المائدہ، المتحنہ، النحل، یونس، یسین۔

تفسیر قرآن:

الخصائص، ابو بکر (م ۳۷۰):

احکام القرآن، مصر ۱۳۲۸

الغازن، علاء الدین بن علی (م ۵۷۵):

تفسیر الغازن، مصر

حدیث نبوی:

ابن ماجہ، محمد بن یزید (م ۲۴۳):

سنن ابن ماجہ، اصح المطابع، کراچی

ابو داؤد، سلیمان بن اشعث السجستانی (م ۵۲۵):

سنن ابو داؤد، اصح المطابع، کراچی،

بخاری، محمد بن اسمعیل (م ۲۵۶):

الصحيح (البخاری)، اصح المطابع، کراچی

البنوی، حسین بن محمود، (م ۵۰۶):

مشکوٰۃ المصابیح، اصح المطابع، کراچی

الزرقانی، محمد بن عبدالباقی (م ۱۱۲۲):

الزرقانی، شرح مؤطا، مصر ۱۳۸۱

فقہ اربعہ

الشرانی، عبدالوہاب بن احمد (م ۵۱۰۰):

المیزان الکبریٰ، مصر

الدمشقی، محمد بن عبدالرحمن (م ۸۰۰):

رحمۃ الامة، (برہانیہ المیزان الکبریٰ)، مصر

فقہ حنبلی:

ابن قدامہ، المقدسی،

المفتی، مصر

شرف الدین، المقدسی، م ۹۶۸):

الافتاح، مصر

مجدالدین، ابو البرکات (م ۶۵۲):

المحرر، مصر ۱۳۵۰

فقہ حنفی:

ابن نجیم (م ۹۷۰):

البحر الرائق، مصر ۱۳۱۱

ابن عابدین (م ۱۲۵۲):

ردالمحتار، مصر ۱۳۳۷

اعزاز علی، مولانا، دیوبندی:

حاشیہ نورالایضاح، اصح المطابع ۱۳۸۲

بابرتی، اکمل الدین:

العنایہ شرح الہدایہ (بر حاشیہ فتح القدیر)، مصر ۱۳۵۶

بحر العلوم، عبدالعلی الکنہوی:

فائدہ جلیلہ بأجر نور الايضاح، اصح المطابع ۱۳۸۲

حصکفی، علاء الدین (م ۱۰۸۸):

الدر المختار، بر حاشیہ رد المحتار، مصر ۱۳۲۷

داماد آفندی (م ۱۰۷۸):

مجمع الانہر، مصر ۱۳۳۳

السرخسی، شمس الدین، شمس الائمہ، (م ۸۸۲):

المبسوط، مصر ۱۳۲۳

السرخسی، محمد بن سہل (م ۸۹۰):

شرح السیر الکبیر، مصر ۱۳۵۸

قاضی سناوہ (م ۸۲۳):

جامع الفصولین، مصر ۱۳۱۰

الکلسانی، علاء الدین بن ابی بکر (م ۵۸۷):

بدائع الصنائع، مصر ۱۳۲۸

لجنة الدولة العثمانية:

السختون (م ۲۳۰).

المدونة الكبرى، مصر ۱۳۲۳ھ

فقه ظاهري

ابن حزم، محمد بن علي (م ۴۵۶ھ) :

المحلى، مصر،

قوانين

ابوزهره: احكام التركات و الموارث، مصر

ابوزهره: شرح قانون الوصية، مصر

ادسون كسبار: الوصايا و الهبات و الارث، مصر

زيد الايباني: شرح الاحكام الشخصية، مصر ۱۹۲۰ء

قانون الوصية، مصر، ۱۹۳۶ھ

قانون الاحوال الشخصية، شام، ۱۹۵۳ھ

قانون الاحوال الشخصية، عراق، ۱۹۵۹ھ

قانون الاحوال الشخصية، مصر،

قدرى پاشا: الاحكام الشرعية فى الاحوال الشخصية ۱۸۹۵ھ

كامله طبيعى: لسيئد اثرتيش ان عملن لاه، لندن،

۱۹۳۹ھ

محمد يوسف موسى: التركة و الموارث فى الاسلام، مصر،

۱۹۶۰ھ

مجلة الاحوال الشخصية، تونس، ۱۹۵۶ھ

مجلة الاحكام العلية، اصح المطابع، كراچى

مرغيناني، برهان الدين (م ۵۰۹۳ھ) :

الهداية، قرآن محل، كراچى،

نفسى، محمود (م ۵۷۱۰ھ) :

كنزالدقائق، مجتبائى دهلئ

نظام الدين و الجماعة، مولانا

فتاوى عالم كبرى، ديوبند انڈيا،

فقه شافعى

الخطيب محمد الشريبي (م ۹۷۷ھ) :

مغنى المحتاج، مصر ۱۳۷۷ھ

الشيرازى، ابراهيم بن علي الفيروزآبادى (م ۴۷۶ھ) :

المهذب، مصر ۱۳۷۹ھ

فقه شيعى

العللى، نجم الدين جعفر (م ۴۷۳ھ)،

تراث الاسلام، بيروت

فقه مالكي

ابن رشد (م ۵۰۹۵ھ) :

بداية المجتهد، مصر ۱۳۷۹ھ

الآبى، صالح عبدالمجى :

جواهرالاكمل، مصر ۱۳۶۶ھ

الخرقى عمر بن الحسين (م ۴۳۳ھ) :

المختصر الخرقى، دمشق ۱۳۸۳ھ

اشاریہ (موضوع وار)

السام وصیت :

- مطلق، ۱۲۰۸، ۱۲۵۱
معلق بالشرط، ۱۲۰۸، ۱۲۵۱
مقید، ۱۲۰۸، ۱۲۵۱

امور وصیت :

- جن امور کی وصیت افضل ہے، ۱۲۵۲
خیری، ۱۳۵۰
غیر ممنوعہ، ۱۲۷۷
میسورہ، ۱۳۷۷
ممنوعہ، ۱۲۷۸

الفساخ وصیت : ۱۲۰۸، ۱۲۸۱

- عدالتی نقطہ نظر، ۱۲۹۱
قانون مصر، ۱۲۹۰

انکار وصیت : ۱۱۹۰، ۱۲۱۰، ۱۲۹۷

ت

تجاویز :

- رجسٹری وصیت نامہ، ۱۲۵۱
موصی لہ، ۱۳۳۹

تزاحم وصایا : ۱۲۱۳، ۱۳۵۰

- تقسیم حصص کا قاعدہ، ۱۳۵۰
عدالتی نقطہ نظر، ۱۳۵۰
قانون تونس، ۱۳۵۵
قانون شام، ۱۳۵۳

تعريفات :

- اقارب، ۱۲۶۲
موصی، ۱۲۰۷، ۱۲۲۵
موصی لہ، ۱۲۰۷، ۱۲۲۵
موصی لہ، ۱۲۰۷، ۱۲۲۵
وصیت، ۱۲۰۷، ۱۲۲۵

الف

ابطال وصیت : ۱۲۰۹، ۱۲۹۱

- قانون تونس، ۱۲۹۳
قانون شام، ۱۲۹۳
قانون عراق، ۱۲۹۶
قانون مصر، ۱۲۹۳
اہتمام موصی بہ : ۱۲۱۳، ۱۳۳۲
عدالتی نقطہ نظر، ۱۳۳۹
قانون مصر، ۱۳۳۹
احکام :

- موصی، ۱۲۱۰، ۱۲۹۹
موصی لہ، ۱۲۱۳، ۱۳۸۳
موصی لہ، ۱۲۱۱، ۱۳۳۷
وصی، ۱۲۱۵، ۱۳۵۷
وصیت، ۱۲۰۷، ۱۲۲۵

اختلاف دین : ۱۲۱۰، ۱۳۱۱

- قانون مصر، ۱۳۱۳

ارکان وصیت : ۱۲۰۷، ۱۲۲۸

- عدالتی فیصلے، ۱۲۲۹
قانون شام، ۱۲۳۰

استغراق (فی الدین) :

- قانون شام، ۱۳۱۰
قانون مصر، ۱۳۰۷
موصی بہ، ۱۲۰۸، ۱۳۰۷

اضافہ موصی بہ : ۱۲۱۳، ۱۳۵۰

- قانون تونس، ۱۳۳۲
قانون مصر، ۱۳۳۱

اعضاء انسانی کی وصیت : ۱۱۹۲، ۱۲۱۳، ۱۳۱۷

- تجزیہ، ۱۳۳۳
خلاصہ بحث، ۱۳۳۰

ز

زوجہ مطلقہ کے لئے بحالت مرض موت وصیت، ۱۲۱۱، ۱۳۳۳
زوجین کی ایک دوسرے کے حق میں وصیت، ۱۲۱۳، ۱۳۶۵

ش

شافعی مسلک
۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۲۳۶، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴
۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱
۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷
۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳
۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹
۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵
۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱

۱۵۱۱

شرائط موسوی :

اسلام شرط ہیں، ۱۳۰۳
بلوغ کی حد، ۱۳۰۳
قانون تونس، ۱۳۰۵
قانون شام، ۱۳۰۵
قانون مصر، ۱۳۰۵

شرائط موسوی بہ :

۱ مال منقوم ہو، ۱۲۱۳، ۱۲۸۲
۲ مال ملکیت ہو، ۱۲۱۳، ۱۲۸۳
۳ قانون تونس، ۱۳۸۵
۴ قانون شام، ۱۳۸۵
۵ قانون مصر، ۱۳۸۳

شرائط موسوی لہ :

حیات، ۱۲۱۱، ۱۲۳۷

شرائط وصیت :

باضابطہ تحریر ضروری نہیں، ۱۲۵۰

شہادت وصیت : ۱۲۰۸، ۱۲۵۳

عدالتوں کے فیصلے، ۱۲۳۹

قانون تونس، ۱۲۳۸

قانون عراق، ۱۲۳۸

وصیہ اسلامی مسالک کے قوانین میں، ۱۲۳۷

وصیت معلق بالشرط، ۱۲۰۸، ۱۲۵۱

وصیت مفیدہ، ۱۲۰۸، ۱۲۵۱

وصی، ۱۲۰۷، ۱۳۵۷

وصی اصلی، ۱۳۵۷

قاضی، ۱۳۵۷

موسی، ۱۳۷۷

تقرر وصی :

بذریعہ عدالت، ۱۲۱۳، ۱۳۳۷

بذریعہ موسی، ۱۲۱۵، ۱۳۵۷

بذریعہ وصی، ۱۲۱۷، ۱۳۸۶

جواز وصیت : ۱۲۰۸، ۱۲۷۶

قبضہ شرط نہیں، ۱۲۳۳

قیاس کا اقتضاء، ۱۲۵۷

ح

حمل کے حق میں وصیت :

حنبلی مسلک : ۱۱۸۳، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۲۳۴، ۱۲۳۳

۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲

۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷

۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲

۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷

۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲

۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷

حنفی مسلک : ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۲۳۱، ۱۲۳۳، ۱۲۳۵

۱۲۵۱، ۱۲۵۸، ۱۲۸۲، ۱۳۰۰، ۱۳۱۱

۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷

۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲

۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷

۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲

۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷

۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲

۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷

۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲

ر

رجوع وصیت : ۱۲۰۸، ۱۲۸۱

عدالتی فیصلے، ۱۲۹۱

شہادت وصیت، ۱۲۴۹

موصیٰ لہ، ۱۳۴۷، ۱۳۴۲، ۱۳۸۰

وصیت کی حد، ۱۳۹۸

غ

غیر وارث کے حق میں وصیت، ۱۳۰۰، ۱۳۱۲

ف

فسخ وصیت، ۱۱۸۷، ۱۲۰۸، ۱۲۸۱

ق

قاتل کے حق میں وصیت، ۱۳۱۳، ۱۳۱۸

قانون تونس:

تزامم وصایا، ۱۳۰۰

شرائط موصیٰ، ۱۳۰۵

شرائط موصیٰ بہ، ۱۳۸۰

قبول وصیت، ۱۲۳۱

معلق بالشرط، ۱۲۵۳

مقدار موصیٰ بہ، ۱۳۹۸

منافع کی وصیت، ۱۳۰۰، ۱۳۱۱

موصیٰ بہ میں اضافہ، ۱۳۳۲

موصیٰ لہ، ۱۳۰۱، ۱۳۶۱، ۱۳۷۳، ۱۳۷۹

قانون پاکستان و ہند،

قانون شام:

تزامم وصایا، ۱۳۰۳

جواز وصیت، ۱۲۸۰، ۱۳۱۰

شرائط موصیٰ، ۱۳۰۵

شرائط موصیٰ بہ، ۱۳۸۰

قبول وصیت، ۱۲۳۳

منافع کی وصیت، ۱۳۰۹

موصیٰ لہ، ۱۳۳۵، ۱۳۵۱، ۱۳۶۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۹

قانون عراق:

اہمال وصیت، ۱۲۹۶

حد وصیت، ۱۳۹۸

شہادت وصیت، ۱۲۳۸

موصیٰ لہ، ۱۳۶۱

شمی جعفری، ۱۲۳۸، ۱۲۳۳، ۱۲۳۸، ۱۲۳۳، ۱۲۳۳

مسلك، ۱۳۳۱، ۱۳۳۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۹، ۱۳۷۰

۱۳۷۷، ۱۳۸۳، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۰

۱۳۶۱، ۱۳۶۰، ۱۳۳۸، ۱۳۳۳، ۱۳۶۷

۱۳۶۶، ۱۳۷۰، ۱۳۷۰، ۱۳۷۷، ۱۳۸۰

۱۳۸۸، ۱۳۹۲، ۱۳۹۸، ۱۴۰۱

ض

ضابطہ بندی (قانون سازی):

قانون وصیت -

اردن، ۱۲۰۱

ایران، ۱۲۰۱

پاکستان، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲

ترکی، ۱۲۰۱

تونس، ۱۲۰۰

سعودی عرب، ۱۲۰۱

شام، ۱۲۰۰

عراق، ۱۲۰۰

لبنان، ۱۲۰۱

مراکش، ۱۲۰۰

مصر، ۱۲۰۰

ہندوستان، ۱۲۰۱

ظ

ظاہری مسلك، ۱۲۵۹، ۱۲۹۰، ۱۳۰۳، ۱۳۱۳، ۱۳۳۳

۱۳۵۷، ۱۳۶۰، ۱۳۶۷، ۱۳۹۷، ۱۳۹۰، ۱۳۹۰

۱۳۶۳، ۱۳۵۹، ۱۳۶۷

ع

عدالتی لفظ نظر (بصورتی):

اہام وصیت، ۱۳۳۹

ارکان وصیت، ۱۲۲۹

تزامم وصایا، ۱۳۰۰

رجوع وصیت، ۱۲۹۱

زانی وصیت، ۱۲۰۰

قانون مصر :

- ابطال وصیت، ۱۲۹۳
 اہتمام وصیت، ۱۳۳۹
 اختلاف دین، ۱۳۱۳
 تقرر وصی، ۱۳۵۳
 رجوع وصیت، ۱۲۹۰
 مکار وصیت، ۱۳۶۰
 منافع کی وصیت، ۱۳۰۵
 'وصی بہ'، ۱۳۸۳

- موصی بہ کا دین میں استخراق، ۱۳۰۷
 موصی بہ میں اضافہ، ۱۳۳۱
 موصی لہ، ۱۳۳۲، ۱۳۵۱، ۱۳۶۰، ۱۳۶۳، ۱۳۶۸
 وصیت واجبہ، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷
 وتالیفہ کی وصیت، ۱۳۱۲

لبول وصیت : ۱۱۸۳، ۱۲۰۷، ۱۲۲۸

- قانون تونس، ۱۲۳۱
 قانون شام، ۱۲۳۳
 نتیجہ فکر، ۱۲۳۹

ک

کل مال کی وصیت، وارث لہ

- ہولے کی صورت میں، ۱۲۱۳، ۱۲۹۹
 کسی، موصی بہ میں، ۱۱۸۹، ۱۲۸۵

م

مالکی مسلک : ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۲۳۵، ۱۲۳۳

- ۱۲۳۵، ۱۲۵۲، ۱۲۵۸، ۱۲۸۷، ۱۳۰۱
 ۱۲۱۲، ۱۲۲۸، ۱۲۳۰، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸
 ۱۲۷۲، ۱۲۷۵، ۱۲۹۱، ۱۳۰۱، ۱۳۱۶
 ۱۳۲۲، ۱۳۳۳، ۱۳۵۹، ۱۳۶۲، ۱۳۶۵
 ۱۳۶۶، ۱۳۷۰، ۱۳۷۳، ۱۳۷۷، ۱۳۸۳
 ۱۳۸۷، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۷، ۱۴۰۰
 ۱۵۰۲، ۱۵۱۱

مرض الموت میں وصیت، ۱۲۱۱، ۱۳۱۵

- مسائل مختلف لہ، ۱۱۹۶
 مسائل متفق علیہ، ۱۱۹۰

معلوم شرع کی وصیت، ۱۲۰۳، ۱۳۱۵

مقدار موصی بہ، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۸۵، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹

منافع کی وصیت : ۱۲۱۳، ۱۳۰۰

- قانون تونس، ۱۳۱۱
 قانون شام، ۱۳۰۹
 قانون مصر، ۱۳۰۵

موصی :

- احکام، ۱۲۱۰، ۱۲۹۹
 اہلیت، ۱۲۱۰، ۱۲۹۹
 کم عقل، ۱۲۱۰، ۱۳۰۵
 مسلم و غیر مسلم، ۱۲۱۰، ۱۳۰۳، ۱۳۱۱

موصی بہ :

- اہتمام، ۱۲۱۳، ۱۳۳۲
 احکام، ۱۲۱۳، ۱۲۸۳
 استخراق، ۱۲۰۸، ۱۳۰۷
 اسلامی ممالک میں قانون سازی، ۱۲۸۳
 اضافہ، ۱۲۱۳، ۱۳۳۰
 تغیر و تبدل، ۱۲۰۸، ۱۲۹۳
 حد (مقدار)، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۸۵، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹
 شرائط، ۱۲۱۳، ۱۲۸۳
 کمی، ۱۱۸۹، ۱۲۸۵
 معلوم شرع کی وصیت، ۱۲۱۳، ۱۳۱۵
 معلوم ہونا، ۱۲۰۸، ۱۲۸۶

منافع، ۱۳۰۰

موصی لہ :

- ارتداد، ۱۲۹۳
 ادور خیر، ۱۳۰۰
 حمل، ۱۲۱۳، ۱۳۷۵
 درجات (موصی لہم)، ۱۲۶۱
 زوجہ مطلقہ، ۱۲۱۱، ۱۳۳۳
 زوجین (ا) یک دوسرے کے لئے، ۱۲۱۳، ۱۳۶۵
 عدالتی فیصلے، ۱۲۳۷، ۱۳۲۲، ۱۳۸۰
 غیر وارث، ۱۳۵۵
 قاتل، ۱۲۱۳

- قانون تونس ۱۳۵۱، ۱۳۶۱، ۱۳۷۳، ۱۳۷۹
 قانون شام، ۱۳۴۵، ۱۳۵۱، ۱۳۶۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۹
 قانون مصر، ۱۳۴۹، ۱۳۵۱، ۱۳۶۰، ۱۳۶۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۸
 ۱۳۵۴
 منقود، ۱۲۱۳، ۱۳۶۷
 نامزد (شخص) ۱۳۳۸
 وارث، ۱۱۹۱، ۱۲۱۲، ۱۲۵۲، ۱۳۵۷
- ن**
- نامزد (شخص) کسی شرعی حیثیت، ۱۱۹۱
 نامزدگی برائے پراویڈنٹ فنڈ، ۱۳۳۸
 نامزدگی برائے بیمہ ہالیسی، ۱۳۳۸
 نفاذ وصیت : ۱۱۸۲، ۱۲۰۸، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۲۱، ۱۲۳۵، ۱۳۳۲
 نگران کا تقرر، ۱۲۱۵، ۱۳۶۰
- و**
- وصی :**
 اثبات، ۱۲۵۳
 احکام، ۱۲۰۷، ۱۲۲۵
 اختلاف دین، ۱۲۱۰، ۱۳۱۱
 ارکان، ۱۲۰۷، ۱۳۳۸
 عدالتی فیصلے، ۱۲۲۹
 اعضاء انسانی کی، ۱۱۹۲، ۱۲۱۳، ۱۳۱۷
 اعضاء انسانی کا استعمال، ۱۳۳۱
 تجزیہ، ۱۳۳۳
 خلاصہ بحث، ۱۳۳۳
 امور جن کی وصیت صحیح نہیں، ۱۲۷۸
 امور حیر کی، ۱۲۱۲، ۱۳۰۰
 انفساخ، ۱۲۸۱
 انکار، ۱۱۹۰، ۱۲۱۰، ۱۲۸۳، ۱۲۹۷
 تحریری، ۱۲۲۹
 ترکہ مستغرق فی الدین ہونے کی صورت میں، ۱۳۰۷، ۱۳۱۰
 ترکہ مستغرق فی الدین نہ ہونے کی صورت میں، ۱۳۰۶، ۱۳۱۰
 تراجم و سبایا، ۱۲۱۳، ۱۳۰۰
 تعریف شرعی، ۱۲۲۶
 تعریف عام، ۱۱۱۷

- قانون تونس ۱۳۵۱، ۱۳۶۱، ۱۳۷۳، ۱۳۷۹
 قانون شام، ۱۳۴۵، ۱۳۵۱، ۱۳۶۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۹
 قانون مصر، ۱۳۴۹، ۱۳۵۱، ۱۳۶۰، ۱۳۶۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۸
 ۱۳۵۴
 منقود، ۱۲۱۳، ۱۳۶۷
 نامزد (شخص) ۱۳۳۸
 وارث، ۱۱۹۱، ۱۲۱۲، ۱۲۵۲، ۱۳۵۷
- ن**
- نامزد (شخص) کسی شرعی حیثیت، ۱۱۹۱
 نامزدگی برائے پراویڈنٹ فنڈ، ۱۳۳۸
 نامزدگی برائے بیمہ ہالیسی، ۱۳۳۸
 نفاذ وصیت : ۱۱۸۲، ۱۲۰۸، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۲۱، ۱۲۳۵، ۱۳۳۲
 نگران کا تقرر، ۱۲۱۵، ۱۳۶۰
- و**
- وصی :**
 احکام، ۱۲۱۵، ۱۳۵۷
 اختیارات، اقرار دین، ۱۲۲۱، ۱۵۱۲
 بیع، ۱۲۲۰، ۱۵۰۲
 بیع کی بنیاد، ۱۲۲۰، ۱۵۰۵
 بیع کی شرائط، ۱۲۲۰، ۱۵۰۲
 بیع کی شرائط میعادی ادائیگی پر، ۱۲۲۰، ۱۵۰۲
 تجارت، ۱۲۲۰، ۱۵۰۱
 ترکہ ہر دین نہ ہونے کی صورت میں، ۱۲۱۸، ۱۳۹۲
 ترکہ ہر دین ہونے کی صورت میں، ۱۲۱۹، ۱۳۹۵
 تقرر وصی، ۱۲۱۵، ۱۲۱۷، ۱۳۵۳، ۱۳۸۶
 تقرر وصی، ایک سے زائد ہونے کی صورت میں، ۱۲۱۷، ۱۳۷۷
 تقرر وکیل، ۱۲۲۱، ۱۵۰۱
 رہن، ۱۲۲۱، ۱۵۰۷
 شرائط وصی، ۱۲۱۶، ۱۳۶۸
 صلح، ۱۲۲۱، ۱۵۱۲

سائل، مختلف فیہ، ۱۱۹۶
سائل، تنق علیہ، ۱۱۹۳
مسلمان کی بحق غیر مسلم، ۱۲۱۰، ۱۳۱۱
مستغرق فی الدین ہونے کی صورت میں، ۱۲۱۰
۱۳۰۷
معلوم شے کی، ۱۲۱۳، ۱۳۱۵
مفقود کے لئے، ۱۲۱۳، ۱۳۶۷
سناخ کی، ۱۲۱۳، ۱۳۰۰
وارث کے حق میں، ۱۱۹۱، ۱۲۱۲، ۱۲۵۷، ۱۳۵۷
وظیفہ کی، ۱۲۱۳، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲
وصیت اور جائشینی کا فرق: ۱۲۷۵
وصیت واجبہ
ابو زہرہ کی رائے، ۱۲۷۵
اسلامی مالک میں، ۱۲۰۰
تجزیہ، ۱۲۷۲
قانون تونس، ۱۲۶۵
قانون شام، ۱۲۶۶
قانون مصر، ۱۲۶۳
قانون مصر پر ایک نظر، ۱۲۶۷
مقدار، ۱۲۷۱
نتیجہ فکر، ۱۲۷۶

تقابل جائزہ قوانین، ۱۱۷۹
تکمیل، ۱۲۰۷، ۱۲۳۰
جواز، ۱۲۰۸، ۱۲۷۶
حکم (واجب یا مستحب)، ۱۱۸۳، ۱۲۰۸
۱۲۵۸، ۱۲۵۳
حمل کے لئے، ۱۱۹۰، ۱۲۱۳، ۱۳۷۵
خلاصہ سائل، ۱۱۹۳
رجوع، ۱۲۸۱، ۱۲۸۳، ۱۲۸۸
رجوع زبانی، ۱۲۲۹، ۱۲۵۰
زوجہ مطلقہ کے لئے، ۱۲۱۱، ۱۲۳۳
زوجین کی ایک دوسرے کے لئے، ۱۲۱۳، ۱۳۶۵
شرائط، جائز مال کی، ۱۱۹۲، ۱۲۱۳، ۱۳۸۳
شہادت، ۱۲۰۸، ۱۲۳۳
شی معلوم کی، ۱۲۱۳، ۱۳۱۵
غیر وارث کے حق میں، ۱۳۵۵
فسخ، ۱۱۸۷، ۱۲۰۸، ۱۲۸۱
قاتل کے حق میں، ۱۲۱۳، ۱۳۶۸
قانون پاکستان و ہند، ۱۲۰۱
کل مال کی، ۱۲۱۳، ۱۳۹۹
ماسورات کی، ۱۲۷۸
مرض الموت میں، ۱۲۱۱، ۱۳۱۵



اشاريه (نام وار)

			الف		
۱۲۹۷	۱۲۸۳	۱۱۹۲	۱ - ابراهيم غمى		
۱۳۲۸	۱۳۲۷	۱۳۸۸	۲ - ابن ابى شيه		
۱۳۷۹	۱۳۷۲	۱۳۲۹	۳ - ابن ابى ليلى، قاضى		
۱۵۰۳	۱۳۹۶	۱۳۸۷	۴ - ابن حزم، ابو محمد		
		۱۵۱۳			
		۱۳۵۲	۱۵ - ابونصر، شيخ		
۱۳۲۳	۱۲۵۹	۱۲۵۶	۱۶ - ابوهريره رض		
۱۳۰۰	۱۲۸۱	۱۱۹۳	۱۷ - الايبانى، زيد		
		۱۳۳۹			
		۱۱۹۳	۱۸ - احمد حسن، ڈاكتور		
۱۱۹۹	۱۱۹۸	۱۱۹۷	۱۹ - احمد بن حنبل، امام		
۱۳۳۱	۱۳۱۳	۱۲۰۰			
۱۳۶۶	۱۳۱۶	۱۳۳۱			
۱۵۱۱	۱۳۷۷	۱۳۷۲			
		۱۶۲۶	۲۰ - اسحق		
		۱۲۶۸	۲۱ - اسحق بن راهويه		
		۱۳۲۵	۲۲ - اكمل الدين محمود		
		۱۱۹۳	۲۳ - اجدالعلی، مفتى		
		۱۲۶۲	۲۴ - اوزاعى، امام		
		۱۲۶۲	۲۵ - ياسين معاويه		
ب					
			۲۵ - برهان الدين		
		۱۳۲۵	سرغينانى		
ج					
۱۳۵۸	۱۲۵۶		۱۲ - ابوزهره، شيخ		
۱۲۶۹	۱۲۶۸		۱۳ - ابو سليمان		

۳۵ - سفیان ثوری رضہ ۱۲۶۲

۳۶ - سلیمان بن لیسار رضہ ۱۲۶۲

ش

۳۷ - شامی رضہ امام

۱۱۹۶ ۱۱۹۶ ۱۱۹۶

۱۲۰۰ ۱۱۹۹ ۱۱۹۸

۱۲۶۲ ۱۲۶۱ ۱۲۵۶

۱۳۵۸ ۱۳۵۶ ۱۳۵۴

۱۳۷۲ ۱۳۷۱ ۱۳۶۹

۱۳۰۳ ۱۳۹۰ ۱۳۷۳

۱۳۲۹ ۱۳۲۸ ۱۳۱۶

۱۳۳۳ ۱۳۳۲ ۱۳۳۰

۱۳۶۵ ۱۳۶۳ ۱۳۶۶

۱۳۸۵ ۱۳۷۷ ۱۳۷۳

۱۵۰۱ ۱۳۹۸ ۱۳۸۷

۱۵۱۱

۳۸ - شیر احمد، جیش ۱۳۸۰

۳۹ - شعبی رضہ امام ۱۲۶۰

ص

۴۰ - صاحبین (ابو یوسف و ۱۳۲۳ ۱۳۳۳ ۱۳۵۲

۴۱ - صالح عبدالسمیع الآبی ۱۲۳۶

۴۲ - صفیہ رضہ ام المومنین ۱۲۷۹

ط

۴۳ - طاؤس ۱۱۹۵ ۱۱۹۹ ۱۲۶۰

۱۲۶۲

۴۴ - طحاوی، امام ۱۳۵۲

۴۵ - طلحہ رضہ ۱۲۶۰

ع

۴۶ - عائشہ رضہ

ام المومنین ۱۲۶۱

ح

۲۸ - حاطب بن ابی بلتعہ ۱۲۶۰

۲۹ - حسن بصری ۱۱۹۶ ۱۲۶۲ ۱۲۶۸

۳۰ - حسن بن عبداللہ ۱۲۶۰

خ

۳۱ - خبیثانی، جیش الہی

بخش ۱۳۵۹

د

۳۲ - داؤد بن علی الظاہری ۱۱۹۵ ۱۲۶۸

ر

۳۳ - رازی، امام فخرالدین ۱۲۶۹

۳۴ - رحمن، جیش ایس،

اے ۱۲۰۲ ۱۳۸۰

۳۵ - رزقانی، محمد بن

عبدالباقی ۱۳۳۹

ز

۳۶ - زفر، امام ۱۱۸۷ ۱۲۳۳

۳۷ - زہری، امام ۱۲۶۲

س

۳۸ - سالم بن عبداللہ ۱۲۶۲

۳۹ - سالم بن لیسار ۱۲۶۲

۴۰ - سجاد احمد جان،

جیش ۱۳۵۹

۴۱ - سحنون، امام ۱۳۶۹

۴۲ - سرخسی، شمس الدین،

شمس الائمہ ۱۳۶۹ ۱۳۷۲ ۱۳۵۲

۴۳ - سعد بن ابی وقاص رضہ ۱۲۵۵ ۱۳۹۲ ۱۳۹۶

۴۴ - سعید ابن مسیب ۱۲۶۲ ۱۲۶۸

اشاريه نام وار

۱۰۳۱

۱۲۳۵	۱۲۳۶	۱۲۳۵	
۱۲۶۲	۱۲۶۱	۱۲۵۲	
۱۳۵۷	۱۳۲۹	۱۳۱۳	
۱۳۷۷	۱۳۷۲	۱۳۱۶	
	۱۵۰۰	۱۳۹۷	
		۱۳۶۲	۷۳ - محبوب مرشد، جشن
۱۲۹۷	۱۲۸۳	۱۱۹۳	۷۵ - محمد، الشيباني، امام
۱۳۲۷	۱۳۲۲	۱۳۸۸	
۱۳۵۸	۱۳۵۲	۱۳۲۸	
۱۳۸۷	۱۳۸۰	۱۳۷۹	
	۱۳۹۷	۱۳۹۶	
		۱۲۶۲	۷۶ - محمد بن سيرين رح
		۱۱۹۶	۷۷ - محمد بن عبدالرحمن رح
		۱۱۹۳	۷۸ - محمد شفيح، مفتي
		۱۳۶۰	۷۹ - مزني، امام رح
		۱۲۶۲	۸۰ - مسروق رح
		۱۲۵۶	۸۱ - معاويه بن قره رح
		۱۱۸۱	۸۲ - مين، سرهنري
			ن
		۱۲۵۶	۸۳ - قانع رح
		۱۱۸۰	۸۴ - نولين
			و
		۱۳۴۸	۸۵ - وحيدالدين احمد، جشن
			هـ
		۱۱۸۰	۸۶ - هنري هشتم

۱۲۶۰	۱۲۵۹	۱۲۵۷	۵۷ - عبدالله بن عمرو رض
		۱۲۶۰	۵۸ - عبدالله بن مبارک رح
		۱۳۲۳	۵۹ - عبدالله بن مسعود رض
		۱۳۲۳	۶۰ - عبدالله بن يزيد رح
		۱۲۶۲	۶۱ - عبدالملک بن لبعلي رح
		۱۳۳۹	۶۲ - عريبه بن سعد رض
	۱۲۵۶	۱۱۹۶	۶۳ - عطا (بن ليار) رح
		۱۲۶۲	۶۴ - علاه بن زياد رح
		۱۲۶۲	۶۵ - عمرو بن دينار رح

ف

۱۱۸۳ - فلي مور ۶۶

ق

۱۲۶۲	۶۷ - قتاده
۱۲۲۷	۶۸ - قدری پاشا
۱۲۲۶	۶۹ - الکساني، علاه الدين رح

ک

۱۳۵۲	۱۳۱۶	۱۳۰۳	۷۰ - کرخي، امام
			۷۱ - کياني، جشن، امم -
		۱۳۳۹	آر
			۷۲ - کيکلس، جشن
		۱۲۷۶	بدیع الزمان

م

۱۱۹۷	۱۱۹۶	۱۱۹۰	۷۳ - مالک بن انس، امام
۱۲۰۰	۱۱۹۹	۱۱۹۸	

